

سُبْحَانَكَ يَا وَرَدَةَ

شرح

فِي دُرِّ الْبُرْدَةِ

عَلَّمَهَا أَبُو سَلَمَةَ مُحَمَّدٌ بْنُ أَحْمَدَ دَرِي

مُتَوَكِّلٌ فِي مَحَلِّهِ الْبُرْدَةِ

اُردو زبان میں قصیدہ بُردہ شریف کی سب سے جامع اور عمدہ شرح

طَبِيبُ الْوَرْدَةِ

علی

قَصِيدَةُ الْبُرْدَةِ

مُصَنَّف

امام محمد بن سعید بوسیری رحمۃ اللہ علیہ

شارح

علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری قدس سرہ


الناشر

مکتبہ عثمانیہ اقبال وڈیا لکھنؤ

مصنف قصیدہ بردہ	امام محمد بن سعید بصری رحمۃ اللہ علیہ
شرح قصیدہ	علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
طبع دوم	آفسٹ
ناشر	مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ
مطبوعہ	الکتاب پرنٹرز لاہور
صفحات پارسو	تعداد گیارہ سو
تاریخ اشاعت	ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ



کتاب ملنے کے پتے

- قیمت 
- ۱- مکتبہ محمدانیا اقبال روڈ سیالکوٹ
 - ۲- مکتبہ نبوتیہ گنج بخش روڈ، لاہور
 - ۳- مکتبہ القرآن اردو بازار، لاہور
 - ۴- شمس الدین تاجر کتب، وزیر مسلم مسجد لاہور
 - ۵- دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈچکوٹ روڈ لائل پور
 - ۶- مکتبہ رضائے مصطفیٰ، چوک دارالسلام گوجرانوالا
 - ۷- مکتبہ کبریاں ریکر رضویہ، وکٹوریہ ہارکٹ سکٹر
 - ۸- جامعہ تحفہ رکن الاسلام، آزاد میدان، بیہ آباد، میانہ آباد سندھ



مختصر فہرست طیب الوردہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۹	قول بلا عمل کی مذمت	۵	عرض ناشر
۷۷	استقامت	۷	مالات مصنف قصیدہ امام پریمی رحمۃ اللہ علیہ
۷۹	زاوہ آخرت کی فکر	۱۱	مالات شائع قصیدہ علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ
۸۱	شب بیداری	۱۷	نذر فقیر
۸۳	حضور اقدس کا پیٹ پر پتھر باندھنا	۱۸	خطبہ اور حمد
۸۵	فراختیاری دوسرے کے پہاڑ قبول نہ کئے	۱۹	عرض شارح
۸۷	حضور اقدس کا نہر	۲۲	سبب تالیف قصیدہ
۸۹	شان ہلاک	۲۵	وجہ تسمیہ قصیدۃ البرودہ
۹۰	اسم مبارک محمد اور حضور کی سیادت کا بیان	۲۸	آداب قراءت قصیدہ
۹۳	حضور امیر اور نبی فرمانے والے ہیں	۳۲	قصیدہ برودہ کا وزن شعری
۹۵	شان مجاہد	۳۳	مغنیب اشعار برائے حصول حاجات
۹۷	شفاعت کا بیان	۳۹	شرح قصیدہ برودہ فیصل بن ابیہ محبوب اللہ مذکور صبا
۹۹	حضور اقدس اللہ کی طرف ہاتھ ہیں	۵۱	واقعات محبت
۱۰۰	حضور صورت و میرت میں سب سے بزرگ ہیں	۵۶	فصل مذاہرات تفصیلات اور نفس کا بیان
۱۰۳	سب انبیاء حضور اقدس کی عطا کے طالب ہیں	۶۱	اصلاح حال کا طریقہ
۱۰۷	شان حضور اور لدی کی تحقیق	۶۳	نفس امارہ شیر خوار بچہ کی طرح ہے۔
۱۱۰	آپ ہی اکمل مصطفیٰ اور حبیب ہیں	۶۵	خواہشات نفسانہ کو روکنا
۱۱۱	حضور اپنے حاسن میں لا شرک ہیں	۶۹	امری کشیں اور جہک کی آفتیں
۱۱۳	نفسانی کی وجہ تسمیہ اور ان کے فرسے	۷۰	شکم سیری کے نکات
۱۱۵	حضور اقدس کی عظمت	۷۱	خوف خدا سے ڈرنے کا فائدہ
۱۱۷	آپ کے مضامین کی کوئی حد نہیں۔	۷۲	نفس و شیطان کی مخالفت

۲۸۳	توہمات کا رد	۱۱۸	مردوں کو زندہ کرنا اور دیگر فضائل
۲۸۵	تھیل وقت میں بہت بڑے بڑے کام کئے گئے	۱۲۲	حضور آفتاب کی طرح ہیں
۲۹۰	معراج پر اعتراضوں کے جوابات	۱۲۶	حضور کی حقیقت کو کون نہیں جان سکتا۔
۲۹۵	بیت المقدس میں حضور کی امامت	۱۲۷	حضور افضل المخلوق ہیں
۲۹۶	ساتھ آسمانوں کے پار	۱۲۸	تمام انبیاء کو جو ملا حضور کا صدقہ ہے
۳۰۱	مرویت باری تعالیٰ کا بیان	۱۳۵	حضور کے اخلاق و فضائل کا بیان
۳۰۵	حضور اور آپ کی امت کے امتیازی شان	۱۴۶	ذکر میلاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۳۱۲	فصل ۱۲ غزوات کا بیان	۱۴۱	ابراہیم کا قصہ
۳۱۵	حضور اور صحابہ کرام اسلام کا دشمنوں پر دہلیز	۱۴۷	فصل ۱۳ معجزات کا بیان
۳۱۷	بارہ مہینوں کی وجہ تسمیہ	۱۴۸	حضرت یونس علیہ السلام کے پیٹ میں
۳۲۱	عجاہدین اسلام کی بہادری	۱۹۱	انباء
۳۲۵	غزوہ خندق کا مفصل واقعہ	۱۹۵	فصل ۱۴ ہجرت کا بیان
۳۲۸	شکست کے ظاہری اسباب	۲۱۱	فصل ۱۵ رسالت عامہ اور وحی کا بیان
۳۳۲	امیرانِ مہین کے ساتھ حضور کی مراجعت	۲۲۱	فصل ۱۶ حضور اکرم فرمائی کی فرمائی کرتے ہیں
۳۳۵	غزوہ بدر	۲۲۷	قطا کے وقت حضور کی دعا سے بارش اور شاہابی
۳۳۷	قصہ غزوہ احد	۲۳۵	فصل ۱۷ حضور اقدس کے اوصاف از قرآن پاک
۳۳۸	غزوہ احد تفصیلی رنگ میں	۲۳۶	قرآنی آیات کے حوادث یا تہمید ہونے کی بحث
۳۴۲	صحابہ کرام کی بہادری	۲۴۰	قوم عاد اور قوم ارم کا بیان
۳۴۷	حضور کی مدد سے بڑے بڑے شمشیروں کا طبع ہونا	۲۴۲	قرآن ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے۔
۳۴۸	صحابہ کرام حضور کے صدقہ منور ہیں	۲۴۶	قرآن کی خاصیت بلاغت اور دیگر فضائل
۳۷۳	فصل ۱۸ رحۃ اللعالمین سے ہم اور خدا کی رحمت	۲۶۲	فصل ۱۹ معراج کا بیان
۳۷۹	جس کا نام محمد یا احمد ہو گا وہ جنت میں جائیگا۔	۲۶۶	مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا بیان
۳۸۳	حضور اکرم کے باب کرم سے امید کا بیان	۲۶۹	کتاب توسلین کا بیان
۳۹۱	نفس کو نامہ سیدی سے روکنے کا بیان	۲۷۷	نصیہ معراجیہ
۳۹۶	سرکارِ ابرار قرآن اور اس کی صحابہ پر حضور و سلام	۲۷۹	نصیہ معراج کی مفصل حدیث



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

عزیز ناشر

اللہ کریم کا شکر ہے جس نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو انبیاء کا وارث بنایا۔ اور دینِ اسلام کی آبیاری ان کے سپرد فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں زمانہ کی ضرورت کے مطابق بزرگانِ دین اسلام کی اشاعت مختلف طریقوں سے کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

دورِ حاضر کے علماء دین میں سے علامہ ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ممتاز شخصیت تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ملتِ اسلامیہ خصوصاً پاک و ہند کے مسلمانوں کے لئے بہت سے کاروائے نمایاں انجام دیئے جن کا اجمالی تذکرہ آپ آئندہ صفحات میں مولانا مرحوم کے حالات میں مطالعہ فرمائیں گے۔ یہاں تو ان کی بیسیوں تصانیف میں سے شرح قصیدہ بردہ کی طرف آپ کو توجہ دلانا مقصود ہے۔ جو حضرت کی بہترین تالیف ہے اور مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس شرح کی خوبیوں کے پیش نظر بعض دوستوں نے فرمایا کہ شرح مذکور کو معیاری کتابت اور اعلیٰ چھاپائی گرا کے شائع کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس سے علماء اور صاحبِ ذوق حضرات فائدہ اٹھائیں۔ لہذا محترم القام حضرت مولانا امین الحسنات خلیل احمد قادری صاحب خلع الشیخ شارح علیہ الرحمۃ سے ہمارے اشاعتِ اجازت چاہی، آپ نے بڑی فراخ دلی سے اجازت مرحمت فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض کو عام فرمائے۔ آمین

بندہ ان حضرات کا شکریہ ادا کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ جنہوں نے اس کارِ خیر میں تعاون فرمایا۔ محترمی مولانا باغ علی صاحب نسیم اور غلامی جناب اقبال احمد قادری صاحب

(مکتبہ نبویہ لاہور) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر نے شرح قصیدہ طبع اول کا نسخہ
برائے کتابت عطا کیا اور شرح مذکور کے دونوں ماخذ علامہ عمر پوری اور شیخ زادہ کی عربی
شرحیں برائے تصحیح عنایت فرمائیں۔ اور ہر موقع پر مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ فاروقی صاحب
نے اپنی والدہ مرحومہ کی وفات کے حادثہ کے باوجود انہی دنوں میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ
مصنف قصیدہ کے حالات مرتب کر کے کتاب کو زینت بخشی۔

بارگاہ بے کس پناہ میں اتجاہ ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل
سب معاونین کی خدمات اور اس کتاب کو قبول فرمائے اور خدمت دین کی مزید توفیق بخشے بغیر
ہم سب کے لئے قارئین سمیت ذریعہ نجات بنائے آمین ثم آمین

سافط محمد اشرف تہجدی

یکم ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ
مہر آباد ضلع میانکوٹ



صاحبِ قصیدہ بُردہ علامہ بو صیری رحمۃ اللہ علیہ

عشقِ مصطفیٰ اور نعت گوئی سرکارِ دو عالم جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس سے اظہارِ محبت و عقیدت مسلمانوں کا جزو ایمان ہے۔ صاحبِ کلام اور صالحین اُمت اسی بجزیہ محبت سے سرشار تھے اور یہی چیز ان کے لئے مایہ صفا افتخار رہی۔ اُمتِ مسلمہ کے شاہ و گدا کے درجہات و مراتب کا معیار بھی محبتِ رسول ہی رہا ہے۔ عمل بالقرآن، اتباع سنتِ رسول، صلوات و سلام، نعت و مناقبِ اظہارِ محبت کے مختلف انداز ہیں۔ اور عاشقانِ رسول اسی قباہِ عزیز کے سہارے کائناتِ انہی پر چلتے رہے۔

اگر عَشِيقِ مِصْطَفٰی سامانِ اوست! بحرِ دُرِّدِ گوشہٴ دَمانِ اوست!
محبتِ رسول ہی وہ ہنر ہے جس کی بدولت شرقی و غربی، عربی و عجمی، رومی و شامی، گورے اور کالے شاہ و گدا مدحتِ سرِ رسول ہوئے۔ سرکارِ دو عالم کی پارگاہ میں بیٹھنے والوں میں سے نعتِ عثمانِ رسول کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ عالمِ اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں میں مدحتِ سرِ رسول پر بلند و رفیع مقام پر فائز ہے۔ عربی زبان میں نعتِ رسول کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے۔ فارسی، اردو و ہندی لٹریچر اشعار کا بحرِ زخار موجود ہے۔

قصیدہ بُردہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے لیکر علامہ بو صیری صاحبِ قصیدہ بُردہ کے عہد تک (۱۹۵ء تا ۱۹۹۵ء) ہزاروں قصائد لکھے گئے جو سرکارِ دو عالم کے عارفین سے پڑھیں۔ مگر علامہ بو صیری کے قصیدہ بُردہ کو جس خاص شفقت سے نوازا گیا ہے۔ وہ حضرت بو صیری کا ہی حصہ ہے۔ اس قصیدہ کو خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ قصیدہ کی زبانی غلاب میں سننا چاہا۔ انعام میں بخشی۔ بی بی اور رومانی بیاریوں سے نجات دی۔ اور پھر سب سے بڑھ کر اپنے نعتِ خفاوں میں منفر و اور ممتاز مقام بخشا۔ رسالت کا وہ کونسا پروانہ ہے جو بو صیری کی زبان سے کہا ہوا قصیدہ نہیں پڑھتا۔

مشائخ، علماء اور صوفیائے اسے ہر دور میں حزنِ جان بنایا، ہر مجلس میں پڑھا، ایک بار نہیں ہزار بار پڑھا۔ لاکھوں صالحین اُمت اسی قصیدہ بُردہ کو پڑھتے پڑھتے بارگاہِ نبوت میں بارِ بار

ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخ ساز قصیدہ نے جہاں عاشقانِ رسول کو ایک مقبول و مرغوب
 روحانی غذا دی وہاں صاحبِ قصیدہ کو آسمانِ شہرت کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا جہاں بہت کم لوگوں
 کی رسائی ہوتی ہے۔

علامہ ابو مصیری محمد بن سعید المعروف بہ علامہ ابو مصیری رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال ۶۰۸ھ (۷ مارچ
 ۱۲۱۳ء) مصر میں ایک قصہ دلاس میں پیدا ہوئے۔ آپ تلبیہ منہاجبر سے تعلق رکھتے
 تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض تذکرہ نگار آپ کو منہاجی اور مقامِ ولادت کی وجہ سے دلاسی
 اور مقامِ سکونت کی وجہ سے ابو مصیری کہتے آئے ہیں۔ آپ نے تیرہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کیا
 اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر کے یک گونہ کمال حاصل کر لیا۔ آپ کے کلام میں جن
 اطلاعات اور لمبھات کا تذکرہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علمِ حدیث، سیر، مغازی اور
 علمِ کلام میں پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ وہ علمِ ادب، بدیع، بیان اور صرف و نحو میں شائق
 دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام دیوانِ ابو مصیری مصر میں کئی بار چھپا۔ انگریزی اور برہنہ میں اس کے
 تراجم ہوئے۔ یہ دیوان آپ کی قادی الکھای پر شاہِ عادل ہے۔ اہل علم نے آپ کے شاعرانہ کلام
 اور ادبی مقام پر حواشی پیش کی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ سیوطی، علامہ ابن العزاد منبلی، ابنِ شاکر
 کتبی، بطرس بستانی (صاحبِ ادباء العرب)، ابنِ عبد اللہ (حضرت ابو مصیری کے شاگرد) جیسے خطّ
 نے بڑی فراخ دلی سے آپ کے کمالات علمی کا اعتراف کیا ہے۔ مستشرقین میں سے نکسن اور گبری
 بھی آپ کی جلالتِ شان کے قائل ہیں۔

بیعت آپ تصوف میں حضرت ابو العباس احمد الرسی (م ۶۸۶ھ) کے مرید تھے۔ اور آپ
 سے ہی روحانی مقامات ملے۔ آپ اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق فکر
 معاش کو دور کرنے کے لئے وزیرِ زین الدین یعقوب بن زبیر کے شاہی کاتب تھے۔ بعد ازاں
 مختلف درباروں تک رسائی حاصل کی۔ عمر کا ایک حصہ اس بادشاہی میں گزارنے کے بعد آپ نے
 اپنے آپ کو شاعرِ خوانی رسول کے لئے وقف کر دیا۔ اور پھر کئے حبیب سے عمر بھر قدم باہر نہ
 حلامہ ابو مصیری جس زمانہ میں پیدا ہوئے۔ مصر بڑے انقلابی دور سے گزر رہا تھا۔ سلطان
 صلاح الدین ایوبی کا بھائی الملک العادل ابوبکر مصر و شام کا حاکم بن گیا تھا۔ مگر اس کی وفات کے بعد

ایہ بیرون میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور یکے بعد دیگر مختلف وگ تخت نشین ہوتے رہے۔ ایران و توران، عباسیہ اور غازیوں کی باہمی کش مکش کا میدان بنے ہوئے تھے۔ مصر و شام صلیبیوں کے حلقوں اور پھر باہمی آؤزیشوں کا نشانہ تھے۔ شمال سے تاتاری حملہ آور غلبت اسلام کو نہیں نہیں کر رہے تھے۔ ان حالات میں عالم اسلام پر جو کچھ گزری وہ علامہ بو صیری کی نظروں کے سامنے گزری۔ آپ دس سال تک بیت المقدس میں مصروف ریاضت و عبادت رہے پھر سرزمین حجاز میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے شیخ کے قدموں میں سکون کی دولت حاصل کرتے رہے۔

بو صیری کے عہد میں مسلمانوں کی حالت | پروفیسر نکلسن نے آپ کے عہد کو شاندار تاریخ کا الٹا ناگ اختتامیہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد مسلمانوں کی ترک، بغل اور ایرانی سلطنتیں قائم ہو گئیں، مگر خازیان اسلام کا ہر اول دستہ

کہاں گیا جو مدینہ منورہ سے صلوٰۃ و سلام کی تازگی لے کر روانہ ہوا تھا۔ عرب کے وہ جیالے کن وادیوں میں کھو گئے جو شعلہ ہاماں زبان، برق پاش فصاحت اور آتش زیر پرتلواریں لے کر باطل پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ عرب کے وہ حُدی خواں کہاں گئے جنہوں نے صحرائے عرب سے نکل کر اسلام کے پرچم کو اپنے زمانہ کے تمدن ترین حلقوں میں لہرایا تھا، دنیا کے مزاج کو بدلا تھا، سوچنے کے انداز بدلے تھے، ذہن انسانی کو نئے افکار سے روشناس کیا تھا۔ بو صیری کے زمانہ میں عہد رفتہ کی یہ عظمتیں عرب کے صحراؤں، غرناطہ کے سبزہ زاروں، اور نیل کی وادیوں میں بکھری دکھائی دیتی تھیں۔ انہی مدہم روشنیوں میں علم و ادب کا کارواں، انسانی کارواں شکست خوردہ قوم اہل احساس شکست سے دبا ہوا قافلہ سرگرم سفر تھا۔ بے منزل بے مقصد اور بغیر کسی نصب العین کے ایک معاشرہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس عہد کا ادب جس میں علامہ بو صیری کو زبان فصاحت و اگرنا پڑی ایک جودی ادب تھا۔ ایک مایوس اور غمگینیت زدہ قوم کا ادب تھا ایک نئی ہرئی تہذیب کا جسد بے جان تھا، سیاسی انحطاط، معاشی بد حالی اور ثقافتی بے راہ روی اس ادب کا خاصہ بن چکے تھے۔ شعرا موجود تھا اگرچہ شاعر تھے۔ دیوان بھی مرتب ہوئے تھے، شعری کہے جاتے تھے لیکن تنقیدی، مہتممی اور ابن الفارض سے اس دور کے شعراء کو کیا نسبت تھی۔ بایں ہر علامہ بو صیری نے اس دور میں ایک اچھا ادب پارہ پیش کیا۔ جسے ہم قصیدہ بردہ

کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قصیدہ بردہ کی مقبولیت ناقدین نے اس قصیدہ عالمی کی ادبی خوبیوں اور بعض مخصوص
اصولوں میں تقسیم کیا ہے، ہر فصل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن و
عائد کو ان کے انفرادی میں بیان کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عاشقانِ رسول کے لئے بڑا قابلِ قدر
سامان جمع کر دیا ہے۔ میلادِ پاک سے لیکر وصالِ مبارک تک آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں
کو بڑی محبت سے بیان کیا ہے۔ ۱۲۲ شعروں کا یہ قصیدہ قرصِ صبحِ اہلِ دل کی روحانی غذا بننا چاہتا
ہے۔ ابتدائے کار سے لیکر آج تک اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسے روحانی فائدوں کیلئے
استعمال کیا جاتا رہا ہے اور اس سے فضیلت کی بارشیں حاصل ہوتی رہیں، وعلیہ بیان کر چکا جاتا
رہا، شمسِ عبادت گاہوں کے در و دیوار اس کے اشعار سے مزین رہے۔ اور اب تک اہلِ اللہ
کی پاکیزہ مجالس میں اہتمام سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ شعرا نے اس قصیدہ پر ہزاروں تصنیفیں لکھیں
میںکڑوں شرحیں لکھیں اور درجنوں تفسیروں لکھیں، اگر ہم ان تمام شروح و تعلقات کی تفصیل
لکھیں تو ایک دفتر و کلا رہے تاہم قارئین کے ذوق کے لئے ہم ایک مختصر سا خاکہ ان تعلقات
کا ذکر کرتے ہیں جنہیں ماہر کتابیات ترکی عالم علامہ مصطفیٰ بن عبد اللہ المعروف برہانی خلیفہ و
کاتبِ مطبعی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف الظنون کی جلد دوم (مطبوعہ استنبول ۱۳۴۳ھ) میں اس طرح کیا ہے
اس کتاب میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان کی نگاہ میں عربی زبان میں
قصیدہ بردہ کی چالیس شرحیں گزری ہیں۔ جنہیں ہر دور کے معروف شعراء، اواباء علماء اور صوفیاء
نے تالیف کر کے اپنے ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ بیس تفسیروں، پچودہ تفسیروں (قصیدہ کے ہر شعر کے
پہلے مصرع کو لیکر اس کے ہم قافیہ و ردیف پانچ مصرعوں کے اضافہ کو تسبیح کہتے ہیں) نو تفسیروں
(ہر شعر کے دو بیان میں دو مصرعوں کا اضافہ تفسیر کہلاتا ہے) اور کئی ایک تفسیروں (ہر شعر کے چھ
چند مصرعوں کے اضافہ کو تفسیر کہتے ہیں) اور سینکڑوں تصنیفیں لکھی گئی ہیں۔ ان شرحوں اور تصنیفوں کے
علاوہ قصیدہ بردہ کے متعدد تراجم دنیا کی اکثر زبانوں میں کئے گئے۔ لاطینی، جرمنی، فرانسیسی، انگریزی
ہالائی، فارسی، اردو، ترکی اور پنجابی میں بڑے بڑے ترجمے کئے گئے اور ان میں سے اکثر چھپے۔ ان دنوں

اردو تراجم میں خاں بہادر محمد حسین خاں، مولانا عزیز الدین، بہاولپوری، مطبع مجیدی کانپور، تاج
 کپٹی لاہور، اصح المطابع کراچی اور مولانا فرخیش توکل جمدی، علی حسن مدنی اور محمد فضل احمد عارف
 کا ترجمہ بہت مقبول ہے۔ مولانا عزیز الدین بہاولپوری نے سرائیکی میں ترجمہ کھارنجاہی کے اکثر ترجمہ خجالی
 شعروں میں لکھے گئے۔ مولانا نجی بخش علوی مرحوم نولت قصبہ نیوی کانچالی ترجمہ خاصا مشہور ہوا۔ جاوا
 (اندونیشیا) میں ہادی زبان میں سلسلہ میں ترجمہ مطبع ہوا۔

ذیل نظر شرح قصیدۃ العرف برطیب اللہ علی قصیدۃ البرود حضرت علامہ
 مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں کے کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ حضرت نولت خاں
 ۱۹۴۷ء میں زیارت روضہ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر ہوئے اور مواجہہ مبارک کے
 سامنے کمرے قصیدہ بردہ پڑھتے رہے۔ زیارت سے غیضاب ہوئے اور اردو شرح قصیدہ لکھنے
 کا شوق دامگیر ہوا۔ اہل انگریزوں کی مفصل شرح لکھی اور زیور مطبع سے آراستہ کی۔ حضرت نولت ایک شاعر
 عالم دین خطیب اور صوفی بزرگ تھے۔ انہوں نے اس قصیدہ کی شرح میں اپنے کمالات کا مظاہرہ
 کیا ہے۔ بجا بجا فارسی، اردو شاعروں کے اشار کا موقع محل کے مطابق اضافہ کیا۔ علامہ خرپوتی
 کی عربی شرح قصیدہ بردہ آپ کے سامنے تھی۔ اُسے آپ نے اپنی شرح کا سب سے بڑا نمونہ
 قرار دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو بڑی قیمت اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔
 اس قصیدہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ اہل ذوق نے افسوس ہوا کہ اور وزیر خاں بنایا
 نیا ایڈیشن | ہمارے فاضل دوست جناب سید محمد اشرف جمدی میانکوٹی کا ذوق ہے کہ انہوں
 نے اس زمانہ میں بزرگ شیر خرچ کر کے اس شرح کے دوسرے ایڈیشن کو کمال خوبی
 طبع کرانے کا اہتمام کیا ہے اور حضرت نولت کے صاحبزادے جناب مولانا امین الحسنات سید علی احمد
 صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کی خاص اجازت سے شوق و محبت کا یہ ادب پارہ
 آپ کے اقصاء پہنچ رہا ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ اس قصیدہ کے چھپنے کے بعد اہل محبت کی تشنہ کامی میں ضرور کمی ہوگی
 اور اہل ذوق اسے پسندیدہ نظروں سے مطالعہ کریں گے۔

اقبال احمد فاروقی

۱۴ نومبر ۱۹۷۷ء

۱۶ شاد باغ

لاہور

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا بے مثال تذکرہ

حضرات القدس

کتاب مذکور کے مصنف خواجہ بدر الدین سرخندی (علیہ الرحمۃ) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے خلیفہ ہیں آپ سے امام ربانی کی خدمت میں سترہ سال رہ کر تعلیم و تربیت پائی، اپنے زمانہ کے ممتاز علماء اور مصنفین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

اس کتاب میں مصنف علیہ الرحمۃ کے خلفاء اربعہ حضرت صدیق غاروقی، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے لیکر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی اولاد اعیانہ اور آپ کے خلفاء تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تمام اولیاء کرام کے مفصل حالات نہایت تحقیق سے تحریر فرمائے ہیں۔

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے حالات پر کچھ تک جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ کتاب بڑی جامع اور مستند ہونے کی وجہ سے سب سے بلند درجہ رکھتی ہے۔ اسلئے اس کا ترجمہ آسان اردو زبان میں کرایا گیا ہے تاکہ ہر اردو خواں اس سے بخوبی فائدہ اٹھا سکے۔

اولیاء نے نقشبندیہ مجددیہ کے حالات، اکرامات اور شادوات سے روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کیجئے۔
(ترجمہ طبع)

مکتبہ نیر انیس ۱۴۰۰ھ ط
سیالکوٹ

مفسر کمال مشہور زمان

حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین لاہور کو قطب الاقطاب کے نام سے مرموم کیا تھا بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اس شہر نے ان مبیلوں برگزیدہ ہستیوں کو جنم دیا جنہوں نے دہریت اور الحاد کی تاریکیوں میں جھلکتی ہوئی دنیا کو روشنی کے مینار دکھائے تھے۔ مذہبی رجحان کی تقویٰ روزمرہ کے امور حیات میں پاکیزگی، روح کی نجات اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کے جو آفتاب ان بزرگوں نے تراشے تھے وہ آج بھی تابناک ہیں۔ رشد و ہدایت کے انہی آفتاب ساروں میں مفسر قرآن غازی کشمیر صدر مرکزی جمعیتہ العلماء نے پاکستان حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بلند اور منفرد مقام کے حامل تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مرحوم کی ذات گرامی ہماری یادوں کی ہرگز محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی پاکیزہ شاہراہ حیات میں محض عمل کے جو پھول اگا گئے تھے وہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں گے۔ البتہ شعبان المعظم کا چاند جزئی آسمان پر طلوع ہوتا ہے حقیقت مندوں کے دل میں ان کی محبت کے دھبے دھبے چرائے ایک دم بھڑک اٹھتے ہیں۔ حمزہ العرب ایران اور ہندوستان ہی تین ملک ہیں جو حضرت علامہ قادری کے آباء اجداد کا مسکن رہے جبکہ حضرت علامہ کی تاریخ حیات ہندوستان اور پاکستان سے وابستہ ہے حضرت علامہ کے بزرگان ملت عرب سے ہجرت کر کے ایران کے شہر مشہد میں قیام پذیر رہے بعد میں بلگرام اور فرخ آباد منتقل ہوئے اور آخر میں ہندوستان کی ریاست اودھ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ہندو راجپوتانہ ریاست کے حکمران تھے۔ اور اس دور کا حکمران راجہ جے پری سنگھ تھا بعض تاریخی روایات کے مطابق یہ راجہ علم دوست تھا۔ وہاں مسلم دوست ہی تھا چنانچہ ان کے عہد میں علم و فن، شعر و سخن اور درس و تدریس نے بہت فروغ پایا۔ چنانچہ حضرت علامہ کے

آباد اجداد نے بھی وہاں پر علم و فضل کے چراغ روشن کئے۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب حضرت موسیٰ (ع)
 سے ہوتا ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے جابوتا ہے۔ آپ کے والد و امید کا اکہم گرامی حضرت
 استاد العلماء سید ویدار علی شاہ ہے۔ اکہم اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سید ویدار علی شاہ
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت علامہ ابوالحسنات پیرا ہوتے حضرت ویدار علی شاہ اس
 خاندان کے وہ پہلے بزرگ ہیں جو غیبت اور سے ہجرت کر کے لاہور شریف لائے اور ترقی مسجد
 وزیر خاں میں خطیب مقرر ہوئے۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں شیخ الحدیث کی خدمات تادمیج پاک و ہند کا
 ہم پایا ہیں۔ اندرون دہلی دروازہ کی جامع مسجد آپ کی زندہ جاوید یادگار ہے۔ اس مسجد میں انہوں
 نے دم و دل پائیں تاکہ علوم و فرائض اور قرآن و حدیث کی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کی وفات
 پائی اور مسجد کے ایک کونے میں ان کا مزار مبارک ہے یہی مسجد حزب الاحناف کے نام سے مشہور
 ہے۔ حضرت علامہ ابوالحسنات قادسی اپنی ذات میں انہیں اور بگائے روزگار تھے۔ سن شہر کو پہنچے
 تو حافظ عبدالغفور اور حافظ عبدالکیم سے قرآن پاک کی طعنا شروع کیا۔ ناظر و ناظرہ نہیں ہوا تھا کہ
 حفظ قرآن پاک کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فن تجوید کی مشق میں قادری خدائش مرحوم اور قادسی کی تعلیم میں
 مرزا مبارک بیگ آپ کے استاد مقرر ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں تھے کہ حفظ قرآن پاک کی سعادت
 پائی نیز اردو و فارسی کی انشاء دہازی میں پورا پورا عبور حاصل ہو گیا۔ دیگر علوم و فنون کی تحصیل کے
 لیے والد گرامی کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، صدر الافاضل حضرت مولانا ابوالکلام
 مراد آبادی اور حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی شاگردی کا شرف پایا۔ نیز مستاذین رئیس القراء
 سے عین القضاء کی سند حاصل کی۔ ایرانی فن طب میں آپ مایہ ناز طبیب تھے حکیم نواب حامی
 الدین مرحوم علوم طب میں ان کے استاد تھے اور انہی سے فن طب کی سند فراغت حاصل کی۔
مسجد وزیر خاں والد گرامی سید ویدار علی شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق آپ مسجد
 وزیر خاں کے خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کے دور میں مسجد وزیر خاں اپنے تدریسی شکوہ و عظمت کے
 ساتھ علمی، ادبی، دینی، اسلامی اور سماجی سرگرمیوں کا بھی پکڑش مرکز بن گئی۔ اہل لاہور کے علاوہ
 دور واز سے عام لوگ اور عقیدت مند یہاں آکر ان کے بیان و خطاب سے مستفیض ہوتے۔
 خصوصاً محل کامی آپ مرتبہ جمیل تھے اس لیے ان کا خطاب کانوں کی راہ سے دل کی گہرائیوں

نہایت اہم تھا۔ سامعین بولیں محسوس کرتے گویا وہ ایک خزانہ بیٹھیں بہا اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں ان کے ضمیر و دل کی کئی کدورتیں و محفل جہانی تھیں۔ بے شمار غیر مسلموں نے حضرت علامہ کے دستِ حق پرست پر شرفِ باسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔

ملتِ اسلامیہ کی سرزنش کی گئی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں

تحریک پاکستان میں حضرت علامہ ابوالحسنات کا شمار ان سرخیل علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے آزاد پاکستان کا محلِ تعمیر کرنے میں غیر معمولی سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس جس میں قریباً پانچ ہزار علماء کرام اور مشائخ عظام شریک ہوئے تھے تازہ پاکستان کا ایک اہم باب ہے۔ کانفرنس نے ان علماء کی انتہائی کوشش تھی کہ اس کانفرنس میں قیام پاکستان کے مطالبہ پر علماء و مشائخ متحدہ ہونے پائیں۔ لیکن حضرت علامہ ابوالحسنات نے مجددِ دوسرے نئی راہنماؤں کی کوششوں کے مطالبہ پر تمام علماء کرام اور مشائخ عظام کو متفق کر لیا تھا۔ جمعیت العلماء ہند پر کانگریس نواز علماء کا قبضہ اور مستط تھے۔ ان کی ہر گاہ کوشش یہ تھی کہ قیام پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہونے پائے اور نیشنلزم کے بُت کو سمار نہ ہونے دیا جائے اس نازک مرحلہ میں علامہ ابوالحسنات نے جمعیت العلماء پاکستان کی تنظیم کے قیام کے لئے سرگودھا کوششیں شروع کیں جو بالآخر کامیاب ہو گئیں اور کانگریس کے عہدِ علماء کو بہت بڑی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ کی قابلِ نذر خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

تعمیر پاکستان کے سلسلہ میں آپ یونیٹس، وزارت اور اس کے سربراہ حضراتِ مخلصانہ کے خلاف جبر و آزما ہوتے تو اس جرمِ بے گناہی کی پاداش میں ان کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں غرض حضرت علامہ نے ہر مصیبت کا خیر مقدم کرتے ہوئے تعمیر پاکستان کی سماجی جیل کو بدل و جان جاری رکھا۔

تحریک آزادی کشمیر | قیام پاکستان کے بعد تاریخ کے نئے باب کا آغاز ہوا۔ تو علامہ ابوالحسنات قادری کو پہلے سے ہی زیادہ سرگرمی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تحریک آزادی کشمیر میں انہوں نے بے لوث قربانیاں دیں۔ جہاں بین کی مالی امداد کے لئے آپ

نے سرور کونین میں پناہ لے کر جہاد کشمیر کے مجاہدانہ کارناموں پر آپ کو غازی کشمیر کے قومی خطاب سے نوازا گیا۔ ۱۹۴۶ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرارداد وادعائیں پیش کی گئی تھیں۔ اس میں علامہ ابوالحسنات کی سہمی اور فہمائید و جدوجہد کا غالب حصہ تھا۔ آپ نے عوام و خواص کے دل و دماغ میں یہ بات منقش کر دی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا تھا۔ چنانچہ پاکستان کا جو بھی دستور بنے گا اس کی اساس و بنیاد اسی نظریہ پر ہوتی چاہیے۔

شعر و سخن | علم و ادب اور شعر و سخن کے اعتبار سے بھی آپ ایک انجمن تھے آپ صاحبِ طرز انشاء پر دانا اور مستند و مسلم مستند تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شعر و ادب کی دنیا میں آپ ایک روشن ستارہ تھے۔ آپ کی عیبیوں بلند پایہ تصانیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ نے دینِ مبین اور ملک و ملت کی خدمت میں کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی آزادی و امن ملک و ملت کے استحکام اور دینِ حق کے فروغ میں بسر کی۔

وفات | حضرت علامہ ابوالحسنات قادری نے دو شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ کو اس دیر نالی سے رحلت فرمائی اور دنیا سے علم و دانش میں ایک ایسا خلاء پیدا کر گئے جس کا پھر جونا بہت مشکل ہے۔ حضرت داماد گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ آپ کی خواہش اور وصیت کے مطابق آپ کو حضرت داماد گنج بخش کے مزار پر انوار کے احاطہ میں آپ کو آخری نیند ملا دینا گیا۔ انتقال سے چند دن قبل یہ شعر فرمایا:

حافظِ دند زنده باش مرگ کجا تو کجا
تو خدہ خاںِ محمد بود بقائے تو!

صابر و شاکرِ مفسرِ عالم دینِ مبین
بے نظیر و بے مثال و لا جوابِ ملا کا نام
نظرِ حق تباریک کی آنِ نذا احمد کھو
و اصل حق ہو گئے وہ باوی ذی القرم

تاریخ

وصال

تصانیف | تفسیر الحسنات، طیب اور وہ علی تصدیقہ البیروہ، ترجمہ کشف المحجوب، تبسم رسالت، (۱۲۵۱-۱۳۵۱) اسلامیت کا مجرم، اسلام کے بنیادی مضامین وغیرہ۔

نذر فقیر

ایک در یوزہ گر قصیدہ کی کشتی میں
اپنی کج معیانی کے دانے بھر کر معطلی
کوئین غیاث دارین کے دربار میں حاضر ہے

ز چشم آستین بردار گوہر امتا شاکن

فقیر قادری ابوالحسنات

خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

ط

الحمد لله الذي مَنَّ عَلَى الشَّاعِرِينَ بِحِكْمَتِهِ وَبَيْنَ لُغَوَيْهِ الْعَاشِقِينَ بِوَصْفِهِ
وَالصَّائِرِينَ عَلَى سَبِيلِنَا مُجْتَمِعِينَ الَّذِي مَدَّ لَهُ الْوَاصِقُونَ بِالْقَصَائِدِ الْأَشْعَارَ وَعَبَّادُ عَن
بَيَانِهِ وَاعْتَرَفُوا بِإِلْفَادِهِ وَعَلَى إِلَهِهِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُ الْوَهْدَانِ وَالْإِقْدَانِ أَعْدَاءُ أَهْلِيهِ الَّذِينَ مَنَى قُدْرَتَهُ
بِهِمْ أَهْمُ شَيْءٍ

حضرت امام المسلمین شیخ الحدیث

قبيله و كعبه اسم قدام صخره العنبريه

یک حمد چه حمد خداوند نعم را
 حمد یکدین را در خداوند جهان است
 حمد حمدی که از ملک و زبانم
 حمد شکر برین نعمت عظمی که بسا داد
 گویم چه شاکش که خود آن خالق اکبر
 عرض است کیمن پایه زیوان شیرین
 قربان شومت رحم کن اے رحمت عالم
 اے جهان من خسته نماز برادایت
 اے وجود وجود تو وجود همه عالم
 موجود وجود همه عالم بر خودت
 اے کویک دین پر کریم مهربان رسالت

بر وفق کرم خدایت صد علم و حکم را
 حد یک سزد و معنی تفریق اتم را
 آید و سزد صاحب صد فضل و کرم را
 محبوب خود آن ماحی صد ظلم و ستم را
 تداح بود آن شه ذی جاه و حشم را
 جبریل غلامیت مرا آن شاه اتم را
 از خاک مذلت تر جبر از سرم را
 قربان ز من ای یار بود نه نقش قدم را
 بسته است بفرآک تو حق بیان و دلم را
 از ظن تو شد زین و ضیا ملک عدم را
 اگر سر ما دور کن غلامیت و عشم را

سید جان محمد ویدار کو حباب بن محمد عالم

قراين شهيد شاه عرب را و محمد را

عرض شارح

قصیدہ بردہ شریف ایک ایسا مقبول و مشہور قصیدہ ہے کہ مصنف کی زبان سے خود
مقدود کو نبی مظلوم ثقلین رحمۃ اللعالمین امیر المومنین امیر المؤمنین صلی اللہ علیہ وسلم کی اکبر و اصحابہ
اجمعین نے سماعت فرمایا۔ اور اتنا پسند آیا کہ بعض اشعار پر مثل عنایت البان مثلاً کہ جوئے پھر
اُس کی شرح کی طرف ایک دو شارح حقیقت نہ ہوئے اور معمولی شارح نے اس کی شرح پر
خامہ فرمائی نہ کی۔ بلکہ شیخ زادہ اور ضرلوی مضمون مدینہ حرلویت جیسے پھر اس کی شرح فرما چکے ہیں
پھر بھلا میں اس کی شرح کرنے کی کیا ہمت کر سکتا تھا۔ مجھے تو درحقیقت قصیدہ مبارکہ کا اشعار
اور اُس کے آثار نے اور استغفار سے ہی نحو حیرت کر چکے تھے۔ پھر اس قصیدہ مبارکہ کی عظمت و عزت
کی یہ نشان دیکھ کر اور بھی مرعوب ہو گیا کہ بہاؤ الدین وزیر ملک طاب اس قصیدہ مبارکہ کو ننگے سر ننگے
پیر کھڑے ہو کر سنتے۔ اور اس کی برکت سے مغاویہ عظیم اور دینی و دنیاوی میں حاصل فرماتے۔ اور
سعد الدین فارسی آشوب چشم سے نامیٹا ہوئے۔ تو ان کو اس قصیدہ مبارکہ کے پڑھنے کی بشارت
ہوئی۔ اور اُس کی برکت سے اُن کی روشنی چشم بحال ہوئی۔ خود مولف قصیدہ کو دست معیشت لکھوں
نے اس قصیدہ کے انعام میں فاجی سے شغایاب فرمایا۔ جس کی تفصیل اپنے موقع پر عرض کروں گا۔

مگر بائیں مجھ

اُردو کے بہت سے شارح دیکھے جنہوں نے رفقاء عوام کے لئے قصیدہ مبارکہ کی شرح فرمائی
لیکن عطر اللہ بردہ فی شرح البردہ شائع ہوا۔ کہیں اشعار و الفروہ علی قصیدۃ البردہ طبع کیا گیا لیکن
ب۔ ان کا مطالعہ کیا۔ تو مجھ جیسے تشنگی سیرابی کو ایسی شروح ناکافی نظر آئیں۔ نتیجہ کرتار کر کوئی

اُردو زبان میں مختصر سی شرح ہے جو مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی کی تصنیف ہے اور کی بارچھپ

ایسی شہرت عام منجھ پٹے جو قصیدہ مصداق کے خدوم کو کم از کم اتنا واضح کرتی ہو کہ شعر پانچ کر مقصود و لغو
اور وہ عشق جو مولف رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں موجزن ہے۔ پڑھنے والا سمجھ سکے اور اشعار قصیدہ
سے جو اور ادکی صورت میں چنے ہوئے ہیں ان کو جان سکے۔ کہ قصیدہ شریف کے نکلان شعر
سے میں اپنی نکلان مہم سر کر سکوں گا۔

اب تک تجسس کرتا رہا مگر کوئی شرح ایسی نہ ملی جو مذکورہ امور پر حاوی ہوگی۔ خود محبت کرتا۔
اور رہ جاتا۔ دل میں شوق منکاسم ہوتا۔ مگر نسبت بہتی بے لیاقتی پچھیرزی و پچھیرانی کی بھیجاں صورتیں
دکھا کر پاؤں کر دیتی۔ آخر شش میرے دوست حاجی محمد عبداللہ صاحب نقشبندی دیشا نرڈ سپرٹنڈنٹ
بائی گورنٹ نے جو بلا ناغہ قصیدہ شریف منئے میرے پاس تشریف لاتے تھے، میری بہت محبت
کی اور فرمایا کہ اگرچہ بازار سخوردی میں تاجران گرا نمایا اپنی دکائیں اس کر دفر سے سمجھاتے ہیں کہ ان کی
مطابق اور بیاباںش جو ہر سخن کے آگے ایسا ویسا جھپ جاتا ہے مگر بایں ہمہ پھیری والے اپنی
چھوٹی چھوٹی چیزیں فروخت کرنے کو نکل ہی جاتے ہیں۔ اور بعض چیزیں ان پھیری والوں کی
بساط میں ایسی مل جاتی ہیں کہ گاہب اُس کا متلاشی ہوتا ہے۔ اور تاجران بازار سخوردی اُسے
بہم نہیں پہنچا سکتے بنا بر این تو کلا علی اللہ بایمار مدد وح میں نے بھی مکر محبت باز دھلی۔ اور خاک
از تودہ کلاں بردار پر نظر کرتے ہوئے اپنی کج معج بیا بی کا مانڈہ شرح شیخ زادہ علامہ شیخ محمد علی الدین
محمد بن مصطفیٰ قدس سرہ اور شرح علامہ عمر بن احمد آفندی خروقی شافعی مفتی خروقی کو بنایا تاکہ
قاریین کرام ان دو مکتوبوں کی حمایت میں پا کر مجھ پر کسی قسم کی زبان طعن و راز نہ کر سکیں۔ شرح ہذا
میں جو روایت حدیث استنباط منقول ہوگی، اُس کا مانڈہ صرف اور صرف شرح شیخ زادہ و
شرح خروقی ہو گا۔

لے مفتی خروقی ہونے کا شہرت شرح قصیدہ کی آنری تقاریر میں موجود ہے جو کہ منقول ہے۔
ایحد العلماء الاعلام وصفوا العطاء الفخام الانسان الکامل الجہیب
لخاض ذوالنسب السایغ السامی صاحب الادب البلیغ الناحی قاصدوس البلاغۃ والفضاحتہ
ونیر اس الافہام الشہید محس افندی مفتی مدینہ خدایت وصفین الحکام صحیح الکلام ۱۲۸۴ھ

وہا انا الشریع فی المقصود، توکلا علی اللہ المحمود
 بجاہ حبیبہ المسعود صلی اللہ
 علیہ وعلی آلہ وصحبہ
 اجمعین ط

خادم خلافت
 فقیر قادری البرائت نیر محمد احمد قادری
 خطیب مسجد وزیر خاں
 لاہور

سبب تالیف قصیدہ

ناظم القصیدہ علامہ شرف الدین تھریلو صیری مصری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے ایک قریب بصری کے رئیس اعظم اور علم و عزم کے متبحر عالم فصاحت و بلاغت میں ایسے مشہور و معروف فرد تھے کہ آپ کے زمانہ میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ اور علم و محنتوں ایک مشہور آفاق ارباب۔

ابتداءً محمد علی آپ اپنی تعداد و قابلیت اور تبحر علم کی وجہ سے مسلمانین اسلام کے مقرب و محبوب و مقرر رہے۔ آپ مسلمانین و امرا کی محبت اور نصیبہ کرتے ہیں خاص طور پر حقہ لیتے۔ اور ان کے امداد کی ہجو میں رجوع اور قصائد لکھا کرتے تھے۔

ایک روز آپ دربار سلطانی سے اپنے گھر تشریف لارہے تھے کہ ایک بزرگ ریلے اور انہوں نے علامہ تھریلو سے سوال کیا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کبھی خواب میں بھی زیارت کی یا نہیں؟ آپ نے عرض کیا میں آج تک حضور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ پھر علامہ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے بعد سے میرے دل میں حضور کا عشق اور محبت کا جذبہ اتنا متاثر ہوا کہ میں اپنے دل میں سوا اس محبت کے اور کچھ محسوس نہ کرتا تھا۔

گھر آکر جو سوا تو اسی شب مجھے جمال جہاں آکر محبوبہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور میں نے حضور کو جماعت صحابہ کے ساتھ اس شان سے دیکھا جیسے چاند ستاروں میں۔ جب آنکھ کھل تو میں نے اپنے دل کو اس جتنی محبت کی محبت سے مٹا اور زیارت باریک کے سرور سے محظوظ و مسرور پایا۔ اس کے بعد ایک ساعت کے لئے اس نور مجسم کی محبت مجھ سے علاحدہ نہ ہوئی۔ اور غفلت ان محبت، سرور میں میں نے چند قصیدے لکھے۔ چنانچہ قصیدہ مسنونہ اور ہمزہ ایسی زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ایک روز اچانک مجھے قایم پڑا۔ اور میرا نصف صدر بے حس ہو گیا۔ اس مصیبت کی حالت میں میرے ضمیر نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور کی رحمت میں لکھوں۔ لہذا اس کے قریب اس بابہ اشعار سے اپنے اپنے شغلاب کراں پہنچا کر اس حالت میں میں نے اس قصیدہ مبارک کو لکھا۔

بعد انفرار جب سویا تو خواب میں اُس مسیح کو نہیں شکار و زاری کی زیارت سے مشغول ہوا۔ اور اسی عالم رویا میں اُسے یہ قصیدہ حضور کے سامنے پڑھا۔ بعد اختتام قصیدہ میں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اعضا حقیقہ پر اپنے دستِ نوری کو پھیر رہے ہیں۔ جب تک کہ کوئی تو میں نے اپنے کو بالکل سمجھایا پایا۔ اس خوشی اور فرحت و مسرت میں علی الصبح میں اپنے گھر سے نکلا۔ تو راستہ میں شیخ ابوالرحمان الصدیق ملے۔ جو اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ اور مجھے فرماتے گئے۔ اے امام وہ قصیدہ مناجاتِ حضور کی مدحت میں تم نے تالیف کیا ہے۔ چونکہ اس قصیدہ شریف کا علم سوا میرے کسی کو نہ تھا۔ میں نے اُن سے عرض کیا۔ حضرت کوئی مرا قصیدہ آپ چاہتے ہیں۔ میں نے حضور کی مدحت میں اکثر قصائد لکھے ہیں۔ شیخ ابوالرحمان نے فرمایا۔ وہ قصیدہ مناجاتِ جس کا مطلع یہ ہے۔

اَمِنْ تَذَكُّرٍ جِئَ اِنْ يَدِي مَسْلَمٍ
مَنْ جِئَتْ دَمْعًا جَدِي مِنْ مَقْلَبٍ بِدَمٍ

میں نے جیت سے عرض کیا۔ یا ابا المرحاء من این حفظتھا۔ اے ابوالرحمان! یہ قصیدہ آپ نے کہاں سے یاد کیا۔ میں نے یہ قصیدہ سوا اپنی سرکار کے کسی کو اب تک نہیں سنا یا ہے۔ نہ کوئی شخص اس وقت تک میرے پاس آیا۔ جن کو یہ قصیدہ میں نے سنا یا۔ ابوالرحمان رحمت اللہ علیہ نے فرمایا۔ لقد سمعتھا ابی ارحمة تنشدھا فین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یتماہل ویتحرک استحسانا تحریک الاغصان المتحرکة بہبوب نسیم الريح۔ اے بو صیری یہ قصیدہ گذشتہ رات میں نے اُس وقت سنا۔ جب تم و بارِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کر رہے تھے۔ اور حضور اس قصیدہ کو سُن کر اظہارِ پسندیدگی کے لئے پھولوں سے بھری ہوئی ڈالی کی طرح ایسے تماہل و تحرک فرما رہے تھے۔ جیسے وہ ڈالی نسیمِ باریح کی حرکت سے ہلنے لگتی ہے۔ بو صیری فرماتے ہیں۔ کہ میں سن کر میں نے علی الفور وہ قصیدہ اُن کی خدمت میں پیش کیا۔ پس اس کے بعد شہر بھر میں یہ خبر عام ہو گئی۔

صاحب الشوار و الفروہ اتنا اور زیادہ لکھتے ہیں کہ شدہ شدہ یہ خبر ملک الطاہر کے وزیر بہاؤ الدین کامسوخچی۔ انہوں نے قصیدہ شریف کی نقل لی اور بعد کیا کہ اس قصیدہ مبارک کو روزِ ثا

برہنہ پا اور بہنہ سرکھڑے ہو کر سنوں گا۔ چنانچہ اس کی برکت سے اُن کے دین روئیا کے بُہت سے کام پورے ہوئے اور مصیبتیں فرو ہوئیں۔ پھر سعد الدین فارسی وزیر موصوف کے فرمان نویس کو اسٹوب حشم ہوا۔ حتیٰ کہ بصارت جاتی رہی کا اندیشہ ہو گیا۔ خواب میں کسی نے کہا کہ بہاؤ الدین سے بروہ نے کرا کھول سے لگا۔ وہ گئے اور خواب بیان کیا۔ بہاؤ الدین نے کہا بروہ تو معلوم نہیں اہل حضر رسیدیرم الفشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعت میرے پاس ہے جو شفا دار امراض میں خاص اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ سعد الدین نے وہ قصیدہ لیا آنکھوں سے لگایا اور پڑھا۔ علی الفور صحت یاب ہو گئے۔ ایسا ہی صاحب عطر الورود نے نقل کیا۔

اس تذکرہ سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ ناظم فہم علامہ ابو میری رحمۃ اللہ علیہ بہاؤ الدین وزیر کے جمعہ تھے۔ اور بہاؤ الدین وزیر سلسلہ کے اندر وادی نخلہ میں پیدا ہوئے۔ جو حوالی بحر مکرّمہ میں ہے۔ اور سلسلہ میں بقام تاہرہ وصال فرمایا۔ اور آپ کی عمر کا اکثر حصہ حلب، دمشق اور تاہرہ میں گزرا۔ بہاؤ الدین وزیر خود بھی اچھے شعرا میں مانے جاتے تھے۔ امام ابو میری رحمۃ اللہ علیہ کی سلسلہ و وفات معلوم ہوتی ہے۔

اس لئے کہ قصیدۃ الشہدہ شرح قصیدۃ البرودہ المعروفی کے سزا پر یہ عبارت موجود ہے۔
 ”فان قصیدۃ البرودۃ الموسومۃ بالکواکب الدنیائیۃ فی مدح خیر البیۃ الشیخ مشرف الدین ابی عبد اللہ محمد بن سعید الدولابی ثم البوصیری المتوفی سنۃ اربع و تسعین و ستائۃ“

گویا یہ قصیدۃ مبارکہ کم از کم سات سو نو برس یا اس سے کچھ زائد مدت سے صوفیاء و اولیاء کمال میں معمولاً جاری ہے اور بطور وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ انداز اگر قصیدہ و عرض کی ہے۔ ممکن ہے اس سے بھی زائد مدت کا ہو۔ اس لئے کہ بہاؤ الدین وزیر ملک الظاہر کے عہد میں اس کا وجود تھا۔ اور وہ اسے نکلے سرنگے پیر کھڑے ہو کر سنتے تھے۔ اور اس سے بہت سی جہات مل کر آتے۔ اور اس کی برکت سے مراد ورنہ حاصل فرماتے تھے۔

وجہ تسمیہ قصیدۃ البردہ

فالج سے صحت آشوبِ شہم کی شدت سے نجات، اور ملکی دینی و دنیوی کی مہمات کا حل
 تو اس کی برکت سے ظاہر ہے۔ بعد ازاں عرض ہو چکا۔ اس بنا پر صاحبِ بحرِ اردو نے لکھا :-
 "ان البردۃ الثوب المخطط کما فی القاموس والناظر قدس سرہ
 یذکر فیہا المضامین المختلفۃ فأردت أن یذکر الصباۃ ولوازمہا من
 الاثوث والاحزان ومرة یتجدد من نفسه مخاطباً ومجاورة عتاباً و
 یخاطب۔ سوالاً وجواباً وطوساً ليعترف بالتقصیر و یعتذر عنه و حیثاً
 یحذر عن مکائد النفس ویعط الناس وساعۃ یتشبت بالرجاء ویستغیث و
 یستشفع بدعویٰ علیہ وسلم ووقفاً یدحہ علیہ السلام ویشرح کمالہ
 الذاتیۃ وال ملکسیۃ ویمین معجزاتہ الطاهرۃ الباهرۃ و یذکر فضائل
 اصحابہ بالتمجید انما غیر ذلک فکانہ لکل مضمون لون عجیب فالق یشبه
 کل مضمون بخط حسن المہیۃ الدرائی فشاہجت القصیدۃ بوردۃ مخطوطۃ تسمیت
 بها۔"

خلاصہ یہ کہ لغت میں بردہ دعا یا دعا پر پڑے کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس قصیدہ میں ناظمِ قائم
 نے مختلف مضامین کی آراء پیش کی ہے کہیں باوصیا سے مخاطبہ کہیں اظہارِ شوق و ذوق کہیں
 علمِ ہجر کی داستان کہیں تنہائی کا شکوہ کہیں نفسِ امارہ پر عتاب کہیں مدعیِ مدعا علیہ کے سوال
 و جواب کہیں اعترافِ قصور کہیں عذرِ غراہی کہیں نفس کے معذروں سے ڈرانا کہیں عوام
 و عامیہ کو وعظ و نصیحت کہیں دربارِ رسالت میں استغاثہ کہیں سرکارِ مدینہ کے حضور میں استغاثہ
 کہیں بدعتِ ثناعت کہیں شرک کالات فالت کہیں اظہارِ محبت کہیں فضیلتِ صحابہ کہیں ماریختِ عزرات
 نے یہ آخری شعر ہے قصیدہ بردہ شریف کا جس کا ترجمہ ہے دستیری و تین نازل ہوا ہے جس میں کہ باوصیا پر وہ
 کہ ہوا ارض و ہوا کی شاخوں کو غلات ہے جب تک اونٹوں کو شتر بان اپنے نعروں سے مست کرتا ہے ۱۲

۱۔ ابان ریح صبا کہیں و اطرب العیس حاوی العیس بالغنم تر گویا یہ مختلف مضامین ثوب عشق و محبت پر خط ہیں۔ اس بنا پر اس قصیدہ مبارکہ کا ہم قصیدہ بروہ رکھا گیا۔

۲۔ بعض نے کہا کہ بروہ ایک اہم ہے جس سے طبع تک حاصل کی جاسے اور اس کا ماخذ بروہ جس کے معنی سولہ، سوئیدن اور راست کردن کے ہیں۔ تو چونکہ اس قصیدہ مبارکہ کے الفاظ حشو و زوائد سے مصون، لوازمات و شاعری سے مزین ہیں۔ اور اس کے پڑھنے سے قلب میں بروہت اور عافیت پیدا ہوتی ہے۔ بنا پر اس سے قصیدہ بروہ کہا گیا۔

۳۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ بروہ ماخوذ برد سے ہے۔ یعنی ترویج و تھیں اور ملکات بالخیر جیسے عرف عرب میں کہتے ہیں۔ ہندو اسدنا یعنی صلح و حسن تو چونکہ یہ قصیدہ مبارکہ حصول صفات روح اور سبب راحت قلب قاری ہے۔ اس لئے اسے بروہ کہا گیا۔

۴۔ چونکہ وجہ میں کہتے ہیں۔ قیل القی علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم بروہتہ المبارکۃ فی الموم عند سماع القصیدۃ بخوفی لساۃ۔ یعنی کہا جاتا ہے کہ جب یہ قصیدہ خراب میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کو سنایا۔ تو حضور نے اپنی بروہیانی آل پر ڈالی تو علی الغر اب آپ کو صحبت کاملہ حاصل ہو گئی۔

۵۔ اور شرح شیخ محمد بن محمد بن مصطفیٰ المعروف بہ شیخ زوائد میں اس طرح ہے۔ ثم قصیدۃ وصول المبرورۃ من الحضرة للصلة مشہورۃ و حکایتہ ما شہد من آثار مبرکاتہا فی الکتب مسطورۃ و اشتہار شائعہا الحجب عند جماہیر الزام اغنی فی من الکفافی وصفہا و اطالۃ الکلام۔ یعنی قصہ بروہیانی عطا ہونے کا دربار رسالت سے مشہور و معروف ہے۔ اور حکایت مجاہد و غرائب اس قصیدہ کے کتابوں میں مسطور ہیں۔ اور شہرت جماہیر انام میں اس قصیدہ کی اس قدر ہے کہ اس نے جس اس کے فضائل زیادہ بیان کرنے سے مستغنی کر دیا۔ اور اطالۃ کلام سے بچا لیا۔

۶۔ علامہ الزین عظمیٰ الورود میں سعد الدین الفاروقی کی اشوب چشم میں پریشانی کہتے ہوئے لکھا ہے۔ فذا فی الامام قائلًا لہ امض الی صاحب بھا و الدین و خذ منہ المبرورۃ و اجعلہا علی عینیت تبرع بھا۔ یعنی سعد الدین نے خراب میں دیکھا۔ کہ

بہاؤ الدین کے پاس نجا۔ اور پردہ کے کراٹھوں سے لگا۔ ابھی صحت یاب ہو جائے گا۔

فجاء الی اصحاب و قدس عذیہ مارائی فقال ما عندی شیئی یقال لہ المبرحۃ و
 اللہ عندی مدیچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نستشفی بہما فاخذہ وجہ و وضعہا
 علی عینہ و قد برء و هو جالس فشفاه اللہ تعالیٰ عن السرد و قد تم ترعد الدین اپنے حاکم
 بہاؤ الدین کے پاس آئے اور خواب بیان کیا۔ بہاؤ الدین وزیر نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسی
 شے نہیں۔ جسے پردہ کہا جاتا ہے۔ مگر ایک نعمت حضور کی ایسی مقبول ہے کہ اس سے اللہ
 مرعوبوں کو شفا دیتا ہے اور وہ قصیدہ نکال کر ان کی آنکھوں سے لگایا اور سنا یا۔ اس وقت
 خدا نے صحت عطا فرمائی۔ اقول وبالله التوفیق۔

اس واقعہ سے یہ امر ثابت ہوا کہ اس قصیدہ مبارکہ کا نام پردہ تو عالم اوزار میں اولیاء
 و کلمہ کے اندر مشہور تھا۔ لیکن بہاؤ الدین وزیر کو اس کا علم اس سے زائد نہ تھا کہ وہ اس قصیدہ
 کو نعمت شریف مانتے تھے۔

بہر حال قصیدہ شریف کا نام قصیدہ پردہ پانچ تو حیات سے تو جیسا مناسب معلوم ہوتا
 ہے۔ اور شیخ زادہ کے قول کے مطابق یہی نام مشہور و معروف ہے۔

عام اس سے کہ دربار مبارک عطا کی گئی ہو۔ یا نہ سمیت مضمون کے اعتبار سے یہی اس نام
 سے مستعمل ہوا ہو۔ بہر حال یہ قصیدہ قصیدہ پردہ شریف کے نام سے مشہور ہے۔

اور قصیدہ کی پسندیدگی پر عطا بردیانی بعد از عطا بھی نہیں۔ اس لئے کہ قصیدہ بانٹ
 سنا و جب حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد بارگاہ رسالت میں
 ہرگز غفہ قصیر است پیش کیا اور دربار رسالت میں سنا تا شروع کیا تو جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس شعر آگئے

اِنَّ الدَّرْسُوْلَ کَسَیْفٌ یُّسْتَضَاوِبُ

مَکْنَدٌ مِنْ مَّیوْفِ اللّٰہِ مَسْئُوْلٌ

”یعنی ہمارے حضور یقیناً برہنہ تلواریں۔ اور اس کی چمک سے فرزند ہدایت عالم میں عام

پھیل رہا ہے۔“

تو حضور نے بردیانی کعب کو عطا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب نے مہلثہ میں سیوف الہند مسلول کو ہاتھ
اس لئے کہ ہندوستان کے لوہے کی تلواریں عرب میں بہت مشہور تھیں۔ تو حضور نے سیوف الہند
کی جگہ سیوف اللہ فرما کر اصلاح کی۔ اور یہ چادر ایک مدت تک آپ کے گھرانے میں تبرکاً رہی۔
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس ردا مبارک کو دس ہزار درم میں لینا چاہا مگر حضرت
کعب نے عطا نہ کیا۔ مگر کار کے بدلے درم دو ہزار پندرہ کئے۔ آخر شورش و شاکر کعب سے بعد وفات
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار درم کو خرید لیا۔ اور اُن کے بعد خاندان عباسیہ میں بھی یہ
تبرکاً رہی۔ اور نابھوشی کے وقت خلیفہ کے شانوں پر ڈال جاتی تھی۔ پھر نقشہ تاریہ میں یہ چادر
درعیہ فقرو ہو گئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصیدہ کی بخششوں میں دربار رسالت سے عطا ردا ہوتی ہے
اور برصیری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اگر عطا ہوئی ہو۔ تو تعجب نہیں۔
لہذا قصیدہ بردہ کا نام ردا ویر ویمانی سے مستنبط ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آداب قرأت قصیدہ مبارکہ

اول ایک نکتہ عجیبہ ذکر فرمادیں گے۔ کہ اس قصیدہ مبارکہ کی ابتدا میں ایک بشارت
خاص ہے۔ اور اختتام قصیدہ میں اُس بشارت کا نتیجہ ہے۔ عرب زبان حال تبارک ہے کہ اس قصیدہ
کا لازم ہمیشہ امن میں رہ کر فرج و طرب کے قلعہ حصین میں محفوظ رہے گا۔
چنانچہ آؤں تَنکُ لکیرِ حیاتِ ان۔ بِدِلِی سَلَامٌ مِیْنِ اَیْمَتِ بَکَلَمَا ہے۔ جس کے معنی ہیں تو امن
میں آگئی۔ اور قصیدہ میں ہے۔ وَ اَطْلُبُ الْعِیْسٰی حَادِی الْعِیْسٰی بِالْغَنَمِ تَوَ اَمِنْ وَاَمَانَ کَا نِیْمَہ
طرب و فرحت ہے۔ گویا قصیدہ مبارکہ اُیْمَتِ شَرِیعِ کو نے دے کو کُنَا کر ختم پر غیریت کی بشارت
مظہر دیتا ہے۔

تیسرے قصیدہ بردہ کے پہلے دو سہائی شعر کی شرح میں صاحب عطا و ردہ نے بھی درج کیا ہے ۱۲

اس قصیدہ مبارکہ کے آداب تلاوت میں اوس حد العلماء الاعلام و معتمد العلماء
 الفخام الانسان الكامل الجہد الفاضل ذو النسب الرفیع السامی صاحب الادب
 المبدیع النامی قاموس البلاغة والمصاحفة ونبو اس الافهام السید عمل المندی
 مفتی مدینہ حیدر پور و معتمد الحکام صحیح الاحکام فرماتے اور فرمائی دیتے ہیں کہ
 اس قصیدہ کے پڑھنے میں چند شرط و آداب کا لحاظ لازمی ہے۔ ورنہ اگر نتیجہ میں فائدہ نہ ظاہر
 ہو تو قصیدہ کی بے اثری نہ بھی جائے بلکہ اپنی غلطی پر اس کو محمول کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ امام
 غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس قصیدہ مبارکہ کو ہر رات پڑھا کرتے تاکہ اس کی برکت سے زیارت سرکار
 ابد قرار دے اللہ علیہ وسلم حاصل کریں۔ ایک مدت تک پڑھا۔ مگر زیارت سے مشرف نہ ہوئے تو
 انہوں نے اپنے شیخ کمال کی خدمت میں عرض کیا کہ اس میں کیا راز ہے۔ آپ نے جواب دیا۔
 لعنک لا تسرعی مشرانظہا غزنوی شاید تو اس کی شرائط کی رعایت نہیں کرتا غلام غزنوی
 نے عرض کیا لابل انما عجبا نہیں حضور میں خاص رعایت اور توجہ سے پڑھتا ہوں۔ فواقب
 الشیخ تو ان کے شیخ نے مراقبہ کیا۔ اور فرمایا۔ وقف علی سورہ وھو انک لا تقصی بالصلوۃ
 القصلی بہا الامام ابو بصیری اذھو یصلی علیہ علیہ السلام بقولہ ۛ

قَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۛ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

غزنوی زیارت نہ ہونے کا جو راز ہے۔ وہ معلوم ہو گیا۔ وہ یہ ہے کہ تم وہ درود نہیں
 پڑھتے جو امام ابو بصیری نے حضور پر اس قصیدہ کو سناتے ہوئے پڑھا تھا۔ اور وہ درود یہ ہے ۛ

قَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۛ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اور اس قصیدہ میں اس درود کا پڑھنا ہی خاص سر ہے۔ اس کے سوا اور کوئی درود نہ ہو
 چنانچہ شرائط قرأت میں اول یہ ہے کہ

۱۱) با وضو ہو۔

۱۲) قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ کر پڑھے۔

۱۳) تصحیح الفاظ میں خاص کوشش کرے اور زیر زیر کا لحاظ رکھے۔

۱۴) جو شعر پڑھے۔ اس کے معنی کو سمجھتا ہو اس لئے کہ دعائے لفظوں کو اگر نہ سمجھتا ہو۔ تو اس

کی تاثیر جاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ علامہ علی نقاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ حزب الانصار میں فرمایا۔

فَخَلَّاهُ بِحِفْظِ مَبَانِيهِ وَالنَّاعِلِ فِي مَعَانِيهِ

(۱۵) ہر شعر کو شعر کی طرح پڑھا جائے نہ کہ شعر کی طرف نہ۔

(۱۶) تمام قصیدہ اول حفظ ہو۔ پھر مہول پڑھے۔

(۱۷) جو اس کی قرأت کرے۔ اور ورد پڑھائے۔ وہ پہلے اجازت کسی موقوف سے حاصل کرے۔

(۱۸) قصیدہ کے اول اور آخر میں مخصوص وہ ورد پڑھا جائے جو امام پوسیری رحمۃ اللہ علیہ

نے سرکار والا میں پڑھا تھا یعنی

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

یہ شرائط علامہ انصاری امام پوسیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ کے شارح شیخ خروقی مفتی

مدینہ خرویت نے اپنی شرح میں نقل فرمائیں اور صاحب الشارح والفروہ نے سلسلہ سہ وردیہ کے

قاعدہ کے تحت طریق تلاوت یوں لکھا ہے کہ کچھ کو اپنے والد ماجد میر سید علی بخاری سہ وردی علیہ

الرحمۃ سے اس کی اجازت ہے۔ طریق تلاوت یوں لکھا ہے کہ:-

(۱) جس دن شروع کرنا ہو۔ حسب مقتدرہ ایک یا چند محاوروں کو کھانا کھلائیں۔ اور کھانا

شیریں تمکین دو طرح کا ہونا چاہیے۔ اول اس کھانے پر حضور کی وساطت سے مصطفیٰ

قصیدہ کی ناست ہو۔

(۲) صاف اور خوشبودار لباس پہن کر قصیدہ شروع کیا جائے۔

(۳) جس شعر میں حضور کا نام نہ آئے اس کی تین بار تکرار کی جائے اور ورد پڑھا جائے۔

(۴) وقت تعیین پر روزانہ کا ورد ہے۔

(۵) مقتدرت ہو تو ہر ماہ کے آغاز میں طریق مذکور پر کھانا کھلایا جائے۔

(۶) قصیدہ شروع کرنے سے اول یہ ورد شریف پڑھا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِلَّةَ الدُّنْيَا وَمِلَّةَ الْاٰخِرَةِ وَبَارِكْ

عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِلَّةَ الدُّنْيَا وَمِلَّةَ الْاٰخِرَةِ وَارْحَمْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا

مُلَا الدُّنْيَا وَمِلَا الْآخِرَةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ يَا رَحِيمُ يَا رَحِيمُ
 يَا جَادُ اسْتَخِيرُكَ يَا أَمَانَ الْخَالِقِينَ يَا عِمَادَ مَنْ الْأَعْمَادُ يَا مَنْدَل
 مَنْ لَا مَسَدَ لَهُ يَا دُخْرَ مَنْ لَا دُخْرَ لَهُ يَا حُرَّ الْفُقَرَاءِ
 يَا عَظِيمَ الرِّجَالِ يَا مُنْقِذَ الْهَلَكِ يَا مُنْجِي الْعَذَى يَا مُحْسِنَ يَا مُجِبِلَ يَا مُنْجِمُ
 يَا مُفْضِلَ يَا عَزِيزُ يَا جَبَّارُ يَا مُنِيرُ أَنْتَ الَّذِي سَجَدَ لَكَ مَوَادُّ اللَّيْلِ وَكُجُورُ
 النَّهَارِ وَشُعَاعُ الشَّمْسِ وَخَفِيفُ الشَّجَرِ وَدَوِيُّ الْأَمَاءِ وَلَوْزُ الْقَصْرِ يَا اللَّهُ
 أَنْتَ اللَّهُ لَا شَرِيكَ لَكَ أَسْأَلُكَ أَنْ تَقْضِيَ عَلَيَّ سَيِّدَ نَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
 وَرَسُولِكَ وَعَلَى آلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ اللَّهُمَّ وَأَعْطِ سَيِّدَ نَا مُحَمَّدٍ الْوَسِيلَةَ
 وَالْفَضْلَ وَالْفَضِيلَةَ وَالذَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ اللَّهُمَّ عَظِّمْ بَرَهَانَهُ وَأَفِمْ
 حُجَّتَهُ وَأَبْلِغْهُمَا مَوْلَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ وَأُمَّتِهِ .

ترجمہ قصیدہ شرم کر کے یہ دیکھ کر پڑھی جائے :-

اللَّهُمَّ اخْرُسْنِي بِعَيْنِكَ الَّتِي لَا تَأْمُرُ وَكَفَيْتَنِي بِكَ الَّذِي لَا يُرَامُ
 لَا يُرَامُ أَرْحَمَنِي بِقُدْرَتِكَ عَلَى فَلَا أَهْلِكَ وَأَنْتَ رَجَائِي فَاكُمُ
 مِنْ نِعْمَتِكَ أَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ قُلْ لَكَ بِهَا شُكْرِي وَكَمْ مِنْ بَلِيَّةٍ
 ابْتَلَيْتَنِي بِهَا قُلْ لَكَ بِهَا صَبْرِي فَيَا مَنْ قُلْ عِنْدَ نِعْمَتِهِ شُكْرِي فَلَمْ
 يَحْدِثْهُ وَيَا مَنْ قُلْ عِنْدَ بَلِيَّةٍ صَبْرِي فَلَمْ يَحْزَنْهُ وَيَا مَنْ رَأَى
 عَلَى الْخَطَايَا فَلَمْ يَفْضَحْنِي يَا ذَا الْمَعْرِفَةِ الَّذِي لَا يَنْقُضُ أَبَدًا وَيَا
 ذَا النِّعَمَاءِ الَّتِي لَا تَحْصِي أَبَدًا اسْأَلُكَ أَنْ تَقْضِيَ عَلَيَّ سَيِّدَ نَا مُحَمَّدٍ وَ
 عَلَى آلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَبِكَ أَدْرُؤُكَ فِي نُحُورِ الْأَعْدَاءِ وَالْجَبَابِرَةِ
 اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ صَدْرِي وَعِلَانِيَّتِي فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِي وَتَعْلَمُ حَاجَتِي
 فَاعْظُمْنِي سَوْنِي وَتَعْلَمُ مَا لِي نَفْسِي تَا غَضْرِي ذُلُّوْنِي آمِينَ بِرَحْمَتِكَ
 يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۞

قصیدہ پردہ کا وزن شعری

یہ قصیدہ بحر لبیط میں ہے اور بحر لبیط علم عروض میں یہ ہے :-

مُسْتَفْعِلُنْ فَا جَعَلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَا جَعَلُنْ

اس میں پہلا فقرہ بلند کہیں کہیں فَعْلُنْ پڑھا جاتا ہے اور دوسرا فَا جَعَلُنْ سرجگہ فَعْلُنْ بالزحاف پڑھا جائے گا۔ اسے علم عروض کی اصطلاح میں قطع کہتے ہیں اور مُسْتَفْعِلُنْ کا پہلا رکن کہیں کہیں فَا جَعَلُنْ کے وزن پر آیا ہے۔ اس قسم کے زحاف کو غنیمت کہتے ہیں۔
یہ ابن معرق متوفی ۷۸۰ھ نے اس قصیدہ کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع

یہ ہے :-

لَا يَزْنِي الْحَبْتُ يَا أَهْلَ الْهُدَى هَتَمِي وَلَا وَفَتْ لِلْعَلَى انْ خَتَمَكُمُ ذَمَمِي !

یعنی اے محبت والو! میں تم سے خیانت کروں تو میرا بیان وفا کبھی صحیح نہ لگے۔ اور ترقی کے مدارج پر فائز ہونے کا عزم کبھی پورا نہ ہو۔

اگرچہ شاعر از بندہ ش میں یہ قصیدہ بھی کم نہیں لیکن بصری کے جذبات سے جب اس کا تقابل کیا جاتا ہے تو انصاف یہی کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ چہ نسبت خاک را عالم پاک۔ بہر حال عزت بہت کی ہے۔ لیکن بصری کے جذبات اور تلامش عشق کی کیفیت جو اشعار قصیدہ میں موجود ہے وہ ابن معرق کی مشیر نہ ہوئی۔ باقی علمی لطافت زبانی فصاحت کا میں انکار نہیں۔

اب ہم اول اُن چند اشعار کو قصیدہ سے مقتبس کر کے نذر ناظرین کرتے ہیں جو بطور قافیہ پڑھنے سے محل مراد میں اکسیر اعظم ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں۔ جسے مفتی مدینہ ضرورت شاعر قصیدہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو ہمارے مشاعر کرام سے ہم تک پہنچے۔ وہ وہ نہ ا۔

منتخب اشعار قصیدہ بُردہ پرانے حصول مرام

ہدایت خواندن شجرہ برائے حصول مرام

(۱) مندرجہ ذیل اشعار میں سے جو شعر ٹپھا جائے، اُس کے اول آخر تین ہادیہ درود

بشریف ضرور پہنچا جائے

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۱
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ !

(۴۲) جو شعر پڑھا جائے۔ اس کی زیرِ زبر اور صحت الفاظ کا خاص لحاظ رکھا جائے۔

۲۱۱ مشعر و خضر سے با وضو و تقیہ کی طرح رکھنا جائز ہے۔

(۴۱) اولیٰ کچھ فاتحہ تو مل سنید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہو۔

شواص از شرح ضرورتی

ضعف قلب و نگین و تانگ نفس کے لئے یہ شعر مبارک حروف مقطعات میں مدیب پر لکھ کر کھلائیں۔ چند روز کھلانے سے صحت ہوگی۔ اور اگر شیشہ کے برتن پر شعر لکھا جائے اور دھوکر پلایا جائے تو ضیق النفس کو عجیب الاثر ہے۔ ۷۰

وَلَا أَدْعُكَ لِذِكْرِ الْبَابِ وَالْعَلَمِ

^{تہنیک}
حروف مقطعات لکھنے کے یہ معنی ہیں کہ مرکب حروف کو علم و ہدایت کا جوائے حبیب
ملقہ اول۔

لؤلؤ الاله وى لم ت سرق دم ع اعل اطل لـ ول الخ ق ت ل ذك س
ال ب ان فالى ع ل م ،

خوارزم الصفا

برائے قصائد و محامات و حصول مرادات تین باریہ شعر بطریق کلام شروع کرے۔ انشاء اللہ

ناجست و مقصد پورا ہو۔

كَيْفَ تَكُونُ حُبًّا لِّعَدَا مَا شَهِدَتْ بِهِ عَلَيْكَ عَدُوُّ الدَّمِجِ وَالسَّقَمِ

خواص ایضاً منہ

۱۱۔ اگر اپنی بیوی کی طرف سے کسی راز مخفی کا وہیم ہو۔ تو اس شعر کو لیریل کے پیش پر لکھ کر جب کروہ سو رہی ہو۔ اس کے سینہ پر رکھ دیں لیکن یہ خیال رہے کہ بائیں چھاتی پر رکھیں تو وہ ہوتے ہوئے سب کچھ ظاہر کر دے گی۔

۱۲۔ اور اگر کسی پرچہ پر کاشہ ہو تو شعر نمہ کو ر مینڈک کی زنگی ہونی کمال پر لکھ کر اپنے گلے میں ڈالے اور اس سے سوال کرے۔ وہ دہشت زدہ ہو کر علی الغر اقرار جرم کرے گا۔
بِأَوَّلِ اللَّهِ تَعَالَى۔

لَعَنَ سَمَوِي طَيْفٌ مِّنْ أَهْوَالِهِ فَأَدْفَنِي وَالْحُبُّ يُغَيِّرُ مَضَى الدَّائِرَاتِ بِأَلَا تَسَمِ

خواص ایضاً منہ

برائے مقہوری اعداد گول کاغذ پر یہ شعر مدور سطر میں لکھ کر اپنے صاف کاغذ کے اندر رکھے۔ اور غائب پیشانی کی طرف یہ شعر رہے۔ انشاء اللہ دشمن دلیل ہو۔ اور خود اس کے شر سے محفوظ رہے۔
مَحْضَتِي النَّصْرُ لَكِنْ كُسْتُ السَّمْعَةَ إِنَّ الْحُبَّ عَيْنَ الْعَذَابِ فِي حَقِّهِ

خواص ایضاً منہ

برائے مقہوری اعداد گول کاغذ پر یہ شعر مدور سطر میں لکھ کر اپنے عمامہ میں اس طرح رکھے کہ پیشانی کی طرف یہ نقش رہے۔ انشاء اللہ شرعد سے محفوظ و معصون رہے گا۔ اور اگر وہاں کتاب سے جی گھبرائے اور معصون کتاب سمجھ میں نہ آئے تو یہ شعر ایک سو انیس بار پڑھ کر مطالعہ کرے۔
انشاء اللہ کتاب حل ہوگی۔

وَأَسْتَغْفِرُكَ الدَّمِجُ مِنْ عَيْنِي نَدَا مُتَمَلِّدَاتِ مِنَ الْمُحَاكِمِ وَالْزَمُ حَمِيمَةَ الدَّمِجِ

خواص ایضاً منہ

مصرع علی الوصیان کی اصلاح کے لئے یہ عمل عجیب الاثر ہے۔ مندرجہ ذیل شعر ایک کاغذ پر بعد نماز جمعہ لکھ کر کتاب کے عرق سے دھو کر پٹائی میں۔ اور اسی جگہ رو بقیہ پٹائی میں اور شروع و

نصروع سے بارگاہ الہی میں کونا۔ توفیق توبۃ النصوح کرائیں۔ عصر و مغرب وہاں ہی پڑھی جائے۔
 شام تک اسی طرح صلوات و سلام بخشو و شغور پڑھا جائے۔ تو انشاء اللہ ہر قسم کے کماؤ سے محفوظ رہے۔

لَا يَطْعُ مِنْهُمَا خَصًّا وَلَا حَكَمًا فَانْتَ لَعْنَتُ كَيْدِ الْخَصِيمِ وَالْحَكَمِ
 خواص ایضاً منہ

برائے حاجات دینی و دنیوی یہ بیت مبارک ایک مجلس میں ایک ہزار ایک مرتبہ مع اول
 آخر درود و قصیدہ گیارہ گیارہ بار پڑھے۔ انشاء اللہ ایک ہی مجلس کے پڑھنے سے مراد پوری ہر
 اور اگر اتنی مقدار نہ پڑھ سکے تو میرا تجربہ ہے کہ ہر وقت پڑھا رہے۔ تو بھی اس کی برکات
 سے محروم نہیں رہتا۔ بفضلہ تعالیٰ مراد پوری ہوتی ہے۔

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي شَدَحَى شَفَاعَتَهُ يَكُلُّ هَوَالِ مِنَ الْأَهْوَالِ مُشَقِّحُ
 خواص ایضاً منہ

برائے آسانی شکرات موت بالین مریض پر پڑھیں۔ اگر وقت پورا ہو چکا ہے۔ موت
 آسانی سے ہوگی۔ ورنہ شفا عاجل حاصل ہو۔

لَا تَأْسَبْتُ حَذَرَ آيَاتِكَ عَظَمًا أَحْسَى أَمْتَهُ حِينَ يُدْعَى ذَا بَرِّ الزَّمَمِ
 خواص ایضاً منہ

جنگل یا آبادی میں جب کہ وحش و سباع کا خطرہ ہو۔ توبہ شہر سات بار یا نو بار پڑھ کر اپنے
 ردائے پشت مبارک سے حصار کر لے۔ انشاء اللہ دائرہ کے اندر و وحش داخل نہ ہو سکے گا بلکہ
 اگر شکاری مزاج کا انسان بھی ہوگا۔ تو اس سے بھی محفوظ رہے۔

وَلَا يَدُّ إِلَهُهُ أَعْنَتْ عَنْ مُضْغَا عَفْوَةٍ مِنَ الدُّرُوعِ وَعَنْ عَالِي مِنَ الْأَطْمِ
 خواص ایضاً منہ

مغریں ہاتھ ہونے پر بیت مبارک ایک کاغذ پر لکھ کر پیلا مصرع اپنے گھر میں رکھ دے۔

فَكَيْفَ تُنْكِرُ وَحُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدْتَ
 بِهِمْ عَلَىكَ عُلُوَّ الدَّاهِيَةِ وَالسَّقَمِ
 مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْمَوَدَّةِ وَالْمُقَلِّينَ
 وَأَنْصَرُ يُفَقِّهُونَ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ غَنَمٍ

یہ بیت مبارک ہر قسم کے آسیب زدہ پر پڑھ کر دم کریں اور چینی پر لکھ کر پالمیں تو چند
 روز میں شفا حاصل ہو۔ بلکہ اس کا تعویذ لکھ کر گلے میں باندھ دیں۔

دفع دخل مقدر

یہ اعتراف غلامہ بوسیری پر بعض زائد ہوگا۔ کہ انہوں نے قصیدہ کی ابتداء بغیر بسم اللہ و حمد کیوں کی۔ اس لئے کہ علامہ ضرورتاً فرماتے ہیں کہ دفعہ سیم من بعض العراب ان الناظم الفاضل مذکور تھا فی بیت مستقل و هو قوله۔ بعض عرب سے مسطور ہے۔ کہ ناظم فاضل رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و لغت ایک مستقل شعر میں فرمائی ہے اور وہ یہ ہے۔

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ مُنْشِئِ الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى الْمُحَمَّدِ فِي الْقَدَمِ

اور اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ شعر قصیدہ کے مطلع کا نہیں۔ تو ممکن ہے کہ قصیدہ کے پہلے شعر کا ہمزہ امن تذکر میں اشارۃ الحمد کا مختلف ہو جیسا کہ ارباب تصوف میں مشہور ہے۔

اور اگر یہ بھی مسلم نہ ہو تو بھی اعتراف نہیں پڑ سکتا۔ اس لئے کہ حمد و لغت کے متعلق جو اس حدیث میں تاکید ہے۔ وہ ذکر لسانی کی ہے نہ کہ کتابت کی۔ بنا بر این ممکن ہے کہ علامہ بوسیری رحمۃ اللہ علیہ نے انشاء قصیدہ فرماتے ہوئے زبانی حمد و لغت کر لی ہو۔ علاوہ ازیں ایک بات اور بھی ہے۔ کہ شرائط ورود میں پہلے بتایا گیا ہے کہ قصیدہ شروع کرنے سے قبل یہ ورد و تہن بار ضرور پڑھا جائے۔ اور یہ ورد وہ ہے جو ناظم فاضل نے دربار رسالت میں عرض کیا ہے۔

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ اَلْحَمْدُ اَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ !

اس میں ذکر الہی اور صلوات علی رسالت پڑائی صلی اللہ علیہ وسلم مزبور ہے۔ بہر حال یہ شعر من بعض زائد ہے اور کسی طرح علامہ فاضل رحمۃ اللہ علیہ پر نہیں پڑتا۔

البراحنات قادری

خطیب مسجد وزیر خان لاہور

شرح پرودہ

فصل اول — یاد محبوب اور مذاکرہ صبا

أَمِنْ تَذَكُّرٍ جِزَانٍ بِيَدِي سَلَامٍ

مَزَجَتْ دَمْعًا جَدِيٍّ مِنْ مُقْلَةٍ بَدَمٍ

(۱)

الف۔ استغفار یہ تَذَكُّر۔ بمعنی یاد جیران۔ جمع جاری یعنی ہمسایہ۔
صل لغات | **سلم۔** ایک درخت ہے جو پہلو کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے۔
 ذی سلم۔ وہ مقام جہاں ایسے درخت کثرت سے ہوں اور ذی سلم عرب میں ایک خاص مقام بھی ہے **مزجیت**۔ صیغہ ماضی مخاطب، مانعہ از مزج یعنی آلودہ ہوایا آمیزش کیا ہوا **دمعاً**۔ بالفتح آشک، آنسو **من مقلة**۔ بالضم گوشہ چشم جسے کوئی کہتے ہیں، یعنی کوئی چشم سے **جدی**۔ جاری ہیں **بدم**۔ دم، خون، خون آلودہ۔
 کیا ہمسایوں کی یاد سے جو ذی سلم تھے، تیری آنکھوں سے خون آلودہ آنسو جاری ہیں۔ **ترجمہ**

تشریح | دل بے قرار ہے اور اس راز محبت کو جسے عاشق امانت کی طرح غفی رکھ رہا ہے، یہ بے قراری ظاہر کرنے پر مجبور کر رہی ہے، اگرچہ یہ کوثرال ہے کہ وہ راز فاش نہ ہو، مگر جب آنکھوں نے اس کا پردہ چاک کر دیا تو اب کسی مخصوص محبوب کے نام کو غفی رکھنے کے لئے اس کا نام چھپا کر ایک مقام خاص ذی سلم کو ظاہر کر کے دماغ کے ہمسایوں کے پردہ میں کہتا ہے۔ کہ اے بے قرار از خود رفتہ بے چین! کیا آج تو ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد میں خون آلودہ آنسو اپنی مقلة چشم سے گرا رہا ہے اور اس امر کو باوجودیکہ اتنا مضطر (بے قرار) ہو چکا ہے، پھر بھی غفی رکھتا ہے اور یہ نہیں بتاتا کہ مقام ذی سلم کے ہمسایوں میں

سے وہ کون ہے جس کی مخصوص یاد یہ غزل کے آنسوؤں لاری ہے یہ تو مختصر سی شرح وہ ہے جو
 فقیر کے ذہن نارسا کا خلاصہ ہے۔ اب علامہ ضرلوقی نے جو شرح فرمائی وہ نذر ناظرین ہے۔
 تذکرہ اگر مصدر ذکر کبیر ذال ہے تو زبانی یاد کی طرف دال (دہائی کرتا ہے)۔ اور اگر
 ذکر بالضم ہے۔ تو ذکر قلبی کا حال بتاتا ہے اور حیران سے اس جگہ بطریق مجاز محبوب مراد ہے
 اور حائر کو جمع کرنا اور حیران کہنا تغلیظاً ہے۔ ہدی سلم، سلم الفتح لام ایک درخت کا نام ہے اور
 سلم کبیر لام اہم جنس ہے سلم کا۔ اور ایک قول میں سلم ایک درخت کا نام ہے۔ جو مکہ مدینہ
 کے مابین ایک جگہ میں واقع ہے۔ اور اس مقام پر سلم سے مراد وہی درخت ہے۔ اس لئے کہ
 جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لارہے تھے۔ تو راستہ میں اسی
 درخت کے نیچے استراحت فرما ہوئے تھے۔ اور بعض کے نزدیک سلم سے مراد دار السلام ہے
 جو جنت میں ایک مقام ہے اور یہاں استعارۃً روضہ بموجب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیا گیا۔
 اس لئے کہ گنبدِ خضرا جنت کے مشابہ ہے اور وہ خیر مکان اور پیش دار السلام سے ہے۔ اور
 پھر دار السلام سے استعارہ روضہ پاک کا کر کے ذی سلم کہا تاکہ صاحب روضہ مراد ہو جائے
 اور اُسے جمع اس لئے کیا کہ نہ صرف حضور بلکہ جملہ ارواح انبیاء علیہم السلام کی یاد پر حاوی ہو
 جائے۔

تو حاصل معنی یہ ہوتے :-

مکو کیا حیران عالم ارواح کی یاد نے جو ذی سلم ہیں۔ اور اعلیٰ علیہم السلام میں رہتے ہیں۔ تیری
 آنکھوں سے منور ہوں بدھم آنسو جاری کر دے
 اور مقصد مجاور ہیں بیاض و سواد چشم دونوں کو کہا جاسکتا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا قول
 ہے :-

اِذَا مَا مُطْلِقِي رَمَدَاتٍ فَكُحْلِي شَدَابٌ مِنْ نَعَالِ اَيُّ شَدَابٍ
 یعنی میرے متھکے آنکھ کے ڈھیلے میں رہد چشم (آتش چشم) ہوا۔ تو اس کا سرمد البوزلاب
 کے فعلین (جوتے) کی خاک ہے۔

اور ایک توجیہ علامہ ضرلوقی بیت مذکورہ کی یہ فرماتے ہیں کہ عاشق جب اپنے عشق کو

عقلی کر کے محبت کا منکر ہوا تو وہ عشق پر متصرفین کے نزدیک قلب انسان میں ہوتا ہے۔ اُس نے
 بڑھتے بڑھتے مشک کی خاصیت پیدا کر لی کہ جتنا اُسے غصی کیا گیا، اتنا ہی وہ ظاہر ہونے لگا۔
 تو سلطان محبت کے دربار میں جڑ شہر قلب میں مقیم ہے عاشق نے جب انکار محبت کیا تو
 مدعی نے کہا، کہ اگر تجھ پر جو عشق نہیں تو کس لئے خون آلود آنسو اپنے مقامِ چشم سے بہا رہا ہے۔
 حقیقت یہ ہے کہ پرانے رفیقوں کی یاد نے جو ذی سلم کے ہم وطن تھے، تجھے بیتاب کیا، اور اُس
 بے آبی کے ضبط نے تیری آنکھوں سے خون آلود آنسو بہائے۔

لہذا دعوائے ثابت کر

نیرے دل میں سلطان محبت نے اپنا سکہ جما یا، اور تو اُسی کے اثر سے متاثر ہو کر خون
 آلود آنسو بہا رہا ہے ۵

گجے ابر کرم گا ہے ترشح گر بود باران بیاد چشم بانگر ہوائے برشکالی را
 مزار سات کا دیکھو تو ان آنکھوں میں آبیٹھ پیدای ہے سیاہی ہے شفق ہے ابر باران ہے

تو جیہ عجیب

ناظم فہم رحمۃ اللہ علیہ بطریق تجربہ اپنی طرف خطاب کر کے بلور تجاہل عارفانہ فرماتے ہیں کہ
 اے مخاطب! کیا تجھ سے ہسایلوں کی یاد نے جو مومن ذی سلم کے ہیں اپنی آنکھوں سے خون آلود
 آنسو جاری کر دیے۔ یہ یاد تیری ایک مبارک یاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی یادیں خون رُسے
 والا اس خطاب کا مستحق برجاتا ہے۔ جو قصیدہ کے شروع میں لفظ آتا ہے یعنی اُمت گویا
 اس محبت والے کو امن و عافیت کی بشارت ہے۔

أَفَرَهَبْتَ الذِّبْجُ مِنْ تَلْقَاءِ كَاظِمَةٍ
 وَ أَوْ مَضَ الْبُوقُ فِي الظُّلُمَاءِ مِنْ إِضْمٍ

(۲)

اے متقلد ہے یا منقطع۔ مقصد ہونے کی صورت میں یہ معنی ہوں گے۔

کہ کیا ہسایلوں کی یادیں خون آلود آنسو تو ڈال رہا ہے یعنی کیا استفہام

حل لغات

ہے یا محبوب ریاح کے باعث یا دھض برق کے سبب تو غن کے آئندہ دور رہا ہے اور موقوف
 ہونے کی صورت میں تذکرہ حیران کار و کر کے مزجت و معاک علت محبوب ریاح قرار دی
 جائے گی۔ حَبِيبٌ۔ صیغہ ماضی از محبوب ہوا چلنا، تخریب و نشر ریاح ہونا جیسا کہ قرآن کریم
 میں ہے۔ رَافِیْ لَآجِدْ دَرِیْجٍ یُّوَسِّفُ۔ اَلرِّیْجُ۔ رُوح سے ہے اور یہ یعنی ذباب استعال
 ہوتی ہے یعنی چلنے اور جانے کے معنی میں آتی ہے۔ تَلْقَاءُ۔ پاکسر طرف، جہت بجانب
 کما فی قولہ تعالیٰ۔ مِنْ تَلْقَاءُ مَدَیْنٍ۔ کَاطَمَیْہ۔ ایک شہر کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے
 قیامت تک کے لئے منور فرمایا۔ اور یہ کلمہ سے مشتق ہے جو تسکین غضب کے معنی میں مستعمل ہے
 جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ وَ اَلْکَاطِمِیْنَ الْغَیْظَ۔ بعض نے کہا کہ کلمہ مراد گنبد خضراء رحمتہ
 للعالمین ہے۔

اور محبوب ریاح من جانب المدینہ سے مراد حقیقی ہے۔ اس لئے کہ حب محبوب کی طرف
 سے ہوا آتی ہے تو محرک حزن و ملال عاشق ہوتی ہے۔ اور موثر بکائن جاتی ہے۔

وَ اَوْ مَضَیْ۔ ماضی دُخَس سے ہے۔ یعنی بکل کا ہلکا سا چکنا یعنی یا سبب اصرار الدمع بالدم کا
 ایضاً برق ہے۔ بَرْقٌ یُّکَلِّیْ۔ ظَلَمَاءُ۔ لُغَتِ اَوَّل و سکون ثانی شیب تاریک رَاحَہ یکسر
 اَوَّل و فتح ثانی۔ مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اُس کا نام ہے۔ اس پہاڑ پر حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم اکثر جلوہ آرا رہے ہیں۔

یا ہوا آدمی ہے کاظم کی جانب سے یا کرہ انتم کی طرف سے بکل چمکتی ہے اور
 ترجمہ تجھے وہاں کی یاد و غن رُلا رہی ہے۔

تشریح از غزلو پتی۔ یعنی اسے عشق کے منکر اور اسے چھپانے والے راز محبت کے، تو ہزار
 انکار کر لیکن علل اسباب اتنے شاہد ہیں کہ تو انکار نہیں کر سکتا۔ اگر سبب بکا و حزن تذکرہ حیران
 فی سلم نہیں ہے۔ تو جبل کاظم جہاں جلوہ محبوب جلوہ آرا تھا۔ وہاں کی ہوا تجھے وہاں کی صحبتیں
 یاد دلا کر تیرے حُزن و ملال کو بڑھا رہی ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہیں۔ تو گوہر انتم کی نرم نرم بکدیاں
 تجھے اندھیرے میں بھیج کر رہی ہیں۔ اور کاکل از غن محبوب کو یاد دلا رہی ہیں جیسے شاعر نے کہا ہے۔

صدغ الحبیب وصالی کلاھما کاللیالی

شبِ حجب اور گیموئے مشک بار ہیں دونوں سیاہ اور تاریک و تاریک
ایک تشریح کا طرزِ نزل ہو سکتا ہے۔

کہ یا وہ وجہ ہے جو مطلع کے ریت میں کھنکھاتی ہے یا یہ وجہ ہے کہ مقامِ کاظمہ کی طرف
سے بادِ اُفس و دوا چلی ہے یا یہ وجہ ہے کہ موضعِ اہم کی جہت سے تاریک شب میں بجلی
کوندی ہے یعنی ناظمِ فہم اپنے نفس سے بطریقِ تجاہلِ عارفانہ دریافت فرما رہے ہیں۔ کہ
تیرے گریہِ خون آلود کی وجہ موضعِ ذی سلم کے ہمایوں کی یاد ہے یا سمتِ کاظمہ سے ہونے
محبت چلی ہے اور نسیمِ بوسے کا لیلِ بارِ لاریں ہے کہ اُسے سونگھ کر تیری بیانی بڑھیں۔ اور مضطرب
گرہِ خون آمیز شروع ہو گیا۔ یا کہ اہم کی جانب سے برقی محبت چلی جس کی روشنی میں تجھے
ویارِ محبوب نظر آیا اور بے تابانہ رو پڑا۔ لہٰذا اصاف صاف بنا کر ان تینوں بہنوں میں سے
کون سا سبب تیرے بے تاب ہونے اور غم کے آنور رونے کا ہے۔

مبتلائے بغم و محنت و اندوہ و شبِ ابرق اے دلِ این نار و فغان تو بے چیزے نیست
چہ آور و صبا از سرِ کوشش بوسے! اے گلِ این چاکِ گریبان تو بے چیزے نیست
چمن کوچہ جانال کے یہ کیا آتی ہے نازِ کرتی ہوئی جو بادِ صبا آتی ہے

واھا السو لعات ذھبت آن عھد حضور باد گھٹ

جب یادِ آوت ہو ہے کہ نہ پرت و رواہ مدینہ کا جانا

ھی الشخص مسکنھا فی السماء فغزل الفؤاد عزار حبیبیلا

فان لتطیع الیھا الصعود ولن تستطیع الیک المنزول

فَمَا لِعَيْنَيْكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَّتَا!

وَمَا لِقَلْبِكَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفْتِ لِحِمِّ

فہما۔ عطف و استفہام پس کیا ہوا؟ لِعَيْنَيْكَ۔ تثنیہ عین، دونوں

آنکھیں۔ تیری دونوں آنکھوں کو۔ اِنْ۔ برائے شرط۔ اگر۔ قُلْتَ۔

حل لغات

صیغہ ماضی مخاطب، کہا تو نے۔ اَلْكَفَا۔ امر تثنیہ، از کفّ، بظہر و تم دونوں۔ ہمتا۔
 نامعنی تثنیہ، از صھی۔ پہنا، جاری ہونا، دونوں آنکھیں بچنے لگ گئیں۔ وھا۔ استفہام، اور کیا
 ہے؟ لَقَلْبِل۔ تیرے قلب کو۔ ان۔ شرطیہ، اگر۔ قُلْتُ۔ صیغہ ماضی، کہا تو نے۔
 السَّقَق۔ امر، از افتاقہ، افتاقہ حاصل کر لیجھ۔ از وجم۔ دل کا بے اختیار کسی طرف ہانک
 ہونا۔ یا از ییمان کسی طرف فریقہ ہونا۔ حاصل معنی غمگین ہو جاتا ہے۔
 کیا ہوا تیری دونوں آنکھوں کو اگر تو کہتا ہے بظہر جاؤ تو بچنے لگتی ہیں۔ اور کیا ہوا
 تیرے دل کو اگر اُسے کہتا ہے سکون پکڑ، تو غمگین زیادہ ہوتا ہے۔

ترجمہ
 یعنی ناظم فہم رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کو مخاطب فرما کر کہتے ہیں کہ اگر تیری گریہ
 و زاری منجھ اسباب مذکور کے نہیں ہے تو تیری چشم گریاں کو پھر کیا ہو گیا ہے
 کہ جب تو انہیں رونے سے روکتا ہے۔ تو اور زیادہ بچنے لگتی ہیں اور تیرے قلب حزین
 کو ایسا کیا صدمہ گذرا ہے کہ جب تو کہتا ہے کہ ذرا سنبھل اور جوش کر۔ تو وہ اور زیادہ
 مقوم و مہوم ہو جاتا ہے بقول شاعر
 چہیت چہیت را کہ چوں گوئی بالیت
 آنچہ بود اول ازال افزول گر لیت
 چوں گوئی بادل اسے دل ہوش دار
 برکشہ از سینہ آسے پُرسہ دار

أَيْحَسِبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتَمٌ
 مَا بَيْنَ مُتَسَجِّمٍ مِنْهُ وَمُضْطَرِمٍ

(۳)

حل لغات
 أَدَّ الْفَا۔ صرف استفہام یعنی کیا۔ یَحْسِبُ۔ مضارع، از حسب
 گمان کرنا۔ یعنی گمان کرتا ہے۔ الصَّبُّ۔ فاعل یعنی عاشق۔ ان
 الصَّبُّ فِي الْأَصْلِ مَصْدَرٌ مَبْحَثُ الْأَرَاقِ لَكِنْ الْمُرَادُ مِنْهُ هَلْفُ الْعَاشِقِ الْكَامِلِ وَ
 أَيْضًا سَمِي الْعَاشِقِ الْكَامِلِ بِهِ لِأَنَّهُ يَبْكِي فِي كُلِّ أَحْوَالٍ (عاشق) اَنْتَ۔ یہ کہ۔ الحُب۔
 محبت۔ مُنْكَتَمٌ۔ فاعل از انکتم، پوشیدہ رہنا کتم سے یعنی پوشیدہ رہے گی۔ مَا بَيْنَ۔

درمیان۔ منسجم۔ از انجم، اشک رواں شدن، آنسو بہتے ہوؤں کے۔ و۔ اور
 مضطرب۔ رقلب، از اضطراب فاعل۔ آگ کا بھڑکنا، یعنی قلب آگ لگے ہوئے کے
 یا بیکل دل۔

کیا گمان کرتا ہے عاشق یا روئے والا کہ محبت کا راز پوشیدہ رہ جائے گا۔ جب
 ترجمہ کر وہ عاشق اشک ہماری اور قلب بقیار کے درمیان ہے۔

شرح صرب استعارہ بمعنی عاشق کیا۔ اس لئے کہ عاشق کا ہر وقت روتے رہنا اور ہر
 حال میں رونا لازمی ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ

وما فی الخلق اشقى من محب وان وجد الھولے حلوا لمذاق
 تدرک باکیاف کل حال ! مخافة فترقة اولاهشتیات
 فیبکی ان نأوا شوقا الیہم ویبکی ان دنا خوف الفراق

یعنی عاشق حالت وصل میں خوف فراق سے روتا رہتا ہے اور حالت مجرعیں غم فراق
 سے نالاں رہتا ہے۔ اس بناء پر صرب جو بمعنی اراقہ یعنی آنسو بہنے کے اندر مستعمل ہے عاشق
 کے معنی میں استعمال کیا گیا۔

تو اب معنی یوں ہوئے۔

کیا عاشق اس خیال و حبان میں ہے کہ اُس کی محبت اور سیرِ عشق پوشیدہ رہ جائے گا۔
 باوجودیکہ وہ افشارِ راز کرنے والے اُس پر مستولی ہیں۔ ایک چشم گریاں دوسرے قلب مضطرب
 اب ممکن نہیں کہ یہ راز پوشیدہ رہ سکے۔ اس لئے کہ چشم اشکبار اور قلب بقیار اس پردہ
 عشق کو فاش کر کے دیں گے۔

میتواں داشت نہاں عشق ز مردم لبیکں زردی رنگ و رخ و خنک لب را چہ علاج
 ضبط فرما دے ہو جاہلیں نہ آنکھیں چُر نم پردہ داری ہی کہیں پردہ در راز نہ ہو

لَوْلَا الْهُوَى لَمْ تُرَقِّ دَمْعًا عَلَى جَلَلٍ وَلَا آمَرْتِ لِيذِكْرِ الْبَيَانِ وَالْعِلْمِ

حل لغات

لولا۔ شرطیہ۔ واضح رہے کہ عربی میں لولا کا استعمال چار صورتوں میں ہوتا ہے۔ یا تو جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اقناع شے کے معنی دے وجود غیر پر دویم یہ کہ مضارع کے ساتھ ہو۔ تو تخصیص و عرض کا فائدہ دے گا۔ سوم یہ کہ ماضی پر داخل ہو تو تزیین اور تہذیب کے معنی میں آئے گا۔ چہاں یہ کہ استفہام کا فائدہ دے گا۔ ہاں جبکہ لولا اقناع شے کو جو غیہ کے معنی میں ہے۔ یعنی لولا الہوٰی موجود فیث میں مگر نہیں ہے ہو اتھ میں موجود۔ هوا۔ بمعنی عشق، اگرچہ یہی تین معنی دیتا ہے۔ اول میل نفس الی مالایقضیہ الشرع یہ مذموم ہے جیسے أَفْعَنَ أَخَذَ إِلَهَهُ هَوَاكَ دویم بمعنی عشق۔ سوم بمعنی ہوی یعنی محبوب۔ یہاں دوسرے اور تیسرے معنی چسپاں ہو گئے ہیں یعنی عشق یا محبوب۔ لَمْ تُرَقِّ۔ یعنی جہد لم مضارع۔ اراق ریتی سے۔ اس کی اصل یہ روق تھی بمعنی الصب بہنا۔ لَمْ تُرَقِّ یعنی جہد نہ ہوتے۔ دَمْعًا۔ آنسو جیسا کہ ابن حاجب نے وقت قتل کہا تھا۔

اری فتدحی اوراق دحی وہان دحی وہا ندحی
علی حلال۔ پانے کھنڈیروں پر طلل سمار شدہ عمارت، ویران گھر کے کھنڈر۔ ولّا۔ اور نہ۔
أرقت۔ ماضی مخاطب۔ اَرَقَّ یا رَقَّ اذ باب علم یعلم بمعنی سہرا لایال و عدم الزم یعنی بے خرابی۔
یعنی بے خراب ہوا لور۔ ہذا کسر۔ ساتھ یاد۔

عجا للمحجب کیف ینام کل نوم علی للمحب کیف
البيان۔ بان ایک درخت لطیف الرائحہ کا نام ہے یہاں بان سے مراد وہ درخت ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب تھا جس کے سایہ میں حضور نے قیلولہ فرمایا تھا۔ اور وقت ہجرت قیام بھی فرمایا۔ والعلم۔ بمعنی جبل یعنی پہاڑ۔ اور اس جگہ پہاڑ سے مراد مکہ کے پہاڑوں سے جبل اب قریس یا جبل حرا ہے اور بعض کے نزدیک وہ پہاڑ مراد ہے جس کے غار میں حضور بہت دن مقیم رہے۔

ترجمہ اگر تجھے محبت نہ ہو تو کھنڈروں پر آشوبہا تا اور نہ بان و بہار کی یاد سے جاگتا رہتا۔

شرح اس بیت میں منکر پر اثبات دعویٰ کرنے کو اور دلیل دے کر اپنے دعویٰ کو منکوحہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر سلطان محبت مدینہ قلب میں نہیں ہے تو تیری پرانی عمارت جسم پر آشوبہا کیوں رہے گی۔ اور تیری بیخوابی شجرۃ البان اور بل محبوب کے ذکر سے کیوں بڑھ رہی ہے یعنی اسے منکر و سائر محبت اگر تجھے مرض محبت نہیں ہے تو محبت کے آشوبہا پر محبوب کے کھنڈروں پر کیوں بہا رہا ہے اور وہ درخت بان جو قامت محبوب کی یاد و دلا رہا ہے۔ اور کلمہ جو کوہ اضم ہے۔ اُس کی یاد تجھے کیوں بیخواب کر رہی ہے۔ گویا ناظم ناظم دلیل اِنی کے اثر سے موثر کو ثابت کر رہے ہیں اور آگے فرماتے ہیں۔

نظم فریاد سے جو جہاں نہ آئیں پُر نعم پر وہ داری ہی کہیں پر وہ در راز نہ ہو

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدْتَ
بِهِ عَيْنُكَ عُدُولَ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

(۶)

حل لغات فکیف۔ توفیق یا استبعاد کے لئے ہے یعنی پھر کیونکر۔ مُنْکِر۔ مضارع انکار سے ہے یعنی انکار کر سکتا ہے تو۔ حبا۔ مفعول منکر کا ہے۔

اور توفیق تعلیم ہے یعنی محبت کا جیسے حضرت سیدہ کے شعر میں ہے۔

صَبَّحْتُ عَلَى مَصَائِبٍ نَوَّاهَا صَبَّحْتُ عَلَى اَذْيَامٍ صَوْنٍ لَيَّالِيَا

بعد ما۔ یعنی بعد اس کے کہ شہادت۔ صبیحہ دہنی ہے یعنی شہادت دی۔ وہ یعنی اس محبت کی۔ علیک یعنی تجھ پر۔ عدول۔ جمع عادل یعنی مستبرگواہ۔ الدمع۔ آنسو۔ والسقم۔ اور بیماری نے ہضم و حقیقت مرض قلب کو کہتے ہیں۔

ترجمہ **قلب کی بیماری معتبر شاہد ہیں۔** تو کس طرح انکار کر سکتا ہے محبت کا جب کہ اس محبت پر تیری انگبازی اور

شرح گویا عاشق افتخار محبت کے لئے مدعی سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے تیرے گواہ معتبر نہیں، تو عدالت کی طرف سے ثبوت دعویٰ پر ڈگری دی جاتی ہے۔ اور تو بخفا منکر سے کہا گیا کہ کفایت فکر کیونکر تو انکار کر سکتا ہے۔ محبت کا۔ جب کہ دو گواہ عادل معتبر شہادت دے رہے ہیں۔ ایک دوح دوسرا مقیم۔

اور اس نے انکار اس لئے کیا کہ قلب عاشق اظہارِ سرِ عشق پر کبھی راضی نہیں ہوتا۔ لیکن جب شہادت، خبرِ صادق، شخصِ صادق سے صادر ہو جائے تو مجبور ماننا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس طرز پر اظہارِ عشق و محبت ہوا کہ آنسو قلبِ حزین دونوں نے شہادت دی۔ علامہ ضر لو پتی فرماتے ہیں۔

کر قصیدہ مبارک میں چھ بیت ایسے ہیں جو حضور نے مسمرع فرما کر اظہارِ پند یہی گئے کہ اُن پر تمنا ل فرمایا۔ اُن میں یہ پہلا بیت ہے۔ **وَاللّٰهُ لَا يَجْعَلُنَا مِنْ رُفُوْدَا اَهْلٍ اَلْفَسْقِ وَالْهَوٰی**، **وَاَجْعَلْنَا مِنْ قَلْبِهِ مَلٰٓئِكَةً يَّهْدِيْكَ اَلْمَعْطٰی وَعَيْنُهُ فِیْ كُلِّ وَقْتٍ مِّنْ عَشْفَةِ جَبْرِ وَبُكْلِ**۔

وَأَثَبَتِ الْوَجْدُ خَطِيْ عَبْرَةً وَضَنِيْ
مِثْلَ الْبَهَارِ عَلَى حَدِّكَ وَالْعَمَمِ

(۷)

حل لغات **واثبت**۔ عطف علی شہادت، اور ثابت ہو گیا۔ **الوجد**۔ ناعل اثبت، محزون قلبی اور کیفیتِ عشق۔ **خطی**۔ خطِ عربی میں تصویر الفاظ کہتے ہیں۔ جو صورتِ بہا میں ہو۔ اور خطِ حکمی اُسے کہتے ہیں۔ جس میں طول ہو۔ اور عرض میں اُس کا انقسام ممکن ہو۔ اور اُس میں عرق نہ ہو۔ اور خطِ اصل میں خطیں تھیں۔ اضافت کے ساتھ نون ساقط ہو گیا یعنی عربی تہجی کے آئینوں سے کچھ ہونے دو خطوں سے ثابت ہو گیا۔ **خبرۃ**۔ بفتح المعین۔ اور بیماری من الہین علی الوجه حاصل معنی آئینہ جیسے سے۔ **وضنی**۔ اور صغریٰ مفرط یعنی کمزوری لاعزری اور ضعف

میں (میں) مثل۔ حال ہے یا مفعول ثانی (مثل) البھار۔ بروزن نہار دزد و گلاب کے جو
 بی الاول میں کہتا ہے، چہرہ زرد پر خط زرد (علیٰ خدیج)۔ تیسرے رخساروں پر۔ والہم
 عنہم۔ یعنی، ایک سُرخ درخت کا نام ہے جو نرم شاخوں والا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا۔ وہ
 سنت مہندی ہے۔

علم عشق نے تیسرے رخساروں پر گریہ و گنا اور لاعزری کے دو نشان ایسے قائم کر دیئے
 ہیں۔ کہ نگلی بہار کی طرح زرد اور شاخِ عجم کی طرح سُرخ ہے اب انکار ہے سو وہ ہے
 ناظم فہم عجم بہا جرت اور عشقِ محبوب میں گرفتار ہو کر اسنے روئے کر آنسوؤں کے
 ساتھ غول بھی آنے لگا۔ تو اُن کے رخسارہ مبارک پر دو بار یک خط مثل الف کے
 کھ گئے۔ ایک سُرخ غول آلودہ آنسوؤں کی وجہ سے، دوسرا خط زرد و سُرخ قلمی کے باعث،
 تو اپنے نفس سے مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تو باوجود شہادتِ شاہدین کس طرح انکار کرتا
 ہے۔ یا آنکو تیرا عشق مخفی ثابت ہو چکا۔ تیسرے سُرخ قلمی کے باعث اور حاکم عدالت نے ایسا
 فیصلہ دیا کہ اب اُس کے فیصلہ کو کوئی رو کر ہی نہیں سکتا۔ اُس نے تیسرے معیضہ صریح پر سُرخ
 خط میں فیصلہ دے دیا۔ اب جو تیرا معیضہ سُرخ پڑھے گا۔ قطعاً فیصلہ دے گا۔ اور یہی کہے
 گا کہ فی الواقع تو عاشق صادق ہے۔

لَعَنَ سَرَى طَيْفٍ مِّنْ أَهْوَىٰ فَارَقَنِي
 وَالْحُبُّ لِعِتْرَضِ اللَّذَاتِ بِالْأَلَمِ

(۸)

لَعَنَ۔ حرف تصدیق و کلمہ ایجاب یعنی ہاں۔ سَرَىٰ۔ الذباب باللیل یعنی
 چلا رات میں۔ طَیْفٌ۔ اقیال۔ یعنی خیال سے۔ مِّنْ۔ یعنی اُس شخص کے
 اِهْوَىٰ۔ از ہروی۔ یہی، یعنی جس نے مجھے اپنی محبت میں قید کیا۔ فَارَقَنِي۔ اسی اسہرقی و
 اِیْقَلَنی فی النوم۔ یعنی تو اُس نے مجھے بخواب رکھا۔ وَالْحُبُّ۔ یعنی اور محبت۔ لِعِتْرَضِ۔ مِّنْ
 اِعْتَرَضَ لَهُ بِهِمْ اِذَا اَقْبَلَ لَهُ فَوَمَا لَیْنِ قَلْ کر رہی ہے۔ اللَّذَاتِ۔ جمع لذۃ یعنی لذتوں
 کو۔ بِالْأَلَمِ۔ یعنی بہ کثرتِ عشق سے۔

ہاں رات کی سیر میں اس محبوب کا خیال آیا۔ اور اس نے مجھے بے چین کر دیا شب بھر بے خواب رکھا۔ اور محبت کے اندر لذتیں مادی جاتی ہیں الم ہا جرت محبوب سے۔

ترجمہ

جب کہ مسائل نے عجب کے انکار پر دلائل کے ذریعہ تمام راہیں بند کر دی تو مجھ کو اُسے اپنے عشق کا انکار کرنا پڑا۔ تو اب کیفیت عشق بیان کرتا ہے کہ ہاں رات کو

شرح

خیال محبوب میں چل رہا تھا کہ تصور محبوب نے میری نیند اڑا دی۔ اور اس کی محبت نے میری لذتیں مار کر مجھے الم ہا جرت میں ہلاک کر دیا۔

إِغْفِرْ لِي يَا مَنْ بَسَعَتْ مَعْفُورُهُ شَوْقِي وَأَعَفَ عَنِ الْفِعْلِ الَّذِي مِنْ رِضَاكَ
لِقَوْلِي وَلَا تَحْرِقْ بِنَارِ الْجَحِيمِ لَأَنْ عَشَقْتُ نَفْسِي حَقْقِي۔

يَا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعُذْرِي مَعَذَرَةً
مَعْنَى إِلَيْكَ وَلَوْ أَنْصَفْتُ لَمْ تَلَمْ

۹

یا لا الہی۔ یا صرف نہ مباحثی اسے، لا الہی ملامت کرنے والے۔ فی الہوی۔

حل لغات

محبت میں۔ العذری۔ وہ بضم العین المنسوب بقبیلہ عذرہ، یہ قبیلہ عشاق یمن میں مشہور ہے۔ اس قبیلہ کے اکثر نوجوان عشق میں جانیں دے چکے ہیں۔ اس قبیلہ کے دل نہایت نرم اور صاف ہوتے ہیں۔ ان کی عورتیں نہایت پاک دامن اور باحیا ہوتی ہیں۔ تو معنی یہ ہوتے کہ (محبت میں قبیلہ عذرہ کے)۔ معذرتہ۔ عذر پیش کرتا ہوں۔ معنی الیک۔ میری طرف سے تجھ پر۔ ولو انصفت۔ اور اگر تو انصاف کرتا۔ لم تلم۔ ہرگز ملامت نہ کرتا۔

اسے قبیلہ عذرہ کی محبت میں مجھے ملامت کرنے والے ہیں نیز اس کے اپنی مجبوری کا عذر پیش کرتا ہوں۔ اور اگر تو انصاف کرے۔ تو مجھے ملامت کسی نہ کرے۔

ترجمہ

ناظم فہم فرماتے ہیں کہ اسے ملامت کرنے والے اس عشق پر جو میرے دل میں قبیلہ عذرہ کے عشق کی طرح مستحکم ہو چکا ہے۔ اگر تو اس کے استحکام کی حقیقت کو جان کر انصاف کرے۔ تو مجھے کسی ملامت نہ کرے اور میرے عذر کو قابل پذیرائی سمجھے۔

شرح

حضرت اسمعی فرماتے ہیں کہ میں اعراب کے ایک ایسے قبیلے کی طرف جاننا چاہتا تھا کہ
 وہاں کی فصاحت و بلاغت مانی جوتی ہو تاکہ اُن سے زبان سیکھوں چنانچہ جب میں نے
 تلاش و تجسس کیا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی غززہ یمن میں ہے۔ جس کی فصاحت و بلاغت
 ضرب اشل ہے۔ چنانچہ آپ وہاں پہنچے تو ایک شخص کی لڑکی کا سال سُنا۔ کہ موزوں قامت
 لیکن خشن، فصیحۃ الکلام، ہلوتہ الملام ہے تو اسمعی کے دل میں اُس کی محبت پیدا ہوئی۔ پھر آپ
 وہاں سے چل کر اس قبیلے کے اور لوگوں کو دیکھنے چلے تو ایک جوان کو دیکھا جو نہایت لطیف
 الحس مثل بلال مشور تھا لیکن کسی کے عشق میں گھل گھل کر مثل غلال جو چکا تھا۔ زرد چہرہ مثل
 نہندی کے۔ اور اُس کے چہرہ سے آثارِ محبت اظہر من الشمس تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غریب
 یہ داعی اجل کو لبیک کہنے والا ہے۔ میں نے اُس سے یہ کیفیت و احوال پوچھا تو وہ کانپنے لگا۔
 اور اُس لڑکی کا عشق ظاہر کیا۔ جس کے گھر سے میں آ رہا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ لڑکی اُس کے
 چچا کی بیٹی ہے۔ اور اُس نے چند سال سے اُس کی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ اسمعی کہتے ہیں۔
 کہ میں اُس کے چچا کے یہاں گیا کہ سفارش کروں اور اُس کی مراد پوری کراؤں۔ آپ پہنچے
 تو آپ نے اس طرح کلام فرمایا۔ یا راحة جراحة کل قلب کیب اری فیکم حلاوة
 و دما ما لکل غریب فحسنت الیکم متشفعا فی امر ہذا شباب۔ اے قابِ حزن کے
 زخموں کی راحت، میں کسی غریب کی مصیبت کا حل نہاں سے پاس دیکھتا ہوں۔ اور اُس کی سفارش
 لے کر آیا ہوں۔ اُس جوان کی مصیبت دفع کرو۔ تو اُنہوں نے میری درخواست منظور کی۔ میں
 خوش خوش اُس جوان کے پاس گیا۔ اور اُسے بشارت و یارِ مثنائی۔ کہ اتنے میں اُس محبوبہ کے
 کوچہ سے کچھ ہوا میں غبار اُڑاتا ہوا آیا۔ اُس سے جوان پر عشق طاری ہو گیا۔ اور اسی حالت
 میں پاں کی جلتی ہوئی آگ میں گھر گیا۔ اور اُس کے بعض حصّہ اعضاء جل گئے۔ میں اُن کے یہاں
 گیا۔ اور سب حال کہا۔ تو اُس لڑکی نے کہا۔ یا ملیحہ القلب انی لا یطیق ہشاہدۃ
 غبار غالنا۔ فکیف یطیق مشاہدۃ انوار جمالنا۔ اے اسمعی! جب وہ میری جُرقی
 کے غبار کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا۔ تو کس طرح وہ میرے جمال کے مشاہدہ کی تاب لایگا۔
 ایک اور واقعہ اسمعی بیان فرماتے ہیں کہ اسی قبیلہ کی سیر میں میں نے ایک تھوڑا دیکھا۔

جس پر یہ بیت لکھا تھا ہے

ایما عشترا العشاق بالله اخبروا اذ شغل عشق والفتی کیف یصنع

اے گروہ عشاق! تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ۔ کہ جب سختی کرے کسی محبوب کا عشق تو

عاشق کیا کرے۔ اہمعی فرماتے ہیں میں نے پتھر پر اُس بیت کے نیچے یہ بیت لکھ دیا ہے

بیداری ہوا کا ٹمڑیک ٹمڑا سرکہ و لیسہ برقی کل الامور و یخشیع

عشق کو چھپائے۔ اور محبوب کے راز کا کتمان کرے۔ اور ہر بے چینی و اضطراب میں

صبر کرے اور محبوب کی بے پرواہی سے ڈرے۔ دوسرے دن اہمعی جب دوسرے گریہ

تقریب بیت لکھا ہوا دیکھا ہے

فکیف بیداری والہوی قاتل الفتی وف کل یوم سواحہ یتقطع

کیسے چھپائے عشق کو ایک مقتول حسین جب کہ ہر آن اُس کی روح قطع ہو رہی ہو۔ اہمعی

فرماتے ہیں میں نے اس بیت کے نیچے یہ بیت لکھ دیا ہے

اذا لم یطق صبرا و کتما لشدہ فلیس لہ شئی مودی الموت الفع

جب صبر کی طاقت نہیں۔ اور کتمانِ ہمت نہیں تو ایسے عاشق کو موت سے زیادہ

مضیہ تر کچھ نہیں۔ اہمعی تیسرے روز جب وہاں سے گزرے تو ایک جوان کو دیکھا کہ پتھر

پر سر رکھے مڑا پڑا ہے۔ اور اُس پتھر پر یہ بیت لکھے ہوئے ہیں ہے

سمعتا و اطعنا ثم متنا فباغوا سلاھی الی من کان لا وصل بینہ

ہم نے سنا اور اطاعتِ حکم کر کے سو سو گئے۔ ہمارا سلام اُسے پہنچے جو وصل سے مانع

ہے۔ مبارک ہوں اہلِ نعمت کو۔ اُن کی نعمتیں۔ اور عاشقِ محروم کو وہ مبارک جو غریبِ جگر جرحہ

جرحہ نہ رہا ہے۔

عَدْتُكَ حَالِي لَا سِرِّي بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِي بِمُخْتَصِمٍ

(۱۰)

حل لغات

عَذْلُكَ حَالِي - صِفَةُ ماضِي - جاؤ تِلک وصل الیہ صالِحی یعنی

میرا حال اور میرا مرض تجھے لگ جائے متجاوز ہو گیا میرا حال یعنی میرا حال مشہور ہو گیا۔ لاسری۔ اب نہیں میرا راز۔ یستر۔ از ستر پوشیدہ رہنے والا۔ عن الوثاق۔ اصل وَشِقْتٌ جمع وِشَقٍ مشتق از وِشَقِ غم یعنی چغلیوں سے۔ ولا دانی۔ اور نہیں میرا مرض۔ بحسب۔ انعام یعنی انقطاع۔ منقطع ہونے والا۔

میرا حال تجھ تک پہنچ چکا ہے۔ یا میرے جیسا حال تیرا بھی ہو جائے میرا راز چغلیوں میں

ترجمہ عیب جو لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہا۔ مگر میرا مرض عشق بھی مجھے منقطع ہونے والا

اس شعر میں چونکہ عاشق کو عیب لگانے والا عیب لگا رہا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ خدا کرے میرے جیسا حال تیرا بھی ہو جائے۔ تو ملامت کا تجھے بھی مزا آئے اور اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من غیر احکا المسلم بذنب لم یعت حتی ابتلاہ اللہ بہ۔ جو اپنے بھائی مسلمان کو عیب لگائے تو مرنے سے قبل اللہ کرے اس امتحان میں ڈالتا ہے۔ تو حاصل معنی یہ ہونے کے اے ملامت کرنے والے۔ میں سے غدر بامید قبول تجھ سے کیا لیکن تو نے قبول نہ کیا۔ اور ملامت کرنے سے باز نہ آیا۔ تو اب میں امید کرتا ہوں کہ خدا تجھ بھی اس بلاء عشق میں مبتلا کر دے گا۔ اور پھر تو کہتا پھرے گا۔

پھر حضرت جنوں ہونے رونق فرما سے دل ہاتھوں سے پھر گیا میرا بیٹے بھائے دل جب تک نہ مبتلا ہو کوئی جانتا نہیں کہتے ہیں جن کو عشق دہی ہے ہائے دل اور اب میرا راز محبت تو نکتہ چینیوں سے عینی رہنا ناممکن ہو گیا۔ مگر جہاں یہ راز پوشیدہ رہنا ناممکن ہے وہاں اس مرض کا منقطع ہونا بھی ناممکن ہے

اور میرا دلین من برغینا سے ناوان طیب درد مند عشق را دار و بخند دیدار نیست

مَحْضَتْنِي النَّفْعُ لَكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ

إِنَّ الْحُبَّ عَنِ الْعَذْلِ فِي صَمَمٍ

حل لغات

مَحْضَتْنِي الْمَضْحَكُ - المضحك من الشيء هو الخالص، النصيحة - تُر
 نے خالص رہے عرض نصیحت کی - انکس - للاستدراك - لدفع التوهم
 لیکن - لست اسمعہ - لم ألتفت اليه - نہیں میں اُس نصیحت کا سننے والا - ان
 المحب - بیشک عاشق - عن المعدال - عذال جمع عاذل یعنی لازم یا فاصح ملاط
 کرنے والی یا نصیحت کرنے والی سے - فی صمم - ای فی قدر عن سماع کلام صمم
 الصمم ضد السماع - بہرا ہوتا ہے -

ترجمہ
 تو نے مجھے بے عرض نصیحت کی لیکن میں اُسے سننے والا نہیں اس لئے کہ عاشق
 مکر پیچیدگی اور اعتراض کی آواز سے بہرا ہوتا ہے -

شرح
 جیسا کہ حدیث میں ہے حبك الشيء یعنی ویصمد کسی شے کی محبت تجھے
 بہرا اندھا کر دیتا ہے - تو گویا ملاط کثرت سے ناظم فاجم فرماتے ہیں - کہ اگر
 تیری نصیحت خالص بہرہ روی اور غیر انہشی میں مستولی (غالب) رہے اُس نے تیری نصیحت سننے
 سے مجھے بہرا بنا رکھا ہے تو اب عمل کیسا؟ جب وہ نصیحت سنی ہی نہیں جاتی تو عمل بعد
 سماع ہوتا ہے - اور بات بھی یہی ہے کہ ملاط گروں کی باتوں سے عاشق صادق بالکل بہرا
 ہوتا ہے بقول شمس -

لوگ ہر سو سے پچھتے ہیں بھانے کر خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو
 کسی نے خوب کہا ہے -
 ہر صامت کہ نصیحت دل نہ اگلائے ہے میں اُسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے بھائے ہے

إِنِّي أَتَقَبَّلُ نَصِيحَةَ الشَّيْبِ فِي عَذَابٍ
 وَالشَّيْبِ الْجَدُّ فِي أَفْئَةٍ عَنِ الشُّهُمِ

۱۲

حل لغات
 إِنِّي أَتَقَبَّلُ - اتقبلت فلانا نسبتہ انا اتقبلتہ وہی مشی
 يورث العار صيغة ماضی متکلم - از اتہام تہمت لگانا - حاصل معنی بیشک

میں متہم ہوں یا عار کرتا ہوں۔ نصیحۃ الشیخ۔ نصیحہ بروزنی فیصل یعنی ناصح، اسے ناصح بھلا
 الی الشیخ بڑھاپے کی نصیحت عالیہ ہے۔ فی عنائی۔ یا بنی ندلی، عدل، کیونکہ الذال یعنی
 علامت اور برائی مجدد، یعنی عدول نافرمانی، ملامت کرنے پر یا نافرمانی میں۔ والشیخ اور
 بڑھاپا۔ البعد۔ دور ہے۔ عن المقام۔ تہتوں سے۔

بے شک میں عار کرتا ہوں بڑھاپے سے جو زبانِ حال کے ساتھ میرا ناصح ہے۔
 ترجمہ اور نافرمانی رکھتا ہوں یا ملامت سے محفوظ رہتا ہوں۔ اُس بڑھاپے کی نصیحت
 پر عمل کر کے اور بڑھاپے کے ہوتے لکھنؤ کا نشانہ بننا بہت بعید ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے۔
 شرح مرنے پیدا از گفن آرد پیام پشتِ خم از مرگ رساند سلام
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منہ آگے خلافت ہوئے تو ایک اعرابی کو حکم ہرا کر
 وہ ہر روز مکان کے باہر سے یہ آواز لگایا کرے۔ یا عمر لا تقس مؤثک و اعمل
 فی الدنیا بقدر مقامک فیہا۔ اے عمر اپنی موت نہ بھولنا۔ اور دنیا میں ہن قدر ہارا
 قیام ہے، اتنا عمل خیر کرو۔ چنانچہ جب آپ نے اپنی پریش مبارک میں پیدا ہوا ملاحظہ فرمائے۔
 تو اُس اعرابی کو منع فرمادیا۔ اور فرمایا۔ اب میرا مذکور منادی مری آنکھوں کے سامنے ہے۔
 اب تیری یاد دہانی کی حاجت نہیں۔

تو ناظم فہم فرماتے ہیں کہ میری پیرائہ سالانہ خود مجھے شرماتی ہے۔ اور بڑے راسخوں سے
 روکتی ہے، ایسی صورت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مرے قریب کیونکر آسکتی
 ہے۔ میں نے اپنی پیرائہ سالانہ کو سابق القول ناصح اور بڑھاپے کی نصیحت سمجھا ہوا ہے۔

یا یہ صورتِ مضمون ہو سکتی ہے۔ اے ناصح تیری نصیحت مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہے جب
 کہ میں اپنے بڑھاپے کی نصیحت سے بے پروا ہوں تو تیری کیا حقیقت ہے۔ جا اور اپنی راہ
 لے اور دماغ سوزی نہ کر۔ کیونکہ بڑھاپے کو متہم کرنا بعید از فہم ہے۔

فصل ثانی — در اعتراف بقصیر و بیان نفس

قَاتِ أَمَارَتِي بِالشُّؤْرِ مَا لَعَنَتْ

(۱۳)

مِنْ جَهْلِهِمَا يَنْذِرُ الشَّيْبَ وَالْهَدَمَ

حل لغات فان امارتی - امارہ، اہم فاعل بصیغہ مبالغہ، از آخر حکم دینے والا۔ امارہ سختی سے حکم دینے والا۔ اور قرآن کریم میں ان النفس لکا۔ مَا لَعَنَتْ یا الشُّؤْر آیا ہے۔ اور اس سے مراد نفس امارہ ہے۔ تو اس اعتبار سے یہاں بھی نفس امارہ مراد ہے یعنی بے شک میرا نفس امارہ حکم دیتا ہے۔ بالسوء۔ برائیوں کا۔ مَا لَعَنَتْ۔ از الفاظ وعظ سے بعض نصیحت، ما لعنت، اور نہیں نصیحت حاصل کرتا۔ من جہلہما۔ بوجہ اپنی جہالت کے۔ یَنْذِرُ الشَّيْبَ۔ باوجود بڑھاپے کے جوڑوانے والا ہے۔ والهدم۔ اور باوجود انتہائی پیری کے جس نے کبڑا کر دیا ہے۔

ترجمہ بیشک میرا نفس امارہ جو بدی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اپنی جہالت کے سبب سے ڈرانے والے بڑھاپے اور انتہائی پیرانہ سالی کی عبرتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔

شرح نفس کی تحقیق میں بعض شکلیں کا مسلک ترویج ہے کہ وہ جسد اور ویکل محسوس ہے اور بعض اس طرف گئے کہ وہ اجسام اعلیٰہ باقیہ ہیں۔ جو ابتداء عمر سے متہا عمر تک رہتے ہیں۔

اور ان راوندی کہتے ہیں کہ نفس اس قسم کے اجزاء کا نام ہے جو قلب سے تجرد میں نہیں آتے بلکہ وہ اجسام لطیفہ نورانی ہیں جو بدن میں اس طرح سیران کرتے ہیں جیسے کوئلہ میں سیران نارہت ہوتا ہے۔

اور اطباء کی تحقیق یہ ہے کہ نفس ایک قوتِ مردہ ہے جو بائیں جانب قلب کے اندر

ہے۔ اور اسی کو روح حیوانی کہا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نفس ایک قوت مودعہ و مایع میں ہے اور اس کا نام نفسِ انسانہ ہے۔

اور حکماء کہتے ہیں کہ نفس ایک جوہر مجرد ہے۔ بدن سے اس کا تعلق تدریج و تصرف میں

کچھ نہیں۔ اور اسے نفسِ انسانہ کہا جاسکتا ہے۔ اور یہی وہ ہے جو مامور میں اللہ ہے اور امر

و نہی میں اور یہی معدنِ اخلاقِ ذمیرہ ہے۔ اور یہی تمام جسمِ انسان میں اُن اخلاق کو تقسیم

کرتا ہے۔ اور یہ ضد ہے اُس روحِ رحمانیہ کا جو اعلیٰ علیین میں رہ کر امرِ خیر اور نہیِ علی الشر

کرتی ہے۔ اور یہ نفس اُن ارواح کا تابع ہے جو اسفل السافلین میں ہیں مثل شیطان کے۔

جو امرِ بالشر کے سوا اور کچھ نہیں کرتا۔ اور نہی عن الخیر کے سوا دوسرا اس کا کام ہی نہیں۔

اور تصوفین کی تحقیق یہ ہے کہ نفس کے سات مراتب ہیں۔

(۱) اول نفسِ انارہ یہ وہ ہے جس کا میلان طبعیتِ ذمیرہ کی طرف ہے۔ اور یہ لذات

و مشہوات حسیہ کا حکم کرتا ہے۔ اور قلب کو بہتِ سخی کی طرف جذب کرتا ہے۔ اور یہ مادی

شرور اور منبعِ اخلاقِ ذمیرہ ہے۔ اس لئے کہ یہ مبداء ہے کبر و حرص و مشہوت کا، اور جڑ

ہے حد و غضب و تحمل و حقد کی۔

(۲) دوسرا نفسِ لوامہ ہے۔ یہ نورِ قلب کے ساتھ منور ہوتا ہے۔ اور یہ بھی عاقلہ کا

مطیع ہوتا ہے۔ کبھی مخالف جب مخالفت کر لیتا ہے۔ تو نادم ہوتا ہے۔ اور یہ منبعِ مذمت ہے

اور مبداءِ حرص و ہوس۔

(۳) تیسرا نفسِ مطمئنہ ہے۔ یہ بھی نورِ قلب کے ساتھ اتنا مستنیر ہوتا ہے کہ صفاتِ ذمیرہ

سے صاف ہو کر اخلاقِ حمیدہ پیدا کرتا ہے۔

(۴) چوتھا نفسِ لہوہ ہے۔ یہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ الہامِ علم فرماتا۔ اور تواضع و قناعت

اور سخاوت کی استعداد بخشتا ہے۔ اور اسی لئے وہ منبعِ صبر و تحمل اور شکر ہے۔

(۵) پانچواں نفسِ راضیہ ہے۔ یہ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پر راضی ہو کر اثرِ رضا فرماتا

ہے۔ اور اسے منبعِ کرامت و اخلاص و ذکر بناتا ہے۔

(۶) چھٹا نفسِ مرضیہ ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی رہ کر خواہ

کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور عرفان کہنہ ذات اسی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔
 (۷) سائرانِ نفس صالحہ ہے۔ یہ وہ ہے جس میں اسرار الہی منکشف ہوتے ہیں اور یہ اُن
 اسرار کا امین ہوتا ہے۔

پہلا نفس نفس کا فریق و شیطانی و فاسقین ہے۔

دوسرا نفس مومنین غیر فاسقین کا ہے۔

تیسرا نفس متعلمین عالمین کا ہے۔

چوتھا نفس معلمین اور عالمین کا ہے۔

پانچواں نفس اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے۔

چھٹا نفس عارفین کے لئے مخصوص ہے۔

سائرانِ نفس انبیاء و مرسلین کے لئے ہے۔

اور ناظم قاہم رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا۔ وہ نفس خمس (پانچواں) ہے۔ اس لئے کہ آپ
 ولی کامل صاحب کرامت اور ذی فہمت ہیں۔

اور آپ کا فان امارتی بالسور فرمانا کس نفس کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ حضرت

یوسف علیہ السلام نے ہضما لنفس فرمایا۔ وما امیرى نفسى ان النفس لا امارقا
 بالسور۔

تو اب یہ مضبوط شعر ہوا۔ کہ میرا نفس جو برائیوں کی طرف مجھے مجبور کرتا ہے۔ وہ اُس
 کی پہلی جہالت کے باعث ہے ورنہ میری پیرائے سالی اسے برابر کرتی اور یہ نصیحت کرتی ہے

ر۔ ع۔

باش بیدار کہ خرابے مجھے دیش است

سے وہاں قالوا جلتے یاں بُت پرستی اور اسوچو کہا کیا تھا کیا کیا؟

یہ حرکت کٹھا کرے گی زمانہ کب تک جفا کرے گا

مجھے قیامت کی ہیں اُمیدیں جو کچھ کریگا خدا کرے گا

سوت ہے ہنگام آراء تلزم خاموش ہیں ڈوب جاتے ہیں سفیضے موج کی آغوش میں

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ نَفْسِهِمْ رَاضِيَةً وَقُلُوبِهِمْ وَجَلَةً وَارْحَمْنَا حِينَ
وَصَلَتْ السُّرُوحُ اِلَى الْخَلْقِ وَصَعِدَتْ اِلَى الْاَلْحَى الْقَيُّومِ ۔

وَلَا اَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيلِ قِرَا
ضَيْفِ الْمَرْبِ اَلْسِنِي غَيْرَ مُحْتَشِمِ

۱۴

حل لغات | وَلَا اَعَدَّتْ ۔ لا قابیہ اعداۃ ۔ ہنسی منکرم از اعد تیاری کرنا ۔ اور
مندی کی ہیں نے ۔ من الفعل الجمیل ۔ اچھے افعال سے ۔ قدری ۔
(استعارہ اعمال حسد کا) امدہ کھانوں کی ۔ ضیف ۔ تزیین عظیمی ۔ مہمال عظیم الشان کے لئے ۔
یعنی پیرائے سال کے لئے ۔ المہ بر احوی ۔ از المام اترنا ۔ اَلْسِنِ ماضی جو اترامیرے سر پر یعنی
بیاض سر ۔ غیر محتشم ۔ احتشام معنی توقیر و تعظیم غیر مقرر و معلوم ہی رہا ۔

ترجمہ | ایسا مہمان جو بے تکلف میرے سر کے اوپر اترنا اور فرود کش ہو یعنی بڑھاپا اس
کے لئے ۔ میں نے اعمال حسن سے مہمانی کا سامان ہتھانہ کیا ۔

شرح | اس شعر کا عطف پہلے شعر سے ہے یعنی نہ میرے نفس امارہ نے اس مہمان عظیم
الشان کی ضیافت کا انتظام کرنے دیا جو میرے سر پر اترتا یعنی بیاض سر ۔ اچھے
کاموں کی تیاری سے یعنی جب بڑھاپا بطور مہمان آیا ۔ تو میرے نفس کو لازم تھا کہ اس کی مدد کرے
اور مہمانی کرے ۔ ایسے اچھے افعال سے جو اس کے لیے شایان شان تھے ۔ لیکن انکسار اُفراتے
ہیں کہ یہ نفس امارہ ایسا نکلا کہ اس عظیم الشان مہمان کا وقار اور احتشام بھی اس سے نہ ہو سکا ۔

لہ بڑہ شریف کے اکثر نسخوں میں وَلَا اَعَدَّتْ ہے اور ضمیر نفس کی طرف لٹکی ہے
جس کا ذکر سابقہ شعر میں ہے ۔ اس صورت میں اس کے معنی ہیں میرے نفس نے تیاری نہ کی ۔
دیکھو شرح ضرر لہتی بخط الورودہ اور شرح علامہ نوز بخش کلی ۔ ۱۲ من النثر غفرلہ ۔

لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنِّي مَا أَوْقَسُ
كَلَّمْتُ سِرًّا إِلَىٰ مِنْهُ بِالْكَلَمِ

۱۵

لو کنت۔ اگر میں ہوتا۔ اعلم۔ جاننے والا۔ انی۔ کہ میں۔ ما اوقس۔

حل لغات

صیغہ شکم، من التوقیر تعظیم و تکریم اس مہمان کی نہ کر سکوں گا۔ یعنی بڑھاپے کی۔ کلمت۔ من الکلمات یعنی اخبار، چھپاتا میں۔ سراً۔ اُس راز کو۔ بدل الی۔ جو ظاہر ہوا مگر۔ بالکلمہ۔ کتم اس پتہ کو کہتے ہیں جو دسمہ کے نام سے مشہور ہے۔ ساتھ دسمہ کے۔

اگر میں جانتا کہ اپنے معزز مہمان بڑھاپے کی عزت میں نہ کر سکوں گا تو میرے پیسہ سے جو راز ظاہر ہو گیا نہ ہونے دیتا بلکہ دسمہ کر لیتا۔ ترجمہ

گویا ناظم فہم فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے اس چیز کا علم ہوتا کہ اپنے معزز مہمان پیرائے سال کی مدارات اطعام افعال مجاہد سے نہیں کر سکوں گا تو میں موتے پیسہ کے سوا کو چھپاتا۔ اور ظاہر ہی نہ ہونے دیتا۔ بلکہ خضاب کر لیتا۔ جو منست ہے۔ پھر کوئی میرے راز کو نہ جانتا۔ شرح

مَنْ لِي بِرِدِّ جَمَاحٍ مِنْ غَوَايَتِهَا
كَمَا يُرَدُّ جَمَاحُ الْخَيْلِ بِالْحِجْمِ

۱۶

من لی۔ یا استفہام انکاری ہے، یا استفہام لہتنی، کون ہے میرے لیے۔

حل لغات

برد جماح۔ بالکسر سرکش اس پر جمع جرح، خیل اسمیہ، منہ زور گھوڑا جو روکے منہ زوری اس پر سرکش کی۔ غوایتھا۔ عزایت، جن مذلات، اور اُس کی گواہی

لے عربی زبان میں خضاب کے معنی رنگ کے ہیں جو اسے ہل ہالوں کو سیاہ کرنے کو خضاب کہتے ہیں۔ عربی زبان میں اس کا استعمال ہر قسم کے رنگ پر ہوتا ہے۔ شاعر علی المرتضیٰ نے فرمایا "جو منست ہے" اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس سے ہالوں کو سیاہ کرنا ہرگز مراد نہیں کیونکہ ہالوں کو سیاہ کرنا جو کرم علی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت نہیں بلکہ منع پر بہت

سنی احادیث موجود ہیں۔ دیکھو حدیث اور فتاویٰ کی کتابیں۔ ۱۲

کو کہہ دیا۔ پیسے کو روکی جاتی ہے۔ جماع الخیل۔ منہ زور طاقتور گھوڑے کی۔
 بِاللَّحْمِ۔ لحم جمع ہے لحام کی یہ معرب ہے لگام سے۔

کون ہے جو روکے میرے اسب نفس کی منہ زوری اور گمراہی کو۔ جس طرح
 روکی جاتی ہے منہ زوری سرکش گھوڑے کی لگاموں سے۔

شرح گویا انہم فام سرکش نفس سے بچنے کی ایک ترکیب ایسی شان سے بتا رہے ہیں
 کہ سننے والا سمجھے کہ انہم رحمۃ اللہ علیہ اپنی حالت بیان کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس

میں تعلیم دے رہے ہیں ہنگام نفس کو اور فرما رہے ہیں کہ اپنے نفس کی اصلاح ارشاد شدہ
 کامل کے ذریعہ کر کہ وہ اس سرکش نفس کے لئے لگام ہوگی۔ اسی لئے بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ
 نے فرمایا۔ من لحد یکن له شیخ فشیخه شیطان یعنی جس کا پیرو نہیں اس کا پیرو

شیطان ہے۔ اور اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ
 واجتنبوا الیہ الوسیلۃ۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور اس کی طرف تقرب حاصل
 کرنے کو وسیلہ نہ ڈونڈو۔ تو من بل فرما کر یا استفہام انکاری کر رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں

کہ آج ایسا پیرو کامل نہیں ملتا جو تجھ کو گمراہی سے ہدایت پرے آئے۔ اور اس کا ذمہ دار
 ہو۔ اس لئے کہ میرا نفس دریائے منکالت و طغیان میں غرق ہے۔ اب اس کی ہدایت کا
 کون ذمہ دار ہو سوا رب الملک المنان کے۔ اگرچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ و لکن

قوم ہاد۔ ہم نے ہر قبیلہ اور قوم میں ہدایت دینے والا بھیجا ہے لیکن زمانہ تنال میں یہ سلسلہ
 پیری سرمدی ایک پیشین کر رہ گیا۔ بایزید بچہ اطفال ہو گیا ہے۔ اس کی بھی میراثیں تقسیم ہوتی
 ہیں۔ باپ مرانا نہیں مانتے نشین کیا۔ عام اس سے کہ وہ صغیر ہو یا کبیر حرقہ پہنایا اور شیخ

کامل کی مسند نشین کا حق دار کیا۔ شاید ایسی ہی رسوم نے مشائخ صلف کے آثار محو کر ڈالے۔
 یا استفہام التمسق واستغاثہ ہے۔ گویا آرزو فرما رہے ہیں۔ کہ کوئی ایسا پیرو
 کامل مل جائے کہ اس گھوڑے کو جو میرا نفس ہے ہدایتوں کی لگام دے کہ میرے راستہ پر

لگا دے۔
 کوئی سب حجاب اٹھا دے مجھے بند میں دکھائے یہ نچ یہ کر بلا ہے یہ سبے مکہ اور مدینہ

خدا کا نام گواہی دینا تو اس پر ہے آجاتا مگر کام اس سے جب چلتا ہے کہ یہ دل میں رہا جاتا
 اہم غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انت باعتبار غضبك كلب و باعتبار شهوتك
 بهيمة كالفرس و باعتبار عقلك مثل و انت مأمور بالعدل بينهم و الفیہم بحقوقهم
 و الاعانة لهم لتقبض بهم و تستقم شرف الدارين و سعادتهما۔ فان روضت الفرس
 و ادبت الكلب و مضرتهم لملكك يتيسر لك انظر بما طلبت و الا فانت هلكت یعنی
 اے انسان تو باعتبار غصہ کے کتا ہے اور باعتبار خواہشات کے مثل گھوڑے کے چار پایا ہے۔
 اور باعتبار عقل بادشاہ ہے اور تو مامور بالعدل ہے۔ ان کے اندر اور ان کے حقوق قائم رکھنے
 میں اور ان کی اعانت میں تاکہ ان پر اپنا قبضہ رکھے۔ اور شرافت و سعادت دین حاصل
 کرے۔ اگر گھوڑا تجھ سے مل گیا۔ اور کتا موزب ہو گیا۔ اور دونوں عقل کے ساتھ مسخر ہو گئے
 تو ظفر و کامرانی تیرے لئے آسان ہو گئی، ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

فَلَا تَرْمِ بِالْمَعَاصِي كَسَرِ شَهْوَتِهَا
 إِنَّ الطَّعَامَ لَيَقْوِي شَهْوَةَ النِّهِمِ

۱۷

حل لغات | فلا ترم۔ یعنی حاشا، از رام، یعنی طلب پس نہ طلب کر۔ بالمعاصی
 کثرت گناہ سے۔ کسر۔ ٹوٹنا۔ شهوتہا۔ شہوتوں کا۔ ان الطعام۔
 اس لئے کہ کھانا۔ یقوی۔ قوی کرتا ہے۔ شهوة۔ خواہش۔ النہم۔ کھانے کی یعنی بغیر
 مہوک کے حصص کھانے کی ہونا۔

ترجمہ | یہ نہ سمجھ پایا امید نہ رکھ کہ زیادہ گناہ کرتے کرتے طبیعت گناہوں سے سیر ہو
 کر ترک گناہ کی طرف مائل ہو جائے گی۔ یاد رکھ زیادہ کھانا کھانے سے حصص کھانے
 کی بڑھ جاتی ہے۔

شرح | اے وہ شخص! جس نے اپنے نفس کو بہ شہوات سے مزین کر رکھا ہے۔ اس
 خیال کو اپنے دل سے نکال کر کسر شہوت نفس اور قطع معاصی کثرت معاصی
 کے بعد خود ہو جائے گا۔ اس لئے کہ معاصی شہوت نفس کو بڑھاتے اور قوت دیتے ہیں۔

جیسے زیادہ کھانا محض اکل و شرب کو فروغ دیتا ہے۔
 اللَّهُمَّ لَا تَكُنْ لَنَا إِلَى الْقِسْمَةِ زَمَانٌ تَسِيرُ وَلَا تَجْعَلْ مَوِيلَ قَادَارِ
 السَّعِيرِ وَاجْعَلْ أُمُورَنَا مَوَافِقَةً لِمَرْضَاتِكَ إِنَّكَ كَاشِفُ كُلِّ عَسِيرٍ وَ
 مُبْعِثُ كُلِّ أَسِيرٍ وَعَنَّا يَتَكَ بَعَادُكَ كَثِيرٌ وَتَسِيرٌ.

وَالنَّفْسُ كَالْطِفْلِ إِنْ تَحْمِلَهُ نَشَبَ عَلَى
 حَبِّ الرِّضَاعِ وَإِنْ لَفِطَهُ يَنْقَطِعُ

۱۸

حل لغات | وَالنَّفْسُ - یعنی نفس امارہ۔ كَالْطِفْلِ - مثل شیرخوار بچے کے ہے۔
 ان - اگر۔ تَحْمِلُهُ - مضارع، احمل سے کسی چیز کو اپنے حال پر
 چھوڑنا۔ چھوڑ دے تو اُسے اپنے حال پر۔ نَشَبَ - ماضی از شباب، طاقور ہونا جوان
 ہونا، قاور ہو جائے گا۔ عَلَى - اوپر۔ حَبِّ - محبت۔ الرِّضَاعِ - دودھ پینے کے۔
 وَإِنْ لَفِطَهُ - ینظم مضارع، از فطام، بچہ کا دودھ چھڑانا۔ اور اگر دودھ چھڑانا چاہے تو
 اُس کی مدت شیرخواری میں۔ ینظم - مضارع از ان فطام، آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔
 نفس امارہ مثل اُس شیرخوار بچے کے ہے کہ اگر نذرہ کے تو اُسے جوانی تک دودھ
 پینے سے، تو خواہش شیرخواری میں قوی ہو گا۔ اور اگر مدت رضاعت میں دودھ
 چھڑا دے تو آسانی سے چھوڑ دے گا۔

شرح | نفس مطہرہ الانسان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے فَهِنَّ مَطْهِرَاتٌ
 خَالِقَاتٌ بَهَاءٍ، اسی بنا پر فرمایا کہ نفس امارہ کو اپنے موافق بنانا چاہیے نہ کہ اُس
 کی پیروی میں رہا جائے۔

یہاں یہ امر بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اصطلاح عربی میں طفل کس عمر تک کے بچے کو کہتے
 ہیں اور اُس سے آگے کی عمر دے کو کیا کہتے ہیں۔

رحم میں جب تک بچہ رہے اُسے جنین کہا جاتا ہے اور جب پیدا ہو جائے تو اُس
 کا نام ولید ہے اور جب پیدا ہو کر کچھ دن شیرخواری کے گزارے تو اُس کا نام طفل ہے۔

اس کے بعد اُسے بھی کہتے ہیں۔ پھر مراہق ہاں کے بعد غلام انہیں سال تک اس کے بعد شباب چوتیس برس تک، پھر کھل اکا دن برس تک، پھر آخر عمر تک شیخ۔ ایک قول ہے کہ طفل وہ ہے جس پر بعد ولادت دو سال تک گزر جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ناظم فہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں ولفنس کا طفل فرمایا کالصبی نہیں کہا۔ اس لئے کہ صبی مثل بالغ کے عاقل ہوتا ہے۔

ادبنا نایہ مقصود ہے کہ نفس امارہ کو اگر ابتداء سے ہی دوست رکھا جائے تو وہ قبول ہدایت کر لیتا ہے۔ جیسے شیر خوار کا دودھ دو سال کے اندر اندر آسانی سے چھڑا یا جاسکتا ہے اور اگر تین سال تک اُسے دودھ افزا محبت کی وجہ میں پلایا جائے، تو بچے کے دل میں اُس کا شوق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ سراسر مار مار کر مال کو بٹکان کر دیتا ہے یہی حال نفس امارہ کا ہے کہ اگر اس سے معصیت کو نہ روکا جائے تو حرص و محبت میں جبران ہو کر انسان کو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔

فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ أَنْ تُولِيَهُ
إِنَّ الْهَوَىٰ مَا تُولَىٰ يُضْمِرْ أَوْ يُبَيِّنْ

(۱۹)

حل لغات فاصرف۔ امر ہے صرف یعنی اتنی روک یا پلٹ دے
ہواہا۔ اُس کی خواہش کو۔ وحاذر۔ امر ہے غمازہ سے خوف
کرنا۔ اور ڈر۔ ان تُولِيَهُ مضارع ہے، تُولِيَةُ سے، اختیار دینا۔ اس سے کہ خود مختار
کرے اُس کو۔ ان۔ بے شک۔ الْهَوَىٰ خواہش۔ ما۔ جب کہ۔ تُولَىٰ۔ خود مختار ہو
جائے۔ يُبَيِّنْ۔ اِصْبَحْ بَيِّنًا قَلِيلًا۔ ہلاک کر دیتی ہے۔ اِو۔ یا۔ يُضْمِرْ عیب دار
بنادیتی ہے

اور روک تو خواہش نفس کو اور ڈر اس سے کہ وہ غالب آجائے یا خود مختار ہو جائے
بے شک جب خواہش غالب ہو جاتی ہے تو ہلاک کر دیتی ہے یا عیب دار بنادیتی ہے۔

شرح یعنی جب معلوم ہو چکا کہ نفس امارہ کیا بلا ہے۔ تو اُس کی خواہشات کے روکنے میں
 جدوجہد کر اور اس امر کا خوف رکھ۔ کہیں وہ تجھ پر خود مختار ہو کر غالب نہ رہ جائے
 اور مملکت عقل میں تصرف نہ کر بیٹھے اور تیری عقل مغلوب نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ غلبہ نفس موجب
 قیود الہی ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے ولا تتبع المہوی فیضلات عن
 سبیل اللہ۔ خواہشات نفس کی پیروی نہ کر و کہ یہ اللہ کے راستہ سے ہٹکا دیتا ہے۔ دوسری
 جگہ فرمایا۔ ومن اضل ممن اتبع هواہ۔ اُس سے زیادہ گمراہ کوئی ہے جو خواہشات نفس
 کا پیرو ہو اور حدیث میں ارشاد ہے واما المہلکات فلا تہم مطاع وھوی متبع
 و اعجاب المہر و ینفسہم۔ ہلاک کرنے والی باتیں ہیں۔ معروف و مطاع متبع ہو اور غرت
 کو خواہش نفس کے لئے پسند کرنے والا۔

حضرت ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں کہ میں چھت کے نیچے چالیس سال تک نہ سویا۔
 رسالہ قشیری میں ابی تراب نخعی فرماتے ہیں کہ میرے نفس نے کبھی کوئی خواہش نہ کی بجز ایک بار
 انڈاروٹی مانگا۔ اور میں سفر میں تھا۔ ایک گاؤں سے گزرا۔ تو اُن لوگوں نے مجھے چور سمجھ کر
 پکڑا۔ اور ستر درے لگائے۔ بعد میں مجھے پہچانا اور معذرت کر کے مجھے ایک مکان میں لے گئے
 اور وہاں انڈاروٹی پیش کیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا۔ بے ستر درے کھا کر اب انڈاروٹی
 کھا۔

ایک حکایت ہے کہ ایک بادشاہ عظیم السلطنت تھا اور اُس کی یہ عادت تھی کہ جب
 انسان المبارک آتا۔ تو روزے رکھتا۔ اور بعد عصر سے افطار کے وقت تک گانے بجانے کا
 مشورہ رکھتا۔ تاکہ روزے کا توڑ اس شغل میں محسوس نہ ہو۔ اور مجھوک پیاس نہ لگائے۔ ایک روز
 یہ سیر کاہل اُدھر سے گزرے۔ تو بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر محسوس فرمایا۔ کہ اس غفلت سے
 ہے جو ہمارا نماز روزی ہے جو وقت رحمت و غفران کا ہے اُسے یہ اس لہو و لعب میں
 غرق کر رہا ہے علاوہ ازیں دفع منکر واجب بھی ہے۔ چنانچہ شیخ بادشاہ کے محل میں داخل
 ہوئے۔ اور گروہوں پلچیلوں کو مار مار کر بھگا دیا۔ اور اُن کی تارطنبورے توڑ ڈالے۔ بادشاہ محل
 سے تماشہ دیکھ کر غضب ناک ہوئے اور غار میں کو گرفتاری کا حکم دیا۔ خدام نے شیخ کو پکڑ لیا

بادشاہ کے پیش کیا۔

بادشاہ نے کہا۔ اے شیخ یہ تم نے نہ مناسب فعل کیوں کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ یہ منکرات سے تھا۔ اور میں منجانب اللہ دفع منکرات پر مامور ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ کیا تمہیں میرا ڈر نہیں۔ شیخ نے فرمایا جو کچھ تیری طرف سے مجھ پر ہوگا۔ اُس پر میں صبر کروں گا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ داصد علی ما اصابا۔ اور میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں اس لئے کہ تو میرے غلام کا غلام ہے۔ یہ سن کر تمام ماشیہ نشین تعجب سے لگا رہے۔ ہیچات ہیچات ضعیع اشیخ عقلہ۔ افسوس! افسوس! شیخ کی عقل جا رہی۔

شیخ نے فرمایا میری عقل نہیں گئی بلکہ میں پھر کہتا ہوں کہ بادشاہ میرے غلام کا غلام ہے اس لئے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔

ایک یہ کہ اپنے نفس کو مغلوب کر کے اُس پر خود غالب رہے۔ اور اسے جس عبادت کی طرف چاہے لے جائے۔ دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو غالب کر کے اُس کی زیر حکومت اپنی ملکوت بدلی کر دے۔ اے بادشاہ اب تربتاً کہ تو کس حال میں ہے۔ بادشاہ نے غور کیا۔ اور کہا دوسری حالت میں۔ تو شیخ نے فرمایا کہ نفس میرا غلام ہے اور تو نفس کا غلام ہے۔ تو تو میرے غلام کا غلام ہو آیا نہیں۔

بادشاہ نے انصاف سے بات مانی اور توبہ کر کے اُن سے ہی بیعت ہو گیا۔

وَرَاٰعَهَا وَهِيَ فِي الْأَعْمَالِ سَائِعَةٌ

وَإِنْ هِيَ اسْتَحَلَّتِ الْمَرْغَى فَلَا تَسِيمُ

(۲۰)

وَرَاٰعَهَا۔ عطف الانشاء علی الانشاء۔ وراعی۔ امر۔ ازراعی

یراعی۔ مصدر الزراعی، چراگاہ میں جانور کی نگاہ رکھنا اور نگاہ رکھ اُس نفس

کے۔ وَهِيَ۔ واو حایہ، حی ضمیر کیونکہ وہ۔ فِي الْأَعْمَالِ۔ جمع عمل، اعمال میں یعنی علی کثیرات میں۔ سَائِعَةٌ۔ خبیثہ تبار، محاورہ ہے، سامت الماشیہ یعنی جانور چرتا ہوا حد سے باہر چلا گیا۔ سائے۔ یعنی حد سے زیادہ عملوں کا چہرے والا ہے۔ وَإِنْ۔ اور اگر۔ هِيَ۔ وہ۔

مل لغات

تعلیم پسند کرے یا لذت سمجھے۔ المسحی۔ چراگاہ کو۔ خلاف قسم۔ تو نہ چہرے دے روک اُسے۔

اور نگاہ رکھ اُس نفس کو چراگاہِ عمل میں۔ اور اگر وہ حد سے گزر کر چراگاہ کو کولتہ نہ سمجھے۔ تو چہرے سے روک۔

گویا تا تکم فاجہ ہدایت اصلاح نفس میں طریقہ تعلیم فرماتے ہیں کہ اس نفس امارہ کی خاص طور پر نگرانی کر۔ اس لئے کہ یہ مثل سائے چھٹے ہوئے جانور کے ہے۔ اعمالِ صالحہ کی کشت زائہ میں اگر یہ چہرے اترے تو اُس کے چہرے پر نظر رکھ کہیں نقصان نہ پہنچا دے اس لئے کہ نفس جب بعض نوافل میں ملوث ہوتا ہے۔ اور عطفِ عبادت سے خوش ہونے لگتا ہے۔ تو عجب اور غرور کا اندہ پیدا کرتا ہے اور قوم میں اپنا افتخار اور تکبر کا اثر جھاتا ہے جو عبادت کے لئے سخت مضہر ہے۔ لہذا اگر ایسا عمل صادر کرتے کرتے محسوس ہو تو نفس کو آزاد نہ چھوڑ۔ اور اُسے زہر و تریح کر۔

اسی بناء پر اہل تصوف اس بیت کے یوں معنی کرتے ہیں۔ اسے عارف باللہ اپنے نفس کو فنا کر۔ اللہ جل شانہ کی محبت میں اور اُس کی رضا حاصل کر۔ اور نہ رہ اعمال کی گنجینہ میں اس لئے کہ یہ مرتبہ سامع اور زائد کا ہے۔ اور تو مستغرق ہو جائے ملاحظہ جمالِ ذات میں اور صوفیہ خود و رکوع و سجود کے دیکھنے کو اگر تو اس میں الجھا رہا تو ایک دِلِ مجرب ہو جائے گا۔ اور اگر اس سے بالاتر پہنچ گیا۔ تو ایک دِلِ مطلب بن جائے گا۔

اس لئے کہ درارِ اعمال و اسنادِ لالِ اصولِ کمال ہے۔ اور یہی حقیقتِ وصال ہے۔ اور بابِ نفس اپنی غیبت کی وجہ میں اس امر کو پسند کرتا ہے کہ تو ذکر و فکر میں پھنسا رہے۔ فعلیتِ لغول و لوبالذال۔

كَمْ حَسَنَتْ لَدَاكَ لِمَزْعَرَقَاتِهِ
مَنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرَأَنَّ السَّيِّئَ فِي الدَّسَمِ

حل لغات | کھیر یعنی کم مرہ کھتی بار۔ یا بہت سی دفعہ۔ حسن۔ ماضی پسند کیا۔
 نفس نے۔ لذت۔ لذت دُنیا کو۔ لذت۔ جو انسان کی۔ قاتلہ۔ قاتل
 ہے۔ من حیث۔ ایسی طرح۔ لحم۔ لحم یعنی گوشت۔ لحم۔ ان اللحم کہ زہر۔
 فی اللحم۔ مرغن کھانے میں ہے۔

ترجمہ | نفس نے بار بار ایسی لذت دُنیا کو پسند کیا۔ جو انسان کے حق میں قاتل تھی۔ اور انسان
 اس قدر بے خبر رہا کہ اُسے معلوم ہی نہ ہوا۔ کہ اس مرغن اور لذیذ کھانے میں زہر
 ملا ہوا ہے۔

شرح | نفس اتارہ نے انسان کے ساتھ ایسا دسوا کا کیا۔ کہ اُس کی نظر میں بظاہر وہ دھوکا
 بخلا معلوم ہوا۔ اور اُس نے نہ جانا کہ یہ

زہر ملائے شہد دکھائے یہ پس کی گانٹھ ہے حرا نہ
 ضرورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
 گویا ظالم نابھ فرماتے ہیں کہ نفس غیث نے بہت دفعہ مردِ عاقل کی نظروں میں اُس
 مزے کو جو درحقیقت اُس کا قاتل ہے۔ نہایت خوشگوار دکھایا۔ اور اُس نے نہ جانا کہ زہر مرغن
 کھانے میں ملا ہوا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نفس ایسا مکار ہے کہ اُس کے شر سے بچنے کے لئے بہت ہوشیاری کی
 ضرورت ہے۔

وَإِخْشَ الدَّسَالِيسَ مِنْ جُوعٍ وَمِنْ شَيْخٍ
 قَرِبَ فَمَخْصَصَةٌ شَرُّ مِنَ الثَّخَمِ

۲۲

حل لغات | وَإِخْشَ۔ امتناہی یا ارشادی از غشی بخشی مرغائف رہ۔ الدسالیس۔
 جمع وسیع یعنی کید و حیلہ مخفی اُس نفس کے دجل و مکر سے۔ من جوع۔
 بھوک میں اور نگہ تھی میں۔ وَمِنْ شَيْخٍ۔ شیم۔ شیم یعنی بیری میں اور فارغ البالی میں۔ قَرِبَ۔ حرف
 جدید خل علی التکرر عدما۔ اکثر۔ مَخْصَصَةٌ۔ المَخْصَصَةُ شدة الجوع المفرط۔

شدت کی بھوک کا۔ شر شر اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ من القوم۔ بمعنی عدم ہضم
الطعام۔ بد معنی سے۔

اور مخالف رہ نفس کے عمل و کردار دوسرے سے بھوک اور شکم میری ہیں اس لئے
ترجمہ کہ اکثر شدت کی بھوک زیادہ مضر ہوتی ہے۔ بد معنی سے۔

شرح امر سولہ قسم کا ہوتا ہے۔ امر ایجاب جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ اقِمُوا
الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ دوسرا امر ندب جیسے ارشاد ہے۔ اِذَا تَدَايَعْتُمْ
بِذِينَ اِلٰى اَجَلٍ مَّسِيٍّ فَانْكَبُوْهُ۔ تیسرا امر تادیب جیسے حدیث میں ارشاد ہے كُلُّ حِمَا
يَلِيْكَ۔ چوتھے آگے بروہ کھالے چوتھا امر ارشاد۔ اَسْتَشْهِدُ اَسْتَشْهِدُ مِنْ
رَبِّجَا لَكُمْ۔ پانچواں امر اباحت جیسے ارشاد الہی ہے۔ كُلُّوْا اَشْبَابُ۔ چھٹا امر تہدید
ہے جیسے اَعْمَلُوْا مَا مَشِئْتُمْ اِنَّكُمْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ حَبِيْرٌ۔ ساتواں امر اتقان جیسے
كُلُّوْا وَاَسْعَدُوْكُمْ اِنَّكُمْ لَآ حَظِيْبٌ۔ آٹھواں امر اکرام جیسے اُدْخُلُوْا اِهَابِ سَلَامٍ
اَوْفِيْنَ۔ نواں امر تمیز جیسے قَالُوْا اِسْمُوْا مِنْ مِّثْلِهِمْ دِرْهَمٌ اَمْ تَنْفِرُ جِيْءَ كُوْنُوْا
فَرَدَّةً اَوْ تَحَابِسِيْنَ كِيَرْتَدُوْا اِمْرًا نَّتَّ بِجِيْءَ ذُوْا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ۔
بارہواں امر تسویہ جیسے اَصِيْرُوْا اَوْ لَا تَبْصُرُوْا تِيْرْتَدُوْا اِمْرًا جِيْءَ اِنَّكُمْ
اَعْمَدُوْا۔ چودھواں امر تنبیہ جیسے کسی شاعر نے کہا۔ اَلَا اَيْهَا الدُّلَيُّ الطَّوِيْلُ اَلَا اَنْجَلِي
بَدْرْتَدُوْا اِمْرًا اَعْمَدُوْا جِيْءَ قَالُوْا اَمَّا اَنْتُمْ فَهَلْفُوْنَ۔ سولہواں امر توبیخ جیسے
كُنْ فَيَكُوْنُ۔

بھوک کی آفتیں جن سے مخالف رہنا ضروری ہے یہ ہیں۔

حدۃ، شرۃ، ذہول، کمال، کمال نہیں، تحصیل کمال میں خیالاتِ فاسدہ کا آنا، اولیام کا سدہ کا
پیدا ہونا۔

اور شکم میری کی آفتیں یہ ہیں، کثرتِ نوم، کسل، سختیِ قلب، غفلتِ عی، الموت، نورِ یقین
کا ماند پڑنا، شہوتِ قوی کا پڑنا۔

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کاد الفقر ان یکون کفرًا۔ تنگدستی

کبھی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اور وہ اس طرح کرشمہ رزاق مطلق ہے سائنہ زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔ یہی پہلی اور دوسری باتیں کہنے لگتا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا انفق اموالہ وجوداً یوم القیامۃ۔ بعض تمکدست بوجہ بدیہی اور تغیر مذہب کے قیامت کے دن سیاہ روہوں گے۔

ابو سلیمان وزانی نے چند نکات شکم سیری کے ظاہر فرمائے۔ من شبع لم یجد عبادۃ العبادۃ، ولتذر علیہ حفظ الحکمة وحصل فی حرمات الشفقة علی الخلق وتقل علیہ العبادۃ وحصل لہ زیادۃ الشهوة ان سائر المؤمنین یدرون حول المساجد والمبایع حول المزابل پیٹ بھرا انسان عبادت کی شہین نہیں پائتا ۲۰۔ نکت کی محافظت اُس کے لئے معتد (مثلاً) ہے۔ ۲۱۔ مخلوق پر شفقت کرنے سے محروم رہتا ہے ۲۲۔ عبادت اُس پر بیماری ہوتی ہے اور بارگوزرتی ہے ۲۳۔ شہوت بڑھ جاتی ہے ۲۴۔ اور تمام مومنین جب مسجد کے گرد پھر رہے ہوں۔ یہ گندی جاگ پھرتا ہوگا۔

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اِنَّ نَفْسَکَ مَطِیْقٌ خَافِقٌ بِهَا وَلَیْسَ مِنَ الرَّحْمٰنِ اِنْ تَجِیْعُهَا وَتَذِیْبُهَا۔ انسان کا نفس اُس کی سواری ہے۔ تو اپنی سواری کو اپنے موافق بنا اور موافق نہیں بن سکتا مگر اس سے کو اُسے بھوک کے ساتھ نرم کر۔

اور کھانا ایک صورت میں فرض بھی ہے یعنی اُس حالت میں جب کہ ہلاکت سے بچانے کو کھانا جائے تو اُس کی نفیست میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اِلٰہَ لَیْوَ جِدْفِی کُلْ لِقَمَہٗ یَرْفَعُہَا الْعَبْدُ اِلٰی فَتَحَہٗ۔ اللہ ہر لقمہ کے بدلے میں ثواب عطا فرماتا ہے۔ جو بندہ اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔

اور کھانا مستحب بھی ہے اگر اس نیت سے کھائے کہ اُسے صلوٰۃ پہنچانے میں ضعف پیدا نہ ہو چنانچہ طاہر بن قاسم نے کھانے کے لئے کھانے والے کی نفیست حضور نے فرمائی۔ المؤمنون النقی احب الی اللہ تعالیٰ من المؤمن الضعیف۔ طاہر مومن اللہ

کو کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے۔

اور مرتبہ اباحت میں کھانا تقوم بدن کی حد تک ہے، خلاصہ یہ ہے کہ نہ
 نہ چندال بخور کو دانت بر آید نہ چندال کو از ضعف جانت بر آید
 بہر حال نفس امارہ کی خفیہ شرارتوں سے ہوشیار رہنا اور اس کی کیاوی صیاوی دکر و
 حید کا شکار ہونے سے بچنا ہر مرد مومن پر لازم ہے۔

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمَ مِنْ عَيْنٍ قَدْ امْتَلَأَتْ مِنَ الْحَاكِمِ وَالزَّمْ حَبِيَّةَ النَّدَمِ

۲۳

عمل لغات | واستفرغ - استفرغ صیغہ امر، از استفرغ وجہی کرنا، بھانا، یعنی بہانا
 رہ۔ الدمح - آنسوؤں کو۔ من عین - اُن آنکھوں سے۔ قد امتلأت -
 جو بھری ہوئی ہیں یا ڈھنڈھ باری ہیں یا آلودہ ہو چکی ہیں۔ من الحاکم - حرام چیزوں کی رویت
 سے۔ والزم - اور لازم کر۔ حبیة - بمعنی الاحتماء والحفظ، محافظت۔ الندم -
 یعنی ندامت، پشیمانی، پشیمانی کو۔

اور بہا آنسوؤں کو اُس آنکھ سے جو حرام چیزوں کے مشاہدہ سے پُر ہو چکی ہے۔
ترجمہ | اور پشیمان ہو کر ایسے افعالِ شنیعہ سے پرہیز کرنے کو لازم کر۔

نہ جانگے میں وہ لذت نہ شب کے سونے میں
شرح | مزاج و دیکھا تو پچھلے پہر کے رونے میں!

او غافل انسان! اُس آنکھ کو جو مشاہدہٴ محرّات سے آلودہ ہو کر گندی ہو چکی ہے۔
 آنسو بہا کر پاک کرے۔ اس لئے کہ گریہ و بکا ہر اُس ناپاکی کو دھو دیتا ہے جو انسان کے
 اکتسابِ معاصی سے پیدا ہو۔ اسی لئے بزرگوں کا مقولہ ہے۔ صب العبرات یحط
 السیئات۔ آنسوؤں کے بہاؤ میں گنہ بہ جاتے ہیں۔ ویرفع الدرجات اور مدارج
 بلند ہوتے ہیں۔

اسی وجہ میں بعض احادیث میں آیا۔

یونی بعد یوم القیامۃ وتشهد علیہ اعضاءہ بالزلۃ والعصیان فیستحی
ان یدخل النیران فطایر شعریۃ من جن جن عینہ فتستأذن تلك الشعریۃ
من الله تعالیٰ بالشیهادۃ لہ فیقول الله تعالیٰ عز وجل نکلی یا شعریۃ وحشی
عن عبدی فتشهد تلك الشعریۃ لذلك العبد بانہ قد بکی فی الدنیا من
خوف ربہ فیفقرلہ وینادی مناد ہذا عتق الله تعالیٰ الشعریۃ۔

ایک گتہ گار قیامت کے دن پیش ہوگا کہ اُس کے تمام اعضاء اُس کے خلاف لغزش
اور عصیت کی شہادت دے چکے ہوں گے اور وہ سخت دخولِ نار قرار پاچکا ہے کہ ایک ہال
اُس کی آنکھ سے اُڑ کر اذنِ شہادت طلب کرے گا۔ اور جنابِ باری کی طرف سے اُسے
اجازت ملے گی۔ تو وہ عرض کرے گا کہ الہی یہ شخص دُنیا میں تیرے خوف سے روتا تھا۔ تو
اللہ تعالیٰ اُس کی بخشش فرما دے گا اور منادی اُس کے بارے میں ندا کرے گا کہ یہ یقین
(آزاد) اللہ ہے۔ ایک ہال کی شہادت پر۔

حضرت حمزہ الاسلام سے دریافت کیا گیا۔ فیہما عینان تجریان کس کے لئے بہشت
ہے تو آپ نے فرمایا۔ ہما لمن عینان تجریان۔ وہ دو چٹے بہشت کے اُس
کے لئے ہیں جس کی درختم دُنیا میں خوفِ الہی سے بہتی رہیں۔

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَأَعِصْهُمَا
وَإِنْ هُمَا مَحْضَاكَ النَّصْحَ فَالْهِم

(۲۲۷)

وخالِف۔ امر اور مخالفت کر۔ النفس۔ الف لام معہود و ذہبی
نفسِ مارہ کی۔ والشیطان۔ از شطن، بعید از خیر و رحمت اور
شیطان کی۔ واعصہما۔ اور نافرمانی کر۔ وان۔ اور اگرچہ۔ ہما۔ وہ دونوں یعنی
نفس اور شیطان۔ محضاک۔ مخلصانہ۔ النصح۔ نصیحت کرتے ہوں۔ فالہم۔
پھر بھی تو مشکوک و متہم جان۔

ترجمہ مخالفت کر شیطان اور نفسِ امارہ کی اور نافرمانی کرو دونوں کی اگرچہ وہ دونوں مخلصانہ نصیحت اور خیر خواہی کر رہے ہوں۔ پھر بھی متہم اور مشکوک سمجھو۔

شرح مغہوم شعر واضح ہے کہ نفس اور شیطان انسان کے ابدی دشمن ہیں۔ اولیٰ ہی دشمن سے اُمیدِ خیر خواہی رکھنا غلطی اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناظمِ فہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان اگر پہلی بات بھی بتائیں تو سوچ سمجھ کر ان کی تعمیل کرنا کیونکہ اس میں بھی کوئی خاص برصغیر ہوگا۔ ہمیشہ اسے متہم بالعداوت سمجھو۔ چنانچہ احمد بن ارقمؒ نے رحمۃ اللہ علیہ اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار نفس نے مجھے زور دے کر مشورہ دیا کہ میں غزوہ میں جاؤں۔ اس مشورہ سے مجھے تعجب ہوا کہ الٰہی یہ معاملہ کیا ہے۔ تیرا فرمان ہے۔ ان النفس لا مارقا بالسوء۔ نفس ہمیشہ بُرے کام کا مشورہ دیتا ہے حالانکہ یہ مشورہ اس کا مبارک اور سید ہے تو مجھے ظاہر ہوا۔ کہ اس کا اس وقت غزوہ میں نکلنے کا مشورہ یوں ہے کہ لوگوں میں شہرت ہو۔ اور اس شہرت سے میں لوگوں کی نظروں میں معزز بن جاؤں۔ چنانچہ میں اُس غزوہ میں نہ گیا۔ اور میں نے کہا۔ اسلام کے لئے سب سے آگے میں جان دینے کو جاؤں گا لیکن اس وقت تیری مخالفت کروں گا۔ تو نفس نے کہا کہ احمد تم مجھے دن میں بار بار قتل کرتے رہتے ہو۔ میں نے ایک بار چاہا کہ اس جہان سے تمہیں قتل کر کر تم سے نجات حاصل کروں۔ تو اس میں بھی مجھے کامیابی نہ ہوئی اور شیطان کی شرارت باطنی میں ایک حکایت ثنوی شریف میں مولانا روم علیہ الرحمۃ نے نقل فرمائی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سوسے تھے کہ شیخ سے قبل شیطان آیا۔ اور پکارا۔ جی علی الفلاح۔ حضرت معاویہ نے اپنی فطانت سے اُسے جاننا اور فرمایا کہ تو مجھے جو جی علی الفلاح کہنے آیا تو کیسے تیرا کام تو نماز قضا کرنے کا تھا۔ شیطان نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن تمہاری صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار سے رہ گئے تھے۔ تو اس کی مذمت میں آپ دن بھر غمگین رہے۔ تو آپ کے اعمال جاننا اس دن درجہ کر دیئے گئے تو میں نے خوف کیا۔ کہ اگر آج بھی آپ کی نماز فرست ہو گئی۔ تو اسی طاعت آپ اعمال مضاعف کے قدر ہو جائیں گے۔ لہذا امامِ ناظم رحمۃ اللہ علیہ ہدایت فرماتے

ہیں مگر اس کے نیک مشورہ سے بھی ہوشیار رہنا بلکہ اس کی بھی مخالفت ہی کرنا کہ اس میں بھی کوئی خاص شرارت مضر ہوگی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بجا احیاء
الرحیم الکریم والحمد للہ رب العالمین۔

وَلَا تُطِيعْ مِنْهُمَا خَصَمًا وَلَا حَكَمًا
فَإِنَّتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

۲۵

حل لغات | وَلَا تُطِيعْ نہ پیروی کر۔ مِنْهُمَا۔ اُن دونوں کی۔ خَصَمًا۔ جھگڑاؤ
بہونے میں۔ وَلَا حَكَمًا۔ اور فیصلہ کرنے میں۔ فَإِنَّتَ تَعْرِفُ۔ اس
لئے کہ تو جانتا ہے۔ کید۔ مکر۔ الْخَصْمِ۔ جھگڑاؤ کا۔ وَالْحَكَمِ۔ اور مکر فیصلہ کنندہ کا۔
ترجمہ | اور نہ پیروی کر نفس و شیطان کی، مفرق مخالف نہیں یا منصف تو فریق مخالفت اور
منصف کے دھوکے اور فریب سے واقف ہے۔

شرح | یعنی نفس اور شیطان ان دونوں میں سے کسی کی اطاعت نہ کر خواہ یہ متقابل ہو
یا ثالث کیونکہ تو اُن کے فریب اور پال سے واقف ہے اُن کے دھوکے میں
نہ آنا۔

شارح ذکر فرماتے ہیں کہ یہ بیت قصید کے تمام بیتوں سے سخت ترین ہے۔ اس
لئے کہ خصوصیت نفس کے ساتھ محاکمہ شیطان سمجھ میں نہیں آتا۔ اور شارح نے جو کچھ اس پر لکھا،
اس سے اطمینان نہیں ہوا۔ آخر میں نے روح ناظم غائبم کی طرف توجہ کی۔ تو مکاشفہ میں مجھے
فرمایا کہ اگر تو عز کر تا۔ تو جو مقصد اس بیت سے ہے وہ ظاہر ہو جاتا۔ میں نے کہا کہ میں
اس کی شرح آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ تو امام نے فرمایا۔

انسان میں تین مدعی ہیں۔ قلب، نفس، شیطان۔ جب قلب کسی عمل خیر کا ارادہ کرتا
ہے تو نفس امارہ مانع ہوتا ہے۔ تو اُن دونوں میں جھگڑا ہونے لگتا ہے۔ اور شیطان کی طرف
یہ مقدمہ رجوع کرتے ہیں۔ تو شیطان ان کے محاکمہ میں ابرار السوء کرتا ہے۔ تو اس اعتبار سے
نفس خصم ہوا اور شیطان حکم، اور اگر شیطان کسی عمل شر کی طرف آمادہ ہوتا ہے۔ تو قلب

مالع ہوتا ہے اور شیطان ضد کرتا ہے کہ وہ کام کیا جائے۔ تو ایسی صورت میں فیصلہ کے لئے نفس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور نفس شیطان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے۔ اس اعتبار سے قلب کا خصم شیطان اور قاضی نفس بنتا ہے۔ اس اعتبار فرمایا قانت تعلیم کی۔
الخصم والحکم، تو خصم اور حکم کے معنی فریب سے غیب واقف ہے لہذا ان دونوں کی زمان اور راہ راست پر قائم رہ۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان اور نفس امارہ کے وسوسے سے کس طرح انسانی غلامی پائے تو صرفیائے کرام نے فرمایا ہے۔ سلاح المؤمن علی الشیطان ستۃ۔ الاستعاذۃ وکلمۃ الشہادۃ ولبسم اللہ وترک الطمع وترک الامل وترک الدنیا مؤمن کے ہتھیار شیطان پر غالب آنے اور وسوسے کے دھوکے کو چھین اعموز اللہ من الشیطان الرحیم اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم اور طبع خاتم سے اجتناب، اور بڑے اعمال سے تنہا اور دنیا کو دین پر غالب نہ آنے دینا۔

ایک روایت میں ہے کہ قوم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شیطان کے مظالم کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اہی وہ تم لوگوں کی شکایت مجھ سے کراہو گیا ہے اور اُس نے کہا ہے۔ کہ آپ لوگوں کو فرمائیں کہ وہ میری دنیا کو چھوڑ دیں تو میں ان کے دین پر حمد کرنا ترک کر دوں گا۔

اور وسوسے کے دفع کرنے میں سب سے زیادہ الفخ اشکا الی اللہ اور اُس سے اُمید والبتہ رکھنا ہے۔

۵۔ تو ہم گردن از حکم داوریج! ز پیچ ز حکم تو از غلق ییج

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِهِ لِسْلًا لِّذِي عَقَمٍ

(۲۶)

استغفر اللہ۔ استغفار طلب غفران کے معنی میں آتا ہے یعنی تبت الی اللہ واطلب الاستغفار یعنی بخشش کی طلب کرنا بھول میں اللہ سے

حل لغات

من قول۔ اُس قول سے۔ بلا عمل جو بے عمل ہو۔ لفظ بیگ۔ نسبت ماضی محکم از لب
کسی نسل کا ذکر کرنا۔ میں نے نسبت کی۔ بہ۔ اُس کی۔ نسلا۔ ایسی نسل کی طرف۔ لذل
عقم۔ جو بانجھ ہے۔

ترجمہ | میں بارگاہ الہی میں قول بے عمل سے معافی طلب کرتا ہوں۔ ایسی باتیں کہہ کر
جن پر خود عمل نہیں کرتا میں نے نسبت بانجھ عورت کے ساتھ کی۔

شرح | اس شعر میں شیخ بو صیری رحمۃ اللہ علیہ افسار فرماتے ہیں کہ میں خود بھی ان نصاب پر
پر عمل نہیں جو نصیحتیں ہیں و درویش کو کر رہا ہوں۔ لہذا میں بارگاہ الہی میں اس
قول بے عمل سے استغفار کرتا ہوں تاکہ آیہ کریمہ اَنْ تَصُدُّواْ عَنْ اَنْفُسِكُمْ وَاَنْفُسِ
الْفٰسِقِیْنَ کی وعید شدیدہ کا مستحق نہ ہوں۔ اور قول بے عمل کے سبب میں اُس شخص کی مانند نہ
بنوں جو کسی کی اولاد کو بانجھ عورت کی طرف منتسب کرے یعنی میں اپنے نفس کو اُس چیز کی طرف
نسبت کرتا ہوں جو اُس میں نہیں ہے چنانچہ متصرفین فرماتے ہیں۔ ان القول الذی یخرج
عن اللسان لا یبلغ الاذان والذی یخرج عن الجنان وقع علی الجنان۔
وہ قول جو زبان سے نکلے اور کانوں تک نہ پہنچے، حجت ہے۔ اور وہ قول جو دل سے
نکلے اور دل میں جا کر ٹھہر کرے اکیس ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے
تھے۔ مَدْرَتْ لَیْلَةٌ اَسْرَىٰ بَیْ اِلٰی السَّمَاءِ بِاقْوَامٍ تَقْتَرِضُ شَقَابَهُمْ بِمَقَادِرِضٍ
مِنْ تَارِفَلَّتْ مِنْ هَوَآءٍ یَا جَبْرِیْلُ قَالَ خُطْبَاءُ اُمَمَاتِ الذِّیْنَ یَقُولُوْنَ مَا لَا
یَفْعَلُوْنَ۔ ہم لیلۃ المعراج میں ایسی جماعت پر سے گزرے کہ اُن کے ہونٹ آگ کی تپتیوں
سے کترے بارے تھے۔ ہم نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ جبرائیل نے
عرض کی حضور آپ کی اُمت کے وہ خطباء ہیں جو ناسخ بلا عمل تھے۔

حضرت اسماعیل حقی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت عجیب و غریب اپنی تفسیر میں نقل
فرمائی وہ یہ ہے کہ ایک عالم موثر الکلام قوی الصفہ تھے کہ اُن کے جلسہ وعظ میں سامعین
میں سے ایک دو خوف الہی کی وجہ سے شبیدہ ہو جاتے تھے اور اسی شہر میں ایک برصیاتی

اُن کا بچہ نہایت رقیق القلب اور نیک تھا۔ وہ بڑی بی اُمّیں کے کوجہ و عطف کی شرکت سے
 منع کرتی رہتیں۔ ایک روز وہ لڑکا وعظ میں چلا گیا۔ اور نصائح سن کر خوفِ الہی سے مر گیا،
 ایک روز وہ وعظ راستہ میں اُن بڑی بی سے دوچار ہو گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ
 لاَ تَقْدِرُ عَلَى الْاِنَامِ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى الْاِثْمِ لَا يَنْفَعُكَ !
 مَا حَبَزَ الْمَشْعَدَ حَتَّى مَتَى تَحْذَرُ الْحَدِيدَ وَلَا تَقْطَعُ
 اَوَّاعًا ! تو زمانے کو ہدایت کرتا ہے۔ اور خود ہدایت کی راہ پر نہیں چلتا۔ خبردار! یہ
 ہیبت تیرے حق میں نفع رساں نہیں۔ او سخت پتھر! یہ سنگین دلی کب تک لڑا لڑا گیا
 ہیں تو دنیا سے منقطع نہ ہوا۔

جب وعظ نے یہ بُرائی سنی۔ ایک چیخ ماری۔ اور گھوڑی سے غش کھا کر گرا۔ لوگوں نے
 سے گھر پہنچایا۔ وہاں جاکر شہید ہو گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
 اُس بیتِ مبارک میں تائبین و صالحین کو خوبصورتی کے ساتھ ناظمِ رحمۃ اللہ علیہ قولِ بَدِیعِ
 کے پہنچنے کو تلقین فرما رہے ہیں۔ فیلزم لك العمل بكل ما تكلمت به۔
 ۵ کے بعد مقبولِ قول ہے غسل کبر مقتا گفت رب عز وجل

أَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لَكِنْ مَا أَتَمَرْتُ بِهِ
 وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِي لَكَ اسْتَقِمْ

۲۷
 اَمَرْتُكَ - ماضی مکمل، حکم دیا میں نے تجھ کو۔ الخیر - بالعباقرة حميدة بجلالی
 لغات کا۔ لکن - مگر۔ مَا أَتَمَرْتُ - ماضی و الاستمرار قبول الامر نہیں حکم مان میں
 بہ۔ اُس خیر کا۔ وَمَا اسْتَقَمْتُ - ماضی مکمل اور نہ قائم رہا میں۔ فَمَا - ماضی مکمل
 کیا ہے؟ قَوْلِي - میرا کہنا۔ لَكَ - تیرے لئے۔ اسْتَقِمْ - کہ قائم رہ۔
 میں نے تجھے حکم کیا بجلالی کا۔ اور خود اُس پر کار بند نہ ہوا۔ تو کیا اثر ہے میرے اس
 قول کا کسی پر کہ قائم رہ۔

شرح

استقامت نام ہے ہمیشہ علم و عمل پر قائم رہنے کا۔ اور استقامت ایسی زبردست چیز ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شبسفی سورۃ ہود مجھے سورۃ ہود نے پڑھا کر دیا بعض اصحاب سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خراب میں کی اور عرض کیا کہ حضور کو سورۃ ہود کے کس مضمون سے بارگذا را کیا انبیاء کے قصص یا ہلاکت ائمہ ہانیہ کے واقعات۔ تو حضور نے فرمایا نہیں بلکہ اس آیت نے جو ارشاد کیا ہے۔ قائم کما امرت۔

اس لئے کہ حقیقت استقامت وفاء عہد بیکر اور ملازمت صراط مستقیم بعد اوسط ہے جو ہر معاملہ میں لازمی ہے۔ خواہ طعام و شراب ہو یا لباس اور دینی ہوں یا دنیوی۔ ترغیب و تہذیب ہو یا ترمیم۔ اور حقیقت قائم کما امرت ہی صراط مستقیم ہے۔

البر علی جہائی فرماتے ہیں۔ کن طالب الاستقامۃ لا طالب الکرامۃ فان لفست متعذکۃ فی طلب الکرامۃ و سبکک لطلب منک الاستقامۃ، فالکرامۃ الکبریٰ الاستقامۃ فی خدمت الخلق لا باظہار الجوارق۔ تو طالب استقامت ہو۔ نہ کہ طالب کرامت، اس لئے کہ تیرا نفس طلب کرامت کے لئے بے چین رہتا ہے، اور تیرا رب تجھ سے استقامت چاہتا ہے، اور کرامت کبرئے استقامت ہے خدمت خالق میں نہ کہ اظہار خرق عادات میں۔

بعض بزرگوں سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے۔ تو انہیں جواب میں کہا گیا کہ مینڈک اور بھلی بھی پانی میں چلتے ہیں۔ پھر کہا گیا کہ فلاں شخص ہوا پر اڑتا ہے تو کہا گیا کہ کبھی بھی اڑتی ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ فلاں شخص ایک ساعت میں مشرق سے مغرب کو عبور کر لیتا ہے۔ تو جواب ہلا کہ شیطان بھی ایسا کر لیتا ہے۔

تو عرض کیا گیا کہ حضرت آپ کے نزدیک مقبول شان ولایت پھر کیا ہے تو فرمایا:- الاستقامۃ فی الدین۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے :-

وعیہ لقی الناس یا مد بالمتقی طیب یدادی الناس وهو مدبر

غیر متقی انسان لوگوں کو تقویٰ کا اگر حکم کرے تو ایسے طیب کی مانند ہے۔ جو لوگوں کا علاج کرے اور خود بیمار ہو۔

صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی میری نہیں صاحب معنی کو صرف ایک لفظ کافی ہو گیا
اگانام کو اکثر زبانوں پر ہے آجاتا مگر کام اس سے جب چلتا ہے دل میں یہ سمجھاتا

وَلَا تَزِدْ فِي قَبْلِ الْمَوْتِ نَافِلَةً
وَلَمْ أَصِلْ سِوَى فَرْضٍ وَلَمْ أَصُم

۲۸

لغات | ولا - نافیہ اور نہ۔ تزدت - ماضی متکلم، زاد اور اہ لیا میں نے قبل
الموت - موت سے پہلے۔ نافلۃ - زائدہ۔ علاوہ واجبات و فرائض نظر
مبادت کا۔ ولم اصل - نفی محمد علم متکلم اور نہیں پڑھی سوی - علاوہ فرض - فرائض چھگڑ کے۔
لم اصم - اور نہ روزے رکھے۔

میں نے فعلی اعمال کا زاد اور اہل علم سے پہلے کچھ تیار نہ کیا۔ اور فرضوں کے سوا کوئی
تقرب فعلی کے لئے نہ نماز ادا کی۔ نہ فرض روزہ کے علاوہ فعلی روزے رکھے۔

شرح | چونکہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کن فی الدنیا کافئ
عندیب او عابد وسیل وعدن نفسک من اصحاب القبور۔ دنیا میں مثل
از کے رہ یا راہ گدہ کی طرح اور اپنے کو قبر کے رہنے والوں میں گن۔

تو مومن دنیا میں جب مسافر کی طرح رہے گا۔ تو اسے زاد اور اہل کی فکر لازمی ہے۔ اس
مسافر اپنا توشہ دان راستہ کے لئے پُر رکھا کرنا ہے۔ اور جو مسافر بے فکر ہو۔ اسے وقت
تصائب کا سامنا اور تفکرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اس لحاظ سے ناظم فہم اپنی ذات پر ڈال کر عوام کو یاد دلار ہے ہیں کہ یہ مسافر خازن ہے۔
سے بنانا ہے۔ لہذا زاد اور اہل اور راستہ کے آرام کا نظام درست رکھو۔ اور بہترین نظام
رضا الہی حاصل کرنا ہے۔ اور رضا الہی تقرب بالذات سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے
خدا اللہ علیہ نے ولا تزودت قرا کر نافذ فرمایا۔ اس لئے کہ حدیث قدسی میں ہے۔ لا یزال

العبد یتقرب الی بالمواظف حتی احبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ میرا مقرب نفوس کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔

یہی وجہ ہے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ہر روز اپنے حجر عبادت میں پردہ ڈال کر چار سو رکعت نفل ادا فرمایا کرتے۔ اس کے بعد اپنے دولت سرا میں تشریف لاتے۔ حضرت عبداللہ بن حنیف فرماتے ہیں۔ اکثر میں ابتدائے عمر میں ایک رکعت میں دس ہزار نفل جو اللہ پڑھتا۔ اور کبھی سارا قرآن کریم ایک رکعت میں ختم کرتا اور کبھی صبح سے عصر تک ایک ہزار نفل ادا کرتا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ شریک فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سال رہا میں نے آپ کے پہلو کو اس سال بھر میں کبھی زمین کا سہارا لیتے نہ دیکھا۔ اور آپ کے ہم صحبت لوگ بیان کرتے تھے کہ آپ فجر کی نماز ہمیشہ عشاء کے دشو سے پڑھا کرتے تھے۔

شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگ جب آپ سے رخصت ہو کر سونے کے لئے چلے جاتے تو آپ اپنی نشستگاہ سے اٹھ کر مسجد میں تشریف لاتے۔ تو مجھے جب جاگنے کی طاقت نہ رہتی تو میں غلیں شریف میں کلکریاں ڈال کر گھر آ کے سو جاتا۔ صبح کی نماز کو جب جاتا تو جوتیوں میں وہ کلکریاں پاتا، اور آپ کو اپنی عبادت گاہ پر دوتا دوتا کرتا پاتا۔ اور ایسے بہت سے واقعات سلف صالحین کے ہیں نصیحت وغیرہ حاصل کرنے کو یہ کم نہیں۔

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ أَحَبِّي الطَّلَامَ إِلَى
إِنْ أَشْكُتُ قَدْ مَاءُ الضَّرْمِمْ وَرَمِ

(۲۹)

ظلمت۔ ماضی متکلم۔ مشتق من الظلم، وهو في اللغة وضع الشيء في غير موضعه، وفي الشرع التجاوز عن الحق إلى الباطل والنسوة

في ملك الغيبر بلخير أذنه والعماد ههنا القزك، ترک کیا میں نے، استغفر

مضوی ظلمت، لغت میں طریقہ، شریعت میں طریقہ مسلک کو فی الدین جو نہ فرض ہو نہ واجب ان کے طریقہ کو۔ من جنہوں نے۔ اسی الظلام۔ استعداۃ باحیاء الدلیل ونزل النور للذہابۃ۔
 اندھیری راتوں میں شب بیداری کی۔ الی۔ للغایۃ۔ یہاں تک کہ۔ ان اشتکت انہا المظلم
 یہاں یعنی انہریت الشکوٰۃ۔ ظاہر ہو گئیں۔ قد صاع۔ قدم مبارک پر۔ الضم۔ تکلیف۔ من
 درم۔ الانتفاع، درم کی۔

ترک کیا میں نے ان کے طریقہ کو جنہوں نے اندھیری راتوں میں شب بیداری فرمائی۔
 یہاں تک کہ ظاہر ہو گئی، قدمیں مبارکین پر تکلیف درم کی۔

چونکہ اس سے پہلے فصل میں ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے نفس کا تعارف کراہتاً۔ تر اس فصل میں
 معرفت رب جلت و مجد کراہتاً سب تھا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ من
 عرف نفسه فقد عرف ربه۔ جس نے اپنے نفس کو جان لیا وہ بے شک اپنے
 رب کو بھی پہچان لے گا۔ اور چونکہ عرفان الہی بغیر معرفت جناب رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم
 محال ہے۔ اس لیے اس فصل میں مدح مصطفیٰ علیہ الخیر والثناء ایک اور کھے انداز سے شروع
 فرمائی کیونکہ مدح النفس راجع الی نقائصہ نقش کی مدح کماش کی مدح کی طرف ہی راجع
 ہوتی ہے۔

اور ظلمت میں جیسے مشکل واحد بغرض انکسار و اظہار عجز اختیار فرمایا کہ یہ شاعر مقرران باگاہ
 کہ ہوتا ہے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ جب کہ حضور پر وحی کے
 ذریعہ جہد فی العبادت کا حکم نازل ہوا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات قیام فرماتے حتیٰ کہ
 اپنے اقدس جس پر تمام دنیا کی تقدیس قرآن ہو منظور ہو جاتے۔ آخر جناب باری تعالیٰ عز و جل کی
 طرف سے حضور کو تسلی دی گئی۔ اور تحقیق فرمائی گئی تاکہ اُمت ضعیفہ پر اور عبادت بارزہ ہو
 سکے۔ اور ارشاد ہوا طہ۔ ما انسألنا علیک الفکر لنتفق علیہ طہ۔ اے ظاہر عن
 جو ب دوسرے اعتبار سے اس کے معنی بہ ناول یہ بن سکے ہیں۔ ط کے عدد ۹۰ کے عدد
 حاصل عدد چودہ ہوئے یعنی جیسے ماہ کمال چودہ تاریخ کا ہوتا ہے۔ مجرب کو فرمایا کہ تم

ماہ کامل ہو۔ لہذا اپنی جان پر اتنی سختی نہ فرماؤ۔ ما ائخذ لنا علیل المخذل العظیم لتعقب
 نفسک ہم نے یہ قرآن کریم آپ پر اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ اپنی جان کو قفس میں ڈالیں
 اس کے بعد سے حضور کی عادت کریمہ یہ رہی کہ تنہائی رات گزر جانے پر بچھ فرماتے یعنی
 خواب، استراحت سے بیدار ہو کر تہجد ادا فرماتے۔

اور مقررین نے لکھا ہے۔ کانت صلوٰۃ التہجد فرضاً لہ علیہ السلام لا امانہ۔
 یعنی لہ تعالیٰ فتح جلد بہ فافلتہ ذلک یعنی نماز تہجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پانچ فرض کے
 علاوہ فرض تھی اور آپ کی اُمت کے لیے نفل ہوئی، اور قرآن کریم میں بھی تہجد پر نفل فرمایا گیا۔
 کہ یہ تہجد آپ پر لازم ہے اور نوافل کے فضائل میں اُمت کو حضور نے بڑے بڑے مارج
 عطا فرمائے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے۔

لکھتاں یدکعبہما العبد فی جوف اللیل الاخیر خیر لہ من الدنیا وما
 فیہا ولولا ان اشق علی امتی لفرضتہما۔ دو رکعت جو تہجد آخر رات میں پڑھے
 دُنیا و دنیا میں سے بہتر ہے۔ اور اگر اُمت پر یہ شاق نہ ہو جاتا، تو میں فرض کر دیتا۔

دوسری حدیث میں ہے۔ ما زال جبریل یوصیٰ بقیام اللیل حتی ظننت ان
 خیار امتی لا ینامون ہمیشہ جبریل رات میں قیام کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں
 تک کہ میں گمان کرتا ہوں کہ میری اُمت کے بہتر لوگ رات میں سوتے نہ ہوں گے۔
 اور تہجد کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چار رکعت سے بارہ رکعت تک تہجد
 کی کوئی نہیں ہیں۔ اور بعض کے نزدیک دو سے لے کر بارہ رکعت تک۔

اور اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ تہجد کا اطلاق محض قیام لیل پر مطلقاً ہے یا بعض حصہ
 شب میں، تو قول اصح یہ ہے۔ جو شرح طریقہ میں بتایا گیا کہ تہجد وہ ہے جو بعد سونے کے اٹھ
 کر ادا ہو۔

اور رات کی عبادت کے فضائل میں بزرگان دین کی طرف سے خاص فضائل مذکور ہیں۔
 ان قیام اللیل الی افضل العبادات لان اللیل یکون فیہ بین العابد والمعبود
 خلوص الاختیار وتکون فیہ الدعوات اسرع اجابة اذ هو وقت الاختیار

لذا قیل ان العابد فی الیالی لیستغفر اجرین اجر المرقئ النور واجر المعبود
 مع ان فتوک النور فی الیالی اکثر من المتوالیة و احیاء جمیعاً بالصلوة لا
 یقدر علیہ الرسول اللہ الوهاب یعنی قیام الیالی افضل عبادت ہے اس لیے
 رات میں عابد و معبود کے مابین تخلیہ ہوتا ہے۔ وغیرہ سے اور اس وقت کی دعا و علاج
 الہیات ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ وقتوں میں بہترین وقت ہوتا ہے۔ اور رات کی عبادت میں
 دوسرا ثواب ہے۔ ایک ترک نوم کا، دوسرا عبادت الہی کا، اور تمام رات ہمیشہ باگنا سوائے
 حضور کے کسی کی قدرت میں نہیں۔ اللهم لا تجعلنا من صانع من وغوی فاخذہ بذنوبہ
 خذنی وحشرفی ذمیرۃ من لا یطلق عن الہوی۔

وَسَدَّ مِنْ سَغَبٍ أَحْشَاءَهُ وَطَوَى تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُتَرَفَّ الْأَدَمِ

۳۰

لغات | **وسد**۔ ماضی بمعنی عقدہ اور باندھا۔ **من سغب**۔ من سبہ یعنی بھوک بھوک
 بھوک سے۔ **احشائه**۔ جمع حشی، ماضی الحرف اعشائه۔ وہ تمام اعضا
 پر حرف شکم میں ہیں۔ **وطوی**۔ ماضی از طے ریشنا اور پٹنا۔ **تحت**۔ نیچے۔ **الحجارۃ**۔
 پتھر کے۔ **کشحاً**۔ جسم کا وہ حصہ جو پسلیوں سے لے کر گھٹائی تک ہے۔ **مترف**۔
 بیٹھنے والے اتراف، نازک اور ناز پروردہ۔ **الادم**۔ از ادم یعنی جلد و کمال پر۔
 ترجمہ | اور باندھا بھوک کی وجہ سے اس نفس قدسی نے اپنے شکم مبارک کو۔ اور اپنے
 پروردہ پہلوؤں کو پتھر سے کیا۔

یعنی اس پیارے محبوب حبیب الودود نے شب بیداریاں فرمائیں اور باوجود محصور
 روح | مطلق کے اپنے بطن نازی کو باندھا اور پسلیوں کے نیچے اپنی نازک اور نری جلد
 اس پر پتھر کیا۔ تاکہ صحابہ کرام کے لیے اور امت موعود کے حق میں ایک طریقہ مسنونہ قائم
 جائے۔

اور اس میں یہ حکمت بھی ظاہر فرمائی مقصود تھی کہ بردتِ جبری حرارتِ جمعی کی دافع

ہے۔ اور چونکہ وہ سرکارِ الہیہ اور دنیا کی کسی شے کے محتاج نہ تھے۔ اس لیے اکثر دائم الجوارح رہتے۔ یہاں تک کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور کی جھوک محسوس کر کے رونا شروع کر دیا۔ تو حضور نے فرمایا۔

يَا عَالِشَةَ وَالَّذِي لَفْسِي مَيْدَنَهُ لَوْ سَلْتُ رَبِّي أَنْ يَجْعَلَ عَيْنِي مَعِي جِبَالاً لَهَامَةً
فَهَبَا لِأَجْرَاهَا حَيْثُ شِئْتُ مِنَ الْأَرْضِ وَلَكِنْ اخْتَرْتُ الْجَوْعَ فِي الدُّنْيَا عَلَى
شُبُعِهَا وَفَقْرَ الدُّنْيَا عَلَى غَنَائِهَا وَخَذْتُ الدُّنْيَا عَلَى فِدْوَحِهَا. يَا عَالِشَةَ إِنَّ
الدُّنْيَا لَا تَتَّبِعُنِي لِحَمْدٍ وَلَا لَأَلٍّ مُحَمَّدٌ .

اے عالشہ قسم ہے اُس ذاتِ مقدس کی جس کے یہ قدرت میں میری یہاں ہے اگر میں اپنے رب سے مکر کے پہاڑوں کو سونے کی شکل میں طلب کروں۔ اور انہیں جلتا چھڑاؤں کہ جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں جلتا چھڑاؤں میرے ساتھ کر دے لیکن میں نے دنیا میں جھوک اختیار کی شکم میری سے اور فقر دنیا قبول فرمایا دنیا پر اور غم قبول کیا اُس کی فرحت پر۔ اے عالشہ دنیا زیبا نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل کے لیے۔

دوسری حدیث میں حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور سیدہ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکر کے شکل کے پہاڑ سونا بنا کر مجھے پیش کیے تو میں نے عرض کی۔ ابھی یہ نہیں بلکہ میں ایک دن جھوکا ایک دن شکم سیر رہنا چاہتا ہوں جس دن جھوکا ہوں اُس دن تیرے حضور نصیر کروں اور دعا۔ اور میں دن شکم سیر ہوں اُس روز تیری حمد کروں اور ثناء۔

اور پہلوں سے نیچے تک پتھر باندھنا اُس قصے کی طرف اشارہ ہے جو غزوہ خندق میں ہوا جس کا مختصر حال یہ ہے کہ جب نبیہ بنی نصیر کے یہود کو اطرافِ مدینہ سے نکال دیا گیا۔ تو ابوہریرہ اور ایک انہیں میں سے راہب بھاگ گیا۔ اور مشرکین مکر کو خار بہ کے لیے آمادہ کر کے اہل سفیان کے مکان پر جمع ہوئے۔ اہل سفیان نے اُن کا احترام کیا۔ اور جمیت عسکری بنانے میں مشغول رہا یہاں تک کہ دس ہزار کی فوج آگامائیں بن گئی۔ اور مدینہ کی طرف چڑھائی شروع کر دی۔ یہ خبر گوشش اللہ بن ابی جب پہنچی تو حضور نے صحابہ کی مینگ کی۔ اور اُن کے دفاع کے لیے مشورہ کیا۔ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حضور بلاؤ عجم کے ایک شہر پر دشمن غالب آگیا تھا۔ اور

اہل شہر نے اُس سے محارہ کی قوت اپنے میں جب نہ پائی۔ تو انہوں نے شہر کے گرد اگر مقدس کھود دیئے۔ اور اُس میں رُو پوشی ہو کر سب غیٹھ گئے۔ حضور نے اس مشورہ مسلمان کو پسند فرمایا۔ اور پچاس روز کا کل خندق کھودے گئے کہ اتنے میں دشمن نے آکر مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور نقیس بن حنظلہ وہ محاصرہ رکھا تو اس مدت میں مسلمانوں پر بڑی مشقت واقع ہوئی۔ اور اُن پر پانچ طرح کی مصیبت تھی۔ اول قحط، دوسرے کثرتِ امداد تیسرے خوفِ قتل، چوتھے بھوک پانچویں سخت سردی۔ یہاں تک کہ اُس رُوفِ رحیم حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمان پر رحم آیا۔ تو حضور نے فرمایا، تم میں سے جو خبر دشمن کی لائے، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ لیکن مغفبِ جوع کی وجہ سے جانے کی طاقت کہاں بٹنے کی بھی تاب نہ تھی۔ سب خاموش پڑے رہے۔ پھر حضور نے چار اصحاب کے نام لے کر آواز دی۔ تو انہوں نے عرض کی حضور میں ہماری جگہ پڑا رہنے دیں۔ ہمارے پاس بھوک اور سخت سردی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر حضور نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ چنانچہ وہ تشریف لے گئے اور خبر لائے کہ دشمن بھاگ گیا۔ اور شدتِ سردی سے اکثر اُن کے لشکر مر گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بطنِ اقدس پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ اور یہ صحابہ کو قلعیم بھی کہتے تھے بھوک شدت کی وجہ اور کھانا اُسے میسر نہ آئے تو وہ پیٹ پر پتھر باندھ لے۔

وَرَأَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ
عَنْ نَفْسِهِ فَأَرَاهَا أَيَّمَا شُمَمٍ

(۳۱)

حل لغات اور غلطی۔ اور۔ راودتہ۔ یعنی از مرادوت، مطالبہ بالجہد، ارادہ کرنا، ارادہ کیا۔ الجبال۔ جمع جبل، پہاڑوں۔ الشُّمُّ۔ بلند نے۔ من ذہب۔ جو سونے کے تھے۔ عَنْ نَفْسِهِ۔ اُن کی ذاتِ اقدس سے۔ فَأَرَاهَا۔ تو دیکھا اُن کو حضور نے۔ ایتھا۔ کس شان سے۔ شُمَمٍ۔ اپنے بلند حوصلہ اور امتنان سے۔ بلند پہاڑوں نے سونے کا بن کر حضور کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنا چاہا۔ تو حضور نے اپنے بلند حوصلہ اور امتنان سے انہیں دلیل دیکھا۔

حضور کو بلند پہاڑوں نے جو سونے کے تھے بہت اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ اور شرح اور خواست کی کہ ہم میں سے جو چاہیں، جتنا چاہیں، صرف فرمائیں۔ تو حضور نے اُن پہاڑوں سے اپنی بلند بخت اور استغنا کا وہ مظاہرہ فرمایا جو اور اک عقل سے بالاتر ہے۔

اس بیت مبارک میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ کا سلام پیش کر کے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اعقب ان اجعل لہذا الجبال ذہبا وکون معک ایضا کنت۔ اے محبوب! اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ ان پہاڑوں کو ہم سونا بنا دیں۔ اور وہ آپ کے ساتھ رہیں جہاں آپ تشریف لے جائیں تو ابھی ایسا ہو سکتا ہے۔

فتوح ساعۃ فقال یا حبیبی ان الدنیا دار من لا دار لہ وصال من لا مال لہ فتدعیج معہا من لا عقل لہ۔ تو حضور نے حضور السکوت فرما کر جواب دیا۔ جبرائیلؑ کو دنیا ایک ایسا گھر ہے کہ کسی کا گھر نہیں اور ایسا مال ہے کہ کسی کی ملکیت نہیں۔ اسے وہ جمع کرنا ہے جس میں عقل نہ ہو۔

فقال لہ حبیبی ثبتک اللہ یا محمد بالمشول الثابت۔ ترمذی علیہ السلام نے یہ سن کر عرض کی۔ حضور کو اللہ نے ثابت قدم فرمایا ہے۔ قول ثابت کے ساتھ۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ فضیلت فقیر صابر کی غنی شاکر پر اللہ تعالیٰ نے اس لیے رکھی کہ خلق محبوب کے مشابہ ہے۔ اور اسی بنا پر طائفہ صوفیہ اس پر ثابت قدم ہو کر کہتے ہیں۔ ہمت السدجال تھلاہ للجبال۔ بہت مرداں پہاڑوں کو منہدم کر دیتی ہے۔ بہر کارے کہ بہت بے گروہ اگر غارے ہو وگلا ستہ گروہ

اور اس روایت میں سرکار اہل قراصلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت عالی اور فضیلت ذاتی پر یوسف علیہ السلام پر واضح ہے۔ قرآن کریم میں زلیخا کے واقعہ پر درود تہ التی ہو فی بیتہا عن انفسہ فرمایا اس پر یوسف علیہ السلام نے اُس عورت سے اجتناب فرمایا جو حرام تھی۔ اور اُس شخص سے استغناء کیا جو آپ کے لیے جائز تھا۔ لیکن حضور نے اُس چیز سے استغنیٰ ظاہر فرمایا جو جائز تھی اور وہ چیز خدا کی محبت میں ترک فرمائی جو حرام تھی۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم
اسی وجہ میں اُس حبیبِ لبیب کا عشق و راسل عاشق باللہ افراد کے قبول میں ایسا پیدا کیا کہ
زیلینا کے عشق سے اُن کا عشق بالاتر ہو گیا۔

حُسنِ یوسف پہ کلیں مصر میں انگشتِ زناں سر کٹاتے ہیں تیری راہ میں مردانِ عرب
پیٹ پر خنجر باندھنا شدتِ عروج میں سکون دے گا اور طریقہِ سفر میں جوئے کے لحاظ سے
سنت پر عمل موجبِ اجر بھی ہو گا۔

اللهم لا تقبلنا فی الدنیا یا نکتب واجعل رقبتنا فی الدارین ارفع السائب
بحرمة النبی ذی المجد والحسب،

وَأَكَدْتُ زُهْدًا فِيهَا ضَرُورَةٌ
إِنَّ الضَّرُورَةَ لَا تَعْدُ وَاعَلَى الْعَصَمِ

۳۲

حل لغات **وَأَكَدْتُ** عازلاً ابتداءً۔ اور۔ **أَكَدْتُ**۔ ماضی از تاکید مضبوط اور پختہ کرنا۔
اور مضبوط اور پختہ کیا۔ **زُهْدًا** مفعول اکدت، قلة التورعيب فی
المشئ۔ وفي الاصطلاح، اعداد عن الدنيا، وتوكل ما احتته، اُن کے زہد کر۔
فیہا۔ اس دنیا میں۔ **ضَرُورَةً**۔ فاعل اکدت، ضرورت ظاہری اور احتیاج حسی نے۔ ان
الضرورۃ۔ بیشک احتیاج ظاہری اور حسی۔ **لَا تَعْدُ**۔ غالب اسکتی اور نہیں جبر
اور زبردستی کر سکتی اُس مستی مقدس پر۔ **عَلَى الْعَصَمِ**۔ آپ کی عصمت کا بانی پر۔
حضور کے زہد کو ضرورتوں نے اور مضبوط کر دیا۔ اس لیے کہ ضرورتیں پر سہولت گاری
ترجمہ اور عصمت کا بانی پر غالب نہیں آسکتیں۔

شرح روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز آرام گزین تھے۔ اور آپ کے
نیچے نیم ترگھاس کی چٹائی بچھی ہوئی تھی اور سر ہانے جو کیہ تھا اُس میں چمڑے کا تکران بچھی
ہوئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور ایک جماعت صحابہ کی اُن کے ہمراہ تھی۔ تو
حضور نے اُن کی طرف کروٹ بدلی، تو حضرت عمر نے دیکھا کہ پہلوئے نورانی پر چٹائی کے نشان پڑے

ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سنا کہ روئے لگے حضورؐ نے فرمایا: یا ایہدیکہ یا عمر۔ عمرؓ نے چہرے پر
 تہہیں کر لیا۔ تو آپؐ نے عرض کی۔ فکیف لا ابکی ان کسری و قیصر یتیمان فیما یتیمان
 فیہ فی الدنیا و انت علیٰ ہذا الحالۃ حضورؐ میں کیسے نہ روؤں جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ
 کسری و قیصر ان نعمتوں میں ہیں۔ اور اس دنیا میں عیش کر رہے ہیں اور حضورؐ کے نقش قدم پر
 ہزار کسری و قیصر قرآن اس حال میں ہوں تو حضورؐ نے فرمایا: یا عمر! اما ترضی ان یکون
 لکم فی الدنیا ولنا فی الآخرۃ۔ اسے عمرؓ کیا تم اس سے خوش نہیں کہ قیصر و کسری کو جو کچھ مل رہا
 ہے دنیا کی چند روزہ زندگی تک رہے اور ہمارے لئے ابدی نعمتیں غیر زائل جیسا کہ آخرت
 میں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا عرض کی بلی یا رسول اللہ۔ بے شک حضورؐ میں آخرت سے خوش
 ہوں کہ اتنے میں روح الامین حاضر رہا ہوں۔ اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون نافذ فرما
 دیا ہے کہ لذت آخرت میں ہر اس شخص کے لئے نصیب ہے جتنا وہ لذت دنیا حاصل کرے
 لہذا جس قدر لذت دنیا زیادہ ہوگی، لذت آخرت اتنی ہی کم ہو جائے گی اور جس قدر لذت
 دنیا کم ہوگی، لذت آخرت بڑھے گی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: اَذْهَبْ مُطِیْبًا لِّکُمْ
 فِی حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں یہ بشارت دے دوں کہ اے دنیاوی
 جو حضورؐ پسند فرمائیں پیش کیجئے جائیں۔ اور ان نعمتوں کی وجہ سے حضورؐ کا اخروی درجہ کم نہ ہوگا۔
 یہ حضورؐ کا خاصہ ہے فقال علیہ السلام و اللہ خیر و البقیٰ حضورؐ نے فرمایا: برسرِ
 اللہ کی ذات بہترین نعمت اور غیر خالی دولت ہے۔

گویا حضورؐ بیت میں ناظم قائم حضورؐ کا عزم و استقلال بتا رہے ہیں کہ حوائج ظاہری و
 حیسی نے حضورؐ کے ذہن و فکر کو دنیا کو بچائے اس کے کمرہ در کرتے اور مضبوط و متوکد کر دیا۔
 اور یہ کہ نہ ہو۔ نور مجسم رحمت و دو عالم کی شان ارفع و اعلیٰ کے شایان شان یہ ہے۔ کہ
 حوائج و ضروریات ظاہری ہوتے تھے حضورؐ کو دنیا کی طرف رغبت نہیں اور استغناء تام حاصل
 ہے۔ اور اسی دریاے نعمت و کرم کی لہریں ہیں۔ جنہوں نے اولیاء و صوفیاء کرام میں یہ استغناء
 و زہد و ورع پیدا کیا ہے۔

مالک کو نہیں ہیں مگر پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھیں
تہذیب و سلاطین پیشینہ پوشش
غلامی ضرور بادشاہی فروشش

وَكَيْفَ تَدْعُوا إِلَى الدُّنْيَا ضَرُورَةً مِّنْ

لَوْلَاهُ لَمُخْرِجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

۳۳

حل لغات | وہ عاطفہ اور کیف۔ استفہام انکاری بکیر مکر۔ تدعو۔ من الدعوة، بلائیں۔ الی الدنیا۔ دنیا کی طرف ضرورت۔ حوائج ظاہری۔ من۔ اُس مستی پاک کو۔ لویہ کہ اگر لالہ۔ وہ مستی پاک نہ ہوتی۔ لہجہ تخرج۔ نہ ظاہر ہوتی۔ الدنیا۔ دنیا۔ من العدم۔ کتم عدم ہے۔

اور کیر مکر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفس زکی کو بلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلدہ افزوی نہ فرماتے، تو دنیا عدم سے منصف مشہود پر ظاہر نہ ہوتی۔
مستند کی جلدہ نمائی نہ ہوتی! تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

شرح | یعنی دنیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہے۔ اگر حضور دنیا کے محتاج ہوتے، تو حوائج معاذ اللہ حضور پر غالب آجاتے، مگر چونکہ حضور محتاج الیہ ہیں اور دنیا حضور کی محتاج۔ تو حضور کو کوئی ضرورت ظاہری اور حسی دنیا کی طالب نہیں بنا سکتی۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک الی اللہ ہیں۔ تو طالب مولیٰ اور مالک الی اللہ کا خیال تنہیم دنیا کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ حدیث قدسی میں ہے۔ دنیا احرام علی اهل الآخرة والآخرة حرام علی اهل الدنيا وکلاهما احرامان علی اهل الله تعالیٰ۔ دنیا اہل آخرت پر حرام اور اہل دنیا پر آخرت حرام اور دنیا و آخرت دونوں اہل اللہ پر حرام ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ حضور نے فرمایا۔ من احب دنیاہ اضرباً خدرتہ ومن احب آخرتہ اضرباً دنیاہ فاشروا ما یسقی علی ما یضئ۔ دنیا کی محبت سخت مضر ہے۔ آخرت کے لیے، اور آخرت کی محبت مضر تر ہے۔ دنیا کے لیے تم محبت کرو۔ اُس نعمت کی جو ہمیشہ باقی رہے۔ اُس کے مقابلہ میں جو عزیز فنا ہو جائے گی۔

اور دُنیا کو دُنیا اس اعتبار سے کہا گیا کہ بہ نسبتِ آخرت یہ قریب ہے۔ تو یہ مشتقِ دُور سے ہے یعنی قُرب سے اور اگر دُنات سے دُنیا لی جائے تو قُربا اور خسارہ ہی ہے۔ چونکہ اس کا حاصل ہے اس لیے دُنیا کہا گیا۔ اور مصرعِ ثانی میں لولہ جو فرمایا۔ اُس میں تیج ہے۔ حضرت قدس کی طرہ جو جنابِ باری نے فرمایا۔ لولاک لما خلقت الدنیا، اسے محبوب! اگر ہم تمہیں پیدا فرماتے۔ دُنیا ہی نہ بناتے اور لولاک لما خلقت الافلاک میں افلاک سے مراد مطلقاً جمیع کائنات ہیں۔ اس لیے کہ اہم جزئی کل پر حاوی ہوتا ہے۔

اور واقعہ معراج میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدرۃ الفقیہ پر صاحبِ الی اللہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو فرمایا۔ انا وانت وما سوئی ذلک خلقتہ لاجلک۔ اسے محبوب ہم اور تم اور ما سوئی اس کے جو کچھ ہے وہ سب ہم نے تمہاری وجہ سے پیدا کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا۔ انا وانت وما سوئی ذلک متروکۃ لاجلک۔ الہی میں اور تو اور ما سوئی اس کے جو کچھ ہے سب میں نے تیری ذات کے لیے ترک کیا۔ الحمد للہ صلعم الصواب والیہ المرجع والمآب۔

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ وَالْفَرِیقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَ مِنْ عَجَمٍ

۳۴

حل لغات محمد۔ خیر مبداء محمد و من۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سید۔ بروزلِ جہۃ یعنی سردار اور ملکہ کائنات۔ الکونین۔ کون اول دُنیا۔ کون ثانی آخرۃ، دُنیا و آخرت کے۔ الثقلین۔ اور جن دانش کے۔ والفریقین۔ اور دونوں جماعتوں کے۔ من عرب۔ عرب سے۔ ومن عجم۔ اور عجم سے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سردار اور ملکہ ہیں کائناتِ دُنیا و آخرت کے اور جن دانش کے اور دونوں جماعتوں کے عرب سے اور عجم سے۔

شرح قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں۔ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص حضور کا اسمِ عالی ہے اور عرب میں کوئی حضور سے قبل اس نام کے ساتھ مشہور نہ ہوا۔

اور وہ ہم میں کسی کا یہ نام حضور کی جلوہ گری سے اول رکھا گیا عشقِ کریم حضور کی ولادت سے قبل
 ہی مشہور ہو چکا تھا کہ ان نبیؑنا بیعت مسجد محمدؐ سے ہمارے نبیؑ صلی اللہ علیہ وسلم
 مسجد ہوں گے اور نام پاک محمدؐ ہوگا۔

چنانچہ بعض قوموں میں تمام کے ساتھ اولادیں موسوم کی گئیں اس اُسید پر کہ جو مشہور نبی
 ہونے والے ہیں وہ ہماری اولاد سے ہی ہوں۔ واللہ تعالیٰ یعلم حقیقت یہ جھجھل رسالت
 اور اللہ جانتا ہے جس شان سے اپنے رسول کو رسول بنائے۔

اب ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضور کی اہمت میں اسم محمدؐ ہی ناظم رحمت اللہ علیہ نے کیوں
 اختیار فرمایا۔ جب کہ ارشاد الہامی شرح بخاری میں ہے کہ حضور کے اسماء گرامی ایک ہزار
 ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ تین سو ہیں۔ ایک قول میں ننانوے نام ہیں۔ اس کا جواب مفہم یہی ہے
 کہ یہ اسم پاک تمام اسماء سے افضل و اشر ہونے کے علاوہ مرتبہ محبت میں مفید بالذات
 ہے۔ اسی لیے اس نام پاک کو نعمت میں لانا مناسب تھا۔

اب سید کا افظ استعمال کرنا اس لیے تھا کہ بیادِ علو و رفعت کے معنی میں مستقل
 ہے۔ یا سید اُسے کہہ سکتے ہیں کہ یلجاء الیہ الناس فی حوائجہم پناہ لیس اُن کی طرف
 لوگ اپنی حاجتوں میں اور حضور سے بہتر ملجاء خلائی اور کون ہو سکتا ہے تو حضور سے افضل سید
 بھی کوئی نہیں۔

اور کوہن سے مراد دنیا و آخرت ہو سکتی ہے یا عالم شہادت اور عالم غیب معلوم و اذین
 دنیا میں حضور کی بیاد یہ کہ نہیں کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور سید المرسلین اور مروج کا مرتبہ
 سوا حضور کے انبیاء میں سے کسی کو نہ ملا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم و ما ارسلناک الا کافۃ
 للناس کے منصب جلیل کے مستفین ہوئے اور حضور کو ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین اور
 جن و انس کا مہوار بنا کر و ما ارسلناک الا سحۃ للاحمالین کے تاج سے متوجہ و مرفحہ
 فرمایا۔ یہاں تک کہ حضور کی رحمت ہونے کے باعث کفار و مشرکین پر تاخیر عذاب ہے۔
 پھر حضور کا شہر مبارک افضل البلاد اور حضور کی مسجد مبارک افضل المساجد اور وہ لہجہ
 نوری جس میں وہ نور مجسم آرام کریں ہے کعبہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوروحی افضل خلافت ہے بلکہ وہ نور لیلیف اصل انوار انبیاء و مرسلین ہے۔

حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ما بعث اللہ نبیا من الانبیاء الا اخذ علیہ الیثاق لئن بعث محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام وهو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہ فرمایا مگر اس سے یہ عہد لیا کہ اگر میں اس کے زمانہ میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کروں تو ان پر ایمان لائے گا اور نصرت کرے گا۔

اور اسی کی تائید میں آیہ کریمہ ہے۔ وَاِذَا اخذَ اللّٰهُ مِیثَاقَ النَّبِیِّیْنَ لَمَّا اٰتٰیٰہُمْ مِنْ کِتَابٍ وَحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَاءَہُمْ دِیْنُہُمْ مَّصْدُوقٌ لِّمَا مَعَهُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہِ وَلَتَنْصُرُنَّہُ الْیَوْمَ اور میاوست اُخروی یہ ہے کہ بروز قیامت جہنم جب لایا جائے تو ستر ہزار باغوں میں جکڑا ہوا ہو۔ اور ہر باغ کو ستر ہزار حلقے ہوں۔ اور ہر حلقہ میں ستر ہزار فرشتے ہوں۔ مگر وہ جہنم اپنے جوش سے اُن کے قبضہ میں نہ آئے۔ حتیٰ کہ اپنے اپنے موقف پر ہر نبی اُسے روکنا چاہے یہاں تک کہ ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اُسے روک رہے ہوں اور اُس کی تیزی کو دیکھ کر اپنے کو بھول کر نفسی نفسی کی آوازیں لگاتے ہوں اور بارگاہ الہی میں عرض کر رہے ہوں۔ نفسی نفسی لا اسئلك الیوم غیرہا۔ الہی اپنی جان کی امان پہنچتے ہیں آج کے دن اور کچھ ہم نہیں مانگتے کہ حضور بارگاہ رب العزت میں عرض کر رہے ہوں اُمّتی اُمّتی سلمہا ونجّہا یا سب۔ الہی میری اُمت میری اُمت اسے ملائی سے پار آتا رہے۔ اور نجات دے دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کی باگ تمام کر فرمائیں ارجع من حورۃ الی خلقک۔ لوٹ دولت سے اپنے بچھ کو تو جہنم عرض کرے۔ خل سبیلی فانّک یا محمد حرام علی۔ حضور مجھے راستہ دے دیں۔ آپ مجھ پر حرام ہیں۔ کہ اتنے میں سر او قنات عرش سے ٹہا آئے۔ اسمعیٰ طیبی لہ۔ اور جہنم خبردار نافرمانی نہ کر۔ جو حکم ہمارے حبیب کا ہے اُسے مان کر بادل تاغراستہ جہنم آو سرو کے ساتھ واپس ہو۔ اور اہل موقف یعنی تمام انبیاء میں حضور کی جگہ ہو۔

نبیل ونجی مسیح وصحی مسیحی سے بھی کہیں بھی نہ ہو؟ یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں کہاں تھا ہے۔
وَاللّٰهُ الْحَمْدُ

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم
فرشتے دیکھیں ایک عاصی کو شرمندہ ہے زواہن اور اُس پر کثرتِ معصیات سے شغرابے سارا حق
کہیں کہوں ہے پریشان دیکھو رحمت میں معدن پھل بجا سوال مدعا پر تمام لے دامن
چکنے کا بہانے تو قصہ بے تامل کر!

نَبِیُّنَا الْأَمْرُ النَّاهِیُّ فَلَا أَحَدٌ
أَبْرَزَ قَوْلَ لَا مِنْهُ وَلَا لَعَم

(۳۵)

حل لغات | **نَبِیُّنَا**۔ نبی نامہ سے مشتق ہے، بمعنی خبر دینے والا۔ **اصطلاح** میں اُس
انسان کو نبی کہتے ہیں جسے اللہ نے اصلاح و تبلیغ کے لیے مبعوث فرما کر اپنی
وحی کے ذریعے اُس پر احکام نازل فرمائے ہوں (ہمارا نبی، الامر۔ حکم دینے والا۔
النّاهِی۔ منع فرمانے والا ہے۔ **فَلَا أَحَدٌ**۔ اور نہیں ہے کوئی۔ **أَبْرَزَ**۔ من البرز اسم
تفضیل بمعنی الصدق، آپ سے زیادہ سچا۔ **فِي قَوْلٍ**۔ اقوال میں۔ **لَا مِنْهُ** نہیں فرمائیں۔
وَلَا لَعَم۔ یا ہاں۔

ہمارے نبی حکم دینے والے نبی فرمانے والے ایسے ہیں کہ آپ کا مثل کوئی نہیں
ترجمہ | صدق وعدہ میں ہاں اور ناہیں۔

شرح | نبی کی تعریف لغت میں مجز ہے۔ اس نئے کر نبی نبائے سے مشتق ہے اور اصطلاح
میں نبی وہ انسان کامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہو جنھوں کی طرف تبارک
وہ اُس میں وحی کے احکامات کی تبلیغ کرے۔

نبی اور رسول مرادوں الٰہی ہیں۔ ابھی ہمام سے مروی ہے کہ اس سوال پر کہا گیا کہ رسول
وہ ایک امور بالتبیین ہے اور اُس کا صاحب کتاب ہونا ضروری ہے اور نبی کا صاحب کتاب
ہونا ضروری نہیں۔ محض وحی بھی اُس کے لیے کافی ہے۔

تو ہمارے حضور مدد الکوین بھی ہیں۔ نبی آمر و ناهی بھی۔ اور رسول المرسلین سید الاولین بھی
 اور امور موعود عند اللہ کے ناهی اور امور مستحسنہ مثل فرائض و واجبات کے آمر۔ اور ایسے امور
 ہی کہ مثل اور انبیاء و مرسلین کے ہماری سرکار کے احکام و بتایا میں قیامت تک تبدیل نہیں ہو سکتے
 جیسے کہ پہلے نبیوں کی شریعتیں منسوخ ہوتی رہیں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۛ

قلت بشیوہ الاولین و شمسنا ابد اعلیٰ افق العلیٰ لا تحرب

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۛ

قد آتہ ہرھاننا نسخا لادیان مضت اذا جاءنا احکامہ کل الصحف صا الہدیم
 کیا خبر کتنے نذرے کتنے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوب باہر ساء انہی
 ملک کوئین میں انبیاء آجدار تاجداروں کا آفت ہمارا نبی
 سب چمکائے شیشوں میں چمکا کئے اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

اب اسد فی قول لامنہ ولا لغہ کی تشریح صرف اتنی کافی ہے۔ کہ سرکار اہل قمر
 صلی اللہ علیہ وسلم اس شان کے صادق و مصدوق تھے۔ کہ آپ کے احکام و حیدہ کی تعریف کرتے
 ہوئے علامہ ضرخ روتی اس بیت کی شرح میں فرماتے ہیں۔ انما علیہ الصلوٰۃ والسلام ما سئل
 عن شیئی قط الا قال لغہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز کہی کوئی نہ مانگتا مگر حضور اس
 کے سوال پر ہاں فرماتے چنانچہ فرزوق ابوالخضر اس نے عبد الملک کے سامنے جو سنقبت حضرت
 زین العابدین کی کہی تھی۔ اُس میں یہ بتاتے ہوئے کہ یہ کس گھرانہ کے معزز فرزند ہیں۔ کس صدف
 کے موتی ہیں۔ حضور کی تعریف میں کہتا ہے ۛ

ما قال لا قط الا فی تشہدہ لولا التشہد کانت لامہ لغم

اُس سچی کوئین معطی وادین نے کبھی لا فرمایا ہی نہیں مگر التہیات کے اندر التشہد ان لا
 الہ کہا۔ اگر یہ التہیات نہ ہوتی۔ تو اُن کی لا بھی لغم کے معنی دیتی ۛ

آفسر بھائیوں کو یہ منہ اور تیرے حضور ہاں تو کریم ہے تیری خو در گھر کی ہے
 مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے سرکار میں نہ لاسے نہ حاجت اگر کی ہے

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرْجَى شَفَاعَتَهُ لِكُلِّ هَؤُلَاءِ مِنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَضِمٌ

(۳۶)

هو۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، وہ تبارکونین و اشقین۔ الحبیب حبیب

حل لغات

ہیں۔ الذی۔ ایسے۔ ترجی۔ کہ امید کی جاتی ہے۔ شفاعتہ۔ ان کی شفاعت کی۔ لکھول۔ یعنی فی اور ہول شدت و مصیبت تمام شدت و مصیبت ہیں۔ من الہوال۔ شدتوں اور مصیبتوں سے۔ مقتضم۔ از اتمام داخل شدن، بلازمین الناس و جرائنوں میں پھیل چلی ہو۔

ترجمہ وہی حبیب حبیب ہیں کہ امید کی گئی ہے ان کی شفاعت کی بر شدت و مصیبت میں، شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی کے ساتھ ان کے غلاموں پر نازل ہو چکی ہیں۔

شرح۔ اعتراض ہو سکتا ہے کہ صفت حبیب کو نقص حضور کی ذات پاک کے لئے کیوں کیا۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام بھی خلیل ہیں اور بروہ انتمی محبوب ہے جو حضور کا متبع ہو، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔

اس کا جواب تو یہ ہے کہ اول تو خلیل و حبیب میں فرق ہیں ہے۔ اس لئے کہ خلیل پر وزن فعل ہے۔ یعنی فاعل جو مستند ہے ابراہیم علیہ السلام کی طرف چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا۔

اور حبیب بھی فاعل اور مفعول ہے یعنی حضور کی شان میں کہہ سکتے ہیں۔ محمد حبیب اللہ واللہ حبیب محمد اور نسبت غلت ابراہیم میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ابراہیم خلیل اللہ واللہ خلیل ابراہیم۔ دوسرے یہ کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو تقرب الی اللہ بواسطہ حامل اور جناب حبیب اللہ کہ

نہ اسے محبوب، ائمہ و افراد کو گو، اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرامبر اور جو خدا، اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

لے اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا گہرا دوست بنایا ۱۲۱

اعلیٰ القرب بلا واسطہ حاصل۔

تیسرے یہ کہ خلیل وہ ہے جس کو مغفرت اُمت کی آرزو ہو اور اس طرح میں وہ فرمائیں۔
وَالَّذِي أَلَمَّ بِكَ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي۔ اور حبیب وہ ہے کہ اُس کے صدقہ میں مغفرت بجا آید
جو جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ تاکہ
اللہ بخش دے بے سبب آپ کی ذات مقدس کے پہلے اور پچھلے گنہگار۔

چوتھے یہ کہ خلیل کو جو کچھ ہے وہ مانگئے پر، اور حبیب وہ ہے کہ جو کچھ عطا ہو بغیر مانگے عطا ہو
پانچویں یہ کہ خلیل وہ ہے جو اپنے محبوب کی رضا جوئی میں اپنے فردنہ کے ذبح کے لیے نہ
صرف آمادہ ہو بلکہ گردن پر اپنے محنت جگر کے چھری رکھ دے اور رضا جوئی میں اُس کی پروا نہ
کرے۔

اور حبیب وہ ہے کہ عیب اُس کی رضا جیسا ہے حتیٰ کہ محبوب کی مرضی کے موافق قبولِ قبلہ
بھی کر دی جائے اور صاف بشارت آئے کہ قَدْ نَدَوْنِي أَتُكَلِّمُكَ فِي السَّمَاءِ فَلَمَّا تَلَيْتَكَ
قِيلَ لَكَ رِضَا هَذَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر حضور کی ذات اقدس کے ساتھ صفتِ حبیب کا حصر ثابت ہے
اور صاف طور پر روشن ہے کہ حبیب بمعنی جنتی بھی ایک ذات مقدس ہے اور یکبکم اللہ کے
یہ معنی ہیں جو کسی شاعر نے واضح کئے ہیں۔

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے اُن کی اُمت بھی ہے اللہ کو بیاری ساری
قریب ہو بیت بظلیل مگر اُمتِ موحیہ کے مقرب افراد کو حاصل ہوئی جو بلا واسطہ حبیبِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور ترجمہ اشاعت جو فرمایا اُس کی وجہ یہ ہے کہ شفا عتہ عام خاص ہے جناب محمد رسول اللہ

۱۲۔ اور وہ جس کی جگہ آس لگے کہ میری خطا میں بخشے گا۔

۱۳۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تہوارِ آسمان کی طرف نہ کہ تو خدا ہیں نہیں پھر یہ سناس قبول کی طرف میں تہا ہی خوشی
ہے۔ اچھا اپنا مزہ چھوڑ دوسرے مرام کی طرف ۱۴

صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کسی کو یہ منصب غلطی حاصل نہیں۔

ایک روایت میں ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک رات شہر سے باہر تھا کہ مکہ شہر میں مجھے معلوم ہوا کہ اس شہر کے تمام لوگ اس وقت سو رہے ہیں۔ اور کوئی بھی اپنے رب کی عبادت میں مشغول نہیں تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں ان کے جنازے پر قادر ہوتا تو سب کو جلا ڈالتا۔ اس غفلت شعاری کی سزا میں پھر معافیٰ نے سوچا کہ اللہ کے بندوں کو جلا کر اللہ کے شایان شان ہے میں کون جو ایسا خیال کروں چنانچہ اس خیال پر میں نادم ہوا۔ اور خیال کیا کہ اگر میں ان کی کنشش کے لیے شفاعت کا منصب رکھتا تو سب کی شفاعت کرتا کہ معاف خیال آیا کہ شفاعت عامہ کا منصب تو مقصود ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے کیا خیال کیا۔ اس پر میں نادم ہو کر ذکر و شغل میں بیٹھ گیا کہ ہاتھ غیبی نے آواز دی۔ اور کہا غزالی! اگر تو ان دونوں خیالوں سے نادم نہ ہوتا تو ہم تمہیں زمین کے کسی گہرے گڑھے میں ڈال کر تمہارا نام دفتر اولیاء سے محو کر دیتے۔

یہی وجہ ہے کہ ترجمہ شفاعت میں حضور کی ذات اقدس کے ساتھ اپنی اُمیہ مخصوص کی۔

ابن جریری فرماتے ہیں :- انما جاء الطمع في هذا يمكن حصوله بخلاف التقنى - رجاء اس خواہش کو کہتے ہیں جس کا حصول ممکن ہو بخلاف تمنا کے کہ اس میں حصول مرام مندرج نہیں۔ اور بعض نے کہا کہ الرجاء مختص بالطمع في الممكن والتمنى عام رجاء مخصوص ہے۔ اس طمع میں جس کا پورا ہونا ممکن ہو۔ اور تمنا عام ہے۔

والشفاعة هي طلب العفو، اور شفاعت طلب عفو کہتے ہیں۔

وشفاعته نبينا عليه الصلوة والسلام ثابتة بالاحبار والاحاديث الصحيحة اور حضور کی شفاعت اخبار و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

قال المحقق الدواني الله عليه السلام يشفع لجميع الناس والجن والان شفاعة للكفار تعجيل فصل القضاء فتخفف عنهم احوال يوم القيامة وللمؤمنين للعفو ورفع الدرجات فشفاعته عامة لقوله تعالى وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔

محقق دوانی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسان و جن کی شفاعت فرمائیں گے۔ اور

شفاعت کفار یوں نہ ہوگی کہ ان پر اس وقت سے پہلے حکم سزا نافذ ہو چکا ہو گا۔ تاہم اہوال قیامت میں تخفیف تو ان پر بھی حضور کی شفاعت سے ہو۔ اور مومنین کے لیے تو عفو ماحسی اور ترقی مدارج حضور کی شفاعت سے ہوں۔ اس بنا پر آپ کریمہ و نادر ملک الارحمۃ للعالمین سے حضور کی شفاعت شفاعت عامہ ثابت ہے۔

صاحب مہر اب نے شفاعت کو پانچ اقسام پر منقسم فرمایا۔ اور اس طرح تصریح کی کہ۔
 شفاعت اول۔ الا ساحة من حول الموقف وھی اعظمها واعمها۔

میدانِ مشرکی سختی اور مصائب میں تخفیف اور یہ زبردست شانِ رحمت ہو جو عام جلا میں ظاہر ہو۔

دوسری شفاعت جنت میں اپنے بہت سے غلاموں کو بلا حساب داخل فرمائیں۔

تیسری شفاعت۔ اُن کے حق میں جو جو سختی عذابِ نادر قرار پائے ہوں۔

چوتھی شفاعت۔ اُن سیاہ کاروں کا جو جہنم سے نکالنا ہے جو دوزخ میں پکار رہے ہوں۔

پانچویں شفاعت جنتیوں کے درجات کی ترقی کرنا ہے۔

اس پر حافظ جلال الدین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی قسم اور فرمائی وہ تخفیفِ عذاب کی صورت میں ہے جو اُن کے لیے ہو جو مستحقِ مخلوقی النار ہو چکے ہوں۔

صاحب مہر اب نے ساتویں قسم شفاعت یہ اور لکھی کہ سب سے اول حضور اہل مدینہ کو جنت

میں داخل فرمائیں ۷

یا الہی جب پڑے عشرے میں شور دار و گیر	امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یا الہی نامہ اعمال جب کھٹنے لگیں !	عیب پوش خلقِ بشتارِ خطا کا ساتھ ہو
مولای صل وسلم دائما ابداً	علی حبیبک خلیف الخلق کلہم
عرض یگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں	چینٹ رہی ہیں جرموں کی فرد ساری واہ واہ
کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تہا ری واہ واہ	قرض لیتی ہے گنہ پر سیز گاری واہ واہ

۸ اور ہم نے نہیں سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

دَعَا إِلَى اللَّهِ وَالْمُسْتَسْكُونَ بِهِ مُسْتَسْكُونَ بِحَبْلِ غَيْرِ مُتَقَصِّمٍ

(۳۷)

حل لغات | دعا الی اللہ۔ اور دعوت، بلایا اللہ کی طرف یعنی دین الہی کی طرف۔
فالمستسکون۔ غائبانے تفریح، مستسکون، از استساک یعنی تسک یعنی پکڑنا
ساتھ سے پس پکڑنے والے، بہ۔ ان کے دامن کو، مستسکون۔ ایسے پکڑنے والے ہیں۔
بجھل۔ رسی کے۔ غیر متقصم۔ از انقسام یعنی انقطاع آسم نازل کر کہیں نہ کٹے۔
ترجمہ | اس حبیب حبیب نے جو سید المومنین شد الثقلین ہے۔ میں اللہ کے دین کی طرف بلایا۔
تو ان کی اطاعت کی رسی تھامنے والے ایسے تھامنے والے ہیں۔ کہیں منقطع نہ ہوں
گئے۔

شرح | قرآن کریم میں حضور کی مقبوت فرماتے ہوئے وَكَأَيُّهَا إِذَا اللَّهُ بِهِ ذَنْبٌ وَمَسْرَاجِنَا
مُسْتَسْكُونَ آیت ہے۔ اس شعر میں ناظم فہم دعا الی اللہ فرما کر اسی ایہ کریم کے مفہوم کو ادا
فرما رہے ہیں چنانچہ شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:- وَدَعْوَتُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَتْ إِلَى
جَمِيعِ ذِي لُفْقٍ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَاهْلِ الْكِتَابِ وَالْجُوسِ وَالْوَشْقِ وَالْجِنِّ وَغَيْرِ ذَلِكَ
وَلَا جُلْ هَذَا التَّعْمِيمُ حَذْفُ النَّاطِلِ الْفَاهِمِ مَفْعُولٌ دَعَا۔ ہمارے حضور سید یوم النشور
صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حقہ تمام ذی لُفْق کے لئے عام ہے، عرب سے ہوں یا عجم سے، اہل کتاب
ہوں یا مجوسی، بیت پرست ہوں یا یہودی، جن ہوں یا انس۔ اسی تعمیم کے باعث ناظم فہم رحمۃ اللہ
علیہ نے دعا کا مفعول حذف فرمایا اور مطلقاً دعا الی اللہ کہا۔ اور چونکہ دعوت و ارشاد میں فرق ہے
اس لئے ارشاد مذکور نہیں کہا بلکہ دعا کہہ کر ارشاد سے اجتناب فرمایا کیونکہ ارشاد مستقل ہے۔ طبقہ
اولیاء میں اور دعوت مخصوص ہے انبیاء میں۔
اور مستسکون استساک سے ہے۔ اور استساک بمعنی تسک آتا ہے اور تسک کہتے ہیں کسی

چیز کو ماتحت سے مضبوط پکڑنے کو اور قرآن کریم میں بھی دین محمدی کی اطاعت کو واجب فرمایا ہے۔
 اللہ جہنم کے حکم دیا تو اعتقاد حاصل اللہ اطاعت محمد رسول اللہ ہے۔ قرآن تک پہنچ کر بھی اطاعت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور غیر منقسم فرما کر غیر منقطع اس لیے فرمایا کہ شریعت محمدیہ پر مہر لکھو کہ اَللّٰهُمَّ
 لَكَ فَرَدَيْكُمُ لَكُمُ
 یہ دین قائم ثابت الی یوم القیامت ہے۔ تو مستحکم بحال غیر منقسم یعنی غیر منقطع صحیح ہوا۔

سب نبی نور میں لیکن ہے تفاوت اتنا
 نیز نور جو تم سارے نبی آروں میں
 مولای صل وسلم دائما ابدا
 علی حبیبک خیر الخلق کلہم

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ
 وَلَمْ يَدِ الْوَكَا فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ !

۳۸

حل لغات | فاق بمعنی سب سے زیادہ علیہ فی الصفۃ۔ وهو من الفوق والفوق
 والفوق حقیقتہما ان یستعلا فی الصفۃ المکانیۃ لکن استعمل
 ہذا فی الصفۃ السببیۃ مجازاً واستعارۃ (بہتر مترجم ہوئے) النبیین صحیح ثقی
 الف لام جنس (جنس انبیاء پر) فی خلق خلق بفتح الخاء وسكون اللام لغت میں تقدیر و
 ایجاد کے معنی دیتا ہے اور یہاں مراد کمالات ظاہریہ میں حسن صورت، تناسب اعضاء و اشکال و
 ارکان اور انہذا لطراف وغیرہ میں (شکل و صورت میں) وفی خلق بضم الخاء واللام جمع
 خلق بمعنی الطبعیۃ الحسنۃ، والسراد الکمالات الباطنیۃ واعتدال قوی النفس
 اور اخلاق حسنہ وغیرہ میں) ولم ید الوکا - و او استیضایہ۔ ید الوکا - از و بمعنی قریب یعنی
 اور مرگز نہ قریب ہو سکے وہ انبیاء اس حبیب سے، فی علم - مرتبہ و معیت علم میں۔ - ولا
 کرم - اور نہ کرم عام میں۔

اے اللہ کہہ دیں مضبوطی سے تمام رو سب مل کر ۱۲

تہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا ۱۲

ترجمہ ہمارے حضور تمام انبیاء پر فوقیت حاصل فرما چکے ہیں شکل و صورت ظاہری اور خلقی حسن باطنی میں اور کوئی نبی حضور کے مراتب کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا۔ مرتبہ علم و کرم میں۔

شرح حسن پرست و مہربانی پر مہربانی آئینہ خوالا جہ وادند تو تہاداری حضور کی ذات مقدس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام پر وہ تفوق عطا فرمایا کہ خلق اور حسن اور کمال و خصائص حمیدہ میں حضور کا نظیر محال اور جلال و جمال میں حضور ہی آپ ہی نظیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں اور اس کا ثبوت آیات و احادیث میں واضح طور پر موجود ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَيْرَ الْبَشَرِ مَا بَدَأْنَاكَ خَالِكًا** یعنی رسولوں کو ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی، اور اہل تقاسیر اس کے ماتحت لکھتے ہیں: **المراد بہ محمد علیہ السلام**۔ اس سے مراد ہمارے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ **وَكُنَّا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ غَظِيظًا** اور دوسرے لکھتے ہیں: **فَجَعَلْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ** اس کے ماتحت بھی مفسرین اور ائمہ علیہ السلام لکھ رہے ہیں۔

اور احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **وَأَنَا سَيِّدُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ** ولا خیر میں اولین و آخرین کا سرور ہوں، اور اس پر فخر و تکبر نہیں کرتے کہیں فرمایا: **أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا خَيْرَ فِيهِ** میں اولادِ آدم کا سرور ہوں اور اس پر فخر نہیں، اور فرمایا: **أَنَا الْفَقِي وَالْأَمْرُ** و اکبرہم علی اللہ ولا خیر میں اولادِ آدم میں انقی اناس اور اکرم ہوں اور یہ بات بطور افتخار نہیں کہتا، اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا: کہ اتنا فی جبہ تیل فقال قلبت فشارق الارض من وغار بھا فندم ارسحلا افضل من محمد علیہ السلام یعنی جبریل امین نے کہا ہے

آفا فہا گردیدہ ام مہربانی اور زبیرہ ام بسیار غریبان دیدہ ام لیکن ترجمہ سے دیگر یہ اور ابتدا اعلیٰ سے حضور کی انشیت مندرج ذیل احادیث بتا رہی ہیں حضور نے فرمایا:۔

لے یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ۱۲

لے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے ۱۳

لے اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بخندی دتی ۱۴

کنت نبیاً و آدم بین الجسد والروح۔ ہم اُس وقت عہد نبوت پر مامور تھے جب کہ آدم بین الجسد والروح تھے۔

دوسری جگہ فرمایا۔ کنت اول الانبیاء فی الخلق و آخرهم فی البعث۔ ہم باعتبار خلق اول الانبیاء ہیں۔ اور باعتبار بقیث آخر الانبیاء۔ اور تفریق حسن و جمال سمیت و کمال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آیات موجود ہیں۔ جو حضور کی ذات اقدس کو سب سے بلند و بالا بتاتی ہیں۔ چنانچہ والنضی واللیل اذا سجدی پر شارح غریب فرماتے ہیں۔

حیث استعبر النضی من وجهه علیہ السلام واللیل من صدغه علیہ السلام وكذاک مشاهدۃ حدیث الش قال قال علیہ السلام ما بعث الله نبیاً الا حسن الوجه وحسن الصوت وكان ینکح احسنهم وجهاً واحسنهم صوتاً والنضی من لفظ نضی سے استعارہ اُس درجہ شیر کا ہے اور لیل سے استعارہ گیسو کے خوب کا ہے۔ اور اس پر حدیث الش رضی اللہ عنہ کافی سند سے بنیاء کر وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی نئی مبعوث نہیں ہوا مگر حسین الوجه اور حسین الصوت اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ لطیف الصوت ہیں۔

الصبح بد امن طلعت	واللیل حجتی من و فترتہ
فانق السلا فضلاً وعلاً	اهدی السبیل لدلائلہ
سلک الشجر نطق الحجر	شقق القدر باشارتہ

اور اخلاق مرضیہ کہ سند میں مزید الدالات آید کر یہ ثابت ہے۔ اِنَّكَ لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٍ اے کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے خلق عظیم کا حضور پر حصر فرمایا۔ اور حدیث مؤطا میں احمد و مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا۔ اُبعثْتُ اِلَیْكُمْ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں مبعوث ہی لیے کیا گیا کہ بہترین اخلاق کا اتمام فرماؤں۔

اور اسی وجہ میں ناظم قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیعت میں ولہم ید الذی کا کہ اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان الانبیاء علیہم السلام کا نور عمو مومنین بالاخلاق المعروضیۃ لکنہ علیہ

لے بے شک قہار مطلق بڑے شان کا ہے۔

اسلام کا ان جامعہ لجميع الاخلاق العلیہ علی الاحوال السنیہ بحیث لا یتصور فوقہ
کمالی تمام انبیاء علیہم السلام اخلاق ورضیہ کے ساتھ فرما دے گئے۔ اور ہمارے حضور کو اللہ نے
جامع جمیع اخلاق علیہ فرمایا حتیٰ کہ حضور سے بلند اخلاق ہونے کا کسی طرف تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اور میں یہ قدرت کہاں! جب میں عبدیت کہاں! حیران ہوں یہ بھی ہے خطایہ بھی نہیں ہے یہ بھی نہیں
قی پر کہ جسے عبداللہ اور عالم امکان کے شاہ^{۱۰} برزخ ہے وہ نہ الزامیہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
اب یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ادر یہ فضائل کمال کا مظاہرہ ادر خود حضور رسیدیم
مستور علی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ لا تفضلونی علی یونس ابن ہتی اور لا تفضلوا بیلن

الانبیاء۔ پھر دونوں مضامین میں تطبیق کیونکر ممکن ہو! اس کے جواب میں معتقد و بیانات ہیں۔

اول یہ کہ حضور نے یونس امر کو منع فرمایا۔ کہ حضور کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کسی نبی کی
تقیص و تلوین نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ منع تقصیل حق نبوت میں ہے اور منصب رسالت میں اس لئے کہ انبیاء میں
حیث النبوة ومن حیث الرسالۃ ایک ہیں۔ اب یہی فضیلت اولوالعزمی اور شالی محبوبیہ ایک
علیہ مرتبہ ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى الْبَعْضِ
مَنْهُمْ مِّنْ كَلَمٍ اللّٰهُ وَرَفَعَ لِبَعْضِهِمْ دَرَجَاتٍ۔

تیسری یہ تاویل بھی ہے کہ حضور نے فضیلت غیر کو منع فرمایا قبل اس کے کہ جے جائے ان
مستند ولد آدم۔ (بے شک حضور اولاد آدم کے سردار ہیں)

چوتھی صورت یہ ہے کہ لا تفضلونی جو حضور نے فرمایا بطریق تراضع اور تحذیر عن العجب ہے
اور نہ یہ امر مسلم ہے کہ حضور کی ذات اللہ میں تمام علوم میں تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اور امور
مختصة اشراط ساعت احوال سعدا و اشقیا اور علم ما کان وما یکون۔ سوا
حضور کے کسی نبی کو مکمل عطا نہیں ہوئے اور قرآن کریم نے مطلقاً فرمایا۔ وَعَلَيْكَ مَا لَمْ يَكُنْ
عَلَمٌ۔ اے محبوب جو نہ جانتے تھے ہم نے تمہیں سکھا دیا۔ اور حضور نے بھی خود فرمایا۔ اَنَا مَكِيدٌ

نہ پر رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے سے افضل کیا ان میں کسی سے غرہ نہ نکالا نہ فرمایا اور نہ وہ جت سب پائی
ورجہ بلند کیا۔ ۱۲۔ مگر آخرت کے احوال نبوت کی علامات بزرگہ منقول اور بجزئیات کے حالات اور جزیہ کے اور جو ہونے

العلم میں علم کا شہر ہوں۔ نیز تفوق علی اکرم میں حضور کی ذات کو قرآن کریم اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ
کیا یہ فرما رہا ہے۔ اور حضور نے بھی اَنَا اَكْذَرُكُمْ دَلِيلًا اَدَمَ فرمایا دیر و سراسیمت ہے، جسے
میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعالٰی فرما کر انبیاء پر تہدیک فرمایا۔
لہٰذا افاری قصیدہ کو پڑھیے کہ یہ شعر مبارک کم از کم تین بار تکرار کرے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ

(۳۹)

عُرَفَاءُ مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشَفًا مِنَ الدَّيَمِ

وکلہم اور غلط کلہم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء۔ اور تمام
انبیاء کرام۔ من رسول اللہ۔ اللہ کے رسول خاص صلی اللہ علیہ وسلم
سے۔ ملتس۔ از التماس۔ سائل اور عرض پرداز مقصد میں۔ عُرَفَاءُ۔ بالانصب
مفعول ملتس الغرف اخذ النساء من الید ملتی الکف۔ چلو من البحر۔ دریا
اخلاق محمدی سے۔ اور رشفا۔ او بمعنی یا۔ رشف اخذ النساء بالضم ای جرعت یا
گھونٹ۔ من الدیم۔ جمع دیمة۔ مطر بسکون بلا رعد ولا برق و
بدون اقل من شلوشۃ ایام اکثرۃ اذ یعون یوما۔ ہرستے ہوئے موسلا دھار
میں سے۔

تمام انبیاء سرکار و اولیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں و شمار کے دریاہ اخلاق کا ایک
نیز ترجمہ چلو یا ان کے ابو کریم کا ایک جرعت لینے کے طالب ہیں۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کو تین میں نعمت رسول اللہ کی

شرح

در باب اصول کے نزدیک لفظ کل معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے۔ تو احاطہ
خبر کا موجب ہوتا ہے۔ اور اگر نکرہ کی طرف مضاف کیے۔ تو احاطہ افراد کا موجب

لے جے شک و دعوت دے رسول ہیں ۱۲

ملکہ میں اللہ آدم میں سب سے بڑھ کر عزت والا ہوں ۱۲

بتاتے ہیں۔

تو کلام میں جو ضمیر جمع کی ہے وہ راجع الی الانبیاء ہے جو احاطہ افراد نبی کا موجب ہے۔ اور من رسول اللہ سے مراد ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگرچہ احاد و بیشہ میں رسول اللہ تین سو تیرہ بتائے گئے ہیں۔ لیکن قرینہ بتا رہا ہے کہ یہاں لفظ رسول اللہ سے مراد حضور اور صرف حضور ہیں۔ اور محققین سے مذکور ہے۔ کہ کلاماً ذکر لفظ رسول اللہ فی کتب

ہذا الامۃ فالعزاد عندہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم دون خیرہ۔ جب لفظ رسول اللہ اس امت مرحومہ کی کتابوں میں ذکر ہو۔ تو اس سے مراد ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور دوسرے رسول مراد نہیں ہو سکتے۔ بلتمس میں جو لفظ مشتق بالتماس استعمال کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب شنے کے لیے سوال۔ امر التماس میں یہی لفظ مستعمل ہیں۔

اگر اپنے سے نیچے درجے والے سے کچھ مانگا جائے۔ تو اسے امر کہتے ہیں۔ اور اگر اعلیٰ سے ادنیٰ طلب کرے تو سوال کہتے ہیں۔ اور اگر طلب مساوی من المساوی ہو تو التماس کہیں گے۔

یہاں ناظم فایہم رحمۃ اللہ علیہ نے بلتمس بوجہ رعایت ادب انبیاء علیہم السلام کہا۔ اگرچہ مراتب علیاد سے دوسرے انبیاء کو مساوات حاصل نہیں۔ مگر نبی ہونے کی وجہ سے ان کا پاس ادب بھی لازمی تھا۔

غرفا من البصر اور شفا من الدیم میں عرف بفتح غین و سکون راء سے مراد اخذ النماہ بالید ہئی الکف ہے۔ یعنی ہاتھ سے پانی چٹو بھر کر لینے کو عرف کہتے ہیں۔ گویا یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ بحر خلق محمد صلی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انبیاء کرام نے چٹو بھر حاصل کیا۔

اور رشف رشف عربی میں اخذ النماہ الفہم کہتے ہیں، یعنی پانی ٹٹ سے لینا جسے جرہ یا گھونٹ کہا جاتا ہے۔

اور دیم جمع و یکہ کی ہے جو اس بارش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو بارش بغیر
بجلی اور گرج کے ہو۔ اور ایسی بارش کم از کم تین روز رہتی ہے اور زیادہ سے زیادہ
چالیس دن برستی ہے۔ اس کی اصل دوم ہے جو دوام سے مشتق ہے۔

اور عرف دریا کے ساتھ اور شرف بارش کے ساتھ اس مناسبت کے لحاظ
سے استعمال فرمایا۔ کہ دریا کا پانی کھارسی ہوتا ہے۔ اس سے شغل، وضو، طہارت کی جاتی
ہے۔ تو دریا کے ساتھ چلو فرمایا۔ اور بارش کا پانی چونکہ شفاف اور شیریں ہوتا ہے اس
پر شرف استعمال کیا۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ تمام انبیاء کرام اور ہر ایک ان کا طالب ہے۔
اور انہیں کے بحر علم سے سب حاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ علم مصطفیٰ علیہ التمجید و الشناکی
وسعت فسحت میں مثل دریا کے ہے۔ اور کرم و سخا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
موسلا دھار بارش کے۔ اور حضور جو مکہ مفیض ہیں۔ اور انبیاء مستفیض، جیسا کہ ثابت
ہے کہ اقل اللہ تعالیٰ نے روح معطر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق فرما کر تمام
علوم انبیاء و مرسلین اور علم ماکان و مایکون اُسے عطا فرمایا۔ پھر انبیاء کو یہ کیا۔ تو انہوں
نے اپنے اپنے حصے اُس بحر ذخار سے حاصل کیے۔ اور حدیث جابر سے بھی ثابت
ہے۔

اولی ما خلق اللہ نور نبیك محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور انام من نور اللہ
والخلق کلہم من نوری، والسرادانہ تعالیٰ لما خلق نور محمد قبل الاشیاء
خلق اللوح والقلم والسلطان والارضیین والعرش والکرمی والملائکۃ و
الجنة والنار وادواح الانبیاء والمؤمنین ونور قلوبہم ونور انفسہم من
نورہ علیہ السلام فعلم الانبیاء کان كنقطة بالفسحة فی ما فی اللوح والقلم
والقلم مخلوقان من نورہ علیہ السلام فیكون علمہم نقطة من علمہ
علیہ السلام كما لا یخفی۔

خلاصہ یہ ہے

کہ روح و قلم آسمان و زمین، عرش و کرسی، ملائکہ جنت و دوزخ، ارواح انبیاء و

یہ سب حضور کے لئے سے مخلوق اور ان کے علوم، علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نقطہ ہیں۔

یہ بیت ثالث ہے، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تخیل فرمایا۔ لہذا یہ بیت فارسی قصیدہ کوئین بار و ہرانا چاہیے ہے۔

نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء و خیر
حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوب خدا و خیر
شفیع، مطاع، نبی کریم، تسبیح، جبریل، تسبیح، وسیم
مولای صل وسلم دائماً ابداً

علی نبیہ خیر الخلق کلہم

وَوَاقِفُونَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمْ
مِنْ نَقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَعْلَةِ الْحُكْمِ

وَوَاقِفُونَ - اور واقف، واقفین، خبر بہت بڑا۔ - از واقف - بمعنی

لغات مطاع، اور تمام انبیاء جاتے ہیں۔ - لَدَيْهِ - بمعنی عندہ و برابر رسالت

تہ نزدیک۔ - عِنْدَ - قُرب۔ - حَدِّهِمْ - اپنی حدود منصب کا۔ - مِنْ نَقْطَةِ الْعِلْمِ -

علمہ ما لا یقبل القسمة اصلاً ای لا فرضاً ولا عقلاً ولا وہما۔ کہ وہ نقطہ

علم مصطفیٰ کا۔ - اَوْ شَعْلَةٍ - والشکۃ من شکلت الکتاب ای قیید تنصیب الایمان

بالاعراب ہیں۔ - الْحُكْمِ - حکمت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے۔

تمام انبیاء و برابر رسالت میں اپنے منصب کو جاتے ہیں۔ اور اپنے حدود

منصب پر حاضر ہیں نقطہ علم کی صورت یا اعراب حکمت کے مطابق۔

اغلاق مفہوم شعر یہ ہے۔ کہ تمام انبیاء علیہم السلام و برابر رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب علم کے نقطہ ہیں۔ یا آپ کی حکمتوں کے دفتر

کے اعراب یعنی زیر زیر ہیں۔ حاصل یہ کہ جو علم اور حکمتیں حضور کو عطا ہوئی ہیں۔ وہ

اتنی وسیع ہیں۔ کہ علم و حکم انبیاء کو ان سے وہی نسبت ہے۔ جو لفظ ادراغ اب کو کتاب سے نسبت ہوتی ہے۔ اور چونکہ انبیاء کو کم کے درجات مختلف ہیں۔ اس وجہ سے اُسے عطف کر کے فرق مراتب دکھائے کو کہا۔ کہ بعض مثل نقطہ کے ہیں۔ جو قابل انقسام نہیں ہوتا۔ اور بعض مثل اعراب کے ہیں۔ جو نقطہ کے مجموعہ سے بصورت خط ظاہر ہوتے ہیں۔ اور قابل انقسام ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضورؐ کی وسعت علم تمام انبیاء پر فائق اور حضورؐ کا منصب جلیل جلد مرسلین سے بلند ہے۔

اب مفصل تشریح عرض ہے

واقفون کے معنی مطلعین بھی ہیں اور وقف سے اگر ایسے جاہل تو کھڑے نہ کے بھی معنی بنتے ہیں۔ اور لہذا اس سے ہے جس کے معنی غنہ کے ہیں اور جو ضمیر سے وہ حضورؐ کی طرف راجع ہے۔ اور لغت میں لدی کی آٹھ صورتیں ہیں۔

(۱) لدی بافت مقصورہ ۛ

(۲) لدن بفتح لام وضم دال و سکون نون، لَدْن ۛ

(۳) لدن بفتح لام و سکون دال و کسر نون، لَدْن ۛ

(۴) لدن بفتح لام و دال و سکون نون، لَدْن ۛ

(۵) لَدْن بضم لام و سکون دال و کسر نون، لَدْن ۛ

(۶) لد بفتح لام و سکون دال، لَد ۛ

(۷) لد بضم لام و سکون دال، لَد ۛ

(۸) لد بفتح لام وضم دال، لَد ۛ

ان تمام لفظوں کا ترجمہ عربی معنی نزدیک کیا جاتا ہے۔ لیکن لفظ لَدْن کا ترجمہ مخصوص طور پر نزدیک کا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے بقیہ الفاظ کا اگرچہ ترجمہ متعدّد ہی اُن کا بھی ہے۔ مگر اُن میں نزدیک اور قریب شرط نہیں، مثلاً اِلحالی عند زید، کہ کرد و نون معنی ایسے چاسکتے ہیں، خواہ وہ مال زید کے پاس ہو۔ خواہ اُس کے خزانہ میں ہو۔ لیکن جب اِلحال لدی زید کہا جائے گا۔ تو اس سے اُس مال کو زید کے غایت درجہ قریب میں

سمجھا جائے گا۔

اور حد بفتح چاچھ معانی دیتا ہے اول بمعنی مرتبہ، دوم بمعنی غایت و نہایت، سوم بمعنی عاجز و مانع، چہارم بمعنی تشجید السیف، پنجم بمعنی عقوبت و خذہ جس کو قائم کرنا نام کے اختیار میں ہو۔ ششم بمعنی تعریف جو ذاتیات پر مشتمل ہو اور ہریت مذکور ہیں حد کے معنی مرتبہ کے ہیں۔

من نقطۃ العلم من یہاں یہ ہے اور واقفوں کا مفعول ثانی۔ اس سے حاصل معنی ہریت مبارک کے یہ ہوئے۔ گرا نبیاء کرام مطلع ہیں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے مراتب پر۔ اور وہ واقفیت نقطہ علم یا شکل حکمت کے مطابق ہے۔ یعنی علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علم الہی کے مقابلہ میں مثل نقطہ ہے۔ اور حکمت انبیاء کے مقابلہ میں ایک شکل ہے۔ اور علم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس نقطہ و اس شکل حکمت کا ایک ادا کرنے والا ہے۔

اور یہ اطلاع لیلۃ المعراج میں حضور کو اس وقت حاصل ہوئی جب کہ مجلس النبیہ میں حضور کو حضوری حاصل ہوئی۔ اس وقت حضور نے تمام انبیاء کے علوم و حکمت کا مطالعہ کرنا اپنے علم و حکمت کا علم الہی کے مقابلہ میں اندازہ فرمایا۔ یہ اطلاع لواحد کے نیچے قیامت کے دن واضح ہو۔ جیسا کہ روایت ہے۔ کہ تمام انبیاء کرام لواحد کے نیچے جمع ہوں۔ اور یہ علم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک جلوہ ہے اور وہ ان ہر شی اپنے مرتبہ کے موافق کھڑا ہو۔ یہ منصب خلق اور ارج قبل الاجساد کے وقت حضور کو عطا ہوا۔

اسی بنا پر شفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

نحس اللہ تعالیٰ بہ علیہ السلام الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح اُمتہ وعاہان فی الامم وما سبکون فی اُمتہ من التفسیر والتقطیر وعلی جمیع فنون المعارف و احوال القلب والفرق فی العبادۃ والحساب و قدر و دت آثار۔

و فی حدیث بیرونی عن معاویۃ رضی اللہ عنہ کان یکتب ین ید یمینہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ التلذذۃ صرف القلم ورقم الباء ونون السین
ولا تحذرا السیم وحسن اللہ وملا لرحمن وجود الرحمن مع انہ صلی اللہ علیہ
وسلم لم یکتب ولم یقرأ من کتاب الا ولین قطعاً کما قال تعالیٰ وما کنت
تنتوا من قبلہ من کتاب ولا تخطبہ بیحینث۔

خلاصہ یہ کہ حضور کی ذات اقدس الطلاع مصالح دنیا و دین سے متعلق تھی اور آپ کو امت
کے حالات اور جو کچھ کر رہے ہیں اور کریں گے سب پر عبور تھا۔ اور تمام فنون کا علم حضور
کو حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور نے رسم خط کی تعلیم دی اور
فرمایا، ہم اس طرح لکھو۔ بت ایسے لکھو۔ بت یوں لکھو وغیرہ وغیرہ۔
تیرے آگے یوں ہیں و بے پچھے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانیں منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئًا النَّسَمِ

(۴۱)

فَهُوَ الَّذِي - نتیجہ ہے وہ جس کو انشاء، طرح الی نبینا۔ پس ہمارے
حل لغات نبی وہ ہیں۔ تتم - یعنی مکمل۔ کہ مکمل ہو گیا۔ معناہ - اسم مکان
و معنی الرجل کہانہ اُن کا کمال ظاہری۔ و صورتہ - و انصودۃ کمانہ الباطنی
اور کمال باطنی۔ ثم - اما علی اصلہا یعنی للتراخی الزمانی۔ پھر - اصطفاہ
انتخاب کیا اُن کا حبیباً - محبوبیت کے لیے۔ یا ریحی - پیدا کر کے دے۔
النسم - ارواح عالم نے۔

پس آپ ہی کی ذات مقدس ہے۔ جو اپنے ظاہری کمالات اور باطنی
ترقیوں میں مکمل ہے۔ اور جن کو محبوبیت کے لیے چنانچہ ارقی ارواح
نے۔

شرح خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلق
وخلق میں سب سے افضل، اشرف، اجل، اکمل ہیں۔ اور جمیع کمالات
ظاہری و باطنی کے جامع، تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ آپ فضائل ظاہری و باطنی میں
بھی مرتبہ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور سب میں بڑی رفعت منصب یہ ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ نے جو خلائق جمیع ارواح ہے، آپ کو اپنا حبیب بنایا۔ چنانچہ حدیث میں ہے
ﷺ اللہ اصطفیٰ من دنا ابراہیم اسماعیل واصطفیٰ ودا اسماعیل نبی کائنات واصطفیٰ
من بنی کائنات قریشا واصطفیٰ من قریش بنی ہاشم واصطفیٰ من بنی ہاشم۔

نور حسن و جمال بے نہایت داری

ہم جو دو کرم بحسب غایت داری

مولا صلی وسلم داسما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلہم

مَنْزَرَةٌ عَنْ شَرِيكَ فِي مَحَاسِنِهِ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ

(۳۲)

منزلہ - از تنزیہ، بمعنی تہریت والتبعیہ اسم مفعول خبر
عل لغات مبتداء محذوف، پاکیزہ ہیں۔ عن شریک - بروزن فعل
نکرہ بمعنی معادل، اپنے ہمسرے۔ فی محاسنہ - جمع حسن جس ظاہری
و باطنی میں۔ فجوہر الحسن - الفاء للنتیجۃ، جوہر معرب از گوہر وعدہ
البعض من الجہر، بمعنی الحجر المستخرج ہا یا قوت والنزہد
الزہد و فی ہذا المقام من الجوہر جوہر الحکمۃ یعنی مادہ و اصل الحسن۔
فیہ - جو حضورؐ میں ہے۔ غیر منقسم - غیر تقسیم شدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خاص
کیا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم
کو اور بنی ہاشم سے اللہ تعالیٰ مجھے خصوصیت بخشی۔

ترجمہ وہ کسی معنی میں بالآخر ہے اپنے محاسن میں کسی کی شرکت سے اور آپ کا جوہر حسن آپ کے سیاہی کے دوسرے میں منقسم نہیں۔

شرح یعنی ذاتِ اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منزہ ہے کہ آپ کی خوبیوں میں بالذات کوئی آپ کا شریک و نظیر ہو بلکہ تمام محاسن میں آپ مستقل ہیں۔ اور دیگر انبیاء میں جتنی خوبیاں اور محاسن ہیں۔ وہ آپ کی خوبیوں کے ظل میں کیونکر وہ آپ ہی سے مستفاد ہیں۔ یہاں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے حضور سے عرض کی کہ ازل مخلوق کون ہے۔ تو حضور نے فرمایا۔ یا جابر ازل ما خلق اللہ نور نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے جابر سب سے ازل اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ اور پھر اس نور کو پھیلا کر اس سے لوح و قلم، غرض کو کسی ملک و ملکوت اور تمام عالم و آدم پیدا کیے۔

اور لفظ جوہر میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ حقیقتِ حسن عدم انقسام میں مثل جوہر فرد کے ہے۔ اور غیر منقسم اس لیے کہا کہ حقیقتِ حسن مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء کے حصص و اجزا نہیں کیے گئے۔ بلکہ وہ تمام و کمال اولاً آپ ہی کی ذات شریف پر منحصر ہے۔ اور تمام عالم میں جو کچھ ہے۔ وہ آپ کا پر نور اور ظل ہے۔

ب لعل و خط سبز و رخ زیبا داری

حسنِ یوسف و دم عیسیٰ پیر بیضا داری

شیوہ و شکل و شامل حرکات و سکنات

آنچہ خوبان ہمدارند تو تنہا داری

تحقیق جوہر

حکماء کے نزدیک جوہر یا جوہر ہے۔ ازل، پہلی۔

دوم، ثنوی۔

پنجم، خمس۔

چہارم، عقل۔

سوم، جسم۔

مشکلیں کے نزدیک جو ہر دور ہیں۔

دوم نفس۔

اول جو ہر فرد جو لایق تجربی ہوتا ہے۔

اس بیت میں ناظم رحمۃ اللہ علیہ کی مراد جو ہر نے جو ہر مشکلیں ہے۔ یعنی اصل

ن اور مادہ۔

خند بر جو ہر فرد است دلیل تقسیم
سر تا لب قدم ہے تن سلطان من چول
گرہ باز بچہ شوم مجرم از باب کلام
لب چول دین چول بدن چول دین چول
کیوں غنچہ کہوں ہے میرے آقا کا دین چول

دَعَا مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارَىٰ فِي نَيْبِهِمْ

وَاحْكُمُ بِمَا شِئْتُمْ مَدْحًا فِيهِ وَاحْكُمُ

دع۔ ازودع پدع، بمعنی اترک، چھوڑ۔ ما۔ موصولہ، اُس کو
لغات جو کہ۔ ادعتہ۔ ماضی مؤنث، ازاد عام دعویٰ کیا۔ النصاری۔

مذہبی نے۔ فی نیبہم۔ اپنے نبی کی شان میں۔ واحکم۔ ا۔ اس۔ ای احکم
لیہ واعمل ما اودتہ من المدح۔ اور حکم لگا۔ بما شئتم۔ جو کچھ تو چاہے۔
مدحاً فیہ۔ اُن کی مدح و نعت میں۔ واحکمکم۔ ارا حکم، بمعنی فیصلہ اور
صلہ کر اور یقین۔

وہ نعت چھوڑ جو عیسائیوں نے اپنے نبی کی شان میں کی۔ کہ ابن اللہ بنا
جسمہ اڈالا اور اس کے سوا ہر کچھ نعت میں کہنا چاہے۔ حکم لگا کر اور
صلہ کر کے کہہ۔

نصار علی جمع نصاریٰ کی ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی ایک تو یہ ہے کہ انھوں نے اپنے
نبی عیسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا۔ خلیفۃ انصا دا اللہ۔ اس اعتبار سے نصاریٰ کہلاتے۔
اس وجہ سے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک قریب میں گئے تھے جس کا نام

ہر ان یا ہمارے تھا تو یہ نسبت لگا کر نصرانی نام ہو گیا۔ اور فی نبیہم سے مراد عیسیٰ روح
 اللہ علی نبینا وعلیہ السلام ہے۔ اور نماز و عترت انصاری کے سے مراد وہ اعتقادات باطلہ کا سہ
 اسہ ہیں۔ جو انصاری میں رائج ہیں۔ یعنی تولیہ حلول و اتحاد۔ حضرت مسیح علیہ السلام
 کے بعد عیسائیوں میں تفرقہ ہوا۔ اور فرقے بنتے بنتے بہت تک پہنچ گئے۔
 ان میں سے بڑے تین فرقے ہیں۔ ملکانیہ، نسطوریہ، یعقوبیہ۔

ملکانیہ اُن دو بادشاہوں کی جماعت کا نام ہے۔ جو عظامِ روم میں سے تھے، اُن
 کا عقیدہ تھا کہ مسیح میں لاہوت و ناسوت جمع ہو گئے ہیں۔ اور کلمۃ اللہ جسدِ مسیح سے پہلے
 ہوا۔ اس بنا پر معاذ اللہ مسیح قدیم انبی ہیں اور مریم سے اللہ انبی پیدا ہوا۔ اور لفظ نبوت
 در ربوبیت اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کی سند انجیل سے لیتے تھے۔ کہ
 انجیل میں مسیح کی تعریف میں ہے۔ انت انت الابن الوجودی آیا ہے۔ یعنی تو بیٹا
 خدا کا ہے۔ حالانکہ یہاں ابن سے مراد مقرب اور معزز عبد سے تھی۔

اور نسطوریہ نسطور حکیم کے متبعین کی جماعت کا نام ہے۔ یہ عبادِ مومن میں ظاہر
 ہوئے۔ اور انھوں نے انجیل میں تصرف کر کے بہت کچھ تحریفات کیں۔ اور اپنا عقیدہ
 اس طرح ظاہر کیا۔

ان اللہ تعالیٰ واحد و قانیم ثلاثة الوجود العلم والحیاء و هذه
 لقانیم لیست بزا شدة علی الذات و حلت هذه الصفات فی بدن عیسی
 علیہ السلام و لذی اچینی الموقی و یویتی الاکسہ والا برص۔

نسطور حکیم نے جب کمالاتِ مسیح دیکھے۔ تو اُس نے کہا۔ عیسیٰ میں خدا کا وجود حلول
 کیجے ہوئے ہے۔ وجود علم حیاۃ ان تینوں صفتوں کے ساتھ خدا مسیح میں حلول کر چکا ہے۔
 مسی و جہیں عیسیٰ علیہ السلام احیا مونی اور ابراہم و ابراہم و ابراہم کرتے ہیں۔

یعقوبیہ پر ایک شخص یعقوب نامی تھا۔ اُس کی جماعت کے متبعین ہیں۔ ان کا عقیدہ
 یہ تھا کہ کلمہ منقلب بہ لحم ہو کر دم ہوا۔ اور وہ خدا بن گیا اور اُس خدا کا نام مسیح ہوا۔ اور
 مسیح ظاہر بخسارہ منصری ہو گیا۔

تو ناظم فاعلم فرماتے ہیں کہ ہمارے حضور کے معجزات و کمالات مرتبہ مسیح سے کہیں
 زیادہ دیکھ کر تم بہک نہ جانا۔ بلکہ نصاریٰ کے عقیدوں کو چھوڑ کر واحکم بے ماشتت مدعا
 جو چاہو مدح و نعت کرنا۔ اور اس پر غما کر کے قطعی فیصلہ کر لینا۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ صفاتہ
 علیہ السلام حادثہ و صفاۃ اللہ قدیمہ۔ ہمارے حضور کے تمام اوصاف
 حادثہ، جائز الفنا ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں۔

یا صاحب الجلال ویا سبیل البشر من وہبک المنیر فقد نور القم
 لا یکن الشناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی وقتہ مختہ

فَانُسِبَ اِلَى ذَاتِهِ مَا شِئَتْ مِنْ شَرَفٍ

وَ اُنُسِبَ اِلَى قَدْرِهِ مَا شِئَتْ مِنْ عَظَمٍ

فانُسِبَ۔ امر پس نسبت کر۔ الی ذاتہ۔ اس ذات والا
 کی طرف۔ ما شئت۔ جتنا تو چاہے۔ من شرف۔ تنوینہ
 لتعظیم، تعظیم و شرف سے۔ وانُسِبَ۔ اور نسبت کر۔ الی قدرہ۔ اُن
 کے مرتبہ کی طرف۔ ما شئت۔ جتنا تو چاہے۔ من عظم۔ عظمتوں سے۔
 پس نسبت کر اس ذات والا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جتنا تو
 چاہے، تعظیم و شرف سے، اور نسبت کر اُن کے مرتبہ کی طرف جتنا تو چاہے
 عظمتوں سے۔

شرح
 بات واضح اور روشن و واضح ہے۔ کہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ باعث تخلیق
 عالم اور سبب تکوین آدم آپ کی ذات مقدس ہے۔ اور میں قدر کمالات

اسے اے حسن و جمال والے اور اے تمام انسانوں کے سردار آپ کے چہرہ نور سے چاند
 روشن ہوا ہے آپ کی تعریف کا جیسا حق ہے کسی سے اور انہیں ہو سکتی، وقتہ مختہ یہ ہے کہ خدا
 کے بعد آپ ہی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔

(تفسیر عزیزی میں مذکورہ اشعار موجود ہیں)

انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہوتے وہ سب اس آفتاب فیض و برکات کے پرتوں
 اور اس بحر ناپیدائش کا ایک چلو اور اس نیلین رحمت (بارش) کا ایک قطرہ ہیں۔ اور
 باوجود اس کے تجھے اُن کی صفات جمیلہ پر عبور تام اور علم تمام حاصل نہیں۔ تو جہنم کو سمجھ
 چکا ہے۔ اُس اعتبار سے اُن کے شرف عظیم اور کرم کثیر اور جمال خلق اور تناسب اعضا
 و کرم بدو لطیف عرق و نگار لب صفاء، جنان بلاغت کلام فصاحت لسان اور تمام
 کمالات انسانیہ کے ماتحت جو کچھ چاہتے ہیں بیان کر اور سمجھ لے۔ کہ وہ ہستی معقد منیع
 لاحسان اور مبدع الرحمن ہے۔

اور مصرع ثانی میں عظم ہو فرمایا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ شرف منتسب الی اللات
 ہوتا ہے۔ اور عظمت منتسب الی الصفات ہوتی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ہر قل کو جب نامہ عالی روانہ کیا۔ تو اُس میں تحریر فرمایا۔ عن محمد و رسولی اللہ الی
 رقل عظیم مثل الشرم تو لفظ عظیم مکتوب عالی میں یا النسبت الی المرتبت لکھا گیا۔
 کہ بالنسبت الی الذات، تو بجا شست من عظم میں علو قدر و منزلت و مرتبت
 الی طور اور صفات ثور اور عظمت معجزات اور خصوصیت فی المعراج اور امامت
 الانبیاء اور دونوں الی جناب العلی اور تفضیل روز قیامت باللواء و امتیاز بالوسیلہ
 رشفاعت کبریٰ مراد ہے۔

سورہ کوں کہ ناکٹ مولیٰ کہوں تجھے	بارغ خلیل کا گل زیا کہوں تجھے
گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں	درخان درو بلبل شیط کہوں تجھے
اللہ تیرے جسم منور کی تابشیں	اسے جان جان میں جان تجھ کہوں تجھے
بے داغ لالہ راقم بے کلف کہوں	بیخار گلین چین آراء کہوں تجھے

محرم ہوں اپنے عفو کا سماں کروں شہا
 یعنی شفیع روزِ جسز کہوں تجھے

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ

(۴۵)

حَدٌّ فَيُعْرَبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِّ

فان۔ فاللتعلیل، پس تحقیق۔ فضل۔ فضائل۔ رسول اللہ۔ رسول
حل لغات اللہ کے۔ لیس۔ نہیں ہے واسطے ان کے۔ حد۔ بمعنی
غایت و نہایت، کوئی تحد۔ فیعرب۔ مضارع الاعراب۔ بفضاحت ظاہر کرنا،
جو بالفاظ فصیح ظاہر ہو۔ عنہ۔ ان سے۔ ناطق۔ بولنے والے۔ بفم۔ اپنے
منہ سے۔

ترجمہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی کوئی حد نہیں جو بالفاظ
فصیح بولنے والا اپنے منہ سے بول سکے۔

شرح فرماتے ہیں کہ میں نے جو پہلے بیت میں کہا تھا کہ دع ما احدثه النصارى
انصارى نے جو نعمت کی اس سے چھوڑ کر جو کچھ تو چاہتا ہے، حضور کی مدحت
میں کہہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور کی ذات شریعت کی طرف ہو جو میاں اور فضائل تو مسک
کر سے گا۔ وہ مرتبہ رسالت سے ادنیٰ ہی ہوں گے۔ اس لیے کہ اس رسالت پرناہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مناصب کی کچھ حد اور نہایت نہیں کہ کوئی فصیح اللسان، بلیغ
البيان اپنی زبان ناطق سے واضح کر سکے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں:-

وظمي له ما اصابه من نبيه اذ قال في الحسن لمؤذن اشهد
وشق لي من اسمه ليحمله اشد ري العرش محمود وطلعت
كس عاشر في حرب كما ہے۔ کہ میں حضور کی منقبت اپنے مقالہ میں کہیں کرتا۔
بلکہ حضور کے نام کی برکت سے اپنے مقالہ کو مقبول بنا رہا ہوں، جیٹ قال :-
ما انت مدحت محمد اذ قال في الحسن لمؤذن اشهد
کہاں طاقت بشکر کو مدح مصطفیٰ شہر سے
مدح ذات پاک احمدی جب خود خود شہر سے

لَوْ نَسَبْتُ قَدْرَهُ آيَاتُهُ عَظَمًا

اَحَى اسْمُهُ حَيِّنَ بُدْعِي دَاسَسَلِ لِرَمِّهِ

(۳۶)

حل لغات | **لَوْ** - شرطیہ اگر۔ **نَسَبْتُ** - ماضی منثرت، ازلنا نسبت بمطابق ہونا، مطابق ہوتے۔ **قَدْرُهُ** - قدر و منزلت کے برابر۔ **آيَاتُهُ** - اُن کے معجزات۔ **عَظَمًا** - عظمت میں۔ **اَحَى** - ماضی کا زلیخا زندہ کرنا، زندہ کر دیتا۔ **اسْمُهُ** - اُن کا نام پاک۔ **حَيِّنَ** - جب کہ۔ **بُدْعِي** - پکارا جاتا۔ **دَاسَسَلِ** - اسم فاعل از دروس، نا پدید بے نشان ہونا، مٹے ہوئے۔ **الرَمِّ** - جمع رشتہ، استخوان بوسیدہ بوسیدہ ٹہریوں کو۔

ترجمہ | اگر تو ہمارے حضور کی قدر و منزلت کو میرا اُن کے معجزات عظیمہ کے دیکھتا۔ تو زندہ کر دیتا اُن کا نام پاک۔ جب کہ پکارا جاتا ہے نشان اور بوسیدہ ٹہریوں کو۔

شرح | یعنی اگر حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور آپ کے مرتبہ اور عزت و شرف کے مطابق ہوتا تو جب اور جس وقت حضور کا اسم شریف لیا جاتا، استخوان ہائے بوسیدہ کو وہ نام پاک زندہ کر دیتا، بعض نے یوں شرح کی کہ آیات سے مراد اسماء مبارک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا ناظم فاعل فرماتے ہیں کہ اگر حضور کی عزت و منزلت اسماء مبارک کے مشابہ ہوتی۔ تو جیسے مسی یعنی فرات باہر کا تہ سے احیاء اموات کا معجزہ ظاہر میں آیا۔ ایسا ہی اسم مبارک سے مراد تو کیا مٹری اور بوسیدہ ٹہریوں میں جان آجانی چاہیے تھی۔ اس پر علامہ رشیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وہن نھم هذا البيت ان مراد الناظم ان احیاء الموتی اسم يعطى عليه الصلوٰۃ والسلام اصلا فقال معترضنا علی الناظم ان هذا البيت مخالف لیسائی وکل ای اتی الرسل اکرام بھاء۔ اذیفہم منہ ان احیاء الموتی اعطی الیہ علیہ السلام اذھان ثلاث معجزۃ عیسیٰ علیہ السلام وھن ۱۰

۱۔ المعجزة القصلت التي عيسى عليه السلام من نور نبينا عليه السلام انقضى فقد
 لحبط لحبط عشواؤك وكتب متن عبياء اذ ليس مرادنا ظلم انتم لم تعط له عليه
 اسلام هذه المعجزة اصلا بل مراده ان تلك المعجزة لم تعط له عليه
 السلام بعد وفاته الى يوم القيامة والا فهو عليه السلام جامع لجميع معجزات
 التي ظهرت في ايدي سائر الانبياء مع معجزات خاصة به عليه الصلوة والسلام
 ان كنت في ريب مما ذكرنا فانا نطو ما ذكر في دلائل النبوة۔

یعنی جو اس بیت کے معنی یہ سمجھا کہ معجزہ احیاء موتی حضور کو عطا نہیں کیا گیا۔ وہ اس
 بیت پر بھی اعتراض کرے گا۔ جو ارگے آ رہا ہے۔ کل آئی آئی الرسل الکرام بلہ۔
 اور کہے گا۔ کہ پہلے تو معجزہ احیاء کا ناظم انکار کر گئے اور یہاں فرماتے ہیں کہ ہر معجزہ جو
 انبیاء قوم پر پیش کر گئے۔ وہ سب ہمارے حضور کا صدقہ تھے۔ اور حقیقت یہ ہے۔
 کہ معجزہ احیاء موتی معجزہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ
 ہمارے حضور کے نور مبارک کے پر تو سے ملا۔ اور وہ شخص جو اس بیت کے معنی دیکھا
 جو ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ مخبوط الحواس اور آنکھوں کا اندھا ہے۔ ناظم فہم رحمتہ اللہ علیہ
 کی مراد اس شعر میں ہرگز یہ نہیں کہ حضور کو معجزہ احیاء موتی نہیں عطا ہوا۔ بلکہ مقصود
 اس امر کا اظہار کرنا ہے کہ احیاء موتی کا معجزہ بعد وفات حضور کو قیامت تک کے لیے
 نہیں دیا۔ اگر دیا جاتا۔ تو نام پاک بھی مردہ زندہ کر دیتا۔ ورنہ وہ ہستی پاک تو جامع جمیع کمالات
 و معجزات ہے بلکہ تمام معجزات و کمالات انبیاء حضور کے کمالات کا پر تو ہیں۔ اور اگر تجھے
 اب بھی شک ہے۔ تو دلائل الثبوت میں جو معجزات منقول ہیں۔ انھیں دیکھ چنانچہ نقل
 فرماتے ہیں کہ۔

عند رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک جوان مر گیا جو انصاری تھا۔ اور اس
 کے اطراف بھی باندھ دئے گئے۔ کہ اس کی ماں ضعیفہ نابینا آئیں۔ اور انھیں ان کے
 اس جوان بیٹے کی موت کی خبر دی۔ تو انھوں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔

اللہم ان كنت تعلم اني هاجرت اليك والي نبيك رجاء ان تغيبني

فی کل شدۃ فلا یفعل علیٰ ہذا ۱ المصیبة بحرمة نبیث۔ الیٰی اگر ٹوٹا جاتا ہے۔
 کہ جس نے تیری طرف اور تیرے حبیب کی طرف اس امید پر سحر کی تھی۔ کہ تو ہر بلا و مصیبت
 میں میری مدد فرمائے گا۔ تو یہ مصیبت مجھ پر اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں مڑا لے اس
 دعا کے بعد اس کا مرقہ بیشمار زندہ تھا۔ اس کا مڑ کھولا۔ وہ کھڑا ہوا۔ اور حاضرین کے
 ساتھ اس نے کھانا کھایا۔

اور ایسا ہی دوسرا واقعہ ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضور
 کی دعوت کی۔ اور کبریٰ ذبح کی۔ تو آپ کے بڑے صاحبزادے نے چھوٹے صاحبزادے
 سے پوچھا ہمارے ابا جان نے کبریٰ کس طرح ذبح کی تھی۔ تو چھوٹے صاحب نے
 کہا۔ آؤ میں بتاؤں۔ بڑے بھائی آگے بیٹھے۔ انھوں نے انھیں لٹایا۔ اور ہاتھ پیر
 باندھ کر چھری اٹھائی اور ذبح کر دیا۔ اور سر لے کر اپنی ماں کے پاس پہنچے۔ ماں رونے
 لگیں۔ تو انھیں خوف آیا۔ اور کہے کہ یہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ خوف زدہ بھاگے
 اور پخت پر چڑھ گئے۔ اور ماں پیچھے پیچھے پھرتی تھی۔ تو انھوں نے خوف کے واسطے
 پھلانگ لگائی۔ اور زمین پر اگر جان دے دی۔

والدہ نے یہ واقعہ فاجعہ دیکھ کر سوچا کہ اصر حضور کی دعوت ہے اور ہر معاملہ
 ہے خیال آیا کہ حضور کی دعوت کے مقابلہ میں یہ واقعہ کچھ نہیں۔ جبر اور صبر کر کے
 حضرت جابر سے معاملہ مخفی رکھا۔ اور دونوں کو چار پانی پر لٹا دیا۔ اور کھانا پکانا شروع
 کر دیا۔ جب حضور تشریف لائے اور دسترخوان پر کھانا چن دیا گیا۔ تو جبریل امین حاضر
 ہوئے۔ اور عرض کی اللہ کا حکم ہے کہ آپ یہ کھانا جابر کے دونوں صاحبزادوں کی رعیت
 میں تقاضا فرمائیں۔ حضور نے حضرت جابر کو فرمایا۔ حضرت جابر اٹھیں۔ آگے اور پیوی
 سے کہا۔ پیوی نے کہا۔ وہ دونوں اس وقت موجود نہیں ہیں۔ جابر نے حاضر ہو کر پیوی
 عرض کیا۔ تو حضور نے پھر تاکید فرمائی کہ انھیں تلاش کر کے لایا جائے۔ حضرت جابر
 نے پیوی سے حضور کا اصرار ظاہر کیا۔ تو آپ مضطرب نہ ہوئے۔ اور حضرت جابر کو دونوں
 لائیں دکھا دیں۔ حضرت جابر رونے ہوئے خدمت والا میں حاضر ہوئے۔ اور اصل

حال عرض کیا۔ حضورؐ کو بھی خاموش ہی تھے۔ کہ جبریلؑ حاضر ہوتے۔ اور عرض کی۔ ان اللہ تعالیٰ یا مریث ان تدعوا لہما ویقول منک الذاعوامنا الاجابۃ۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محبوب! ان دونوں کے حق میں دعا فرمائیں۔ آپؐ کی طرف سے دعا ہے۔ اور چارسی طرف سے اُس کی قبولیت۔ چنانچہ حضورؐ نے اُن کے زندہ ہونے کی دعا فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے علیؑ انورؑ انھیں زندہ کر دیا۔ وہ اُٹھے۔ اور حضورؐ کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھایا۔ اور مثل اس کے بہت سے واقعات ہیں۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجروحہ اجیانہ موتی بعد وفات عطا کیوں نہ فرمایا: تاکہ حضورؐ کے نام پاک کی برکت سے جب چاہتے مردہ زندہ کر لیتے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ مجروحہ بعد وفات بھی ظہور میں آتا رہتا تو ایمان بالمشاہدہ ہو جاتا۔ اور اُمتِ محمدؐ کی تعریف ایمان بالغیب پر آتی ہے۔ یومئذ بالغیب قرآن کریم میں وارد ہے۔ اور ایمان بالغیب اعلیٰ امن الایمان بالمشاہدہ مسلم ہے۔ یہ وہ ہے۔ کہ مجروحہ قیامت تک کے لیے وفات کے بعد سے مخفی رکھا گیا، واللہ اعلم بہ۔ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں بہت سی دکھا دیجئے انکھوں سے شوقِ فقر کو جس مردہ کو نہ حضرت علیؑ چلا سکیں لے آؤ اُس کو میرے پیچھے کے سامنے

لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَأْتِيَ الْعُقُولُ بِهِ

(۴۷)

حَرَضًا عَلَيْنَا فَلَمْ مَرَّتْ وَلَمْ نَهْم

حَلِ لَعَنَاتِ | اَلْمُيْتَيْنِ | لَفِي جُحْدِ لِم | اَلْاِمْتِحَانِ | اَمْرُ غَزَاةٍ اِمْتِحَانِ كِيَا - فَا - ہمارا حل لغات | ہما۔ ساتھ اُس چیز کے۔ تعی۔ مضارع از عی و در ماندگی، کہ تھک جائیں۔ العقول بتھیں۔ بہ۔ اُس سے۔ حرصًا۔ اصرار، شدۃ المرغبتۃ فی الشیء وال میل الیہ۔ ترقی ملاحظہ میں بہت مائل ہیں۔ عَلَيْنَا۔ ہمارے اوپر۔ فَلَمْ

ترتیب۔ نفی جہد یلم، انا زنا اب، شک کرنا، پس ہرگز ہرگز نہ شک میں پڑے ہم۔ ولہم
فہم۔ نفی جہد یلم، انا زہم، اور ہرگز ہرگز نہ زہم میں پڑے ہم۔

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے ہمارا امتحان نہ فرمایا جس کے
 سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز آجاتیں۔ اور ٹھک جاتیں۔ وہ حریمیں ترقی
 و ہدایت امت ہیں۔ اس وجہ سے نہ ہم کو کسی شک و شبہ کا موقع آئے وہاں نہ اندھا
 دھند شریعت پر ہم چلے۔

شرح مختصر شرح تو یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی چیزوں سے ہمارا
 امتحان نہ فرمایا۔ جس کے سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز نہ رہ جائیں کیونکہ
 آپ کو ہماری اصلاح مطلوب تھی۔ اس لیے ہم کسی حکم کے قبول میں کسی قسم کا شک و
 شبہ نہیں کر سکتے۔ اور احکام کی ایسی وضاحت فرمائی کہ ان کے سمجھنے میں ہم مبتلا و زہم
 نہیں ہوتے۔ اور نہ ایسی سختیاں ہم پڑا لیں کہ ان کی تعمیل سے ہم ٹھک جانے جیسا
 شریعت ماضیہ میں تھا کہ قتل بالعہد ہو یا بالخطا و دونوں میں قصاص یا حرمت دیتہ یا قطع
 عضو یا غلیہ یا قرض موضع نجاست یا قتل نفس فی التوبہ، قطع ثوب نجس یا مفرغ من
 ترک عمل یوم السبت، عدم ہوا زملوۃ فی غیر الکفائس، فرضیت نماز پچاس بار رات دن
 میں۔ مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ میں، بلکہ صاف فرمایا۔ اتیتکم بالخیفۃ السہلۃ السجدا
 من سہل اور آسان اور صاف واضح شریعت تمہارے لیے لایا ہوں۔ اور حرصا میں تلخیص
 اشارہ آید کہ میرے حریص جیسے کسی طرف سے کہ قرآن کریم میں حضور کو ہمارے ترقی و ترقی
 میں فرمایا مگر اسلام ایسا واضح ہے کہ اس میں ایک بات بھی عجیب و غریب نہیں۔

اللہم آتہ الخالق الذی جعلنا من اهل المعصیۃ والفقۃ شکرۃ الذی
 ذی فی صورتہ قد جلاء۔

اَعَجِبِ الْوَرَعِي فَهُمْ مُعْنَاهُ فَلَيْسَ يَرْكَبُ

لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ مِنْهُ غَيْرُ مُنْقَلِبٍ

حل لغات - احی - از اعیان، التمجید، در ماندہ کرنا، عاجز کر دیا۔ **الوردی** - بمعنی
 خالق الف لام استغراقی، تمام مخلوقات کی۔ **فہم** - فہم اور سمجھ کر۔
 معنایہ - کمالی خاص، اُن کی ذات کے کمال سے۔ **فلیس** - ازلا ہیں۔ اسم للموجود
 یعنی لا موجود یا لا وجود، پس نہیں ہے کوئی موجود۔ **بیس** - بیس جی۔ مضارع مجہول، من
 السویت عم ازوین قلب و ددیت چشم۔ جو دیکھا جائے۔ **للقرب** - حضور م
 کے قریب۔ **والیعد** - اور حضور سے دور۔ **منہ** - اُن سے۔ **غیر منہم** -
 از انہم، دلیل مثنیٰ کر عاجز آجاتا یا لا جواب ہو جانا جو عاجز نہ لگیا ہو۔
مخلوقات حضور کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہو گئی۔ اور حضور کے
ترجمہ - نزدیک و بعید کوئی ایسا نہیں، جو حضور کے آگے عاجز نہ اور لا جواب
 نہ ہو گیا۔

شرح - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ظاہری و باطنی اور حقیقت محمدی کے
 سمجھنے سے عالم عاجز آگیا، صحابہ کرام جو قریب ہیں۔ وہ بھی اور عالم امت
 جو بعید ہیں، دونوں ساکت و عاجز ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ حضور کہا ہیں اور کس مقام
 قرب کے اہل ہیں۔ جامی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں ہے
 تو بیانِ پاکِ سرسبز نہ اب و خال نہ نازین و اشد بجان ہم پاک تر وہی نہ اک اسے نازین
 پا کاں نہ دیدہ روئے تو جہاں وادہ اندر بُرے تو ایک مگر در کوئے تو صد بجانِ پاک اسے نازین

فیضی کتاب ہے
 امی و دقیقہ دان عالم
 علامہ قرطبی تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

سویطہ کمال حسنہ علیہ السلام والا لما طقت اعین العصابہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم انظر الیہ۔ حضور کا کمال حسن ظاہری نہیں ہوا۔ ورنہ صحابہ
 کرام میں یہ تاب نہ تھی کہ حضور کی طرف نظر بھر کر بھی دیکھ سکتے ہ
 رہے عشق میں ہم تو گھر کے در کے جتنے بھی اگر ہم تو سو بار مر کے

تھوڑے میں بھی سامنے آجے کو کیسے کبھی دیکھ سکتا نہیں، آنکھ پھر کے
 ترارعب آتا ہے کہنا ہوں ڈر کے ادھر بھی نظر ہو جس حد کے نظر کے
 شعرا نے قصائد و ملاح کاتے۔ لیکن ابی تمام اور شکاری، ابن رومی وغیرہ وغیرہ
 فصاحت خوانی میں اپنا عجز ہی ظاہر کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے
 خوب کہا ہے

وہ کمال حسن حضورؐ ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
 یہی پھول غار سے دگر ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
 بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مضر مقرر!

جو وہاں سے ہو نہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
 وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں
 کوئی کہہ دو یا س امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں
 ہے انھیں کے نور سے سب عیاں ہے انھیں کے جلوہ میں سب شہاں
 بنے صبح تابش مہر سے رہے خوش مہرہاں نہیں
 وہی نور حق وہی ظل رب ہے انھیں سے سب ہے انھیں کا سب
 نہیں ان کی ملک میں آسمان کہ زمیں نہیں کہ زمان نہیں

عَالِ الشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ لُبِّ

(۳۹)

صَغِيرَةٍ وَتَعْلُ الطَّرْفُ مِنْ أَمَسٍ

عَالِ الشَّمْسِ - وہ ہستی مقدس مثل سورج کے ہے۔ تَظْهَرُ کہ
 حَلِّ لُغَاتِ ظاہر ہوتا ہے۔ لِلْعَيْنَيْنِ - دونوں آنکھوں کو۔ مِنْ لُبِّ - در حقیقت
 یہ بعد ہے۔ وَنِزْنِ شَعْرِ کے یہ دونوں حرف متحرک کیے۔ دُور سے۔ صَغِيرَةٍ -
 چھوٹا۔ وَتَعْلُ - مضارع اُکُل، گوانی دراندگی اور ٹھک جاتی ہے۔ الطَّرْفُ آنکھ
 مِنْ أَمَسٍ - بفتحتین، القرب، گردنوں کے قریب سے۔

ترجمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سورج کی سی ہے کہ بظاہر نور اور
 چھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جب آنکھ کھول کر دیکھو۔ تو قرب و بعد دونوں نظر
 کو خیرہ کر دیتے ہیں۔

شرح سورج سے حضور کی تشبیہ درحقیقت علی سبیل تقریب و تمثیل ہے ورنہ وہ
 ذات اقدس اس سے کہیں اعلیٰ و اعلا ہے۔ اسی وجہ سے عدم اور اک کیفیت
 کمالات ظاہرہ و باطنیہ کے باعث ناظم رحمت اللہ نے سورج سے تشبیہ دی۔ کہ وہ
 دور سے ایک قرص نظر آتا ہے۔ اور دیکھنے والا بسبب نہایت بعد اس کی واقعی مقدار
 معلوم نہیں کر سکتا اور اگر اُسے پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت قریبیت چشم بینا جائے
 اور خیرہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو سورج کو حضور کی ذات پاک سے کیا
 نسبت۔ یہ اس نور پاک کے ایک ذرہ سے مستفیض وہ معدن نور صلی اللہ علیہ وسلم
 نور شید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چکا تھا قمر

بے پردہ جب وہ نسخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
 رُخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
 شب لعل یا مشک شایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
 بابل نے گل اُن کو کہا قمر بی نے سر دجاں فزا
 حیرت نے جھجھا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
 حتیٰ کہ ہیں عبداللہ اور عالم امکان کے شاہ
 برزخ ہیں وہ سترالہ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ظاہرین افراد انہیں ایک جسم مقدس دیکھتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقت
 واقعیہ بسبب غایت بعد کے انسان دیکھ ہی نہیں سکتا اور ابابک شعث و شہو کی آنکھیں
 بوجہ غایت قرب و رخشانی دیکھنے سے قاصر ہیں غرض کہ نزدیک دور کے دیکھنے والے دونوں
 حقیقت محمد کہ دریافت کرنے سے قاصر ہیں۔ اور حضور نے خود بھی دعا فرمائی۔ اللہم

اجعلنی فی عبثی صغیر اونی اعین الناس کبیراً۔

اسی لیے ناظم فایم رحمتہ اللہ علیہ آنے والے بیت میں فرماتے ہیں۔

وَكَيْفَ يَدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ

قَوْمٌ نِيَامُ تَسْلُوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

(۵۰)

وکیف۔ استفہام انکاری، اور کیونکر۔ یدرک۔ یدرک من الاراک

حل لغات | معلوم ہو سکتی ہے۔ فی الدنیا۔ دنیا میں۔ حقیقتہ۔ حقیقت محمدیہ۔

قوم۔ اُس قوم کو۔ نیا م۔ جمع ناظم، خوابیدہ، جو سو رہی ہے۔ تسلو۔ ماضی، از تسلی

بے فکر۔ عنہ۔ اُس حقیقت سے۔ بالحلم۔ جمع اعلام، خواب غفلت میں۔

کیونکر جان سکتا ہے، کوئی دنیا میں حقیقت محمدیہ کو جب کہ قوم دنیا کے

ترجمہ | ایک خواب غفلت میں سو رہی ہے۔

شرح | وصولِ علم کے متعدد مراتب ہیں :-

اول شعور، پھر ادراک، پھر حفظ، پھر تذکر، پھر فکر، پھر فہم، پھر فہم۔ پھر درایت

پھر یقین، پھر ذہن، پھر فکر، پھر حدس۔

یہاں ادراک سے بدرجہ مضارع معروف استعمال کیا گیا تاکہ مطلق تصدیق یا حاکم

جوانبِ مرتبی کی نفی ہو جائے یعنی بطور حقیقت محمدیہ کی شانِ توارفع و اعلیٰ ہے لیکن

ظاہر حقیقت پر بھی تصورِ انسان احاطہ جواذبِ مرتبی سے قاصر ہے۔ اور فی الدنیا کے ساتھ

عدمِ ادراک کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ حقیقت محمدیہ کا استتار اور اختلاف کمالات

احمدیہ میں مخصوص باندنیا ہے۔ اور آخرت میں تو ہر ایک کے تمام مراتب ظاہر ہو جائیں

گئے حتیٰ کہ مومنین کو رویت الہی بھی بلا کیف و مکان حاصل ہوگی اپنا نسخہ صاحب

قصیدۃ المالی نے بھی فرمایا۔ یراہ المومنون بغير کیف۔

اس لیے کہ یومِ آخرت میں نہایت اعیان الی حالۃ آخری ہو گا اور متصوفین نے

لے مومن اللہ تعالیٰ کی زیارت بے کیف کریں گے۔

عدم رویت الہی کی دنیا میں یہی وجہ لکھی ہے۔ کہ بانی کو عین باقی دیکھ سکتی ہے۔ اور دنیا و
 ما فیہا فانی ہے تو یہاں کی آنکھ بھی فانی ہے۔ اور قوم نیام جمع ناظم کی ہے۔ اور نوم ایک
 ہوا ہے۔ جو اغشیہ و ماغیہ سے اٹھ کر جب آنکھوں کی طرف آتی ہے انسان کو اٹھا دیتی
 ہے اور جب وہاں سے قلب کی طرف پہنچتی ہے سلاہتی ہے۔ اور عالم دنیا میں چونکہ
 انسان ایک خواب غفلت میں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ الناس نیام
 فاذا ماتوا انتبهوا۔ لوگ سو رہے ہیں، جب مرتے ہیں تو سوچتے ہیں۔ اسی بنا پر
 تبلیغ ناظم فایم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور بتایا۔ کہ اس
 خواب غفلت میں حقیقت محمدیہ سے بے خبر رہ کر جس کے جو زمین میں آیا۔ وہ حضور کی
 نشان میں کھنڈار۔ پیدین اپنی غفلت کے ماتحت کھنڈار۔ یہی وجہ حضور کی ذات کو
 بشر کہنے کی ہے۔

محمدؐ نہ وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے

شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی

خدا سے پوچھئے شان محمدؐ

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنْتَ بُشْرٌ

وَأَنْتَ خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ كُلِّهِمْ

(۵۱)

فمبلغ العلم۔ مبلغ بمعنی منتہا و غایتہ پس انتہاء علم۔ فیہ۔

حل لغات حضور کی ذات میں یہ ہے۔ انتہ۔ کہ وہ۔ بشر۔ بشریں۔

وانتہ۔ اور حالیہ، اور حقیقت یہ ہے خیر خلق اللہ۔ کہ وہ خیر خلق اللہ ہیں۔

کُلِّهِمْ۔ تمام مخلوق میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں ہمارا انتہاء علم یہی ہے کہ وہ بشر

ترجمہ ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ وہ تمام خلق اللہ سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

شرح سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبیؐ سب سے بالا ووالا ہمارا نبیؐ
جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر عرش ہے وہ سلطان والا ہمارا نبیؐ

یعنی ہمارے علم کا نہایت بلوغ اور ہمارے ادراک کا نہایت وصول ہی اور یہی
ہو سکتا ہے کہ ہم حضورؐ کی ذاتِ اقدس پر یہ حکم لگا سکیں کہ وہ بشرِ عظیم اور جو ہرچیز میں
افرادِ انسانیہ اور اجیادِ اعیانیہ میں حضورؐ سے افضل اور کوئی بشر نہیں۔ لیکن حقیقت
الامر یہ ہے کہ معنی صفاتیہ میں حضورؐ کا فضل و المخلوقات اور سیدہ الکائنات ہیں۔

چنانچہ علامہ غفرلہ فرماتے ہیں کہ امام بو صیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ
ساتھ ساتھ جب اس مصرع پر آئے۔ اور دربار رسالت میں عرض کیا۔ فیہ بلغ
العلم فیہ انشاء بشر۔ تو مصرعِ ثانی کے لیے خاموش ہو گئے۔ تو سرکارِ ابد قرار
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ارشاد ہوا۔ اقرار پڑھ۔ فقال الامام انی سمع اذ فوق
لہ مصرع الثانی لہذا ہیئت بارسول اللہ حضورؐ مصرعِ ثانی مجھ سے سوزوں نہیں
ہو سکا۔ خاص کر اس ہیئت کا۔ فقال علیہ السلام قل یا امام۔ اسے امام کرو اسے
خیر خلق اللہ کلہم۔ تو امام بو صیری رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً یہ مصرع درج کیا۔
اور بار بار ہر ہیئت کے انھیں شوق و ذوق کے ساتھ واخذہ خیر المخلوق کلہم ،
پڑھتے رہے۔

مولائی صل و صلہ دائماً ابداً علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

وَكُلُّ آتِي آتَى الرُّسُلَ الْكِرَامُ بِهَا

(۵۲)

فَإِنَّمَا أَتَصَلَّتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمْ

کل لغات ترجمہ جو لائے۔ الرسل الکرام۔ رسل جمع رسول، کرام جمع
کریم، اے منہوں۔ رسول انعام فرمانے والے۔ بہا۔ ضمیر راجع الی آئی، ان
عجزوں کو۔ فانما۔ حصہ پس جزا میں نیست۔ اتصلت۔ کروہ معجزات پہنچے

اور ملے۔ من نور۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے۔
بہشم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء علیہم السلام۔ اُن انبیاء کرام کو۔

تمام معجزات جو انبیاء کرام اقوامِ ماضیہ (گزشتہ جہتوں) پر لائے۔ وہ
تقریباً اُن کو تیار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کی معانیت و تابانیت
سے حاصل ہوئے۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا ٹکلا ہمارا نبی !

شرح

مفہوم بیت واضح ہے۔ کہ تمام کمالات جو انبیاء کرام کو حاصل ہوئے۔ وہ سب
حضور کا صدقہ ہیں۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ ایجادِ عالم ہیں اول
ما خلق اللہ قری۔ سب سے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ وہ میرا نور تھا۔ ارشادِ گرامی
ہے۔ پھر حدیثِ قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مخاطب فرما کر سنایا۔ لولاہ
ما خلقت۔ اسے آدم اگر وہ مجھ کو نہ جوتا۔ میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ کہیں ارشادِ الہی بخدا۔
لولاک لما خلقت الافلاك۔ اسے مجھ کو اگر نہیں ہم پیدا فرمانا منظور نہ کرتے۔ تو
زمین و آسمان نہ بناتے۔

مولائی صل و صلہ و اشعاع ابدال علی جلیت خیر المخلوق کلہم !

اور بات بھی قرین فہم ہے۔ کہ جب حضور سے پہلے تمام سابقین نابین محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو اُن کے تمام اختیارات حضور کا عطیہ ہیں تو اور کیا ہو سکتے
ہیں ! اس لیے کہ کل مافی الکونین من نورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جو کچھ کونین
میں ہے۔ سب حضور کے نور پاک سے ہے۔ اس پر ایک حدیثِ عبد الرزاق اپنی سند
سے نقل فرماتے ہیں۔ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُس میں یہ بتایا گیا ہے۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوح و قلم جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین،
چاند، سورج، جن و انس، عرش و کرسی، عاقلۃ المقربین، حملۃ العرش، نور ابصارِ مؤمنین،
نور قابِ صالحین، معرفت و توحید، کروبیانِ عرش، ارواحِ غلاتی، نعماتِ دنیا، ارواح

انبیاء شہداء، سعداء سب کی تخلیق ہمارے نور سے کی گئی۔ اُس کے بعد تخلیق آدم فرما کر اُس میں ہمارا نور جلوہ گر ہوا۔ اور وہاں سے منتقل ہو کر جہیں شہید علیہ السلام ہیں آیا۔ اصل حدیث جسے دیکھنی ہو۔ وہ شرح غریبہ میں دیکھے، و اللہ اعلم۔

فَإِنَّ شَمْسَ فَضْلِ هُمْ كَوَاكِبُهَا

يُظْهِرُونَ أَكْثَرَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

(۵۳)

فَإِنَّ۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام۔ یں تحقیق وہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔ شمس۔ سورج ہیں۔ فضل۔ فضل الہی کے۔
ہم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء علیہم السلام۔ اور وہ تمام انبیاء۔ کواکب۔
جمع کوکب یعنی نجوم و اقمار۔ تارے ہیں۔ یظہرون۔ مضارع جمع مؤنث ظاہر
کرتے رہے۔ انوار ہا۔ جمع نور، اپنی روشنیوں کو۔ للناس۔ لوگوں پر۔ فی
الظلم۔ جمع ظلمت تاریکی تارکیوں میں۔

نثر ترجمہ۔ آفتاب نبوت سے مستنیر ہونے والے سیارے جو لوگوں پر اپنی نصیحتوں
ہدایتوں کی روشنی زمانہ تاریک میں دکھاتے ہیں۔

شرح۔ اس بیت میں وجہ اتصال انبیاء حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
ظاہر فرمائی۔ اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب فضل و کمال ہیں۔ اور

انبیاء علیہم السلام اُس آفتاب کے اقمار و کواکب۔ جیسے قرینہ و بقیۃ شمس (سورج کے
غائب ہونے کے وقت شمس سے استفادہ نور کر کے شب تاریک میں روشنی پھیلاتا
ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام رُوح پر فتوح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے قبل
ظہور و وجود ہوا جو خلق میں نور ہدایت پھیلا کر رہنمائی فرماتے رہے۔ اور جب حضور جلوہ آرا
عالم کون ہو گئے۔ تو جس طرح چاند طلوع شمس کے بعد چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح تمام
انبیاء کرام جلوہ نور مٹ گئے ہیں محو ہو کر اُس کی طرف رجوع ہو گئے۔

عرش کی عقل و نگ ہے چرخ میں آسمان ہے
 جان مراد اب کدھر رہا تے تیرا مکان ہے
 عرش پہ چاکے مرغ عقل تھک کے گرا غش آگیا
 اور ابھی منزلوں پر سے پہلا ہی آستان ہے
 عرش پہ تازہ چھپر چھپا زلفش میں طرفہ دھوم دھام
 کان جدھر لگا بیٹھے تیری ہی داستان ہے
 وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان پس دو جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے
 علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اسماء محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمس بھی حضور
 کا نام بتایا ہے۔ حیث قال واما الشمس فسمی بها صلی اللہ علیہ وسلم لکثرة نفعه
 وعلو رفعتہ وظہور شریعتہ وجلالہ قدرہ وعظم منزلتہ وانه يحاط
 بکمالہ حتی لا یسع الاشی ان یفطر الیہ ملتی عبیدہ اجلالہ لانه کما ان الشمس
 فی المرتبة ارفع من انواع الکواکب لانها فی السماء الرابعة والاربعون ارتفاع بها
 اکثر من غیرها کما لا یخفی وایضا لکما کان سائر الکواکب یستمد من نورها
 فاصب تسمیة صلی اللہ علیہ وسلم بها لان نور الانبیاء استمد من نور
 صلیہ السلام۔ انتہی۔

فرماتے ہیں شمس حضور کا نام پاک یوں ہے کہ علو رفعت وظہور شریعت جہلات
 وکبر وکبر منزلت میں حضور کا وہ مقام ہے کہ احاطہ کمال کرنا محال ہے جتنی کہ دیکھنے والا
 اور جو کہ حضور کے جلال و جمال کا مشاہدہ نہیں کر سکتا جس طرح سورج اپنے رتبہ میں
 سب سے بلند ہے۔ اور آسمان چہارم سے نورینہ می کرتا ہے۔ اور جس قدر اس سے
 ارتفاع حاصل ہوتا ہے۔ کوکب و اقمار سے نہیں۔ اسی طرح ذات قدسی صفات
 اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ تمام انبیاء کرام مثل کوکب اس شمس فضل و
 ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ تو حضور کا نام مبارک شمس مناسب ہے۔ اور حضور اس

باسمہی ہیں سے

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت انسا

بیز نور ہو تم سارے نبی تاروں میں

اب یہ سوال کہ تمام انبیاء کرام حضور کے نور پاک سے کس کس صورت میں مستفید و مستفیض ہوئے۔ اُس کی تفصیل میں علامہ نوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بسیط بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ مفہوم یہاں منقول ہے۔

فرماتے کہ تمام انبیاء کرام حضور کے ظہور سے قبل اپنے فضل و کمال کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ لیکن جو کچھ اُن سے ظاہر ہوا۔ وہ سب ہمارے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کے فیضان کا ظہور تھا۔ غیور ان منقص من نورہ شے۔ اور سب سے اقل جو فیضان نور محمدی ظاہر ہوا۔ وہ آدم علیہ السلام میں ہوا۔ جب کہ انھیں حضرت جلت و مجد تبارک و تعالیٰ عز اسمہ نے اپنا نائب بنا کر تعلیم اسما فرمائی۔ اور مقام جوامع الحکم محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نوازا۔ اور آدم علیہ السلام نے ملائکہ پر وہ عہد علم الہی ظاہر کیا۔

حتیٰ کہ تمام مخلوق انسانی کا ظہور ہوا۔ اور اصلا ب و انساب بدلتے بدلتے زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔ تو جب حضور مثل سورج کے جلوہ آرا ہو گئے۔ تو نور محمدی میں تمام انوار محو ہو گئے۔ اور تمام نبوتیں تحت لوام رسالت محمدیہ آگئیں۔

عرض کر کسی نبی کو کوئی کمال و کرامت عطا نہ ہوا۔ لیکن حضور کو وہ کمال عطا ہوا تھا چنانچہ اگر آدم صلی علیہ السلام کی ولادت یا قدرت کے ساتھ ہوئی۔ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق صدر فرما کر اُس میں ایمان و حکمت اور خلق نبوی پر کبریا گیا۔

اور سچو ملائکہ جو آدم علیہ السلام کو ہوا اس کی وجہ ہمارے حضور کا نور پاک تھا جو آدم علیہ السلام کی چین میں منتہر تھا۔ اور اگر آدم علیہ السلام کو علم الہی عطا ہوا۔ تو ہمارے حضور کو علم الہی و سمیات عطا کیا گیا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسماء سے سمیات کا علم الہی ہے۔

لے اس طرح کہ آپ کے نور مبارک میں کچھ کمی نہ ہوئی۔

اور اور پس علیہ السلام کو اگر مکانا علیہا کی رفعت عطا ہوئی۔ تو ہمارے حضور کو اس
مکان کی رفعت عطا کی گئی۔ کہ آج تک کوئی اس رفعت تک نہیں پہنچا، جسے معراج
کہتے ہیں۔

اور نوح علیہ السلام کو اگر مع ان کے تابعین کے طوفان سے نجات دی گئی۔ تو ہمارے
حضور روحی غذاہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے یہ شرف عطا ہوا۔ کہ دنیا میں وہ خدا
سوا پر سے محفوظ رہے گی اور وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمَهُمْ وَاُمَّتٌ فِيهِ لَيْسَتْ فَرَاكَرُ دَامِي نَجَاتٍ
کی شہادت دے دی۔

اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اگر نارغروں سے نجات دی۔ تو حضور
کے لیے نارحرب سے پیشہ کے لیے مصئون فرما دیا۔ اور کَلِمَا اَوْقَدْنَا نَارًا لِلْحَرْبِ
اعطاء ہوا اللہ کا عہدہ و دوائی سنایا۔ اور لَيْسَ الْمَسْعَرَجُ مِنْ حَضْرَتِكَ نَارًا سے عبور کرایا۔
اور ہر قسم کی تکلیف و حرارت سے مامون رکھا۔ اور اگر انھیں مقامِ غلت سے نوازا۔ تو ہمارے
حضور کو اس سے اعلیٰ مقام مقامِ محبت دے کر حبیب بنایا۔ اور اگر ابراہیم علیہ السلام کو
کبراہ صلام نمرودی کی فضیلت دی۔ تو ہمارے حضور کو کہ کسی فتح عطا فرما کر تین سو سال
اس سے کہہ پاک و زمانے کی عزت عطا فرمائی۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا عطا فرما کر ککری کا سانپ بنا دیا۔ تو ہمارے
حضور کے لیے بلا عصا پہنچنے جلیل مخصوص رکھا۔ چنانچہ جب ابوہریرہؓ نے حضور کو خدیجہ سے
شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ اور وہ حضور کے قریب گیا۔ تو اس نے حضور کے دونوں شانہ ہاتھ
افس پر دواڑ دیا دیکھے جس سے سر اسید واپس بھاگ کر اپنی جماعت میں پناہ گزین ہوا۔
اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو یہ بیضا عطا ہوا۔ تو حضور کو وہ نور عطا ہوا۔ کہ اس میں مظہرِ حق
ت میں چمکتا، اور چہرہ فریبا۔ اقدس کے مقابل میں چاند سیارہ معلوم ہوتا۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو انفلاق بحر کا معجزہ ملا۔ تو ہمارے حضور کو انشلاقِ قمر کا ایسا معجزہ

۱۔ اور اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہیں کرے گا جب تک اسے محبوب، ثم ان میں تشریف فرما ہو (ت ۱۶)
۲۔ جب کبھی موانی کی آگ جڑ کاٹتے ہیں اللہ اسے بھادیتا ہے۔ (ت ۱۳)

عطا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا تصرف زمین پر ہوا اور حضور کا تصرف آسمان پر کر لیا۔ جو اس سے
بہتر افضل ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو اگر اجابت دعوت کا منصب ملا۔ تو ہمارے حضور کو اتنی وسیع
مقبولیت عطا ہوئی۔ جس کا احصاء نہ ممکن ہے انشاء اللہ مختصر ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔
اور اگر تعجب ہاوس الحجازہ و یثرب سے پانی نکلنے کا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کو ملا تو ہمارے حضور کو غیر مذکور
بین احباب انجلیوں سے ہوائی طعنا عطا ہوا۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو طوبی پر کام کا شرف عطا ہوا۔ تو ہمارے
حضور کو اسیۃ الاولیاء میں زیادہ درجہ و قرب مقام سے ممتاز فرما کر واقعہ الی عبدہذا وحی کا شرف خاص
بخشنا۔ اس میں بلا ہر فرق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقام کلام طور پر بیان تھا۔ اور حضور کا مقام مساوات علی
سے سجدۃ المنتہی اور اگر اس میں علیہ السلام کو کمال فصاحت و بھاشا۔ تو ہمارے حضور کو فصیح جمیع بنی آدم
بنایا۔ اور اگر یوسف علیہ السلام کو خوش بصر عطا کیا۔ تو ہمارے حضور کو طبع احسن اور تمام کمالات حسن کا
مجمع بنایا۔ اور اگر یوسف علیہ السلام کو تعبیر رویا (خوابوں کی تفسیر) کا علم عطا فرمایا۔ تو ہمارے حضور
کو اس قدر علوم سے نوازا کہ اس کا شمار محال۔ اور اگر داؤد علیہ السلام کو تکلم بنی حاسدین (لوہائرم جوئے)
کا معجزہ دیا۔ تو ہمارے حضور کو اس سے کہیں زیادہ عطا ہوا کہ لکڑی کو لوہے کی تلوار بنایا اور
القلب با عیان (حقیقت کو تبدیل) کر دکھایا۔ اور پھر کے دل میں نقش پاد اقدس امانار۔ اور اگر سلیمان
علیہ السلام کو جنود لشکر جن کا سر وار بنایا۔ تو ہمارے حضور کو جنود ملائکہ کا حکم کیا۔ اور اگر عیسیٰ
علیہ السلام کو ابراہیم و اسماعیل و یحییٰ و عیسیٰ (پیدا نشی اندھے اور برص و لہے کو شفا اور مردوں
کو زندہ کرنے) کا معجزہ ملا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کہیں زیادہ کمالات عطا
ہوئے کہ نکلی ہوئی آنکھ ٹھکانے پر رکھ کر روشن فرمائی۔

حضرت معاذ بن عفر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو برص ہوا۔ انھوں نے حضور سے عرض
کیا حضور مجھے ان پر دتھ چھیرا۔ تو وہ تشریف رست ہو گئیں اور احیاء موتی کا قصہ واقعہ بنا
یا میں پہلے ان کو رہو چکا۔ اور حضور کے کمالات کے ساتھ یہ ذکر ان کا عشر عشر بھی نہیں
مرا لہی معلوم و مسلم دائماً ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

اَكْرَمُ بِمَخْلُوقٍ نَجِيٍّ زَانَهُ خُلُوٍّ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالنِّسْرِ مُتَّسِمٍ

۵۳

حل لغات | اِکرم۔ فعل تعجب، صیغہ امر حاضر، فاعل مستتر وابع
| الی اللہ۔ (ی۔ ما۔ اکریم اللہ، کیا بلند کیا اللہ نے۔ بمخلوق نجی۔
بلذاتہ۔ واخلق بمعنی الذات، والتوین، والتعظیم، ذات اور ظاہر تخلیق محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کو۔ زانه۔ صفت لینی، از رینت، اور مرثیہ کیا اُس کو۔ نخلو۔
جمع خلق، بمعنی صفت و سیرت یعنی شَمائل مبارک حسن خلق اور سیرت پاک نے۔ بالحسن۔
السلام لا ستفراق، یعنی جمیع انواع الحسن مقصود علیہ السلام۔ جو تمام
اقسام حسن پر۔ مُشْتَمِلٌ۔ از اشتمال، یعنی احاطہ از شمل بمعنی جمع و احاطہ حاوی ہے۔
بِالنِّسْرِ۔ نِسْر بکسر الباء تحوُّل بشوۃ الوجه عند السرور والبشاشۃ۔
اور تمام مسرتوں اور لبشاشتوں۔ مُتَّسِمٌ۔ اسم فاعل از انضمام بمعنی اہ تفصاف
ان اسم یعنی علاء مت، کے ساتھ متصف ہے۔

ہمارے حضور کی جسمانی ساخت اللہ نے کس قدر دل آویز بنائی۔ اور
اُس کو خوش اخلاقی نے کیسی رینت دی۔ کہ پھر زینا سے آواز مسرت و
انشاشت ظاہر ہیں۔

سر تا اقدم ہے نُن سلطانِ زمن پھول !
لب پھول، دُھن پھول، بدن پھول، نو ذن پھول

شرح

زمن کریم میں اسی وجہ منیر کی تعریف میں ارشاد ہے۔ نور علی نور اور مثل نور ہے
کونستون فیہ صبح۔ گویا حضور کا حسن ظاہری خلق باطنی کے ساتھ ایسا متنیں ہے۔
جو تمام لوگوں اور دل آویز یوں پر حاوی ہے۔ بات ہے تو ایسی کہ جس کی بات نہیں۔ اور
حق ہے تو ایسا کہ جس کا جہاں نہیں چھانچھو کہ جس کا حسن ظاہری اور خلق و سیرت میں
نور شمشادہ کثرت سے دامن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ عارفت

شیبۃ احسن من رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ان الشمس تجری فی وجہہ
واذا اضیحت یستلک فی الجدر میں نے حضورؐ سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا۔ یہ معلوم
ہوتا ہے۔ گویا سورج و چاند پر قربان ہو رہا ہے اور جب تبسم فرماتے۔ تو درود پورا پر
وہ ان مبارک کی جھلک پڑتی۔

اور حضرت ام مہدی بعض اوصاف حسن میں فرماتی ہیں۔ کہ حضورؐ دوسرے اہل الناس
نظر آتے۔ اور قریب سے اعلیٰ و احسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ پس
آخر توصیف یہ کی جاسکتی ہے۔ کہ پہلی ملاقات میں ہر کس و نا کس پر حضورؐ کی مہبت طاری
ہوتی۔ اور کچھ دیر کلام کر کے یہی کتنا نظر آتا۔ کہ ہم ارقبلہ و لا بعدہ مثلہ صلی اللہ
علیہ وسلم مجھے آج سے پہلے اور قیامت تک حضورؐ کا مثل ملنا محال ہے۔
کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ لیں ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
بڑا قدر تو نادیر دھرتی، کوئی مثل ہو، تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چین میں سر و چپاں میں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہے کوئی نہ کبھی ہوا!
کو اُس کو گل کے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں۔ ہا رایت احد اکثر تبسم من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ السلام میں نے کسی کو حضورؐ سے زیادہ خندہ پیشانی نہیں دیکھا۔ کہ
دیکھنے والے کا غم غلط ہو جاتے۔

مولانا حصیل وسلم د اشما ابدلاً

علیٰ حبیب الخلق لہم

یہ بہت مبارک چوٹھا ان ابیات کا ہے۔ جس کو سن کر سر کا راقد صلی اللہ علیہ
وسلم نے اظہارِ پندیدگی کے لیے تمایل فرمایا۔ اس بہت مبارک کا کم از کم تین بار دہرانا
قاری قصیدہ ہر لازمی ہے۔

كَالزُّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالبَدْرِ فِي شَرَفٍ

(۵۵)

وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالذَّهْرِ فِي هِمَمٍ

کالزھر۔ کہ تشبیہی، زہر شگوفہ، مثل کی گلاب کے۔ فی ترف۔

حل لغات | سرسبزی، سرسبز ڈالیوں میں۔ والبدر۔ واڈ عطف، اور ماہ کامل،

اور مثل چاند کے۔ فی شرف۔ بلند سی میں۔ والبحر فی کرم۔ اور دریا صفت کرم

میں۔ والذھر۔ بھنی ابد۔ یا زمانہ، اور دوامی میں۔ فی ہمم۔ اپنی بہت عالمی میں۔

ہمارے حضور کی ذات گرامی تازگی اور لطافت میں مثل شگوفہ ہے بلند سی و

ترجمہ | عظمت میں مثل ماہ کامل کے ہے سخاوت میں مثل بحر زاید، کنارہ عالمی مثل

میں دوام اور زمانہ کی مانند۔

یعنی حضور سید یوم انشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی لطافت و لطافت

شرح | میں مثل اُس شگوفہ کے ہے جو سرسبز ڈالیوں میں چمکتا ہے۔ اور علو رفعت و

برکت میں مثل ماہ کامل کے ہے جو چودھویں شب قمری کو طلوع ہوتا ہے۔ اور فیض

عظیم خا، بطور میں مخلوق کی نفع رسانی کے لیے مثل اُس دریا کے ہے جو جواہرات اور موتیوں

سے دنیا کو ماناں کر دیتا ہے۔ اور بہت عالمی میں اس قدر بخت ہے کہ زمانہ کی طرح اولیٰ

اہل و عمار کی دنی گروانی کے باوجود اُس شان سے یکساں کریم گستر ہے۔ زمانہ کی ادنیٰ نشان

ہے کہ ہر ناقص کو اُس کے غایت کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور ممکنات کو ظہور میں لانا

ہے۔ بجانب وغیرا تب امور کا مظاہرہ کرتا ہے یہی شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

کہہ رہا ہے کو اُس کے ظہور و بطلون کے کمال تک پہنچاتے اور اہل کو لڑا کرتے۔ انفس

ہاتے ہیں۔ تحقیقنا اگر دیکھا جائے۔ تو یہ تمام تشبیہات سے ایک صورت بھولنے کی

مقصود ہے۔ کہ مخاطب کی قریب الفہم مثال سے تسکین ہو سکے۔ ورنہ حضور کی ذات

بک کو ان تشبیہات سے کیا نسبت ؟

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں روئے النور کو

میں اُن کے نامیں پا پر قوت۔ بان کرتا نہیں

یہ تمام عالم اور اس کی تمام موجودات ان کے وجود و باجود کی ایک ادنیٰ پنچا اور
جے۔ بلکہ ہے

وہ غلام جس میں اُترے گی ابرار کی ہر اس اور سٹے پنچا اور اس میرے دو لہا کے سر کی ہے
آنا عجیب بندہ ہی جنت پر کس لیٹے دیکھا نہیں کہ بھیک پر کس اپنے گھر کی ہے
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہے

لہ ناحتہ لوان معشار جردھا عی البرکان الذی امدی من البحر
لہ ہسم لا منقہی لکب رھا وھمۃ الصغری اجل من الدھرا
اسی وجہ میں حدیث انس میں مرفوعا مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا جود
بھی آدم جم تمام بنی آدم سے زیادہ سخی ہیں۔

اور ایک روایت میں مسلم شریف سے منقول ہے۔ ما سئل من رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم شیئاً الا اعطاه فجاء رجل فاعطاه غنما بین جبیلین فوجع الی قومہ
فقال یا قوم اسنہوا فان محمدنا یعطى عطاء من لا یخاف الفقر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے کسی نے کبھی کچھ نہ مانگا۔ مگر اسے عطا فرمایا۔ ایک بار ایک شخص حاضر ہوا۔ اور اس
نے بڑی طلب کی۔ تو حضور نے دو پہاڑوں کے ماہن جس قدر بکریاں تھیں۔ سب عطا فرما
دین وہ جب اپنی قوم میں آیا۔ تو پکارا اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ۔ اس سے کہ وہ معطی کو نہیں
ایسی عطا فرماتے ہیں۔ جس کے بعد تنگ دستی کا خطرہ ہی نہیں رہتا۔

ایک روایت میں ہے۔ اعطی صفوان یوم حنین وادیا مہرۃ ابلہ و غنم
نہ وہ حنین کے موقع پر حضرت صفوان کو ایک جنگلی اونٹ اور بکریوں کا عطا فرمایا۔
ابن ہبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہے

هذا الذی لا یتفق الفقہ اذا یعطى لو کفر الا نام وادعا
وادم لا نعام اعطى آھلا فتخیرت لعطاشۃ الا وہام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضور نے حضرت
عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا چاندی عطا فرمایا کہ آپ میں اس کے اٹھانے کی طاقت

ذہنی ہے

مرے کرم سے کہ قطرو کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں درجے بہا دیئے ہیں
مویا قیصل و مسلمہ و النبا ایدا
علی حبیب غیر الخلت کلام

كَانَتْ وَهُوَ فَدَوْ فِي جَلَالَتِهِ

(۵۶)

فِي عَسْكَرِ حَبِيبٍ تَلْقَاهُ وَفِي حَشَمِ

كَانَتْ - ہوائے تشبیہ و محبت نظر ہضمیر راجع بحضور صلی اللہ علیہ
صلی لغات - وسلم گویا کہ وہ ہستی مقدس - وَهُوَ - در حقیقت و جو ہے ۔

ضرورت شعری کے لیے ہائے ہوز ساکن کی گئی ، واو جالیہ ، اور وہ - فَدَوْ - بمعنی منظور

یلتا ہیں - فِي جَلَالَتِهِ - جلالت بمعنی مہابت و عظمت ، نشان مہابت و عظمت میں - عَسْكَرِ -

اپنے لشکر میں - حَبِيبٍ - جب کہ - تَلْقَاهُ - مضارع مخاطب من الملاقات ، لیتا ہے اُس

سے - وَفِي حَشَمِ - اور شمت میں -

ترجمہ - جب حضور تنہا ہوں - تو دیکھنے والے کو یوں نظر آئیں - کہ لشکر کے

انہ میں ہیں -

شرح - گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جلال و عظمت میں ایسے بیگانہ ہیں - کہ جب

تو اُن سے ملے - تو تجھے ایسا معلوم ہو - کہ حضور ایک زیورست لشکر میں جلوہ

افروز ہیں - اس امر کے ظاہر کرنے کی یوں ضرورت تھی - کہ ابتدائی بیتوں میں حضور کی لغت و

پیشانی ، غرض خلقی کا اس قدر مظاہرہ فرمایا جا چکا ہے - کہ سننے والا یہ شبہ کر سکتا تھا - کہ حضور

کا رعب حضور کے خلقی عظیم کی وجہ سے کسی پر نہیں تھا - اس لیے اس بریت میں بتایا کہ

جہاں خلقی عظیم اور محضہ پیشانی کی شان حضور کی ہستی وہاں رعب و ادب و شان ہی بھی یہ

نقا - چنانچہ ابوجہل کے پاس ایک یتیم تھا - اور اُس کا تمام مال ابوجہل کے قبضہ میں تھا - یہ یتیم

جب اپنا مال لینے ابوجہل کے پاس آیا - تو ابوجہل نے اُسے دھکے دے کر نکال دیا - اور

کچھ نہ دیا - یتیم یا یوس ہو کر حیب الیما - تو اکابر قریش نے اُس سے کہا - قن محمد لحد

بشفیع حضور سے عرض کر، وہ اگر سفارش فرمائیں گے۔ تو تیرا کام بن جائے گا۔ اور انھوں نے یہ استہزاء کیا تھا۔ ورنہ جانتے تھے کہ ابو جہل جو حضورؐ کا جانی دشمن تھا۔ وہ سفارش کیا مانے گا؟ اور یہ بھی جانتے تھے کہ حضورؐ کی خدمت میں اگر اس نے عرض کی۔ تو حضورؐ اسے مایوس نہ فرمائیں گے۔ اس لیے کہ

و زفت لا بزبان مبارکش ہرگز مگر با شہدان لا اله الا الله
 عرض کر وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ علیؑ اور اس یتیم کے ساتھ ابو جہل کے پاس تشریف لے گئے۔ ابو جہل نے حضورؐ کو تشریف لاتے دیکھ کر تعظیم کی۔ اور سرفراز ہو گیا۔ حضورؐ نے یتیم کی سفارش کی۔ ابو جہل نے سب مال یتیم کو دے دیا تو قریش نے ابو جہل کو شرمایا۔ اور کہا اصیوت کیا تو نے مذہب بدل لیا۔ تو ابو جہل کہنے لگا۔ لا حول الله ما صیوت ولكن رأیت عن یہیمنہ وعن یسارہ حربۃ فحققت ان لہو اجبہ بطلحنی رد کسہ شیخ زادہ فی سورۃ الماعون خدا کی قسم میں نے مذہب نہیں بدلا، لیکن میں نے حضورؐ کے ذاتیں پر بھی برادر دیکھے تو مجھے اس امر کا خوف ہوا اگر میں تعمیل نہ کروں گا۔ تو یہ برہمچیوں سے مجھے مار دیں گے۔ شیخ زادہ نے سورۃ ماعون میں بھی اس کو نقل فرمایا۔

دوسری ایک روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک پہلوان رکنا نامی اکفر تھا۔ جو بنی ہلوان میں ماہر تھا۔ اور دور دور سے لوگ اُس کے پاس کشن سیکھنے آتے اور بڑے بڑے جوڑ بندھتے اور یہ غالب آتا۔ ایک روز حضورؐ کو کی ایک گھالی سے تشریف لے جا رہے تھے کہ رکنا نظر آیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یا رکنا ان لا تقن علی الله و تقبل ما اذعوت الیہ۔ اسے رکنا کیا تو اللہ سے ڈر کر وہ دعوت قبول نہیں کرتا جس طرف میں تجھے بلا تاہوں۔ تو رکنا نے عرض کی یا محمدؐ! عل من شاهد علی صدقہ حضورؐ آپ کی نبوت پر کوئی شاہد ہے، حضورؐ نے فرمایا اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تو ایمان لا سکتا ہے؟ چونکہ رکنا کو اپنی قوت پر ناز تھا۔ فوراً کہنے لگا۔ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں، تو بے شک میں مان لوں گا۔ حضورؐ نے اُسے متیار کیا۔ اور پاس تشریف لے جا کر اُسے ایک ہی پکڑ میں چت کر دیا، رکنا متعجب ہوا۔ اور دوبارہ

کشتی کے لیے عرض کی۔ حضور نے دوبارہ بھی گرا دیا۔ پھر اُس نے سہ بارہ عرض کی۔ حضور نے سہ بارہ بھی اُسے پچھا کر دیا۔ رکانِ سخت متعجب ہو کر رہ گیا۔ اور یہ کہتا ہوا چل دیا۔ ان شاناکِ عجب۔ آپ کی بھی عجب شان ہے کہ کسی فن میں کسی سے کم نہیں۔ (روایا الحاکم فی المستدرک)

كَانَمَا اللَّوْثُ وَالْمَكْنُونُ فِي صَدَفٍ

(۵۷)

مِنْ مَعْدَفٍ مَنطِقٍ مِنْهُ وَمَبْتَسِمٍ

کافیا۔ کان براۓ تشبیہ ما۔ کافہ عن العمل۔ گویا کہ وہ۔

حل لغات | اللَّوْثُ - الدرابيض، چمکتا موتی۔ الْمَكْنُون - المستور والمضتوی

المحفوظ، پوشیدہ ہے۔ فِي صَدَفٍ - انصدف حیوان من حیوان البحر۔ اپنی سیپ میں۔ مِنْ مَعْدَفٍ - صیغہ تشبیہ معدنیہ۔ لَوْنِ اُخْرٰی حَذَفَ ہُوا۔ یوجہ اضافت معدن، بکسر الدال بحمل العدل بمعنی اقامہ، دوکانوں سے۔ مَنطِقٍ - منطق ہوا القلب واللسان، قلب اور زبان سے۔ مِنْهُ - اُس سے۔ مَبْتَسِمٍ - معدن الابتسام ہوا نفسم۔ دھن مبارک۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گویائی اور تبسم کے معنی لب و دندان مبارک کے تشبیہ اُس قدر شاہوار سے ہو سکتی ہے جو صدف میں پوشیدہ ہے۔

فَمَنْ لَوْ تَوَيْدَ يَه عِنْدَ ابْتِسَامِهِ

وَمَنْ لَوْ عِنْدَ الْكَلَامِ تَسَاقَطَا

شرح

ناظم ناہم فرماتے ہیں کہ گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور ابھی تک باہر آنے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ اپنی چمک دمک میں اُن گوہروں کے مشابہ ہے جو معدنوں سے نکلا ہو۔ جس کی ایک کان حضور کی زبان مبارک ہے، دوسری لب ہائے مبارک جن سے دُر و مہلک کی تابانی ظاہر ہوتی ہے۔

ملاحظہ یہ کہ وہ موتی جو ابھی صدف سے نہیں نکلا، وہ اپنی تابانی میں حضور کے کلام

اور درودِ ایل کے مشابہ ہے۔ اگرچہ درودِ ایل مبارک کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا۔

علامہ حباتی شرح النسخہ میں لکھتے ہیں، کہ صدف دریا ئی جانوروں میں سے ایک جانور ہے، جو اکثر دریا، جھنڈ اور چین میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ شہرِ نیسان آتا ہے، یعنی کنوار کا مہینہ، تو یہ منہ کی سطح کی طرف اگر بر نیسان کا منتظر رہتا ہے، اور جب بارش نیسان برستی ہے اپنا منہ کھول دیتا ہے۔ اگر اس کے منہ میں ایک قطرہ گرا، تو یہ قطرہ اس کے پیٹ میں نہایت قیمتی موتی بن جاتا ہے۔ اس موتی کو درہم کہتے ہیں۔

اور اگر دو قطرے گریں تو ان کو اخوان کہتے ہیں، یہ درہم سے کم قیمت ہوتا ہے۔ اور اگر دس سے زائد قطرات گریں، تو عام موتیوں کی قیمت کے موتی بنتے ہیں۔ جن کی خاص ممتاز قیمت نہیں ہوتی پھر یہ صدف قعرِ دریا میں جا کر مثلِ درخت کے ایک جگہ جم جاتا ہے۔ اور پتھر کی صورت میں باہل کر سیدھ ہو جاتا ہے۔

اس پریت مبارک میں دھن اقدس کو صدف سے تشبیہ دے کر درودِ ایل مبارک کو موتی سے استعارہ فرمایا۔ اور دو معدن اس لیے فرمائے کہ کلام در حقیقت پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر زبان پر آتا ہے جیسا کہ اخطل نے کہا ہے۔

ان الکلام لفظی الفواد والاسما

جعل اللسان علی الفواد دلیلاً

تو خلاصہ مفہوم یہ ہوا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غایتِ بشاشت اور نہایت لطافت اور کافِ مہابت کے باوجود غلیظ القلب نہ تھے، بلکہ جب دیکھنے والا ایک نظر دیکھے تو یہی کہتا پھرے ع

بجیر تم کہ عجب تیرے کہاں زوہ

اور کلام مبارک فرماتے ہوئے درودِ ایل کی جھلک ایسی نکلتی ہے جیسے مکنون اپنے صدف میں جھلک مار رہا ہے۔ اور ہم مبارک حفظ کلام میں مثل صدف مقبول بین الانام ہے۔

صاحبِ زبدہ فرماتے ہیں، کہ بعض صالحین نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کو خواب میں دیکھا کہ حضور کی نعت میں یہ بیت اور اس سے پہلے بیت پڑھ رہے تھے۔

لا تَغِيْضُ لَكَ وَاسْمُكَ اِيْدَا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرُ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

لَا طَيْبَ يَعْدِلُ تَوْبًا ضَمَّ اعْظَمَهُ

(۵۸)

طَوْبًا لِمَنْ تَشَقَّى مِنْهُ وَمُلْتَثِمًا

لا طیب۔ نہیں ہے گویا خوشبو۔ یعدِل۔ مضارع از عدل مساوات۔
 لغات برابر۔ توبا۔ بالضم مٹی، اُس مٹی کی خوشبو کے ضم۔ جس سے مس
 کر رہی ہیں۔ اعظمہ۔ جمع عظام، ہڈی۔ استخوانا۔ مبارک۔ طوبیٰ۔ مبارک ہو۔
 تَشَقَّى۔ اناستشقاقی، سوگھنا، اُس کے لیے جس نے سوگھی۔ مِنْهُ۔ خوشبو
 اُس سے۔ وملتثم۔ از التثام پھونسا، اور چڑھا اُس کو۔

حضور کی اُس مٹی سے بہتر خوشبودنیا میں نہیں جس مٹی سے استخوانا سے
 ترجمہ مبارک مس کیے ہوئے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جنہوں نے اُس خاک اذیں
 سوگھنا اور چڑھا۔

تو کیا کوئی خوشبو اُس خاک پاک کی خوشبو سے بہتر نہیں ہو سکتی جس خاک
 پاک پر وہ جسدِ اطہر آرام فرما ہے، اور وہ خوش نصیب ہے جس نے اُس پاک
 کی خوشبو لی۔ اور جس نے اُسے چومنا اور بوسہ لیا اور یہ امر مسلم ہے کہ قبرِ معطر محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تمام روئے زمین بلکہ کعبہ معظمہ بلکہ عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے۔ اور
 اس پر جو احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ قبرِ تنفس کی پیدائش اس خاک سے ہے جس
 میں وہ دفن ہوتا ہے۔ تو وہ خاکِ اطہر جس میں حضورِ علوہ آرام ہیں، حضور کے جسدِ اطہر کا
 چومنا اور حضور کا صدقہ تمام عالم عرش و قلم، لوح و کرسی تو بہت بڑا صاف ہے کہ قبر
 تمام عالم سے افضل ہے۔

اور بت اس بھی اللہ عزہ فرماتے ہیں۔ ہا شہادت مسکا ولا غیراً اطیب من

ساجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شک و غمہ کی خوشبو حضور کی خوشبو سے
 بہتر نہ سونگی۔ اور ملتئم پانچین کے معنی چومنے کے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
 کے اُس مرثیہ میں پاتے جاتے ہیں۔ جو آپ نے حضور کی وفات پر کہا تھا۔ وہو هذا
 صَبْتُ عَلَى مَصَابِئِ نَوَاسِكِهَا صَبْتُ عَلَى الْوَيْلِامِ صَوْنِ كَيْدِهَا
 مَا فَا عَلَى مَنْ شَسَمَ قَرْبَتَهُ أَحَدًا اِنْ لَا يَشَمُّ مَدَى الزَّوْكَانِ غَوَايَا
 اسی بنا پر علامہ کرام نے فرمایا۔ اِن مَ تَرَبَّة قَبْرِهِ صَلَّى اللہ علیہ وسلم
 افضل من البيت والمسجد الا قصوا والعروش
 والكرسى۔

اور اس امر میں اقوال مختلف ہیں۔ کہ زیارتِ قبر مبارک واجب ہے یا سنت، علماء
 مالکیہ تو اسی طرف گئے ہیں۔ کہ زیارتِ قبر مبارک واجب ہے۔ اور اس پر عقل نقلی و لاطل
 بہت سے لکھتے ہیں۔ بخیر ان کے ایک دلیل یہ ہے کہ زیارتِ قبر مبارک تعظیماً کی جاتی ہے،
 اور حضور کی تعظیم واجب ہے، تو زیارتِ قبر واجب ہوئی۔ علاوہ بریں حضور نے فرمایا۔
 من وجد سعة ولم يعد الى فقد جفاني، جو زوار اعلیٰ میں وسعت پائے اور
 میری طرف نہ آئے، وہ مجھ سے جفا کرے گا۔

دوسری حدیث میں ہے من حج ولم يذرف فقد جفاني جس نے
 حج کیا۔ اور میری زیارت نہ کی۔ اُس نے مجھ پر جفا کی۔ اور جفا چونکہ اذی ہے، اور
 اذی بالاجماع حرام ہے۔ تو زیارتِ روضہ منقذ ہے واجب ہے۔ اس لیے کہ ازالہ
 جفا واجب ہے۔ اور وہ زیارت سے زائل ہوگی، تو زیارت واجب ہوئی، اور بعض
 شوافع اور احناف اس طرف گئے۔ کہ زیارتِ قبر مبارک سنت ہے۔ چنانچہ قاضی
 عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ انھا مسئلة من سأل المسلمين جميع
 عليه زیارت روضہ پاک سنت ہے۔ اور اسی پر اجماع ہے۔ اور مسلک عشاق

نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی مٹی بیت اللہ، مسجد اقصیٰ اور عرش و کرسی
 سے افضل ہے۔

حاجیدار آتش نشاہ کار و صفہ دیکھو
 کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
 لکین شامی سے مٹی وحشت شام غربت
 اب ہرینہ کو چلو صبح دل آواز دیکھو
 آپ زمرم تو پیا خوب بھائی ہیں پیاسیں
 آؤ جو دیشہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
 زیر میز اس بٹے خوب کرم کمر چھینٹے
 ابر رحمت کا یہاں روز بزرستا دیکھو
 وان صلیون کا جگر خور سے پانی پیا
 یہاں سپہ کاروں کا دامن پہ بچلنا دیکھو



فصل رابع

ذکر میلاد محمد رسول اللہ ﷺ

ابان مولدہ عن طیب عنصرہ

یا طیب مبتداعہ منہ ومختتمہ

(۵۹)

حَلِّ لغات | ابان یعنی از بانہ، ظاہر کرنا۔ ظاہر کیا۔ مولدہ۔ اسم ظرف مکان فاعلی جانے ولادت۔ حضور کی جائے ولادت تھے۔ عن طیب عنصرہ۔ عنصر اجزاء، اجزاء جسم کی خوشبوؤں سے۔ یا طیب۔ یا علیہ السلام، اسے یا ایہا العقلاء انظروا بنظر التعجب الی طیبہ۔ اسے پاک و خوشبودار ہستی کے دیکھنے والے۔ مبتداعہ۔ ابتداء ولادت میں۔ ومختتمہ۔ اور وقت وفات قبر میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت نے جسید مبارک کی خوشبو ظاہر کی۔ ترجمہ | سبحان اللہ! اسے لوگو! دیکھو حضور کی جائے ولادت اور مدفن اقدس دونوں کیسے پاک اور خوشبودار ہیں۔

خوشبو یہ پیاری پیاری کس گل کی آرہی ہے
بادِ صبا یہ کس کا مشوہ سنا رہی ہے

شرح

ابر بہار یک سو چہر کاؤ کر رہا ہے
آمد ہے کیا اُسی کی جس کا خدا ہے شیدا
بادِ صحر خوشی میں ٹپکے ہلا رہی ہے
فرخِ نجوم کس کے ہمراہ آرہی ہے
حبِ نبی دلوں پر کیا رنگ لا رہی ہے
ہر جا ترانہ سنجی صل علی النبی کی
اس بیت مبارک میں ناظم ناظم اس جانِ عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل کے حالات شروع فرما کر ایک طرزِ خاص کا ذکر میلا و بیان فرما رہے ہیں۔ اور اس کی ابتداء دیوں کرتے ہیں۔ کہ حضور کے زمانہ ولادت نے ایسے ایسے امور غریب و کراماتِ عظیم کا مظاہرہ کیا۔ کہ آپ کے حسن ابتداء اور خوبی خاتمہ دونوں واضح ہو گئے۔

باطیب مبتداء منہ و مختتم میں حضور کے زمانہ ولادت اور زمانہ رحلت دونوں کی ٹولی جان کر رہے ہیں۔

ادھر کہہ رہے ہیں کہ اسے جان عالم تیرے فضائل کا کیا کتنا تو تمام زمانوں سے افضل ہے۔ سورۃ العصر میں تیرا رب تیری ذات مقدس کی قسم کھا رہا ہے۔ سورۃ ضحیٰ میں تیرے وجود پر کوئی شک نہیں بن رہا ہے کہیں لعنہ نہ لگا کر تیرا قرب خاص دکھا رہا ہے، کہیں جس کہہ کر تجھے ناجدار بنا رہا ہے۔

انفروغ تست روشن دین و دنیا پر دوجا

پر تو باوا از خدا صلوة یا پدر الدہ سے

مادر گیتی نہ زادہ چوں توفیر نہ دگر

ویدہ عالم ندیدہ پہ تو حسن الفا

کے ملک کروے پر پیش آدم خاکی سجود

نور تو در دے ہوئے گرد و بیت لے لئے

از ہمارے عطف تو سر سبز باغ کائنات

و نسیم فیض تو شاداب تر و رضی الصفا

حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت ایسا نور مستنیر ہوا کہ زمین سے آسمان تک ہر شے روشن تھی۔ اس نور میں مجھے قصور شام نظر آنے لگے۔ اور ایک انور کھی شان کی خوشبو مہکی، جس نے مشام داغ معطر کر دیے۔ میرے مکان کی ایک سمت سے آواز آئی۔ اسے آمنہ انھیں تین روز تک نکا ہر نہ کرو کہ خاکہ سلام کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ حضور وقت ولادت پر قدرت سے تختوں و ناف ہریہ تھے۔ اور آپ کا جسد اطہر آکاش سے پاک تھا، یہ قدرت کا غسل فرمائے ہوئے جلد گرہے۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت میں حضور کی دایہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضور کے جسد اطہر کا نور چراغ کی روشنی پر غالب ہے اور اس

شب میں چھ عجاہبات دیکھئے۔

اولیٰ یہ کہ جب آپ شکم مادر سے نکلا ہوئے۔ تو آپ نے سجدہ فرمایا۔
دوسرے یہ کہ سر مبارک اٹھا کر حضور نے اللہ تعالیٰ لا الہ الا اللہ فرمایا۔
تیسرے یہ کہ آپ کے جسمِ اہم کے نور سے تمام کائنات نور ہو گیا۔
چوتھے یہ کہ میں نے حسب دستور جب حضور کو غسل دینا پایا۔ تو مجھے عطا فی کہ
اے صغیر! یہ قدرت سے غسل کیے ہوئے ہیں تم تکلیفِ غسل نہ کرو۔
پانچویں یہ کہ آپ مختون و ناف پریدہ تھے۔

چھٹے یہ کہ جب میں نے چاہا کہ حضور کو چہرہ پہناؤں۔ تو آپ کی پشتِ نور پر
دونوں نشانوں کے امین ایک گول نشان پایا۔ جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
لکھا ہوا تھا۔

حضرت مولا شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے بوقت غسل حضور
کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو سونگھی۔ کہ اس سے پہلے وہ خوشبو مجھے کسی تیسرے آئی تھی۔
علامہ غریبائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ زائد ولادت باسعادت کے فضائلِ عجیبہ
اور غائب لطیفہ بکثرت احادیث میں موجود ہیں۔ منجملہ اُن کے جو کتب احادیث میں مذکور
ہیں۔ ایک یہ ہے۔ کہ جب استقرارِ نطفہ لگی اور دیرِ یتیم تھوڑے مددِ آمنہ قرشیہ میں ہوا۔
تو عالمِ ملکوت و جبروت میں منادی کی گئی کہ تمام عالمِ قدس کو معطر کر دیا جائے۔ اور جہانِ شرف
اعلیٰ میں بخور کر دیا جائے۔ اور سجاد ہائے عبادت صفوفِ ملائکہ میں بچھا دی جائیں۔ کہ آج
نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم آمنہ میں منتقل ہو چکا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں۔ کہ جس رات اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم بطینِ آمنہ میں منتقل فرمایا۔ وہ رجب کی ییل جمعہ تھی۔ اس رات غازیٰ خان
کو حکم ہوا کہ دروسِ اعلیٰ کھول دے۔ اور منادی زمین و آسمان میں ندا دے رہا تھا۔ کہ وہ
نورِ مخزون جس سے نورِ مادی ظاہر ہونے والا تھا۔ اس رات بطینِ آمنہ خاتونِ نبی صلی اللہ
عہا میں فرمایا گیا۔

فرمانی جیسے مفصل دیکھنا ہو۔ وہ اُن کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

اور شرح شیخ زادہ میں یہ اور منقول ہے۔ کہ استقرارِ محل کی صبح کو اصنامِ دنیا ملکوں
تھے۔ اور تختِ شیطانی اور ہڈیا پڑا تھا۔ اور شیطان عین اس علم میں چالیس دین و ریاضت
میں غوطہ کھاتا رہا۔ پھر جگہ کو محلِ ابوقیس پر آیا۔ اور ایک ایسی بیخ ماری۔ کہ تمام فریبت
جمع ہو گئی۔ تو اُن سے شیطان نے کہا۔

وَبَلَّغَكُمْ هَذِهِ هَذِهِ الْمَرْقَةُ هَلْ كُنْتُمْ تَهْدُوْنَ مِثْلَهُ . قَالُوا بَلَّغْنَا الْقَصَّةَ
فَقَالَ هَذَا مُحْسِنٌ بِنِ عِبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمَطْلُبِ الْمُبْعُوثُ بِالسَّيْفِ الْقَاطِعِ
الَّذِي لَا حَبْلَةَ فَعْدَةٍ يَبْطُلُ عِبَادَةُ الْفَلَاتِ وَالْعَرَبِيَّ وَسَاوِلَ اصْنَامٍ وَلَا تَأْتِي
مَوْضِعًا إِلَّا وَجَدَ نَاقِيَةً ذَكَرَ الْوَحْدَ انِّيَّةً عَلَانِيَةً الْوَحْدَ

وائے تم پر اس دفعہ تم ایسے ہلاک ہو رہے ہو۔ کہ ایسی ہلاکت اس سے قبل تم
پر کبھی نہ آئی تھی۔ فریبتِ شیطانی نے کہا۔ کہ قصہ تو بتا۔ کیا مصیبت آگئی۔ شیطان نے
کہا، عنقریب اسی جگہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب آ رہے ہیں۔ جو اللہ کی طرف سے
مبعوث بالسیف قاطع ہیں۔ اُن کی رونق افزوری کے بعد کوئی چال اور حیلہ نہ چل سکے گا
لات و عزت اور تمام بتوں کی پرستش کو باطل کر دیں گے۔ اور کہیں وہ تشریف نہ لائیں
گے، مگر وہ ان ذکرِ توحید الہی ہونا نظر آئے گا۔ اور یہ اُمت ہمارے خداؤں پر ان کی تعلیم کی
وجہ میں لعنت کرے گی۔ اور شیطان کو رحیم کہے گی۔ اور اس نبی کی رونق افزوری کے بعد
ہماری آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور ہمارے دل حزیں و غمگین ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ علاماتِ حملِ نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایک سہ ہفتی۔ کہ اُس رات قریش کے تمام جانور بول اُٹھے۔ اور زبانِ فصیح کہنے لگے۔
حملِ محمد و سب الکعبة و هو امان لاهل الدنیا۔ رب کعبہ کی قسم
محمد صلی اللہ علیہ وسلم صدیقِ امنہ میں جلوہ گر ہو گئے وہ دنیا والوں کے لیے امان ہیں۔
اور کوئی کافرانِ قریش میں باقی نہ رہا۔ اور نہ قبائلِ عرب میں کوئی غفّا۔ مگر متحیر ہو گیا۔
اور حکمِ کائنات اُن سے جا کار رہا اور کسی بادشاہ کا تخت نہ تھا۔ مگر اوندھا ہو گیا تھا۔

اور دوسری طرف کے مغرب کی طرف دوڑے اور مغرب کے مشرق کی طرف اشارہ
بشارت دے کر رہے تھے۔

البشر واخذوا ان لا بقی القاسم ان یمخرج الحیلا لارض میموننا ھیا رکا طیباً
طاهر الی خیراً ممتاً اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یَا مَعْرُوفُ بِالْمَعْرُوفِ وَبِیْسَھُونِ عَنِ
الْمَعْنُوفِ بِطَوْبِھَا۔

مبارک ہو، اب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے کہ وہ عنقریب زمین کی طرف
جلوہ فرما ہوں گے۔ امن والے، برکت والے، پاک ذات پاک زمانے والے خیر اُمت
کی طرف تشریف لارہے ہیں۔ معروف کا حکم فرماتے، منافی سے منع کرتے۔ اے سنی
والو! مبارک ہو۔

ایام مولود آگئے، آثار بہود آگئے

فرحت کے دن زور آگئے، تازہ ہوا سارے کس

حضرت آمنہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب حمل کو چھ ماہ گزرے تو خواہ سب میں کوئی
اگر کہنے لگا۔ یا آمنہ حملت بخیر العالمین طراً فاذا ولدت نفس حبیبہ محمد
واکتفی شانئ۔ اے آمنہ! تم خیر العالمین کی حاملہ ہو۔ تمہیں مبارک ہو۔ جب وہ
جلوہ کراد عالم ہوں، تو ان کا نام نامی محمد رکھنا، اور اس معاملہ کو پوشیدہ رکھو۔

مولای صلی وسلم اشعاباً علی حبیب خیر الخلق صلہم
کعبہ کے برابر اچھی تم پر کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الفی تم پر کروڑوں رُوح

نہ ہے عزت و اعتکاسے محمد اللہ علیہ وسلم	کہ ہے عرش حق و برپائے محمد اللہ علیہ وسلم
مکان عرش اُن کا فلک فرش اُن کا	فلک دارین سرائے محمد اللہ علیہ وسلم
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم	خدا چاہتا ہے رضائے محمد اللہ علیہ وسلم
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر	خدا ہے محمد براے محمد اللہ علیہ وسلم
محمدؐ تقدیر برائے جناب الہی	جناب الہی برائے محمد اللہ علیہ وسلم

بہم عند ہمارے ہیں وصل اہل کا
 وہم نذر جاری جو میری زبان پر
 جلوس اجابت خواہی میں رحمت
 اجابت کا سر اعلیٰ کا جوڑا
 سلم وصل الہی
 من قحہ بد ر اللہ
 من کفہ بعہ العطا
 صلوات و رحمت و انیما
 رضائے خدا رکھتے وصل اللہ علیہ وسلم
 محمد محمد خدا کے وصل اللہ علیہ وسلم
 برحق کس ترکہ دھائے وصل اللہ علیہ وسلم
 دین بن کے کل دعائے وصل اللہ علیہ وسلم
 ابد اعلیٰ خیر اللہ
 من ذاتہ نور اللہ
 کانت علیہ من سما
 طول اللہ نور و السلام

(علامۃ اولیٰ)

یَوْمَ تَقْرَأُ فِيهِ الْقُرْآنُ

(۶۰)

قَدْ آنْذَرْتُكُمْ يَوْمَ الْبُيُوتِ وَالنَّقَمِ

حل لغات | یوم - اُس دن - قمر س - ماضی، از فرست، قرینہ و علامت سے
 جاننا۔ فرست سے جان لیا۔ فیہ القُرآن - اہل فارس نے کراس دن - انہم۔
 بے شک وہ۔ قد آنْذَرْتُكُمْ - اندرنا، ماضی بھول، نا اندازہ کر دے گئے ہیں۔ بھول۔
 بمعنی نزول، ساتھ نازل ہونے۔ البیوت - سخت مصیبت اور بلا۔ والنقم - جمع
 نقر، شدت و عقوبت، اور عذاب سے۔

ترجمہ | یوم ولادت کو فرست سے اہل فارس نے جان لیا کہ یہ دن اُن پر بلا
 مصیبت کے نازل ہونے کا ہے۔

شرح | یوم قمر س میں یوم بدل ہے مولد سے اور یہاں یوم سے مراد وہ صبح
 جاننا ہے۔ جس میں حضور جلوہ آرائے عالم تھے جہاں آپ جس حدیث
 میں حضور کی ولادت کا تذکرہ ہے، اُس میں بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انہ

مسئل عن صیام یوم الاثنین فقال کما ہذا یوم ولدت فیہ ، حضور کے سوال میں
 کہ ہم پیر کو حضور کو روئے کیوں رکھتے ہیں ، تو حضور نے فرمایا : یہ وہ دن ہے جس میں جبرائیل
 ولادت ہوئی ، تو معلوم ہوا کہ یوم سے مراد شمار یوم ہے اس لیے کہ حضور کی ولادت
 شمار و شنبہ کو ہوئی ، تو ناظم فہم نے یہ یوم استعمال کیا ، محاورہ کے مطابق استعمال کیا ۔
 اس طرح دوسری حدیث جو سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے اس
 میں فرماتے ہیں ولدی علیہ السلام یوم الاثنين واول علیه الجمعة یوم الاثنين
 وخرج مهاجرا یوم الاثنين وخرجنا منہ یوم الاثنين ووضعت القبور یوم
 الاثنين وکذا فتحة مکة یوم الاثنين واول علیه صومہ الاحد یوم الاثنين
 یعنی حضور کی ولادت پیر کو ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور حضور کی ولادت
 بھی اسی دن فرمائی ۔ اور مدینہ میں داخلہ ہونے کے دن اور قریب مدینہ میں ہونے کے
 روز آرام فرما چکے تھے ۔ اور کتب بھی پیر کو فتح ہوا اور مدینہ لاکھ گئی جو کہ دن اتالی
 ہوئی ۔

اور تفرس کے معنی نظر کے ہیں ۔ یعنی اس دن دیکھا ۔ اور تفرست ہوا اس
 لیے کہ فرست ایک ایسی قوتِ انسانی کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان معانی باطن
 کا ادراک کرتا ہے ۔

اور دوم القطر فرس اسم جمع ہے اہل فارس کا ۔ اور فارس پارس سے عرب ہے
 اس کا شجرہ یہ ہے ۔ پارس بن ناسور بن سام بن نوح انھوں نے بہت سے بلاد و ممالک
 بنائے مشہور شہران کے شیراز اور اصفہان ہیں ۔

اور فارس کی تعریف میں احادیث بھی وارد ہیں چنانچہ حضور نے فرمایا ۔

ان الله اخذنا من بين خلقه من العرب قريشا ومن العجم فارسا ، اللہ نے عرب میں سے

قریش کو پسند فرمایا ۔ اور عجم سے فارس کو ۔ دوسری حدیث میں فرمایا ۔

الجد الناس عن الاسلام السوم و لو كان الاسلام مع قبا بالقریة لكان

محال میں فارس ۔ لوگوں میں اسلام سے بعید تر روم واسے ہیں ۔ اور اگر اسلام شہر یا پیر

چلا جائے۔ تو بعض فارس کے لوگ وہاں سے بھی اُچک لائیں گے۔
چنانچہ چارے امام ہمام حضرت ابو حنیفہ النعمان فارسی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے مصداق ہیں۔

لَقَدْ رَأَى الْمَلَأَدَ مِنْ حَلِيْمَا ! اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ أَبُو حَلِيْفَةَ !
بئس سخت مصیبت کو کہتے ہیں۔ اور نعم جمع فقرہ کی جگہ یہ بمعنی خذاب اور ہلاکے مستعمل ہے۔

اس بیت مبارک میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو مروی ہے کہ جس رات کی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اُس رات ملک فارس انوشیروان نے ایک خواب دیکھا اور اُس سے سخت پریشان ہو کر تمام ساحر و کاہن، منجم جمع کیے۔ اور اُس نے کہا کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جس نے متحیر کر دیا ہے۔ لہذا اُس کی تعبیر دو سب نے کہا کہ خواب بیان کر۔ انوشیروان نے کہا کہ مجھے خواب بیان کرنے کے بعد تعبیر سننے سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ بلا خواب سناؤں تعبیر سنوں۔ یہ سن کر سب حیرت ہو گئے۔ اور سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ بغیر خواب سننے ہم تعبیر دینے سے قاصر ہیں۔

ایک منجم بولا کہ اگر آپ اس طرح تعبیر لینا چاہتے ہیں۔ تو سطح کے پاس آؤ می بھیجے وہ آپ کو سب بتا دے گا۔ انوشیروان نے عبدالمسیح کو بھرنی بھیجا۔ وہ وہاں پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سطح سال بھڑوں ایک دن نکلتا ہے۔ اور اُس کے دوانہ پر سونے کے پترے ساتوں کی طرف سے پڑے ہوتے ہیں۔ کہ اُن پر وہ اُن کے واسطے سال کے تمام حالات لکھ کر دے۔

عبدالمسیح اُس کاہن کے باہر آنے کے منتظر میں ٹھہرا۔ جب سطح باہر نکلا۔ تو اُس نے سب سے پہلے انوشیروان کے خواب کو بیان کیا۔ اور کہا کہ انوشیروان نے حیرتناک خواب دیکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ عربی گھوڑے اُس کے تمام شہروں میں بھر گئے ہیں۔

لے مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شہروں اور شہروں میں بسنے والوں کو نذیرت دے دی ہے۔

اور عراقی آؤنٹ ہانکے جارہے ہیں۔ اور اُسے نکال رہے ہیں۔ یہ علامت ولادت نہیں
 عربی امی ہاشمی کی ہے جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ اولاد غلبیل میں سب
 سے افضل ہیں۔ اور ان کی تعریف توریت و انجیل میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس خواب
 کی تعبیر یہ ہے کہ خیل عرب اُس ہاشمی کے اصحاب ہیں جو ہلاؤ فارس میں داخل ہو کر ملک
 فارس فتح کریں گے۔ اور اُلی ساسان سے شہر کے شہر چھین لیں گے، پھر بطح روئے لگا۔
 اُس سے سبب گرے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگا۔ میں اس پر روتا ہوں۔ کہ میری عمر کے دن
 تقوڑے باقی ہیں۔ اور انہوں نے کہیں اُس نبی ہاشمی کا زمانہ نہ پائیں گے۔
 عباد المسیح واپس ہوا۔ اور قوم ساسان کو اس پیشگوئی سے مطلع کیا۔ قوم ساسان
 کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور انہوں نے بطح کو قتل کر ڈالا۔ اور اُن کا سر بھاڑ دیا۔ اور یہ
 قصہ مفصل تاریخ ہاشمی میں منقول ہے۔

(علامۃ ثانیہ)

وَبَاتِ اَيُّوَانُ كِسْرَى وَهُوَ مُصَدِّعٌ
 كَشْمَلُ اَصْحَابِ كِسْرَى غَيْرُ مَكْتُمٍ ④١

وَبَاتِ۔ عام سواکان فی اللیل او فی الیوم۔ بمعنی صبح اور
 ہو گیا ایوان۔ بمعنی دیوان خانہ محل، مراد محل کسری بمعنی مصر، مصر، اسم جنس
 لیس بیلک العجم۔ کسری بادشاہ فارس کا۔ وہو۔ حالہ، ضمیر راجع الی الایوان۔ در اسماء ایک وہ
 محل۔ متصدع۔ اسم فاعل، اذا انصداع بمعنی الانهزام والتسحق
 پٹنے والا، مگر نہ والا تھا۔ کشمل۔ ک تشبیہ اشمل بمعنی جمعیت۔ مثل جمعیت۔
 اصحاب۔ اصحاب۔ کسری۔ بادشاہ فارس کے۔ غیر مکتوم۔ نہ لٹنے والی شے۔
 شاہ ایران کا محل بھٹ کر رہ گیا۔ اور پھر درست نہ ہو سکا۔ جس طرح شہ
 ترجمہ کسری منتشر ہونے کے بعد پھر منظم نہ ہوا۔

کسری اُس کو کہتے ہیں۔ جو ملک عجم ہو، اس کی جمع اکسروہ ہے جیسے ملک
 شرح روم کو قہر کہا جاتا ہے۔ یمن کے بادشاہ کو شیخ کہتے ہیں۔ مصر کے حکمران کو

فرعون کے نام سے پکارتے ہیں۔ نرکی تاجدار کو خاقان اور شاہ جہش کو نجاشی کہتے ہیں۔
 منصوبہ اسم فاعل ہے، اور انصراح سے مشتق، اس کے معنی پھٹنے اور منہدم ہونے
 کے آتے ہیں۔ چونکہ بنی ساسان کا یہ ایوان خاص نوسے برس میں تعمیر ہوا تھا۔ اور نہایت
 مضبوط تھا۔ اس لیے اس کے پھٹنے میں خاص دلیل نہایت اُس نبی ابلیسی روحی فداہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی نظر آئی۔ اس پر سوئے کے پانی کا رنگ کیا گیا تھا۔ اور زبرد جہاد و موتوں سے
 اس پر نقاشی کا کام تھا۔ اور جواہرات قیمتی جڑے گئے تھے۔ اور جس رات ولادت باسعادت
 سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی۔ اُس دن اس محل پر زلزلہ طاری ہو گیا۔ اور تمام محل پھٹ گیا
 اور چودہ لاکھ سے محل کے گر گئے۔ اور آٹھ باقی رہے۔ جو اس امر کی دلیل تھے کہ اب سے
 صرف آٹھ تاجدار اس سلطنت پر حکمرانی کریں گے۔

چنانچہ اس سلطنت کا آخری بادشاہ یزدگردِ گزرا ہے۔ اس کے بعد ملک ایران رستم
 کی حکومت ہوئی۔ اور یہ وہ رستم نہیں ہے جو ہندوستان میں مشہور ہے۔ بلکہ یہ اور رستم
 ہے۔ جسے یزدگرد نے تمام خزانہ دے کر اور اسلحہات سے بھر لوہر کر کے سونا چاندی بخش
 کر کہا تھا کہ کسی طرح عرب کا شروفع کر چنانچہ رستم بلادِ خراسان سے دو لاکھ آدمی لے کر
 بلادِ عراق سے ہوتا ہوا چلا۔ اور جس قدر اہل ذمہ تھے۔ سب کو انچا را حتی اگر انھوں نے
 حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے نفقہ عہد کیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت
 سے عساکر روانہ کیے۔ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ان کی کمان دی، اور جو عساکر عراق
 میں تھے۔ اُن کو حکم بھیج دیا کہ وہ حضرت سعد کی اطاعت کریں۔ جب حضرت سعد عساکرِ اسلامیہ
 کے ساتھ پہنچے، تو مخالفت کے لشکر کا سردار رستم کو بلایا۔ جس وقت مقابلہ شروع ہوا تو
 ہلالِ بنِ علقمہ حبشی نے رستم کو شمشیر سے مار دیا۔ اور پہلے ہی تیرہیں اُسے ہلاک کر دیا چنانچہ
 حضرت سعد نے رستم کا تمام مال مسلوبِ ہلال کو عطا فرمایا۔ جو شہرِ ارد ورم کی قیمت کا تھا۔ اور
 رستم کی لڑائی کی قیمت ایک لاکھ درہم کی علیحدہ تھی۔ وہ بھی ہلال کو عطا کی گئی۔ پس کمانڈرِ نجف
 کا قتل ہونا تھا کہ لشکر میں جھگڑا برپا ہو گیا۔ حضرت سعد نے اُن کا تعاقب کیا۔ حتیٰ کہ اُن کی جمعیۃیں
 منتشر ہو گئیں۔ اور ہزار ہا لشکر ہی مارے گئے۔ اور مسلمانوں کو کافی مال غنیمت ملا روایت ہے۔

کہ حکیم کفار حرب قبضہ میں آگیا۔ تو مددِ بالِ غیبت کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے مجاہدینِ اسلام میں اُس کا تقاسم فرمایا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حصہ میں اُس مال سے ایک شیرِ طاعنا جسے آپ نے دس ہزار دینار کو فروخت فرمایا۔ اس کے بعد سے اکاسرہ کی سلطنت اور اُن کی جمعیت پھر دوبارہ منظم نہ ہو سکی۔ مصر و ثانی میں اس طرف اشارہ ہے۔ کشتی اَصحابِ کسر کے غیر ملتئم، یعنی اَصحابِ کسریٰ کی جمعیت کی طرح وہ محل بھی پھر مندمل نہ ہو سکا۔

التتام عربی میں تھم جرنے اور ملتئم ہونے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی کا شعر ہے۔ اُس میں اس کی نظیر ملتی ہے، اے

جراحات السنان لها النیام ولا یلتام ما جرح اللسان
 پرچی کا زخم مندمل ہو سکتا ہے۔ لیکن جو زخم زبان سے طعن و تشنیع کا لگے، وہ مندمل نہیں ہو سکتا ہے

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
 کسے چارہ جوئی کا دار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

(علامۃ ثالثۃ ورابعۃ)

وَالنَّارُ خَامِدَةٌ الْأَنْفَاسُ مِنْ أَسْفِ

عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ

(۹۲)

وَالنَّارُ - اور آگ خَامِدَةٌ - انکس، انقطاع شعلۃ النار مع
 بقاء جھرہا، ٹنڈ ہے۔ الْأَنْفَاسُ - جمع نفَس، سانس لینے کی۔

لغات

مِنْ أَسْفِ - الاسف بمعنی الحزن - افسوس سے۔ عَلَيْهِ - اپنے اوپر و الفہر
 اور نہرات - سَاهِي الْعَيْنِ - ساهی، بمعنی الغافل عین منبع العناء - محمول
 ان کے اپنے منبع کو۔ مِنْ سَدَمِ - الحزن والندم - کمالِ حزن و ندامت سے۔

آتش کدو کی آگ آؤ سرد کیلچ کر سرد ہو گئی۔ اور نہ فرات کی آنکھ
ترجمہ یعنی منبع بہنے سے ٹک گیا۔

شرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میثاق مبارک کے وقت آتش عجم جو ہزار
سال سے روشن تھی۔ ایک آؤ سرد بھر کر ٹھنڈی ہو گئی۔ اور اُسے
بطلان مذہب عجم کا یقین ہو گیا۔ اور نہ فرات جو کوفہ کے قریب ہے۔ جس پر
نوشیروان نے پل باندھ کر بڑی عالی شان عمارتیں اور کنیسا اُس کے گردا گرد بنوائے
تھے۔ ایسی حیران ہوئی کہ اپنا بھڑا چھوڑ کر ساوہ اور بحیرہ طبریہ کی گھاٹیوں میں جو دمشق
و عراق کے مابین ہیں۔ جا پڑی۔ سے

روئے زمین کے بت کیوں سب آج سڑگوں ہیں
آتش کدو کی آتش قدرت بھار ہی ہے

وَسَاءَ سَاوَةَ أَنْ غَاضَتْ بِحَيْرَتَهَا
وَرَدَّوْا بِدُهَا بِالْغَيْظِ حِينَ ظَمَ

(۶۳)

و۔ واو عاضفہ، اور۔ ساء۔ بمعنی حزن، احزن، غمگین ہو
گئے۔ ساوۃ۔ اسم شہر عظیم، والمراد اہل ساوہ، اہل ساوہ

اَنْ غَاضَتْ۔ غاض بمعنی غاب، يقال غاض النماء اذا غاب، اس سے کہ غائب
ہو گیا۔ بِحَيْرَتَهَا۔ بحیرہ اسم نہیاء عظیم، اُس کا دریا جسے دریا ساوہ کہتے
ہیں۔ وَرَدَّ۔ وادحالیہ، رد بمعنی رجوع والنصرف، اس حال میں کہ لوٹا۔ واردها۔
النماء لا یخذ النماء، پانی لینے والا۔ بِالْغَيْظِ۔ غصہ سے۔ حین۔ جب کہ ظم۔
اصلہ ظمشی ای عطش حذف ہمزة بضر و رت شعری، پیاسا تھا۔

اور جب کہ خشک ہو گیا دریا کے ساوہ تو اہل ساوہ ساحل سے شدت
ترجمہ اشک میں غصہ سے واپس لوٹے۔

ملکت عراق العجم میں جو جہانِ وقم کے ماہرین واقع ہے وہاں یہ دریا بہ
شرح ساوہ تھا جو شہر ساوہ سے چلا تھا۔ اس میں کشتیاں چلتی تھیں۔ اور
 یہاں سے لوگ ملکِ رے اور اندرغات وغیرہ کو سفر کیا کرتے تھے۔ اور یہ دریا چھ
 فرسخ سے بھی عریض تھا۔ اس کا پانی اتنا لطیف تھا کہ اس کے مقابلہ کر پانی کسی
 دریا میں نہ تھا۔ اس کے ساحل پر درویر کینسہ اور شاندار بازار تھے، تمام محروس اس مقام
 کو متبرک خیال کرتے اور آگ وغیرہ پوجتے تھے، جب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ولادت ہوئی تو چچا کہ آپ کی ذات اقدس اس طرف اٹھ کر کفر کے طریقوں کو مٹانے والی تھی۔ اور
 یہ مقام خاص مرکز کفر تھا۔ اس لیے یہاں کا پانی خشک ہو گیا۔ اور بحیرہ طبریہ یہ بھی ایسی
 ہی جگہ تھی، جہاں بہت سے کنائس سونے چاندی سے منقش تعمیر کیے گئے تھے۔ یہ
 بھی وقت ولادت باسعادت خشک ہو گیا۔ اور یہ خشک ہونا ان مقامات کی خرابی
 کی مبادیات سے تھا۔ اور موضع بحیرہ یعنی ساوہ ایک زبردست شہر ہے۔ اور اب
 تک وہ باقی ہے۔

كَانَ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ

(۶۴)

حُزْنًا وَبِالسَّمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٍ

حل لغات **كَانَ**۔ حرف تشبیہ، گویا۔ **بِالنَّارِ**۔ آگ نے۔ **مَا بِالْمَاءِ**۔
 پانی سے **مِنْ بَلَلٍ**۔ نمی حاصل کی ہے۔ **حُزْنًا**۔ غم میں۔ **وَبِالسَّمَاءِ**۔
 اور پانی نے۔ **مَا بِالنَّارِ**۔ آگ سے **مِنْ ضَرَمٍ**۔ لگھا ب لگھا اور اشتعال
 سوزش۔ حرارت حاصل کی ہے۔

گویا کہ آتشِ غم میں آگ نے پانی سے نمی حاصل کی ہے اور پانی نے
 ترجمہ آگ سے حرارت حاصل کر کے خشکی اختیار کی۔

شرح تفسیر روح البیان میں ہے کہ اول آگ پوجنے والا قابیل تھا جب اس
 نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ اور آدم علیہ السلام بامر الہی ارض میں

سے تشریف لے گئے۔ تو قابیل معاہدہ ہی میں سے نکلا۔ شیطان نے اُسے کہا۔ کہ قابیل کے صدقہ کو آگ نے یوں قبول کیا۔ کہ وہ آگ پوچھا تھا۔ لہذا تو بھی آگ پوج، تاکہ آگ تیری حمایت کرے۔ چنانچہ اُس نے آتش پرستی شروع کی۔ اور اس طرح اُس کی اولاد اور اولاد میں یہ سلسلہ آتش پرستی شروع ہو گیا۔

وَالْحِجْنَ تَهْتِفُ وَالْأَنْوَادُ سَاطِعَةٌ

وَالْحَقُّ يَطْهَرُ مِنْ مَعْنَى وَمِنْ حَلَم

(۶۵)

والحج - واؤ عاطفہ اور جن - تہتف - از تہتف : آواز دینا
حل لغات : آواز دے رہے ہیں - والہ فواس - جمع نور اور نور - ساطعہ
از سطوع بمعنی ظہور چمک رہے ہیں - والحق - الحق ضد الباطل، اور سچائی - یطہر
ظاہر ہو گئی - من معنی - قرآن کریم سے - ومن حلم - اور حضور کے ارشادوں سے -
جنات آواز دینے لگے۔ اور نور بلند ہو کر چمکنے لگے۔ اور حق ظاہر ہو گیا۔
ترجمہ : قرآن کریم سے اور حضور کے ارشادوں سے -

شرح : جن انس کے مقابل ایک مخلوق ہے جو جوہر ناری ہے متشکل بالمشکال
عادیہ ہونے کی استعداد رکھتی ہے۔ اور جن انھیں اس لیے کہا جاتا
ہے۔ کہ نظروں سے مستور مخلوق ہے۔ لغت میں جس لفظ کی ابتدا دجیم نوں کے ساتھ
ہوتی ہے۔ وہ شے مستور کے لیے مخصوص ہے۔ جیسے جنین کہ اُس بچہ کو کہتے ہیں جو رحم
مادر میں مستور ہو، جنان قلب کو بھی کہتے ہیں۔ اور اُس باغ کو بھی جو چار دیواری میں مستور
ہو، و قس علی ذلک۔ اگرچہ بلا نگہ بھی نظروں سے مستور ہیں۔ لیکن یہ اپنے غایت حسن و جمال کی
وجہ سے مستور ہوئے۔ اس لیے کہ اگر انھیں کوئی اپنی صورت میں دیکھ لے تو لمعات
نور سے آنکھیں جاتی ہیں۔ اور مہابت حسن سے زوال عقل ہو جاتے۔ اور جن چو نہر
بغایت فیض المصورت ہیں۔ اس لیے لوگوں پر یہ ان کا احسان ہے کہ وہ مستور رکھے
گئے۔ اس لیے کہ اگر انھیں کوئی دیکھ لے تو خوف سے مر جائے یا پاگل ہو جائے۔

اور جن تین اقسام پر منقسم ہیں۔ ایک وہ ہیں۔ کہ یہ وہاں آئے ہیں،
 دوسرے وہ ہیں۔ جو سانپ اور کتے کی شکل میں رہتے ہیں۔ اور تیسری قسم وہ ہے جو
 انسان کی طرح چلتی پھرتی ہے۔

اور غفقی نے لکھا ہے۔ کہ جس طرح انسان میں متعدد مذاہب ہیں۔ اس طرح

میں بھی متعدد مذاہب ہیں۔ ان میں یہودی ہیں۔ نصاریٰ ہیں، مجوسی ہیں، مشرک ہیں، مسلمان
 ہیں، ہندو ہیں، عیاش اور آوارہ بھی ہیں۔ اور تمام مکلف بالاحکام ہیں۔

والجن تھتھ جو ناظم عالم نے فرمایا۔ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وقت
 کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو آوازیں جنوں کی ہوا میں تاکہ معقلہ کے اندر مسموع

ہوں۔ جو ولادت باسعادت کی بشارت دے رہے تھے۔ مواہب لدنیہ میں ہے۔ کہ
 وقت و لدت مشرق کے جن مغرب کے جنوں کو اور مغرب کے جن مشرق کے جنوں کو

کی ولادت کی بشارت دے رہے تھے اور قبل از بشارت بھی بہت سے
 جن سے بشارتیں مسموع ہوئیں۔ چنانچہ حضرت مازن فرماتے ہیں۔ کہ میرا بہت باؤش

میں تھا۔ اس سے میں نے ان لفظوں میں بشارت سنی یا مازن اس معنی میں کہ
 بشارت نبی من محسن مدین دین اللہ یوفد مع خبیث من یحقرہ وسلم من

میں سے مازن بشارت سن اور خوش ہو۔ ظہور خیر البشر ہوئے والا ہے۔ قبیلہ
 کے ایک نبی ظاہر ہوں گے، دین حق سے کراہیں گے۔ یہ پتھر کے گدے ہوئے

ہیں۔ انھیں چھوڑنا کہ سفر سے نجات حاصل ہو۔ مازن فرماتے ہیں۔ اس آواز کو سن
 کر تم بتا کر دوسری آواز آئی۔ اقبل الی قبل مستمعاً لا تجھل هذا نبی مومل

میں سے سنو۔ ادھر دیکھا ادھر دیکھ سن اور جو حالت نہ کر۔ یہ نبی مرسل شریعت حق
 کا نازل ہوئے ہیں۔

انھیں ہے۔ کہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ اولاد نہ علیہ
 من اجمی نوراً۔ لہ قصور انشام۔ حضور کی ولادت کے وقت میری

کمر ایک ایسا نور نکلا۔ جس نے قصور انشام روشن کر دیے۔ لطائف میں ہے۔ کہ

اس نور کے نکلنے سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ظلمت شرک محدود ہے۔ اور نور ہدایت اب عام ہوئے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ **قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**۔

مولائی صل وسام دائماً ابدا علی حبیبک میر الخلق کلهم

عَمُوا وَصَمُوا فَأَعْلَنُ الْبَشَائِرَ لَكُمْ

تُسَمُّ وَبَارِقَةُ الْإِنْذَارِ لَمْ تُسَمِّ

عمل لغات

عموا من العسی۔ اندھے ہو گئے۔ وصموا۔ از صم۔ نقل
معاذت، اور بھرے ہو گئے۔ فاعل من الیشاش۔ بشا ترجمہ

بشارة وهي الخيم المورث للمسور. والبركة الثابتة في البيت ونجاته. اسم قسم.

لفظی محمد بن علی۔ ہرگز نہ سن سکے۔ و یا وقۃ۔ جمع برقی۔ اور بجلیاں۔ الامنا اور۔
تخریج۔ ڈرائے والیاں۔ کم تشہم۔ ہم تنظر و ہم تبصر۔ نہ دیکھیں۔

نیز چہرہ اڈر آنے والی بھلیاں دیکھ سکے۔

اس شعر میں جواب سوال مفقود رکا ہے اور وہ یہ کہ منکرین باوجود واثق نبوت کے ظہور کے کہ ان کو ان کے حق تعالیٰ نے ہرگز قیامت

مذہبے اور سماج ہدایت سے بہرے تھے۔ اس لیے انھوں نے ذبشارت مت دوم

يُصِصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ
مِنْهَا أَوْلَىٰ بِأَفْئِذِهِمْ الضَّالُّونَ -

مِنْ بَعْدِ مَا أَخْبَرَ الْأَقْوَامَ كَاهِنَهُمْ
بِأَنَّهُ دِينَهُمْ الْمُعْجِجَ لَمْ يَقُمْ

من بعد۔ بعد اس کے کہ۔ ما اخبر۔ خبر دی۔ الا قوام۔ قوموں کو
کاهنات۔ کاهنوں۔ اُن کے کاهنوں نے۔ بان۔ اس امر کی۔ دینہم
انہ دیں۔ المعجج۔ اذا عوجا ج، بمعنی عدم الاستقامة وکجی۔ یہ یہاں
کہ۔ لم یقم۔ سو یہ دم۔ نہیں قائم رہ سکا۔

مشترکین اور یوہدین منکر بعد اس کے اندھے بہرے ہونے کے انھیں کاهنوں
نے پہلے خبر دی تھی کہ تمہارا دین کج اور غیر قائم ہے۔

یعنی سب سے زیادہ تعجب تک بائبل ہے۔ کہ قبول حق
کا اندھا بہرا ہونا اس امر کے بعد ہوا کہ اُن کے کاهنوں نے یہ کہہ
کر کہہ دی تھی کہ اُن کا یہ ٹیڑھا راستہ مذہب کا آئندہ قائم نہ رہے گا۔

کابن اُس کو کہتے ہیں جو بغیر وحی کے آئے واثقات تیار کرنے والے اور
دست کی لوگوں کو خبر دے۔ عام اس سے کہ وہ قرآن کے ذریعہ سے خبر دے یا ایم

اس کی ہی خبر رسائی سے۔ اور اس خبر میں یہ ضروری نہیں کہ ہر خبر صحیح آئے ہو
کوئی کہ جو۔ اور کوئی غلط۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

ان کا ہنا فصدقہ بما قال فقد کفر بما انزل اللہ علی محمد بن عبد اللہ
ان کی جو شخص تصدیق کرے وہ بما انزل علی محمد سے کفر کرے والا ہے۔ اس پر

قرآن نامائے ہیں۔ هذا في حق من اعتقد صدق العراف والكا من دينه
اور انکذ بہم فلا یحقرہ ما ذکر فی الحدیث

حدیث بخبر من صدق کاهنا لم تقبل اللہ منه صلاہ وادع
یعنی یہ حکم اُس شخص کے لیے ہے جو معتقد و صدق ہو۔

اس سوال کے تو اس پر یہ حکم نہیں آتا چنانچہ دوسری حدیث ہے۔

جو کہ اس کی تصدیق کرے اللہ اُس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

عزیز مہربان مالک فرماتے ہیں۔ دونوں حدیثوں میں تطبیق واضح ہے۔ وہ یہ کہ چارہاں کی خبر کا مستند مصدق ہو۔ وہ کافر ہے اور اگر اُس کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ علم من اللہ ہے۔ یا کسی جن کے ذریعہ وہ کہتا ہے۔ اور جن ملکہ سے جو سُن کر اُتے ہیں۔ وہ اُسے کہہ دیتے ہیں۔ تو کافر نہ ہوگا۔

مواہب میں ہے۔ کہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی مکر معظم میں رہتا تھا۔ جس رات حضور کی ولادت ہوئی۔ اُس کی صبح اُس نے کہا۔

یا معشر قریش هل ولد فیکم الیلة موعود قالوا لا نعم قال فانظروا
فانه ولد فی هذه الیلة ہی هذه الامة بین کثیرة لامة۔ قالوا
فساوا وقیل لهم قد ولد لعبد الله بن عبد المطلب غلام قد ذهب
اليہودی معظم الی اُمہ فاحرجته لهم فلما رآی الیہودی العلامۃ فرغنا
علیہ فقال ذہبت الیہودۃ من بنی اسرائیل، یا معشر قریش اما والله لیسطون
بعکم سطوة ینخرجنہما من المشرق والمغرب۔

اُسے قریشیوں کو کیا اس رات تمہارے اندر کوئی بچہ ہوا ہے۔ سب نے کہا۔
ہمیں علم نہیں۔ اُس نے کہا، جاؤ اور دیکھو اس رات اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے۔
اور اُس کے دونوں شانوں کے مابین نشان ہے۔

قریشی لوٹے اور پوچھنے لگے۔ تو انھیں بتایا گیا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے
گھر میں فرزند ارجمند تولد ہوا ہے۔ قریشی یہودی کے پاس گئے۔ اور سب حال
سنایا۔ وہ اُن کے ساتھ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اور حضور کی زیارت کی۔ جب شائد اقدس کے مابین اُس کی نظر پڑی۔ تو اُسے غش
آگیا۔ پھر کہنے لگا۔ نبوت نبی اسرائیل سے گئی۔ اسے قریشی خدا کی قسم اس بچے
کی سطوت و مہابت دنیا پر ہوگی۔ اور اس کی خبر عنقریب مشرق سے مغرب تک
پھیل جائے گی۔ اور حضور کی ولادت سے قبل جو اصنام و اوجھار نے حضور کی تشریف آوری

ان لوگوں میں وہ بکثرت ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر خصائص کبریٰ سے منقول ہیں۔ اور حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام میں انھیں نقل فرمایا۔

راشہ میں عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ سوانح نامی ایک بہت چند قبائل کا مقام حلاۃ
 تھا۔ ایک بار قبیلہ بنی ظفرہ نے کچھ بھینٹ چڑھانے کو مجھے اُس بہت پر بھیجا۔
 اُس موقع کے وقت وہاں پہنچا۔ تو اچانک اُس بہت سے یہ آواز میں سے سنی۔

”الحجب کل الحجب من خروج نبی من عبد المظہب یحرم الزنا والربا
 والربح والاصنام وحرمست المساع ورمینا بالنشہب۔“ تعجب ہے۔ تعجب
 ہے۔ ایک نبی کے ظہور پر جو عبد المظاہب سے منکفے گا۔ زنا، بیابان، ربح، لالچ، صدام
 کرے گا۔ اور آسمان سے شجریں سنا مسدود ہو جائیں گی اور ہم پر شہاب سماویہ
 پھینکے جائیں گے۔ دوسرا بہت ضما رجو ہیں تھا۔ اُس کے جوف سے یہ آواز
 آئے تھی۔

ترک انصہار وکان یبعد ونخرج احکمہ بنی بصل الصلوۃ ویامیہ والنکوۃ
 الصیام والبر والصلوۃ لادعہام ضما رجو تھا جاتا تھا متروک ہو جائے گا۔ اور
 صلی اللہ علیہ وسلم نبی پیدا ہونے والے ہیں۔ نماز چھڑائیں گے اور زکوٰۃ نہ ادا
 کریں اور صلہ رحمی کا حکم جاری فرمائیں گے۔

تیسرے بہت سے پاس سے پھر بنی نے یہ آواز سنی۔

ان الذی ورث النبوة والهدی۔ بعد ایں ہریم من قریش منہ شدی
 ورجلہما سبق وما یكون فی غدا۔ نبوت و ہدایت کے جو دار شد ہیں۔ جیسے
 وہ جو علیہ السلام کے بعد قریش سے ظاہر ہوں گے۔ ایسے ہی جو خبر دیں گے۔
 لاکھ و آئندہ کی۔

اور اس کے علاوہ بہت سے واقعات ہیں۔ جو بخلاف طوالت قلم لکھنے کے

کے ہم دیکھنا ہوں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مخالف علامہ نہمانی دیکھئے۔

وَبَعْدَ مَا عَيْنُوا فِي الْأُفُقِ مِنْ شُهَبٍ
مُنْقَضَةٍ وَفُقَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ صَنَمٍ

وَبَعْدَ - وَاَقْرَاطُفَہ - اور بعد - مَا عَيْنُوا - ماضی - ازمعائنہ -
دیکھا - ازمکاشفۃ التام - اس کے کہ دیکھا انھوں نے - **فِي**
الْأُفُقِ - بسکون افاء جوانب السماء - آسمان کے کناروں میں - **مِنْ شُهَبٍ**
بضم تین - جمع شہاب و شعنة النار یا کوکب - آگ کے شعلہ یا کوکب سے -
مُنْقَضَةٍ - اذا انقضی بعدی سقط - کہ گر رہے ہیں - **وَفُقَ** - ما موافق یا متداس
کے - **مَا فِي الْأَرْضِ** - جو زمین میں گرتے ہیں - **مِنْ صَنَمٍ** - بتوں سے -
کفار حضور کی رسالت کے انکار سے پہلے آسمان کے کناروں سے
شہاب ثاقب ٹوٹتے ہوئے دیکھتے - اور زمین پر بتوں کو گرا ہوا
پاچکے تھے -

علامہ خرپوٹی فرماتے ہیں :- روی ان الله تدعى اذا قضى امر اكلان
شرح
يسمع حمله العرش فيسبحون فسمع من تعظم الى السموات
الدنيا فيختطف وتسرقه الشياطين ثم يأتون به المكشوفة على الارض
فما جازاه على وجهه فلهو حق ولكنهم يزيدون فيكذبون وكان ذلك
في الجاهلية فلما ولد عليه السلام كانت الشياطين مخرجوه من السما
ممنوعين من الصعود اليها بنجوم ونبوتان ترميها الملائكة اليهم -

روایت ہے کہ جب اللہ کی طرف سے کوئی حکم نافذ ہوتا تھا تو اسے حملہ عرش
سُبح کر تسبیح کرتے اور اُس سے نیچے کے مالک بھی تسبیح کرتے تو باقی فرشتے و جبر و ریافت
کرتے تو انھیں اُس حکم سے خبر دیتے یہاں تک کہ سماء و دنیا کے فرشتوں تک یہ خبر
عام ہو جاتی تو شیاطین جو سماء و دنیا کے قریب آکر چھپے رہتے تھے وہ اس خبر کو اڑا
لاتے اور کانٹوں کو کہہ دیتے تو جو بھی خبر وہ صحیح دیتے وہ بالکل صحیح ہوتی تھی لیکن

اور نہ کچھ بڑا کرکتے، وہ کذبِ خاص ہوتا۔ یہ کیفیت زمانہ جہالت میں تھی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی تو شیاطین کا یہ راستہ بند ہوا۔ اور حفظہ سما کے رجم سے ڈر کر شیاطین نہیں جانتے تھے۔ اور جو جانتے اُسے جو مٹا، اور شہاب کے ذریعہ رجم کیا جاتا، چنانچہ قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے۔
 لَمْ يَسْمَعْ الْاِنَّ يَحْدَا شَهَابًا كَرَصَدًا اب شیاطین سے جو ہٹنے جاتے تو وہ
 شہابِ رحمت پاتا۔ اور جَعَلْنَا هَاجُوَ النَّشَاطِیْنَ بھی اس واقعہ کے متعلق قرآن
 کریم میں وارد ہے۔

اور صنم و دشمن میں فرق یہ ہے کہ دشمن وہ ہے، جو ذی جسم ہو۔ خواہ لکڑی کا ہو یا
 پتھر کا یا چاندی سونے کا۔ اور صنم اُس تصویر کو کہتے ہیں جو صورتِ بلاشبہ و جسمِ جو۔
 اس بیتِ مبارک میں صنم اس لیے استعمال کیا کہ وقتِ ولادت محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام صنم جو مصوّر علی الجدار تھے، مکملی وجہ ہو کر اوندھے گر گئے۔
 تو دشمن جو ذی جسم تھے۔ وہ بطریقِ اولیٰ گرے ہوئے ماننے پڑیں گے۔

عبد اورى صدى العلى	داس الوفا وجه الصفا
شمس البصلى بد والدى	نجم الهدى نور الندى
عين النقى زین النقى	کنز العطا کشف الغطا
روح الہا سر السخی	نہو الملت بجر السانی

اب خلاصہ ترجمہ یہ ہوا۔ کہ وہ محسوس اور شریکین راہِ ہدایت سے اندھے اور

بہرے ایسے ہو گئے کہ اطرافِ آسمان سے شہابِ گرتے دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔
 یہ شعلہ ہائے نارِ جہنم و شیاطین پر مارے جاتے تھے اور اُن سے وہ ایسے گرتے
 تھے جیسے زوئے زمین کے بُت اوندھے گرے تھے۔ اور یہ تمام نشانِ مکر میں نے چشمِ
 سر دیکھیں۔ اور حضورؐ کی آیاتِ قیامت میں سے ایک بڑی نشانی تھی۔ کہ استراقِ سمع
 کے یہ شیاطین جو آسمان پر جاتے اُن پر شعلہ ہائے آتشیں گرتے۔ اور جو بالشیاطین
 کا ظہور ہوتا۔ اور وقتِ ولادت تمام زوئے زمین کے بُت اوندھے گر پڑے تھے۔

چنانچہ عبدالمطلب کے واقعہ میں ہے کہ جب وہ بیت خانہ کعبہ میں گئے۔ تو تمام بتوں کو سرنگوں دیکھا۔ اور اصل بت کی زباں حال سے یہ زبانی سننے سے

نہی بھو نو داضا نشت بخودم جیج فحاجة الارض من شروق وغرب

وخرت له الاوثان طوا واعدت قلوب ملوث الارض جمع عاصی العیب

عبدالمطلب تم نے اُس مولود مسعود کی زیارت کی جس کے نور سے شرق و غرب کا چہرہ روشن ہو گیا ہے، اور تمام روئے زمین کے بت سرنگل ہیں، اور بتوں کے کلاہ کے دل تھرا رہے ہیں اُن کے رعب سے۔

ادھر شب ولادت باسعادت میں ایوان کسریٰ ایسا متر نزل ہوا کہ اُس کے چوہہ کلکے گئے۔ آتش محوس جو ہزار سال سے روشن تھی بجھ گئی اور بجیرہ سادہ خشک ہو گیا، کسریٰ اس سے سخت پریشان ہوا۔ اور تمام نجومیوں کو جمع کر کے اس کی وجہ دریافت کی۔ سب نے جواب سے عاجز رہی کا اظہار کیا۔ آخر باذان والی یمن کو حکم بھیجا کہ بہت جلد ہونا ہمارے مجمع بھیجے۔ چنانچہ اُس نے عبدالمسیح بن عمر بن قیلہ غسانی کو بھیجا اُس نے کسریٰ سے تمام حال سن کر کہا کہ اس معاملہ کا فیصلہ میرا مولیٰ سطح کاہن جو شام میں رہتا ہے دے سکتا ہے۔ میں اس میں کوئی رائے زنی نہیں کر سکتا چنانچہ بادشاہ نے اسے وہاں بھیجا۔ جب یہ سطح کے پاس آیا۔ تو اُسے قریب الفرگ پایا۔ اُس نے سلام کیا تو اُس نے سراٹھا کر کہا۔

عبدالمسیح علی جمعی یسیم الی سطیہم وقد ادنی علی الصبیح یا عبدالمسیح

بعضات ملک بنی ساسان لا رنجاس الا یوان ونعمود الشیدان ودریا الموبدان میا عبدالمسیح اذا خاصت بحیرة ساوة وفاض وادی السماوة فقد ولد صاحب التلاوة وظہو تعیہ الا دیان وزال ملک بنی ساسان وسیم ملک منہم ملوث وملکات علی عدد البشر فانت وکل ما هو آت آت ثم خرجت لنفسه۔

اے عبدالمسیح! اُوٹ پر سیاحت کر کے سطح کے پاس ایسے وقت آیا کہ اُس کی جان جا رہی ہے۔ اے عبدالمسیح ملک ساسان نے زلزلہ ایوان اور خود وزیران

اور خواب تو بہان کی تحقیق کے لیے تجھے بھیجا ہے۔ اے عبدالمسیح جب بچہ سادہ
 خشک ہو گیا۔ اور دامن سادہ سرسبز ہو گئی تو بے شک صاحب الفتاویٰ نبی آخر
 الزمان کا ظہور ہو گیا۔ ان سے بہترین دین کا ظہور ہو گا۔ اور محل کے لنگروں کی تعداد
 ایک ملکیت ساسان اور باقی رہے گی۔ یعنی چودہ بادشاہ ہوں گے۔ اُس کے بعد
 کچھ ہو گا وہ ہو گا پھر اُس کی روح پرواز کر گئی۔

عبدالمسیح نے یہ سب حالی کسریٰ کو سنایا۔ اسے گونہ تسکین ہوتی اور اس
 نے سمجھا کہ چودہ سلطنت برسے کو مدت چالیس ہے۔ لیکن قدرت الہی کہ چار سال کے
 عرصہ میں دس بادشاہ بدل گئے۔ اور چار سو باقی تھے وہ خلافت امیر المومنین عثمان رضی
 اللہ عنہ تک ختم ہو گئے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کاہن تھا۔ اور جن مجھے
 خبریں دیا کرتا۔ کہ ولادت حضور کے وقت اُس نے مجھے کہا کہ اب ہم عمر دینے سے
 قاصر ہیں۔ اس لیے کہ اب آسمان پر جب ہم جاتے ہیں تو ہم پر شہاب ثاقب پڑتے
 ہیں۔ لہذا اب تو بھی یہ کام چھوڑ۔ اور اُس ہادی راہ کی تلاش کر۔ برقیذ بنی لوی بن غالب
 میں ظاہر ہوا ہے۔ اور مخلوق خدا کو ہدایت کی راہ پر ڈالنا ہے۔ اور بہت پرستی سے روکنا ہے۔
 فرماتے ہیں میں نے ایک بار دو ہاتھک تو پرواہ نہ کی۔ جب اُس نے تمیر ہی بار بھی یہی کہا۔
 تو میرے دل میں حب اسلام کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور میں حضور کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر
 ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہو گیا۔ ۵

اے نور جہان اسلام	اے روح ایمان اسلام
اے چارۂ جان اسلام	اے دل کے دران اسلام
اے ختم دوران اسلام	اے فیض رحمان اسلام
اے بحر احسان اسلام	اے ابر مدار مشن اسلام

صحیح ولادت کی صحیح تاریخ میں اختلاف ہے، مصر کے مشہور حبیب دان
 فلکی نے دلائل ریاضی سے ثابت کر کے بتایا ہے کہ حضور کی ولادت ۶ ربیع الاول

یومِ دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۱۳۵۷ھ میں ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ والا تبار کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا۔ اور شام تھا۔ اور اس وقت حضور کی عمر مبارک کا ترستھواں سال تھا۔ بقاعدہ ریاضی معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کا گرجہ ۷۲ جنوری ۶۳۲ء بچ کر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پہلے ٹھہریں، تو ولادتِ باسعادت کا سال ۱۵۷۱ء نکلتا ہے۔ اور بقاعدہ بیت ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۷ اپریل ۱۵۷۱ء نکلتی ہے۔ بہر حال اس پر اتفاق ہے کہ ربیع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن ولادت ہوئی۔ اور تاریخ یکم سے لے کر ۸۷۱ء سے لے کر ۱۲ ربیع الاول کے اندر رائد رہی۔ اور چونکہ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ نویں ربیع الاول کو آتا ہے۔ بنا براین یہ کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۱۳۵۷ء کو دوشنبہ کے دن ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حَتَّىٰ غَدَا عَنْ طَرِيقِ الْوُجْهِ مُنْهَزِمٌ

(۶۹)

مِّنَ الشَّيَاطِينِ يَقْفُوا شَرَّ مُنْهَزِمٍ

حَتَّىٰ غَدَا - حتیٰ لغایت۔ غَدَا بمعنی اعرض۔ یہاں تک کہ پھر۔
عَنْ طَرِيقِ الْوُجْهِ - وحی کے راستہ سے۔ مُنْهَزِمٌ - اذالہ تمام،
گریز کرنا، بھاگنا۔ بھاگتے ہوئے۔ مِنَ الشَّيَاطِينِ - شیاطین۔ يَقْفُوا - از قفوا بمعنی
التنبہ، ایک پر ایک کرتے۔ اَشْرَ - بمعنی عقب، قدم پر۔ مُنْهَزِمٌ - بھاگنے
والے کے۔

ترجمہ - حتیٰ کہ وحی کے راستہ سے شیاطین ایک دوسرے کے پیچھے
بھاگنے لگے۔

شرح - یعنی شیاطین پر شہاب ثاقب کی ایسی بارش ہوئی کہ سر اسیمہ و پریشان
ہو کر خبر آسانی کے کرنا تو کہاں اپنی جانیں بچا کر ایک پر ایک گرتا پڑتا

واپس آکر رہا تھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ یہ شہا جس شیطان کے لگ جاتا ہے۔ وہ تو ہمیشہ کو ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور جو زخمی ہوتا ہے۔ وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو اردو میں چھلا وہ کہتے ہیں۔ وادۃ اعلم

كَانَ لَهُمْ هَرَبًا أَبْطَالُ ابْرَهَةَ

أَوْ عَسْكَرُ بِالْحَصَى مِنْ رَا حَتِيَهُ رُم

(۷۰)

کان براے تشبیہ، گویا کہ۔ ہربا۔ الفرار والخوف، اُن کا بھاگنا۔
ابطال۔ جمع بطل، شجاعت، لڑنے والا بہادر۔ لڑنے والے بہادر۔
ابرهہ۔ اسم ملک الہمن، بادشاہ ابرہہ کا ساتھا۔ او۔ یا۔ عسکر۔ اُس لشکر کی
 طرح ہلاکت تھی۔ بالحصى۔ جو اُن کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ من راحتیہ۔
 راختین احدف النون، بضرورت الشعر، کف دست سے۔
 رُم پھینکی گئیں۔

گویا شیاطین بھاگنے میں لشکر ابرہہ کے مان رہے تھے۔ یا اُس لشکر کی مثل چھوڑ
 کر جس کے دست مبارک کی کنکریوں سے مارا گیا۔

ناظم فہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں شیاطین کی تشبیہ بہادرانِ لشکر
شرح ابرہہ سے دی۔ اور دوسرا درجہ مشابہت میں شجاعانِ کفار قریش
 سے دیا۔ چنانچہ فرمایا کہ شیاطین شہب ثاقب سے ایسے ہوش باختر ہو کر بھاگے۔
 جیسے لشکر ابرہہ جو انہدام کعبۃ اللہ کے لیے آیا تھا۔ اور عذابِ انہی سے ہلاک ہو کر
 اُن کے بچے کچھے بھاگے تھے۔ یا اُس لشکر کفار کی مانند شیاطین سرسبز سمندر پر نشان ہو
 گئے۔ جو بد روختیں میں حضور کے مقابلہ میں آئے۔ اور ایک کف دست کنکریوں کی
 تاب نہ لاسکے اور آنکھیں ملے ہوئے بھاگ پڑے۔ جس پر قرآن کریم نے فرمایا
 وَكَانَ مَعِيَّتَ إِذْ رُمِّتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحِيٌّ۔

ابرمۃ الاثرم ملک یمن تھا۔ جسٹ وغیرہ اُس کے زیرِ یگیں تھے۔ اور صاحبِ قبل

نہ اور اسے مجرب وہ خاک جو تھنے پھیلنے کی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (ا پ ۱۶)

کار میں اس عظیم بنا ہوا تھا۔ اس قصہ کو مفسرین نے مختلف صورتوں میں نقل کیا ہے۔ ہم اس جگہ تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کرتے ہیں:-

ابو جہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ پیام حج میں نذر و ہدایا کے کراٹاں و جوانب سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ اور بیت اللہ کی زیارت کرتے ہیں۔ تو اس نے غصب و حسد اور خمد و قساوت کی بنا پر شہر صنعاء میں ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی۔ اور اس کے در و دیوار پر سونا چاندی ہوا ہرات لگائے۔ اور اپنی رعایا ہر ایک کو اس کے طواف کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں بنی کنانہ کا ایک شخص جو اس عمارت کی صفائی پر مقرر تھا۔ اس میں پاخانہ کر کے بھاگ گیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ حقیقت پر ملازم ملک کا رہنے والا تھا اور اس نے یہ فعل بغض و عناد سے کیا ہے۔ اب رہبر بن کو بہت برہم ہوا۔ اور عزم صمیم کیا۔ کہ اس کے بھسے خانہ کعبہ کی توہین کرے۔ اسی اثنا میں ایک قافلہ اہل مکہ کا اس مکان کے قریب سے گزرا۔ رات اسی مقام پر قیام کیا۔ اتفاق سے یہ آگ اپنی طرف سے بے جلا رہے تھے۔ کہ ہوا تیز چلی اور اس کی پشت اس مکان کو جا لگی۔ جو کچھ قریب و زبیرت کا سامان تھا۔ تمام جلا گئی۔ وہ قافلہ یہ حال دیکھ کر فرار ہو گیا۔ اب رہبر کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اور بتایا۔ کہ وہ قافلہ مکہ والوں کا تھا۔ پس پھر کیا تھا اب رہبر کا غصہ اور بھی بھر مارا۔ آخر اس نے فوری حکم دیا۔ کہ باغی اور فوج کثیر تیار ہو۔ اور محمود نامی سب سے بڑا باغی جو نہی سواری کے پیسے لایا جاتے تھے۔ مختصر کہ محمود باغی پر اب رہبر سوار ہوا۔ اور لشکر سیاق سے آگے ہو کر صفیں درست کر کے روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر طائف پہنچا۔ تو قبیلہ بنی ثقیف نے رہنمائی کے لیے ابو خال نامی ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا۔ ابو خال لشکر اب رہبر کو مستم بنفس تک پہنچا کر مر گیا۔ عرب نے اس کی قبر کو سنگسار کر ڈالا۔ اب رہبر نے اولی اسود بن مقصود کو مکرر دانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اہل مکہ کے اونٹ اور مال پر یوٹ مار کی۔ اس میں دو سو اونٹ حضرت عبد المطلب کے بھی ٹوٹ بیٹے۔

پھر اب رہبر نے حناط حمیری کو مکرر دانہ کیا اور حکم دیا۔ کہ وہاں کے صنایعہ اور دیواروں کو یہ پیغام پہنچا دے۔ کہ میں تم سے لڑنے نہیں آتا ہوں۔ بلکہ انہدام کعبہ میرا مقصد

ہے۔ اگر تم میرے اس ارادے میں حائل نہ ہوئے۔ تو میں تم سے کوئی مزاحمت نہ کروں گا۔ ورنہ پھر جو مقابلہ میں آئے گا۔ اپنے کیے کو وار کو پہنچے گا۔ حضرت عبدالطلب نے خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کہ میں اس میں مزاحمت کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ ہمارے عقیدہ میں یہ خاٹہ خدا ہے۔ اور اس کے خلیل ابراہیم کی تعمیر کی ہوئی عمارت ہے۔ خدا رب العزت کو اختیار ہے کہ اپنا گھر گرانے دے یا گرانے سے ابراہیم کو روکے۔ ہمارے طرف سے اسے بے فکر رہنا چاہیے۔

قاصد نے کہا آپ طلب اور خود یہ سب باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ آپ ساتھ ہو جائیے۔ جب لشکر میں پہنچے، تو آپ کا ایک دوست ذونصر نامی اس لشکر میں تھا اس کا حال معلوم کیا بتایا گیا۔ کہ وہ قید میں ہے۔ اس لیے کہ اس نے ہم کعبہ کے عزم سے ابراہیم کو روکا تھا۔ آپ قی خانہ میں اس سے ملے۔ اور اپنے دو سواؤٹوں کی بابت ذکر کیا۔ ذونصر نے اپنی معذوری اور قید کا ہذر پیش کر کے ایک فیالیان کا پنہ دیا جس کا نام انیس تھا۔ اور اسے سفارتی چٹھی دی اور عبدالطلب سے کہا۔ یہ آپ کو اپنے سے ملادے گا۔ پھر خود کہیں لینا۔ چنانچہ آپ انیس سے ملے۔ اور اس کے فریاد ابراہیم تک پہنچے۔ انیس نے ابراہیم سے کہا۔ سردار قریش اور صنہ بکر میں ہیں۔ آپ نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ اور حضرت عبدالطلب قدرتا کچھ وجہ جمیل اور با اہم واقع ہوئے تھے۔ ابراہیم آپ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ اور سخت سے اتر کر آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ترجمان سے کہا۔ ان سے دریافت کرو یہ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے دو سواؤٹ جو اسود بن مقصود ٹوٹ میں لے گیا ہے وہ ولادیں۔ ابراہیم نے کہا۔ میں تمہیں دیکھ کر بہت مسرور ہوا تھا۔ اور تمہاری عزت و عظمت میرے دل پر سکون پہنچا تھی مگر تمہاری دشمنی اس قدر کہ میں خیال بدل گیا۔ تم اپنے اؤٹ لینے میرے پاس آئے۔ اور خانہ کعبہ جو تمہارا دین و ایمان ہے۔ اس کا تم نے ذکر تک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بادشاہ اؤٹ میری ملک میں۔ اس لیے ان کی واپسی کی دشمنی تم سے کر رہا ہوں۔ اور کعبۃ اللہ نہ میری ملک، نہ میں اس کا مالک۔ اس کا مالک خود خدا

ہے۔ وہ اپنے گھر کا مجھ سے بہتر محافظ ہے۔ اس لیے مجھے ایسے زبردست محافظ کے ہوتے اُس کے لیے سفارش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب رہے نے کہا۔ اچھا تم اپنے اوٹ سے جاؤ۔ اور میں دیکھوں گا کہ مجھ سے خاتمہ کعبہ کو بچانے والی کون سی طاقت ہے۔ عبدالمطلب اپنے اوٹ سے کو مکہ میں آئے۔ اور اب مکہ کو منہ دار کیا۔ اور انھوں نے کہا۔ کہ تم پہاڑوں میں پناہ زمین جو جاؤ۔ اس لشکرِ ہزار سے مکہ ناگھنسا رست بل بوتہ کا کام نہیں۔

پھر حضرت عبدالمطلب آئے۔ اور چند قریشیوں کو ساتھ لے کر کعبۃ اللہ میں آئے۔ اور حلقہ کعبہ پر گروہ حفاظت کعبہ کی۔ اور فتح و نصرت مانگی چنانچہ آپ کی زبان مبارک پر جو شعائر و دعائے جاری تھے۔ ان میں سے دو یہ ہیں۔

یا دُبُّ لا ارجو لہم سواک یا دُبُّ فامنع منهم حماک

ان عبد والبیث من عباداک اہنعلہم ان یخربوا فداک

اور علامہ خرپوٹی نے یہ اور لکھا ہے۔ کہ جب آپ تختِ ابرہہ کے پاس پہنچے، تو آپ کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی۔ اللہم یا صمد یا علیم یا خبیر انت جعلت فی حیث فی ستین سنة فخرمة صاحبہ لا تجعلنی حقیرا ولا

نجیلہ بین یدی النظامین۔ غرض کہ حضرت عبدالمطلب دعا کر کے مع اپنے ہمراہوں کے پہاڑ کی گھاٹیوں میں چلے گئے۔ کہ اتنے میں صبح کے وقت ابرہہ نے بیت اللہ کی طرف چڑھائی کی۔ اور محمود باغی کو ہدم کعبہ کے لیے نامزد کیا۔ جب محمود باغی کعبہ کی طرف ہانکا گیا۔ تو فیصل بن حبیب خثعمی نے باغی کا کان پکڑ کر کہا کہ محمود اگرچہ میں تیرا

مہارت یعنی فیلبان ہوں۔ لیکن اس وقت تو میری فرمانبرداری نہ کرے اور ہمارے سے آیا ہے۔ خیریت سے واپس لوٹ جا کیونکہ اس وقت توئی کے محترم شہر میں ہے۔ محمود نے یہ سنتے ہی فیصل کو اپنے اوپر سے گرا دیا۔ فیصل دوڑ کر پہاڑی پر چڑھ گئے لشکریوں نے اس باغی کو ہت مارا مگر اُس نے ایسی گردن گولائی کہ اُنھیں ہی نہیں۔

جب اُسے یمن کی طرف ہانکا تو تیز تیز چلنے لگا۔ پھر اُسے کعبہ کی طرف ہانکا تو گردن

ان ہی۔ ابھی یہی جتنا افسردہ ہو رہی تھی۔ کہ من جانب اللہ ویرا کی طرف سے ایسا میل پہنچا
کہ ایک لشکر اُڑنا پڑا آیا۔ جس کے پاس ایک ایک سنگریزہ چوخی میں ایک ایک پنجوں
میں تھا۔ جس کی جسامت مسور کے دانہ سے زیادہ تھی اور لشکر ابرصہ پر پہنچا گئے۔
اسے لکھریاں بھیجنی شروع کیں۔ پس جس کے اوپر یہ لکھری پڑتی تھی۔ اُسے ہلاک کر پرتی
تھی۔ تھوڑی دیر میں لاشوں کا ڈھیر ہو گیا۔

پھر ایک میل آیا۔ جو تمام لاشوں کو ہا کر ویرا میں لے گیا جو سنگریزوں سے
بچے وہ واپس اپنے راستہ پر لوٹے۔ نفیل بن حدیب فیلبان سے راستہ پوچھنے لگے۔
وہ انہوں نے جواب میں کہا کہ

ایب المفرد والالہ الطالب

والا شرم المطلوب غیر الغالب

غرضیکہ بحالت سراپگی مکر سے بھاگے تو راستہ میں ہلاک ہوتے چلے گئے۔
اور ابرصہ نے بارود کا مقام صنعا تک پہنچا۔ تو یہاں اگر اسے ایسا مرض لاحق
ہو کہ اس کے اعضاء ایک ایک لکڑی کے گر گئے۔ اور چند دن میں ہلاک ہو گیا۔

مصرغ ثانی میں جو اوسکر بالخصی من راحتہ دمی فرمایا ہے وہ اس
مصرغ کی طرف اشارہ ہے جو جنگ بدر اور خنین میں ظاہر ہوا۔ اس کا مختصر قصہ یوں
ہے کہ جب لشکر کفار پوری جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ تو حضور نے شجاعت
اور ہرما کر ایک مشقت سنگریزوں کی ان کی طرف بھیجی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ ایک مشقت
سے ہزاروں کی آنکھوں میں لکڑی پڑ گئی۔ اور وہ آنکھیں مٹنے مٹنے فرار ہو گئے۔ اور
الحق و رب الحق الباطل کا ظہور ہو گیا۔ مصرغ کے اخیر میں ربی بصیغہ مجہول اس
لئے استعمال کیا کہ ایک مشقت رگب ہزاروں کی آنکھوں میں درحقیقت ٹوٹتی
تھی۔ تو وہاں مہیت اذ مہیت و لکن اللہ علی کے ماتحت اس میں
تھی تھی حضرت عورت و عظمت تبارک و تعالیٰ عز اسمہ تھا۔ جس نے اپنی قوت
الاخاۃ و دست محبوب سے کرایا۔ یا پردہ محبوب میں اپنی شان دکھائی۔

دلہ لطف سے

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
 بے ہوشے یہ دل بہ قرار ہم بھی ہیں
 چاہے سست تمنا کی لاج بھی رکھنا
 تیرے فقیروں میں اسے شہر بارہم بھی ہیں
 اندھ بھی تو سنی قدس کے وقار ہم
 تمہاری راہ میں شستہ خبار ہم بھی ہیں
 کھلا دو غنچہ دل صدقہ با ودا من کا
 امیدوار نسیم ہمارہم بھی ہیں
 تمہاری ایک نگاہ کرم میں سرکھ ہے
 پڑے تھے تو سر رہ گزار ہم بھی ہیں
 جو سر پہ رکھنے کو مل جائے کفایت
 تو چہ کہیں گے کہ مان تا چہ رہم بھی ہیں
 یہ کس شہنشاہ والا کا صدقہ بتاتا ہے
 کہ خسرو نہیں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
 انھیں کے تم بھی ہوا اک ربڑہ خوار ہم بھی ہیں

فصل خامس

معجزات کے بیان میں

نَبْذًا بِهِ بَعْدَ تَسْبِيحٍ بِبَطْنِهِمَا
نَبْذًا الْمَسِيحِ مِنْ أَحْشَاءِ مُلْتَقِمٍ

(۷۱)

نَبْذًا - الرمی من الید - پھینکنا اُن کا - بِهِ - اُن کو کہہ یوں کو
مل لغات دشمن کی طرف - بَعْدَ تَسْبِيحٍ - بعد تسبیح کے - بِبَطْنِهِمَا - ای
دونوں المراحیہ - کہ وہ اُن کی مٹھی میں تسبیح کر رہی تھیں - نَبْذًا - ای کنبذ - مثل
پھینکنے کے - الْمَسِيحِ - جو تسبیح کرنے والے کو - مِنْ أَحْشَاءِ - جو بطن
پھینکا - مُلْتَقِمٍ - النقام - نگل جانا، نگل جانے کے بعد -

یعنی حضور کا دشمنوں کی طرف سنگریزوں کا پھینکنا اُس وقت تھا جب کہ
وہ کنگریاں حضور کے دستِ اقدس میں سبحان اللہ کہہ رہی تھیں یہ ایسے
پھینکا تھا - جیسے حضرت یونس تسبیح کے ساتھ مچھلی کے پیٹ سے تسبیح کے ساتھ گئے -
حدیث میں ہے کہ انہ علیہ السلام لَمَّا اخَذَ بِقَبْضَتِهِمَا

شرح الحَصِيَّاتِ بِالْوَحْيِ مَبْحَثٌ فِي كَفِّهِ وَهُوَ يَسْمَعُ شَمَّ اعْطَاهَا اِذَا
مَبْحَثٌ اِذَا فِي كَفِّهِ اَيْضًا وَهُوَ يَسْمَعُ شَمَّ اعْطَاهَا عَسْرَ مَبْحَثٌ فِي كَفِّهِ اَعْطَاهَا
وَهُوَ يَسْمَعُ شَمَّ اعْطَاهَا لَعْنَانِ شَمَّ اعْطَاهَا اَعْلِيَا مَبْحَثٌ فِي كَفِّهِمَا وَهُوَ
سَمْعَانِ - یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ کنگریاں بچکوالوں میں اُنیں تو
تسبیح کر رہی تھیں - اور حضور مسمرۃ فرما رہے تھے - پھر حضور نے حضرت صدیق اکبر
علیہ السلام کو عطا فرمایا تو اُن کے ہاتھ میں وہ تسبیح کر رہی تھیں - اور آپ سن رہے
تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تو وہ بدستور تسبیح تھیں - اور آپ سن رہے
تھے پھر حضرت عثمان کو پھر حضرت علی کو عطا کیں - اور یہ بھی وہ تسبیح سن رہے تھے -

تو تشبیہاً ناظمِ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنے کھٹ مبارک سے
سنگریز کے دشمنوں کی طرف ایسے حال میں پھینکے۔ کہ وہ ہر دو کھٹ دست میں سبحان اللہ
کہتے تھے۔ تو جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو شکمِ ماری میں تیسرے لڑائی کے
اَنْتَ سُبْحَانَكَ رَبِّیْ اَنْتَ اَعْلَمُ مِنَ النَّاصِرِینَ کی تلقین کی۔ اور اس کی برکت سے اُس مچھلی
نے اپنے شکم سے آپ کو باہر اگل دیا تھا۔ اور آپ نے اُس ظلمت کو کہہ شکم سے نجات
حاصل کی تھی۔ اسی طرح کھٹ دست محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنگریزوں کا گل
کروشمس کی طرف جانا فتح لشکرِ اسلام کا موجب ہوا۔ (انتقالِ ابراہیم وادول وائمہ دلاول)
فقتل یونس علیہ السلام مختصراً یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام ابا یانینو پر
مبعوث ہوئے تھے۔ یہ شہر موصل کے مقابلہ میں واقع ہے۔ اور دریا و جہان دونوں کے
مابین حدِ فاصل ہے۔ شہر پہنوا کے باشندے بت پرست تھے۔ آپ نے ایک مدت
تک انھیں دعوتِ توحید دی۔ لیکن انھوں نے قبول نہ کیا۔ بالآخر آپ سے جو مطالبات
قوم نے کیے۔ آپ نے انھیں پورا کیا چنانچہ قوم نے کہا کہ پانی سے آگ نکال دے۔ اور
اُسے بغیر و سر سے ایندھن کے قائم رکھئے۔ آپ نے انھیں آگ نکال کر قائم کر کے
دکھا دی۔ مگر ان کی سرکشی بدستور ویسی ہی رہی۔ جب آپ ان کی ہدایت کی طرف سے
مایوس ہو گئے۔ تو آپ نے دعا کی۔ جبریل حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ قوم کو فرما دیں کہ
اب تم پر عذاب آنے والا ہے آپ نے بموجب پیشگوئی جبریل قوم کو فرما دیا مگر پھر
بھی انھوں نے پرواہ نہ کی۔ آخر ش آپ رات کو مع اپنے دونوں صاحبزادوں اور اپنی
بیوی کے نینوا سے ہجرت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عذاب رونما ہوا۔
بادِ موم اور دھواں پھیل گیا کہ قوم ہوش میں آئی۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش
میں لگی۔ جب آپ مرنے لگے۔ تو انھیں عذاب کا یقین ہو گیا۔ سب جمع ہوئے۔ اور
عجز و نیاز کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی اور زاری شروع کر دی۔ بہت پرستی چھوڑ دی۔
اور بغرض حصولِ رحمتِ اولادوں کو ماؤں سے علیحدہ کر کے دعائیں کہیں ٹاٹ پڑھنا
پھیلنا لباس پہن کر رونے لگے۔ جو کس سے ظلم چھینا یا رکھ لیا تھا۔ وہ واپس کر دیا۔
لے کوئی معبود نہیں سوا تجھ ہی کے ہے تجھ کو بے شک مجھ سے ہے جاہلو۔ (۱۲ چلا ۶۷)

اور جنگل میں اگر بکارتے۔ الٹی تیرے بھی یونس علیہ السلام اور تمام انبیاء پر ہم ایمان لائے۔ اب ہماری خطا معاف فرما دے۔ یہ کہہ کر سب مسجد میں گر گئے۔

ملا کہ عذاب کو حکم ہوا کہ عذاب واپس کر لیں۔ تمام قوم خوش و غرم واپس آگئی اور بروایت صحیحہ یہ ہے کہ قوم یونس پر یہ تمام آفات عذاب آئے تھے۔ مگر عذاب اس لیے کہ عذاب آنے کے بعد واپس نہیں ہوتا ان عذاب غیور مرد صاف ارشاد ہے۔

اب حضرت یونس علیہ السلام واپس لوٹے کہ قوم کا حال دیکھیں تو راستہ میں شیطان تعین ایک ضعیف العمر کی صورت میں ملا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آ رہا ہے۔ اس نے کہا شہر نینوا سے آپ نے فرمایا۔ آج وہاں کے لوگوں پر کیسی گزری شیطان نے کہا کہ یونس نبی علیہ السلام نے عذاب کی خبر دی تھی۔ مگر عذاب نہ آیا۔ اس قوم کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ نبی نہ تھے۔ یہ سن کر یونس علیہ السلام کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ میں ایسی قوم میں جانا نہیں چاہتا جو مجھے جھوٹا بتاتی ہے۔ اور بلا اذن الہی دوسری طرف روانہ ہو گئے تھے حتیٰ کہ آپ چلتے چلتے معاپلہ وکلا صاحبزادوں اور بیوی کے دجلہ کے کنارے پہنچے اور پہلے بڑے صاحبزادے کو دریایا راتار آئے۔ بعد اچھوٹے صاحبزادے کو لے کر دجلہ کے وسط میں پہنچے تو پانی تڑبا وہ ہو گیا۔ اور چھوٹے صاحبزادے ڈوب گئے۔ اور جو بڑے صاحبزادے کو پرے کنارے چھوڑ آئے تھے، دیکھا کہ انھیں بھیڑ پائے گیا۔ آپ پانی سے نکل کر بھیڑ سے چھڑائے کو دوڑے۔ تو بھیڑ یا حکم الہی بولا کہ یونس واپس جو جائیں۔ صاحبزادے کو میں نے حکم الہی پکڑا ہے۔ اب یہ آپ کے ہاتھ نہ آئیں گے۔ آپ راضی برضا واپس اپنی بیوی کی طرف تشریف لائے۔ تو یہاں وہ نہ ملیں۔ تو آپ سخت غمگین ہو کر رونے لگے۔ اور روتے روتے سمندر تک پہنچے۔ وہاں ایک کشتی پار جانے کو تیار کھڑی تھی۔ آپ نے کشتی والوں سے پار جانے کا ادا وہ ظاہر فرمایا۔ ان لوگوں نے بے شک میرا عذاب پھیرا نہ جاتے گا۔

آئیں۔ اُن کے حوالے کرنا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اُگے چلے۔ تو سر راہ دیکھا کہ
 ایک لڑکا بکریاں چرا رہا ہے۔ اور بار بار دعا کرتا ہے۔ کہ الہی مجھے میرے والد سے جلدی
 ملا دے۔ آپ نے دیکھا تو وہ بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ نے انہیں گلے لگایا اور
 ساتھ چلتے کو فرمایا۔ انھوں نے عرض کی۔ بابا جان! یہ بکریاں اس گاؤں والے کی ہیں۔
 اُس کے حوالے کر دوں۔ پھر حضور کے ساتھ چلوں۔ آپ صاحبزادہ کے ساتھ تشریف
 لے گئے۔ دیکھا کہ گاؤں میں ایک مکان کے دروازہ پر ایک ضعیف العمر بیٹھے ہیں۔ یہ
 پہنچے۔ بکریاں سپرد کیں اور فرمایا۔ یہ میرے والد بزرگوار ہیں۔ وہ اُٹھے۔ اور انھوں نے آپ
 کے ہاتھ چومتے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو اس رُح کے کا حال معلوم ہے۔
 انھوں نے کہا۔ ہاں میں ان بکریوں کو چرا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ لڑکا ایک بھیڑیے
 کی مکر پر سوار ہے۔ اُس بھیڑیے نے اپنی مکر سے اس لڑکے کو میرے پاس آکر اُتار دیا۔
 اور بزبان فصیح بولا کہ چرواہے اس لڑکے کو بحفاظت اپنے پاس رکھ۔ اس کے پاس
 یونس بنی مٹی جب تشریف لائیں اُن کے سپرد کر دیتا۔ کہ یہ اُس کا فرزند ہے۔ آپ آگے
 چلے تو یونس کے قریب میں ایک چرواہا آپ نے اُس سے دودھ مانگا۔ اُس نے کہا
 جب سے ہمارے نبی حضرت یونس علیہ السلام ہم سے جدا ہوئے ہیں ہم نے دودھ
 نہیں پکٹا آپ نے فرمایا اچھا ایک بکری میرے پاس لاؤ۔ وہ لایا آپ نے اُس کے
 تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ وہ دودھ اُٹھا لائی۔ آپ نے دودھ دیا یہ دیکھ کر چرواہا تعجب
 میں آگیا اور کہنے لگا کہ اگر حضرت یونس زندہ ہیں۔ تو وہ آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں
 یونس ہیں ہی ہوں۔ یہ سن کر چرواہا آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے فرمایا تشریف
 لے جا اور قوم کو میری خبر پہنچا دے۔ عرض کر کے لگا۔ حضور وہ لوگ میرا یقین نہ کریں گے۔
 آپ نے فرمایا بکریاں ساتھ لے جا وہ میری تصدیق کریں گی۔ آخر چرواہا بکریاں لے کر چلا۔
 اور جب دس دھڑ میں پہنچا تو پکارا۔ اسے لوگو! مبارک ہو ہمارے نبی یونس علیہ السلام آپ
 تشریف لے گئے ہیں۔ لوگوں نے اُسے پھٹکایا تو اُس نے کہا میں سچا ہوں اور میری تصدیق
 یہ بکریاں کریں گی چنانچہ بکریوں نے ہاؤں اسی تصدیق کی۔

شہدہ شدہ یہ خبر بادشاہ یمن کو پہنچی وہ تخت سے اُتر آیا اور تمام اہل شہر کو ساتھ لے کر اس جنگل میں حضرت یونس علیہ السلام کی زیارت کی اپنے ساتھ شہر سے گئے۔ اور بادشاہ نے تخت پر آپ کو بٹھایا خود دامنہ طور سے آگے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ گھر گھر خوشی ہونے لگی چند روز بعد بادشاہ مر گیا تو آپ نے اُس چرواہے کے لڑکے کو حکمرانیت نشین فرمایا۔ واللہ علی کل شیء قدير۔

علامہ خرپوٹی اپنی شرح میں امتداد یونس علیہ السلام کی تعداد ایک سو کہ ستر ہزار تحریر فرما رہے ہیں۔ اور باقی کسی قصہ اختصاراً تحریر فرمایا ہے۔ اور اپنا مآخذ قصص الانبیاء شعبی بتایا ہے۔

(۷۲) جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً تَتَشْتَّى رَأْيَهُ عَلَى سَائِرِ بِلَادِهِمْ

حل لغات | ان کے بلائے سے۔ الاشجار۔ جمع شجر۔ درخت۔ ساجدہ۔ اسم فاعل سجدہ کیے ہوئے۔ تتشئی۔ صیغہ مضارع چلتے پھرتے۔ البیہ۔ اُن کی طرف۔ علی سائر۔ ساقی پٹنلی۔ اور پرانی پٹنلیوں کے۔ بلا قدم۔ بغیر قدم کے۔

اور اُسے درخت حضور کے بلائے سے سجدہ کرتے ہوئے آپ کی طرف اپنے تشئی یعنی پٹنلیوں سے بغیر قدم کے۔

شرح | اس بیت مبارک میں حضور کے اس معجزہ کا تذکرہ ہے جو حضور سے متعدد بار ظہور میں آیا۔ مواہب اور شفا شریف میں ہے۔ امام احمد

حضرت ابوسفیان سے راوی ہیں قال جاء جبریل الخ رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم وهو حزین قد خضب عليه السلام بالدماء حیث ضرب به بعض اهل مكة فقال له جبرائیل اتعجب اریک آية فقال نعم فقال ادع

تلك الشجرة التي وراء الوادي فسد عليها فحاشيت فمشى حتى قامت بين يديه فقال مرها فلترجع الى مكانها فامرها فزجعت الى مكانها فقال عليه السلام حسبي حسبي فماتے ہیں حضور کے خدمت اقدس میں جبریل حاضر ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار مکہ کے بعض نبیوں نے حملہ کیا تھا جس سے حضور نے خون کا سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا۔ اور حضور کچھ ٹھیک تھے۔ کہ روح الامیں نے عرض کی حضور چاہیں تو کوئی نشان ملا حظہ فرمائیں۔ حضور نے فرمایا ہاں جبریل نے عرض کی اس درخت کو حضور ملائیں جو ایک وادی کے نیچے ہے۔ حضور نے بلایا تو وہ انسان کا طرح چلتا ہوا حضور کے سامنے آیا پھر عرض کی اب حکم فرمائیں کہ یہ اپنی جگہ واپس جائے حضور نے حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا یہ دیکھ کر حضور نے فرمایا۔ یہ مجھے کافی ہے۔ یہ مجھے کافی ہے۔

دوسری روایت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ جاء اعرابي وسأل منه عليه السلام اية فقال له قل تلك الشجرة وان رسول الله يدعوك فعالت الشجرة عن يمينها وشمالها وبين يديها وخلفها فتقطعت عروقها ثم جاشت حتى وقفت بين يدي رسول الله عليه السلام فقامت سلامه عليه يا رسول الله قال الاعرابي مرها فلترجع الى موضعها فامرها فزجعت فقامت عروقها في موضعها

ایک اعرابی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور صاف بت پر نشان طلب کیا۔ حضور نے فرمایا جا اور اس درخت کو کہہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھے طلب طلب فرما رہے ہیں۔ ہدی نے جا کر کہا علی الفور وہ درخت متحرک ہوا اور یمن و شمال (ایمن و ائیں) سے اپنی جڑوں کے جوڑ توڑ کر حضور کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ پھر اعرابی نے عرض کی کہ اسے حکم کیجئے کہ اپنی جگہ واپس جائے حضور نے حکم فرمایا وہ واپس چلا گیا اور اپنی جڑوں سے جالا۔

اور ایک حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم طہارت کے لیے تشریف لے گئے۔ میدان لقم ووق تھا۔ کوئی شے پروہ داری
 کو نہ تھی۔ مگر جنگل کے کناروں پر دو درخت کھڑے تھے تو حضور نے اُن کی ڈالیاں
 پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا انقاد ی معی باذن اللہ چلو میرے ساتھ اللہ کے حکم
 سے وہ ایک درخت چلا اور دوسرے کے پاس آگیا تو حضور نے انہیں فرمایا۔
 اللہ تعالیٰ باذن اللہ دونوں ملے رہو اللہ کے حکم سے فاتنا متبا دونوں ملے رہے ہیں
 قضاء حاجت حضور نے فرمایا افرقتنا فی اماکنہا علیحدہ علیحدہ ہو کر دونوں اپنی
 رہنی جگہ چلے جاؤ۔ چنانچہ چلے گئے۔ اور ایسی ہی ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 سے مروی ہے۔

اس ایک معجزہ میں چند غارق عادات امور ثابت ہوتے ہیں۔
 اول۔ نبأت کا فہم و خطاب۔ دوم۔ نبأت کی شے احوال مثل حیوانات۔
 سوم۔ شہادۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از نبأتات
 مولا یصل وسلم دائم ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

كَانَ مَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِّمَا كَتَبَتْ

فَرَوَعَهَا مِنْ بَدِيعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ

(۱۳)

كَانَ مَا گویا کہ۔ سَطَرَتْ۔ سطر یعنی رے تھے۔ سَطْرًا۔
 اَللغات سیدھی سطر۔ لِمَا كَتَبَتْ۔ جیسے کہ لکھنے میں لکھتے ہیں۔ فَرَوَعَهَا۔
 انہیں اُن درختوں کی۔ مِنْ بَدِيعِ الْخَطِّ۔ یعنی مثل خط بدیع۔ ثُمَّ شَفَعُوا لَهَا۔
 فِي اللَّقَمِ۔ ہر دو مبارک راہ۔ سطروں کی مابین تھیں۔
 گویا وہ درخت ایک خط کھینچتے ہوئے آ رہے تھے۔ اور اُن کی شاخیں
 مابین السطور خوبصورتی پیدا کر رہی تھیں۔

مفہوم ظاہر ہے کہ حضور کے بلانے پر وہ درخت ایسی سیدھی
 شرح اپنی شاخوں کے ساتھ ملحق آئے تھے کہ گویا ایک سیدھی سطر بنیں

راہ میں نکلتے ہوئے آگے ہیں کہ میں اطاعتِ نبی و من ترکہ غرق۔

اس بیت مبارک میں ایک ہدایت بھی ہے کہ جب شجر و پھر اس طرح امتثال امر میں جھکتے رہے ہیں تو مسلمان انسان تو اطاعت و امتثال میں اولیٰ بالمسب اور ہونا چاہیے۔

سَلَّمَ الشَّجَرُ نَظْمَ الْحَجَرِ شَقَّ الْقَمَرُ بِإِشَارَتِهِ

مِثْلُ الْغَمَامَةِ أَوْ سَارَسَائِرُهُ

(۷۴)

تَقِيَهُ حَرَّ وَطِيسٍ لِلَّهِ حَيَّرَ حَمِي

مثلاً غمامہ - غلامہ بادل - مثل بادلوں کے - اُفی - جہاں حل لغات کہیں - سار - ماضی اثر سیر - تشریف لے جائیں - سارَسَائِرُ - سیر کرنے کو - تَقِيَهُ - مضارع - ازوقایت بچانا - بچانے کے لیے - حَرَّ - گرمی ہے - وَطِيسٍ - تنورا بھنی - استعارہ از حرارت شدید - تیز حرارت - لِّلَّهِ حَيَّرَ - جحیر - گرا دوپہر - اور گرمی دوپہر سے - حَمِي - ماضی از حَمِي - گرم ہونا - جو گرم کر دے۔

تترجمہ حضور جہاں تشریف لے جاتے ایک بادل جیسی چلنے والی چیز حضور کو دوپہر کی گرمی سے بچانے کے لیے ساتھ ہوتی تھی۔

شرح ابراہور آسمان و زمین تمام حضور کے تتبع تھے چنانچہ ایک اہر حضور کے ساتھ چلنے والا تھا جہاں کہیں حضور تشریف لے جاتے وہ حضور پر سایہ کیے ہوئے ہمراہ ہوتا۔

۱۱۔ جس نے حضور کی فرمانبرداری کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان کے طریقہ کو چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔ ۱۲

۱۲۔ فرمانبرداری میں جلدی کرنی چاہیے۔ ۱۲

۱۳۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے درخت چل پڑے، پتھروں نے کلام کیا اور پامرد و مکرٹے ہو گیا۔ ۱۴

صحیح احادیث میں ہے انہ علیہ السلام اذا نام فی الصحراء عکانت
 تجبی لہ الاشجار وتظللہ ولان الغمامۃ سبب الانبات والنباتات والاشجار
 یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگل میں آرام فرماتے تو درخت جمع ہو کر حضور پر سایہ
 کرتے اس لیے کہ ابرو نباتات اور درختوں کے اگانے کا سبب ہے تو ناظم فایم
 رحمہ اللہ نے سبب کو دکھا کر تمام وہ چیزیں مضمحل فرما دیں جو اس کے ذریعہ پیدا
 ہوتی ہیں۔

اور اس بیت مبارک میں فقہ بخیر راہب کی طرف بھی اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ
 جب حضور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے برائے تجارت ملک
 شام نشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک پییدار حضور کے لیے بھیجا کہ وہ حضور پر
 دھوپ سے سایہ کرتا ہوا چلے۔ جب قافلہ موافق بخیر راہب کے پاس پہنچا اور اس
 کے گرجا کے قریب اُترا تو جس درخت کے نیچے قافلہ اُترا وہ خشک تھا اس قافلہ
 کے اُترنے ہی وہ سرسبز ہو گیا۔ بخیر اپنے صومعہ سے نکلا۔ اور دیکھا کہ ایک برائے
 قافلہ پر سایہ گستر ہے۔ اس نے جان لیا کہ اس قافلہ میں کوئی نہیں ہے چنانچہ اس نے
 تمام قافلہ کی دعوت کی تاکہ صاحب غلام کو پہنچانے۔ دعوت میں سب گئے اور سامان
 کی محافظت کے لیے حضور کو اس لیے چھوڑ گئے کہ سب سے زیادہ اعتماد ان کو
 حضور پر تھا۔

راہب نے دیکھا کہ ابرو بدستور اس جگہ ہے۔ اور قافلہ کے لوگ دعوت میں
 آچکے ہیں۔ راہب نے پوچھا اہل بقی منکو احد فی مکانکم کیا تم سے کوئی اپنی قیام
 گاہ پر رہ گیا ہے۔ اہل قافلہ نے کہاں ایک سامان کی محافظت کے لیے رہ گئے ہیں۔
 راہب نے کہا انھیں بھی بلا لوجنا بخیر جب حضور نشریف لائے تو راہب نے دیکھا
 تو وہ ابرو درودانہ صومعہ پر ہے۔ راہب نے کہا۔

یا شاب من ای بلدۃ انت۔ اسے جو ان تم کس شہر کے رہنے والے ہے
 حضور نے فرمایا میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ راہب نے کہا من ای قبیلۃ آپ

کس قبیلہ سے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا قریش سے راہب نے کہا اے اللہ آپ کا اسم مبارک کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میرا نام محمدؐ ہے۔

یہ سن کر راہب حضورؐ کی طرف گرا اور پیشانی اقدس کو چومنے لگا اور کہنے لگا۔

مَا أَتَى اللَّهُ الْمُتَّقِينَ اللَّهُ يُبْدِلُ هَيْبَهُمْ فِي رُءُوسِهِمْ مِنْ تَحْتِ هَيْبِهِمْ سَبْحًا وَمِنْ تَحْتِ هَيْبِهِمْ سَبْحًا وَمِنْ تَحْتِ هَيْبِهِمْ سَبْحًا وَمِنْ تَحْتِ هَيْبِهِمْ سَبْحًا
 تافلتے نے سوئے طیبہ کمرانی کی
 لاج رکھ لی طبع غصہ کے سودا کی
 عرش تا فرش سب آئینہ صفائے
 شش جہت سے مقابل شب و روز کی
 چاند شام سے پہلے حکم کا باندھا سوچ
 سنگ پتھر سے بنا جس کیلئے رحمت
 مشکل آسان الہی میری تنہائی کی
 لے میں قرباں میرے آقا بڑی آفاقی کی
 بس قسم کھائیے اتنی تیری دانائی کی
 دھم واخبر میں ہے آپ کی بینائی کی
 واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی
 بس جگہ دل میں ہے اس جلوہ ہر جاتی کی

أَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمَشْقِيِّ إِنَّ لَكَ

(45)

مِنْ قَلْبِهِ نِسْبَةً مَبْرُورَةً الْقَسَمِ
 اَقْسَمْتُ - ماضی مکمل از قسم - قسم کھاتا ہوں میں - بالقرہ
 اُس چاند کی - المشرق - جو شق ہوا - اِنَّ لَكَ - کہ بے شک
 اُس چاند کو - مِنْ قَلْبِهِ - قلب محبوب سے - نِسْبَةً - نسبت ہے - مَبْرُورَةً
 القسم - سچی قسم

میں شق شدہ چاند کی قسم کھاتا ہوں کہ اُسے کب نور میں حضورؐ کے
 قلب مبارک سے نسبت ہے۔ اور یہ میری قسم مبرور ہے۔

ماہ شکستہ دل کی سچی قسم کھا کر ناظم فاعلم فرماتے ہیں کہ عینک چاند
 کو حضورؐ کے قلب منور سے ایک نسبت و رابطہ ہے۔ اور اس
 مناسبت کی جو قسم کھاوے وہ بچتا ہے۔

اور یہ مناسبت بوجہ غدیرہ ہے۔

۱۔ شوق صدر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شوق قمر ہیں۔
دوم شوق صدر کے بعد انبیاء ہوا اور اسی طرح شوق قمر کے بعد
بھی انبیاء ہوا۔

صوم۔ قمر میں نذرانیت ہے اور قلب پاک بھی منبع انوار ہے۔
چارم۔ جس طرح قمر نور شمس سے مستفیض ہو کر شب تاریک میں نور بیزی کرتا ہے۔
اسی طرح جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے مبدع فیض سے استفادہ
فرما کر وہاں سے تاریک کو روشن فرماتے ہیں۔ اور عالم مستغیر کو رہتے ہیں۔
پنجم۔ سرعت سیر و قطع منازل تقرب میں جیسے حضور کی خاص شان ہے۔ اسی
طرح چاند بھی منازل طے کرنے میں سریع السیر ہے۔ اور معجزہ شوق القمر مفسرین نے
کلاما مالا اور یہ آیت کریمہ۔

اقتربت الساعة وانشق القمر میں اس معجزہ کی تصدیق کی۔ اور البطل
کے جس طرح اس سے انکار کیا اُس کا حال اُن یودایہ یعرضوا و یفیقوا بھی مستقر
میں فرمایا صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اجما لا

محدثین کا ایک طبقہ اس کا منکر بھی ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ اگر یہ معجزہ واقعہ میں
ہوتا تو کتب تواریخ میں بلا اختلاف اس کا تذکرہ ہوتا۔
مگر یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ چاند ایک ہی ہر تمام روتے زمین و آسمان
کے ایک جگہ جب دور و حرکت کرتا کسی قطعہ زمین کے مقابل آتا ہے۔ اُسے روشن کر
دیتا ہے کہ جس کے خصوص (چاند گسن) کا حال بھی عام طور پر سب کو معلوم نہیں ہوتا۔
مگر جس وقت اس میں جن قطعات ارضیہ کے مقابل ہوتا ہوا وہ گزرا انہیں علم ہوا اولیٰ
میں یہ حال آیا انہیں اس کے خصوص کا پتہ نہ چلا۔ یہی وجہ ہے کہ شوق قمر کی تصدیق
میں ان کے جو قرب و دور سے آگے اپنی شہادتیں ہیں۔ اور جب یہ خبر سامعین

حاکم طیبہ کو تاجرانِ عرب کی زبانی پہنچی تو اس نے کہا کہ اگر میرے روزنامہ میں یہ خبر سچ
 ملی تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس نے روزنامہ منگوا لیا۔ دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ ملاں
 تاجران کو معتبر ہی طیبہ نے چاند کے دو ٹکڑے دیئے۔ یہ تصدیق پڑھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔
 اور واقعہ شوقِ صدر چند بار ہوا۔ پہلی بار اس وقت ہوا جب کہ حضرت علیہ السلام
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کو آپ کی خواہش کے مطابق حضور کے رضاعی بھائی
 کے ساتھ بکریاں چرانے بھیج دیا۔ دفعۃً وہ گھبرا ہوا تھا حضرت علیہ السلام کے پاس آیا اور
 کہا کہ میرے بھائی کے پاس دو سپید لباس آدمی آئے انھوں نے اُسے لٹا کر شکم
 مبارک چاک کر ڈالا۔ حضرت علیہ السلام فرماتی ہیں۔ یہ سن کر میں سرسید و پریشانِ حضور کے
 رضاعی والد کے پاس دوڑی گئی۔ اور انھیں ساتھ لے کر پہنچی۔ تو میں نے دیکھا کہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا دونی افزو رہے ہیں۔ لیکن حجرۃ اقدس پر کچھ آثارِ خوف کے سے
 ہیں۔ حضور کو آپ کے رضاعی باپ نے گلے لگایا اور پوچھا بیٹا تمہارا کیا حال ہے۔
 آپ نے فرمایا۔ میرے پاس دو سفید پوش آئے اور انھوں نے مجھے لٹا کر میرا سیدہ
 چاک کیا اور اس میں سے کچھ نکال کر پھینک دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ دو بار واقعہ
 بیان فرماتے ہیں کہ حضور کو چند بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ کہ جبریل امین آئے
 اور انھوں نے حضور کو لٹا کر سیدہ چاک کیا۔ اور قلب مبارک سے چند قطراتِ خون سیاہ
 کے نکال کر پھینکے اور فرمایا یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر قلبِ اطہر کو طشتِ زریں سے
 کر زمر سے دھویا اور سینہ میں رکھ کر پھری دیا۔ انس فرماتے ہیں اب تک سلامتی
 کے نشانِ سینہ مقدس پر میں دیکھتا ہوں یہ شوقِ صدر اس لیے ہوا کہ حضور ایاہم الفلحیت
 سے ہی معصوم اور دوساں شیطان سے معصون رہیں۔ تیسرے شوقِ صدر زیادۃ بعثت
 کے قریب ہیں ہوا۔ جسے ابو نعیم و لائل میں نقل فرماتے ہیں۔ اس شوق میں مزید کہ
 والوارِ مطلوب تھے۔ چوتھا شوقِ صدر شبِ معراج کو ہوا جو صحیحین میں منقول ہے۔
 وہ اس لیے تھا کہ قلبِ اقدس میں قوتِ سیر ملکوت و معاشہ تجلیات حاصل ہو جائے۔
 اب معجزہ شوقِ فقر شرحِ غریبوتی سے منقول ہے وہ مشکوٰۃ سے نقل فرماتے ہیں

انتباہ

علامہ خرپوٹی رحمہ اللہ اس واقعہ سے اذیل قال فی مشکوٰۃ تحریر فرما رہے ہیں۔
 معلوم نہیں یہ مشکوٰۃ کونسی ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں یہ واقعہ نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا
 ہے یہ کوئی اور کتاب ہے چونکہ شارح علیہ الرحمۃ ایک معتبر عالم اور مفتی شوافع
 ہر بات میں اس لیے اعتماد علی علمہ ان کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے ہم بھی نقل کرتے ہیں۔
 فرماتے ہیں کہ

جب ابو جہل مرثود معاہدے متبعین کے حضور سے عاجز آگیا اور ہر مطالبہ
 کی شے کی کھانا مارا۔ اور حضور یونانیوں کو ترقی فرمانے لگے اور حضور کا شمس شریعت ہندی
 حاصل کرنے لگا۔ اور لوگ دن بدن ایمان لاکر زمرہ مسلمین میں آنے لگے تو تنگ آکر
 اس نے ایک خط حبیب بن مالک امیر شام کو لکھا۔ وہ خط یہ تھا۔

اما بعد لیعلم الملک انتہ قد ظہر بیکنا رجل ساحر کذاب
 بدعی دبا و احدث دینا جدید و انتہ یسب آلہتنا و کلنا
 فاجنابہ بالحقۃ غلب علینا فالیوم صنعت دینک و دین
 ابائک فالحق بہ قبل ان ینتشر دینہ -

بعد سلام دعا کے بادشاہ کو معلوم ہو کہ ہمارے امیر ایک زبردست
 ہستی ظاہر ہوئی ہے جسے ہم اپنے ذلیل و ہم میں ساحر و کذاب جانتے
 ہیں۔ وہ ہمیں کہتا ہے کہ ایک رب کی پرستاری کرو۔ اور شیادین ہمیں
 دیتا ہے۔ اور ہمارے خداؤں کو بڑا کہتا ہے۔ اور جس قدر ہم اُس کا
 مقابلہ و محبت و دلائل سے کرتے ہیں اُسنا ہی وہ ہم پر غائب آ رہا ہے۔
 لہذا اب تیرا دین اور تیرے باپ دادا کا دین کمزور ہو چلا ہے۔ لہذا
 جلدی اگر اُس سے فرار نہ اگر اُس کی تعلیم عام ہو گئی تو پھر تو کچھ نہ کر
 سکے گا۔

اس خط کو پڑھ کر حبیب ابن مالک بارہ سواریوں کے ساتھ چلا۔ اور ادائی

مکتے میں اترنا۔ ابو جہل نے موعظہء مکر کے اہل کا استقبال کیا۔ اور کچھ دیر پیش کش کیے۔
 حبیب نے ابو جہل کو اپنے پیچ میں جگہ دی اور حضور کے حالات دریافت کیے۔
 تو ابو جہل نے کہا۔ ایسا اللہ کا رسول بھی ہاشم۔ سرکار ہنی ہاشم سے اُن کے حالات
 دریافت فرمائیں۔ چنانچہ سب نے کہا۔

نعرفہ بالصدق فی صغره ولما بلغ اربعین سنة جعل حبیب
 التہتنا ویظہر دینا غیر دین اباہنا۔ ہم انھیں بچپن سے نہایت راست گو
 رنگ جانتے ہیں مگر جب وہ چالیس سال کے ہوئے تو انھوں نے ہمارے معبودوں
 کی مذمت شروع کر دی اور ایک تباہ دین ہمارے آباؤ اجداد کے خلاف ظاہر کر دیا۔
 عرصہ حبیب نے اپنے صاحب کو حکم دیا کہ حضور کو یہاں تشریف لانے
 کی درخواست کرے۔

حاجب حضور کے دربار میں پہنچا اور حبیب بن مالک کی درخواست پیش
 کی حضور تشریف لے جانے کو آمادہ ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حذو حرا
 اور عامر سو دا پیش کیا۔ حضور نے بدوس فرمایا اور تشریف لے چلے۔

صدیقؓ نے بھی حضور کے ساتھ ساتھ دہنی طرف چل رہے تھے۔ اور حضرت
 خدیجہؓ اکبر علی رضی اللہ عنہا بھی پیچھے پیچھے آئیں۔ حبیب بن مالک نے جب حضورؐ
 کو جلوہ افروز ہوتے دیکھا۔ ایک تخت تعظیم کے لیے سرو قد کھڑا ہو گیا۔

جب حضورؐ جلوہ آنا سے مست ہو گئے تو حبیب نے دیکھا کہ وجہ میرے انوار
 متلا ہیں۔ اور اس کے دل پر حضورؐ کی جہیت اس قدر غالب ہے کہ زبان بند
 مؤدب حاضر ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حبیب بولا۔ یا محبت انت تعلم ان للانبیاء علیہم
 معجزات اللف معجزات حضورؐ آپ کو معلوم ہو گا کہ تمام انبیاء تو مخصوص معجزات
 لئے تھے۔ آپ کے پاس بھی کوئی معجزہ ہے۔

فقال علیہ السلام ما ذلت زید۔ حبیب تمام انبیاء تو مخصوص معجزات

ہائے غم گریہ کسی خاص معجزہ کے ساتھ نہیں آئے بلکہ جو تو چاہے وہ معجزہ ہر مقام پر
دراستے ہیں۔

حبیب نے متعجبانہ طور پر یہ جواب سن کر پڑے غور کے بعد وہ معجزہ طلب
کیا جو کسی نبی سے ظاہر نہ ہوا تھا۔ عرض کرنے لگا۔ اُرِیدُ ان تَغِیِبَ الشَّمْسُ
وَتُخْرِجَ النُّجُومَ وَتَنْزِلَ اِلٰی الْاَرْضِ وَتَجْعَلَ مِنْهَا نَضْفِیْنِ ثُمَّ یُعَوِّدَا
اِلٰی السَّمَاءِ فَمَا مَنِیْرٌ اِیْنِیْں یہ چاہتا ہوں کہ ابھی سورج غروب ہو اور ماہ
کامل نکلے پھر اسے آپ زمین پر اتاریں اور اس کے دو ٹکڑے کریں۔ پھر وہ آسمان
پر جا کر قرقر نہ بنے۔ پھر بدستور سورج واپس آئے۔

حضور نے اس مطالبہ کو نہایت بے پرواہی سے مسخوع فرما کر حبیب
سے فرمایا۔ اِن فَعَلْتَهُ اَنْتَ وَمَنْ بِنِیْ۔ اگر ہم نے ایسا کر دیا تو کیا تو پھر ایمان لے آئے
گا۔ حبیب نے دیکھا کہ اتنے سخت مطالبہ پر ہا کسی غر کے آماجگی کا اظہار فرماتے
ہیں۔ تو ایک دور اپنی خاص غرض بھی کیوں نہ عرض کر لوں۔ بولا۔ نَعَمْ بِشَرْطِ اَنْ
تُخْبِرَ بَعْدَ اِنِّیْ قَلْبِیْ بے شک لیکن حضور ایک شرط یہ اور ہے کہ جو میرے دل میں
ہے اس کی بھی خوشخبری سنائی جائے۔

غرض حضور جبل ابی قیس پر تشریف لے گئے اور دو گانہ عبدیت ادا فرمایا
اور دعا کی کہ جبریل امین حاضر ہوئے اور حضور کو بشارت دی اِن اللّٰہُ تَعَالٰی سَخَّرَ لَکَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَاللَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَان لِّحَبِیْبِ بْنِ مَالِکَ بَنَتْ سَطِیْمَةُ بَعْنِی
مَسَاطِطَ عَلٰی قَفَاہَا وَلِیْسَ لَهَا بَدَانٌ وَلَا وِجْلَانٌ وَلَا عِیْنَانِ قَاخِبْرَہٗ ہَا ن
اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ رَدَّ عَلَیْہَا جَزَاحَہَا کہ حضور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سورج
چاند رات دن مسخر فرمادیے ہیں اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے جس کے ساتھ
ہیں نہ پیر نہ آنکھ کان اسے بشارت دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری لڑکی کے ساتھ پیر
سب عطا فرمادیے ہیں۔

چنانچہ حضور پہاڑ سے نیچے اترے اور جبریل امین ہوا میں معلق حضور کے

حکم کے منتظر تھے اور ملائکہ صفت بہتہ اس شان کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت سبابہ (شہادت کی انگلی) کا اشارہ سورج کی طرف کیا کہ وہ اپنی جگہ سے بلا اور غائب ہو گیا اور سخت ظلمت پھیل گئی اور اتنے میں چاند طلوع ہوا اور ماہ کامل چودھویں کا چاند نکلا۔ حضور نے اُس کی طرف اشارہ فرمایا تو قرص قمربھی ہلنے لگا یہاں تک کہ زمین کی طرف آیا۔ حضور نے اُس کے دو ٹکڑے کیے۔ پھر وہ بدر کامل بنا۔ پھر سورج طلوع ہوا اور اسی حال پر مستحضر ہو گیا۔ جیسا کہ تھا۔ حبیب نے عرض کیا۔ بقی عید تک مشرط حضور ایک ایک شرط ابھی باقی ہے۔

حضور نے فرمایا ان لاث انبۃ سبطیحة واللہ تعالیٰ قدر دجاو ادھا بیرکنا بیٹی جو سبطہ ہے اللہ تعالیٰ نے اُس کے اعضاء واپس لوٹا دیئے ہیں۔

یہ سن کر حبیب بن مالک نے کھڑے ہو کر کہا۔ یا اہل مکہ لا کفر بعد الایمان اعلیٰ الخ اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ۔ اسے اہل مکہ اب کفر اسلام کے بعد نہیں رہ سکتا۔ سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

یہ سن کر ابو جہل جل گیا اور کہنے لگا ائتو من بھذا الساحر حبیب اس جادو بھری نگاہ کا تو بھی شکار ہو گیا۔ حبیب نے اس کا جواب خاموشی دیا۔ اور یہاں سے خوش و خرم ملک شام کو پہنچا جب اپنے محل میں داخل ہوا تو اُس کی وہی بیٹی سلمہ آئی اور کہہ رہی تھی۔ اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ۔ حبیب کہنے لگا۔ یا ابننتی من این علمت ہذا الکلمات۔ بیٹی یہ کلمات تو نے کہاں سے جانے۔ اُس نے کہا خواب میں کسی نے مجھے کہا کہ تیرا باپ اسلام کے آبا سے اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو ابھی تیرے اعضاء تجھے مل جائیں۔ میں علی الفور مسلمان ہوئی اور صبح اس حال میں تھی جیسا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

مولیٰ صل۔ سلمہ دائمًا ابدا

علی حبیب خیر الخلق ہلہم

فصل سادس

ہجرت کا بیان

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ
وَكُلُّ طَرَفٍ مِنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَنِّي

(۷۶)

وما۔ اور کس شان سے حوی۔ احاطہ کیا۔ الغار۔ غار ثور
مل لغات نے۔ من خیر۔ فضیلتوں۔ ومن کرم۔ اور پیاری خصلتوں
کا۔ وکل طرف۔ اور ہر سمت کی نظر۔ من الکفار۔ کافروں کی۔ عندہ۔ ان
ہستیوں سے۔ عنی۔ اندھی تھی۔

غار ثور نے کیا احاطہ کیا بیع فضائل و کرم کا اور کافروں کی آنکھیں اُس
ترتیباً نور کو دیکھنے سے اندھی رہیں۔

ما موصولہ ہے اور حوی بمعنی جمع و احاطہ ہے۔ الغار میں الف
شرح لام عہد ذہنی ہے۔ اس لیے کہ غار تو عام تھا اور چونکہ یہاں ذکر غار
کا ہے۔ اس لیے غار پر الف لام عہد ہی لگا کر مخصوص کر دیا اور غار چبل ثور کا
مفکر سے بہت قریب ہے منیٰ خبیثہ و من کرم میں حضور کے فضائل و افعال جلیلہ
اور فضائل جلیلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور خیر اور کرم اس لیے کہا ہے کہ باب
مبالغہ میں مضاف حذف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مقصود اس سے ذی خیر اور ذی کرم ہے۔
مگر جیسے رجل عدل کہہ کر رجل عادل مراد لیتے ہیں۔ ایسی ہی یہاں بطور مبالغہ ناظم
عالم و رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غار ثور نے خیر و کرم پر کیا احاطہ کیا یا یوں سمجھئے کہ خیر
و کرم مراد حق و صلی اللہ علیہ وسلم جو خیر الہیہ ہیں۔ اور کرم سے مراد افضل الامت

صديق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما نفعی مالٌ احدٌ مثل نفعی مالٍ اٰتٰنی بکرمجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہ پہنچایا جو ابو بکر کے مال نے نفع پہنچایا۔ اور فرمایا تَوَدُّونَ اِيْمَانَ ابی بکرٍ باِیْمَانِ الْعَالَمِیْنَ لوح ايمانہ اگر ابو بکر کے ایمان کے ساتھ تمام عالموں کے ایمان تو لے جائیں تو یقیناً ابو بکر کا ایمان وزنی نکلے۔ اور فرمایا: افضل البشر بعد الانبياء ابو بکر انبیاء کے بعد انسانوں میں سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس بیت مبارک میں واقعات ہجرت کے ابتدائی حالات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب اکابر قریش نے جمع ہو کر وارا لدوہ میں مشاورتی کمیٹی کی۔ اور حضور کے آوازہ مخنی کو دبا لے کے منصوبے ہوئے۔ تو شیطان بعین شیخ نجدی بن کر آگیا۔ اور اُن کے ساتھ بیٹھا۔ لوگوں نے کہا یہ کون ہے جو بلا اجازت ہم میں آگیا شیطان نے کہا میں ایک آدمی نجد کا رہنے والا ہوں۔ میں تمہارے اچھے خیال دیکھ کر اور ایک اچھے کام کے لیے اجتماع بھ کر آیا اور یہ پسند کیا کہ میں تمہارا مشیر بنوں۔ تمام کفار نے کہا کہ یہ اہل نہارہ سے نہیں ہے۔ کوئی حرج نہیں اُسے رہنے دو۔ اب مشورہ شروع ہوا۔

بعض نے کہا انھیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مکان میں قید کر دو اور کھانا پانی بند کر دو۔ حتیٰ کہ خاتمہ ہو جائے۔

شیخ نجدی شیطان بولا یہ راستے ٹھیک نہیں اس لیے کہ اُن کے بھی باغز و اقربا ہیں جب سب سے جمع ہو کر آئیں گے اور چھڑا لے جائیں گے۔ سب اہل جلسہ نے بھی اس کی تائید کی۔

ایک بولا اخرجوه و غرّوه من بیتکم۔ مگر سے نکال دو اور اپنے سے دور کر دو تاکہ کہیں پر دس میں چلے جائیں شیخ نجدی بولا ابعثنا بئس النواي لان لنا ناسا لطيفا ووجها مليحا والله ليجمعن عليه خلق كثير ثم ياتينكم ويخترنكم من بلادكم پر راستے بھی بُری ہے اس لیے کہ اُن کا زبان مبارک نہایت

طیقت اور حسن زیباد لاؤ بیڑ ہے آنکھوں میں وہ جا دو ہے کہ خدا کی قسم ان کی طرف خلق
کثیر جمع ہو جائے گی۔ پھر وہ تھاری طرف آکر ٹھہریں وطنوں سے نکال دیں گے۔
مجمع نے کہا شیخ نجدی کی راستے صائب ہے۔

ابو جہل اٹھا اور کہنے لگا خذ دامن کل بطنی مثابا بسیف صارم و مروہم
ان یخرجوا الیہ و تقنؤہ فیتفرق و معہ فی القبائل۔ ہر گھر سے ایک جوان تلوار و
توڑنے لیا جائے اور انھیں کہا جائے کہ سب بل کر عاتیں اور قتل کر دیں۔ تاکہ یہ خون
ایک کی گردن پر نہ رہے۔ قبائل میں تقسیم ہو جائے۔ شیخ نجدی کہنے لگا۔ ہذا امرای
صواب یہ راستے ٹھیک ہے۔

چنانچہ تمام کفار مکہ تیار ہوئے اور فیصلہ کیا کہ رات میں جمع ہو کر ایسا کریں۔
ادھر دربار سرکار میں جب ریل ایمن دربان خاص حاضر ہوئے اور تمام حال سن کر
عرض کیا کہ حضور یہاں سے تشریف لے جائیں حضور نے اپنی خواب گاہ پر حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کو چھوڑا اور صدیق کے یہاں تشریف لا کر یا یما جبریل اپنا عزم ہجرت
کا کر کیا اور آپ کو اپنے ہمراہ لیا اور چلے حتیٰ کہ غار ثور پر آگئے پہلے صدیق اندر تشریف
لے گئے اور غار کو جھاڑا تو دیکھا بہشت سے سوراخ ہیں۔ رواد مبارک بچھاڑ چھاڑ کر تمام
سوراخ بند کیے ایک سوراخ باقی رہا تو اُسے اپنے پاء اقدس کے انگوٹھے سے بند
کیا اور پکار سے ادخل یا رسول اللہ حضور تشریف لے آئیں۔ ادھر حضور غار میں جلوہ
دنا چکے۔ ادھر دشمنان اسلام باب عالی پر پہنچے۔ حضور کو وہاں نہ پایا حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے پوچھا آپ نے فرمایا تشریف لے گئے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہاں تشریف
لے گئے۔ کفار یہاں سے نکلے اور مکہ کے تمام کفار سے اور راستہ مسدود کیے پھرتے
پھرتے باب غار پر آئے تو حضور کو اور صدیق کو نہ دیکھ سکے۔ بقیہ مفصل نقطہ
آئندہ بیٹوں میں آئے گا۔

فَالصَّدَقُ فِي الْغَارِ وَالصَّدِيقُ كَمِيرًا
وَهُمْ يَقُولُونَ مَا بَاغَارَ مِنْ أَرَمٍ

(۷۷)

فَالصَّدَقُ - الفاء للتفخيل - الصدق مصدر بمعنى الصادق
عَلَّ لَعَاتٍ وَالْمَصْدَقُ عَلَى طَرِيقِ الْمَبَازِغِ - یعنی سراپا صدق - فی الغار غار
میں تھے - وَالصَّدِيقُ - صیغہ مبالغہ یعنی کثیر الصدق - اور صدیق اکبر - لم
یروا - قطعی متورم نہ ہوئے - وَهُمْ - اور مشرکین - يَقُولُونَ - کہہ رہے تھے -
مَا بَاغَارَ - نہیں ہے اس غار میں - مِنْ أَرَمٍ - يقال ما فی الدار ارم - یعنی
کوئی شخص -

سراپا صدق غار میں جلوہ فرما تھے اور صدیق اکبر بھی حاضر تھے اور
سراپ کے ٹوٹنے سے آپ متورم بھی نہ ہوئے اور مشرکین وہاں دیکھ
بھال کر یہ کہتے چل دیے کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے -

لم یروا کی جگہ صاحب شوارب الفردہ نے لم یروا یا شذیہ بھول لکھا
شرح ہے - اگر یہ لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ صدق مجسم غار میں تھے -
اور صدیق اکبر بھی حاضر تھے - مگر نہ دیکھے گئے بلکہ کفار کہہ رہے تھے کہ غار میں کوئی
نہیں ہے -

لم یروا یا اس ورعہ الف کو کہا جاتا ہے - جب کہ انسان غصہ میں ٹھٹھنے
پھلاتا ہے - اس جگہ لم یروا کے معنی یہ نہیں گے کہ غار ثور میں سراپ کے ٹوٹنے پر
بھی صدیق غضب ناک نہ ہوئے بلکہ قضا و قدر الہی پر راضی برضا و شاکر لقضا ہے
اور ورم سے اگر لم یروا مانا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ صدیق رضی اللہ
عنه کا پاد مبارک لحدغ حیر کے بعد بھی متورم نہ ہوا -

چنانچہ روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سوراخ کو جاتی رہ گیا
تھا اپنے پاد اندس کے انگوٹھے سے بند فرمادیا تو اس سوراخ میں جو سراپ تھا اس

نے ڈس لیا۔ حضرت صدیق نے حضور کی خدمت میں اس کی شکایت کی حضور نے اپنے لعاب دہن سے اس کا علاج فرمایا۔ باذن الہی آپ کا پایہ اقدس درست ہو گیا اور ورم وغیرہ جاتا رہا۔

اور جنھوں نے سمیریا مضارع کا تشبیہ بنا کر پڑھا ہے اور اسے روایت سے لیا ہے۔ اس کا رد شیخ زادہ اور علامہ خرپوٹی رحمہ اللہ نے کیا۔ شیخ زادہ فرماتے ہیں۔ وروی بعض سمیریا وماذا الذ من النظم وانما عملہ علی ذالک العجز عن تاویل۔ یعنی بعض نے سمیریا لکھا ہے لیکن یہ ناظم فہم کے لفظ نہیں اور اس پر انھیں جس چیز نے آمادہ کیا وہ عاجز آتا ہے تاویل سے ایسے ہی علامہ خرپوٹی فرماتے ہیں۔ وقد بعض الناس سمیریا علی انه تشبیہ مضارع من الرویة لكن رده شیخ زادہ واما من الداخلین معہ بعض آدمیوں نے سمیریا تشبیہ مضارع روایت سے لے کر بنایا لیکن شیخ زادہ نے اس کا رد کیا۔ اور ہم بھی ان کے ساتھ اس رد میں شریک ہیں تو معلوم ہوا کہ سمیریا جو پڑھے گا وہ ایسا ہی طور پر پڑھے۔ قصیدہ کے ورد میں سمیریا پڑھنا چاہیے اس لیے کہ شیخ زادہ خرپوٹی جیسے محقق اس کے خلاف گئے ہیں۔ اور شیخ زادہ تو نہایت وثوق سے فرماتے ہیں۔ وماذا الذ من

النظم یعنی سمیریا امام بوصیری کی زبان سے نکلا ہوا لفظ نہیں تو اسے حاصل شہوم بہینہ پر ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جان نثار صدیقین حبیب داخل غاریند ہو گئے تو اس میں تضاد فقہ الرئی کے ساتھ نہایت راضی رہے۔ اور حکم الہی پر قضا بان نہ ہوئے اور کفار مکہ قدموں کے کھوج پیتے دروازہ غار تک آگئے۔ مگر ان دونوں حکام و مظلوم یا شیعہ نبوت اور اس کے پروانہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ جب کفار اس غار تک کھوج لے کر آئے تو یہاں سے کھوج غائب دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ تو حضرت صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ لو ان احدہم تظہر الی قدیمہ

لا بصرفنا حضور اگر کسی بے ایمان نے ہمارے قدم دیکھ لیے تو وہ ہمیں یہاں دیکھ لیں گے حضور نے فرمایا یا ابا بکر ما ظنک بالانسان ان یتظہر الی بکر کیا تمہیں خیال

ہے ہم دو کے ساتھ تیسرا اللہ ہے چنانچہ حمایت و نصرت الہی کی شان آئندہ بیت
میں فرماتے ہیں۔ وہ ہوندا۔

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلَى

خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَسْمَعْ وَلَمْ تَحْمِ

(۷۸)

ظنوا مشرکین نے گمان کیا۔ الحمام جمع حمامہ مکمل ذاب
حل لغات الطواق من الطیور، کبوتر کو۔ وظنوا، اور گمان کیا۔ العنکبوت
مکڑی کو کہ یہ علیؑ اور پیروں پر خیر، خیر عالم کے۔ لسم تسمع، ہرگز جالا نہیں تلتقی
ولسم تحم، از حوان پر بندے کا مثل لانا۔ یا اللہ سے دینا، اور نہ کبوتر اٹھ سے دینا۔
مشرکین نے گمان کیا کبوتر کو۔ اور گمان کیا مکڑی کو۔ کہ یہ خیر عالم پر ہرگز
نہر جہم جالا کتنے والی نہیں اور نہ کبوتر اٹھ سے دینے والا۔

تلاہری سبب کفار کے نہ دیکھنے کا یہ ہوا کہ انہوں نے خار کے
شرح منہ پر دیکھا کہ کبوتر گھونسلے میں اٹھے دیے بیٹھا ہے۔ اور اوپر
مکڑی جالا تانے ہوئے ہے۔ تو انہیں یہ گمان ہوا کہ اگر اس میں سے کوئی جاتا تو جالا
ٹوٹتا۔ کبوتر کا گھونسلہ خراب ہوتا اٹھ سے ٹوٹ جاتے ان دلائل کے ماتحت فیصلہ
کیا کہ اس خار میں ہرگز کوئی نہیں اس طرف ان کا ذہن نارسا جاتی نہیں سکتا تھا کہ
اللہ کے محبوب و صدیق کی خدمت کے لیے یہ مکڑی اور کبوتر یہاں آئے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ نے اپنے شیون قدرت کا اس صورت میں مظاہرہ فرمایا ہے کہ
کفار جیسے شریر انفس اللہ ترین انسان نما حیوانوں سے ایک مکڑی و تریرین مخلوق کے
ذریعہ یہ حفاظت کی کہ بیضہ حمام بروج مشید پر گئے اور تار عنکبوت جسے قرآن ان
اورہن البیوت بیت العنکبوت فرمایا ہے۔ ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا۔

یہ بے شک رب کرموں میں کمزور مکڑی کا ہے۔ بیت ۱۲۷

غالباً اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے رہنے والے کو تراوی
مکڑی کے مارنے کو منع فرمایا صاحب زہدہ فرماتے ہیں۔ نہی علیہ السلام عن
قتل العنکبوت والحمام الکائنین فی المحرم۔

اور عام طور پر مکڑی کے بیسے حکم ہے العنکبوت شیطان مسخہ اللہ تعالیٰ
ذائقہ۔ حضور نے فرمایا مکڑی شیطان ہے اللہ نے اسے مسخ فرمایا ہے۔ اسے
مار دیا کرو۔ ذکورہ فی جامع الصغیر۔

اور ثعلبی سے مروی ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے۔ طہروا بیوتکم من النجس العنکبوت فان شؤکہ فی البیوت یورث
النفق اپنے گھروں کو مکڑی کے جائے سے پاک رکھو اگر گھروں میں جالا پھوڑا تو وہ
شکستہ بنی پیدا کرے گا۔

طبرانی سے نسبت العنکبوت مرتب علی الانبیاء صرح علی داؤد علیہ
السلام جین کان جالوت یطلیہ وھرة علی النبی علیہ السلام فی الغار۔
مکڑی دو بار انبیاء علیہم السلام پر جالاتا نا۔ ایک بار داؤد علیہ السلام پر جب
کہ جالوت آپ کی تلاش میں تھا۔ اور دوسری بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غار پر۔
طبرانی نے مسند الفرووس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ مسخ شدہ جانور کتنے ہیں۔ تو حضور نے تیرہ فرمائے۔
وھم ذاء۔ (اور وہ یہ ہیں)

الفیل والذئب والخنزیر والقرۃ والحیث
والنصب والوطواط والعقرب والذئب والذئب
والعنکبوت والذئب والذئب والذئب۔

(۱) لمانی (۲) درندہ معروف (ریچھ) (۳) سور (۴) ہندو
(۵) مچھل مخصوص (۶) گدھ (۷) چمکاڈ (۸) بچھو (۹) کرم آبی و مکڑی
(۱۰) خرگوش (۱۲) ستارہ (۱۳) ستارہ۔

اسی پر خلف نے باوجود قطعی مایوسی کے داخل قار ہو کر دیکھنا چاہا تو اس سے
کہا گیا ما تصنع فی القاروان علیہ عنکبوتاً کانت قبل میلاد محمدؐ مستبد
الابوار کیا کرتا ہے۔ قاریں جا کر اس غار کے منہ پر یہ مکڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت سے پہلے کی ہے۔
چنانچہ آئندہ بیت میں فرماتے ہیں۔

وَقَايَةُ اللَّهِ أَعْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ

مِّنَ الدُّرُوعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْأَطْمِ

(۷۹)

وقایۃ اللہ، الوقایۃ الحفظ والعصۃ، اللہ کی حفاظت نے۔
حل لغات | أَعْنَتْ، غنی کر دیا۔ عن مضاعفة، دو چند سے چند،
دوہری۔ من الدروع، جمع درع، زرہ، زہدہوں سے۔ وعن عال، اور بلند
من الأطم، جمع اطم، در قلعوں سے۔
اللہ کی حفاظت نے حضور کو غنی کر دیا ہے دوہری زرہوں سے اور
ترجمہ بلند قلعوں سے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ صحابہ کرامؓ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کے لیے رات دن اپنی نگہبانی رکھتے
اور آپس میں یہ تقسیم اوقات باب عالی کا پہرہ دیا کرتے جب آئینہ کریمہ واللہ بعصاف
من الناس نازل ہوتی تو حضورؐ شہداء کرام صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر اقدس سے رخصت ہونے
پہر نکالا۔ اور فرمایا لوگو! اپنے اپنے گھر آرام کرو میری محافظت میرے رب نے اپنے
خود کی ہے چنانچہ اسی طرف اس بیت میں اشارہ ہے کہ واللہ بعصاف من
الناس کا نزول ایسی وقایۃ اللہ ہے کہ جس نے حضورؐ کو مستغنی کر دیا تھا۔ دوہری
لے اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے تمہاری نگہبانی کرے گا۔ پت ۷۱۴

نہر ہوں سے اور مستحکم بلند قلعوں اور پہرہ چوکی سے۔

چنانچہ چرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ بھی اس استغنا کو بین طریق پر ظاہر کرتا ہے۔ پہلے تین چار بیٹوں میں جو حالات ہیں ان سب کی ابتداء یوں ہے کہ قریش کو معلوم ہوا کہ انصار اسلام نحفہ طور سے بہت ہو گئے ہیں۔ تو انھوں نے جن جن پر شبہ تھا ان کو سنانا شروع کیا۔ یہ تعبیل حکم بہت سے صحابہ ہجرت کر گئے اور حضور حکم الہی کے منتظر رہے۔ جب حضور کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئے اور مشرکین نے دیکھا کہ عنقریب یہ بھی یہاں سے تشریف لے جائے والے ہیں۔ اور جب یہاں سے چلے جائیں گے۔ تو آزادی سے ہمارے مقابلہ کی تیاری کریں گے۔ اور ہم پر چڑھائی کر کے ہمیں ہلاک کر ڈالیں گے۔

اس خوف نے انھیں مجلس شوریٰ منعقد کرنے پر آمادہ کیا۔ غرض کہ مجلس شوریٰ جمع ہوئی اور شیطان لعین بھی اس میں شیخ نجدی کی صورت میں شریک ہوا اس واقعہ کو ہم بیت نمبر ۷ میں لکھ چکے ہیں۔

غرض کہ مشورہ ابو جہل کے ماتحت تمام قبائل سے ایک ایک آدمی ہتھیار بند تیار کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ آج رات حضور کو شہید کر دیا جائے کہ جبریل امین نے حضور کو اطلاع دی۔

حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ تم میری چادر اوٹھ کر میرے بستر پر آرام کرو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ہم جا رہے ہیں تم اس وقت آنا جب یہاں کے لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کر دو گے میں نہیں چاہتا کہ میرے جانے کے بعد کفار مجھ پر بر طعن کریں کہ ہماری امانتیں لے کر چلے گئے۔ چونکہ مشرکین کے دل میں حضور کی صداقت کا سکتہ بیٹھا ہوا تھا وہ غم بہا دشمن تھے۔ لیکن اپنی امانتیں حضور کے پاس ہی رکھا کرتے تھے۔ ان امانتوں کے واپس کرنے کے لیے حضرت علی کو یہاں چھوڑ گیا۔ اور حضور دولت سراٹھے سے تین تنہا باہر تشریف لائے دشمن جو باب عالی کا محاصرہ

کے کھڑے تھے اُن کے لیے ایک ٹھنڈی مٹی اٹھائی اور اس پر آیت کریمہ یس و النور
 الْحَكِيمِ اِنَّكَ لَيَمُنُّ الْمُسْلِمِينَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ لَّهُمْ لَا يُبْصِرُونَ تک پڑھی۔
 اور دشمنوں کے سروں کی طرف پھینکی اور اُن کے سامنے سے حضور گزر گئے سب
 کے سب حضور کی طرف سے اندھے ہو گئے۔

ایک شخص نے اُن سے پوچھا تم کس کے منتظر کھڑے ہو انھوں نے حضور کا
 اسم گرامی بیا۔ اُس شخص نے کہا تم ناکامیاب ہو گئے جس کی تمہیں انتظار ہے وہ
 تمہاری آنکھوں میں خاک ڈال کر تشریف لے گئے اور تمہارے سامنے سے گئے انھوں
 نے مل کر باب عالی دیکھا تو سبز چادر اوڑھے ہوئے حضور کو اکرام گزریں پایا۔ اس خبر
 کی انھوں نے تصدیق نہ کی صبح تک وہ یہی سمجھتے رہے کہ اکرام گزریں جو ہیں وہ حضور
 ہیں۔ خبی کہ صبح ہو گئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بستر سے اٹھے تو سب کیف
 افسوس منے لگے۔ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح ہے۔ وَادْعُكُمْ بِكَلِمَاتٍ
 تُفْقَهُنَّ اَلَيْسَتْ لَكَ اَدْيُتَاتُكَ اَدْيُخْرُجُوكَ وَيَعْمُرُونَ دِيَارَكَ لِلشُّرَكَاءِ فِي
 حَضْرَتِ عَلِيٍّ سے پوچھا کہ حضور کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں تم نے انہیں
 نکال دیا وہ نکل گئے۔ کفار حضرت شہید خدائے اکرم اللہ وجہہ بہت برہم ہوئے۔ اور
 حرم تشریف میں لے گئے۔ کچھ دیر قید رکھا جب بائوس ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ان سے
 حضور کا پتہ لینا مشکل ہے۔ آپ کو چھوڑ دیا آپ امانات کی محافظت میں غدر سے
 رہے۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چار سے یہاں حضور
 بیٹھ شام کو تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر جس روز ہجرت کا حکم ہوا اُس روز حضور واپس
 میں تشریف لائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بے وقت تشریف آوری سے
 خیال ہوا اور سمجھ گئے کہ یہ آنا کبھی خاص وجہ سے ہے۔ حضور نے حضرت صدیق کو
 لے اور اسے محبوب دیا اور وجہ کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں قید کریں یا شہید
 کر دیں یا نکال دیں وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی غیبی تدبیر فرماتا ہے۔

یہ میں نے کو فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرے لیے حکم سننے فرمایا تم ہمارے ساتھ چلو گے۔ صدیق اس بشارت کو سن کر فطرتاً سے ابدیدہ ہو گئے۔ اور مکان کے چھوٹے دروازہ سے نکل کر غار ثور میں روانہ ہو گئے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو مکہ کے حالات معلوم کرنے کو بھیجا اور حکم دیا کہ دن بھر کی خبریں لے کر شام کو ہمیں دیں اور سننے غلام آزاد شدہ عامر بن فہیر کو حکم دیا کہ دن بھر بکریاں چرائیں اور شام کو ہمارے پاس لائیں۔

اور حضرت اسامہ بنت صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم شام کو کھانا غار میں لے جا کر کھاؤ۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جب بکریاں غار سے واپس لانے لگے تو بکریوں کا کھوج مٹاتے ہوئے آئے۔

عبداللہ بن ارقیطہ مشرک تھا۔ اسے تین روز غار میں قیام فرمانے کے بعد پیدہ ہو کر ہوائی کے لیے مقرر فرمایا۔

اب غار کا حال چونکہ ہم پہلے شعر نمبر ۷ میں لکھ چکے ہیں۔ لہذا یہاں اس کا اعادہ تفصیل حاصل تصور کر کے آگے کے حالات پیش کر رہے ہیں۔

وقت مختصر تین روز غار میں گزار کر اور یہ اطمینان کر کے کہ جستجوئے کفار اب اس فرش کے ساتھ نہیں رہی عبداللہ جبر کے دواؤں سے دیر غار پر ملائے گئے۔

ایک پر حضورؐ اور پیچھے صدیقؓ شہوار ہوئے دوسرے اونٹ پر عبداللہ جبر اور در عامر بن فہیر سوار ہو گئے۔ تمام رات اور آدھے دن ظہر تک مسلسل سفر کیا۔

پیش نے منادی کوادی کہ حضورؐ کو شکرین نکسہ پہنچا دے اسے ننواؤں مٹائیں انعام دی جائیں گی۔

اس انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک حضورؐ کی تلاش میں نکلا۔ اور حضورؐ کو

ایک سنگلاخ جنگل میں پایا۔ صدیقؑ نے اسے دیکھ کر عرض کی حضورؐ ہمارا منشا شی
اگیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کچھ فکر نہ کرو۔ ہمارے ساتھ ہمارا رب ہے۔

سراقہ چاہتا تھا کہ جلدی سے جا کر مشرکین کو خبر دے کہ اس کا گھوڑا گھوا زمین
میں دھنس گیا اور زمین سے دھواں نکلتے لگا۔ پکارا حضورؐ سے خلاصی کی دعا کرائی اور
وعدہ کیا کہ جو حضورؐ کا منشا شی ادھر آئے گا اُسے واپس لوٹا دوں گا عرض کی کہ حضورؐ کے
حکم سے وہ گھوڑا زمین سے نکلا۔ لیکن طبع خام خواہش انعام نے اسے عہد شکنی پر مجبور
کیا بدینتی کرتے ہی اس کا گھوڑا پہلے سے زیادہ زمین کی گرفت میں آگیا۔ اب پکارا
کہ حضورؐ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرا گھوڑا زمین نے آپ کی مخالفت کے باعث پکڑا
ہے۔ اب مجھے خلاصی دلا دیجئے۔ میں خدا کو ضامن کرتا ہوں ایمانداروں سے واپس
چلا جاؤں گا اور جو منشا شی ملے گا۔ اُسے اپنے ساتھ لوٹا لے جاؤں گا۔

عرض کی کہ اُس نے نجات پائی اور دست بستہ حضورؐ کے سامنے حاضر ہو کر
عرض کرنے لگا۔ حضورؐ میرا نیر لے جائیں۔ اور میرے اونٹ نلال مکان میں چر رہے تھے
ان میں سے جتنے چاہیں لے جائیں حضورؐ نے فرمایا ہمیں نیر سے اونٹوں کی ضرورت
نہیں۔ جب وہ رخصت ہو کر واپس جانے لگا تو حضورؐ نے فرمایا۔ سراقہ اُس وقت
تو کس حال میں ہو گا جب کہ تیرے ہاتھوں میں کسری کے کنگن ہوں گے سراقہ تعجب
سے کہنے لگا۔ کیا کسر نے بن چر من کے کنگن میرے ہاتھ میں ہوں گے۔ تو حضورؐ نے
فرمایا ہاں۔

چنانچہ جب ملک فارس فتح ہوا اور کسر نے کے کنگن غنیمت میں آئے تو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کنگن سراقہ کے ہاتھ میں پہنا دیے۔ صاحب سیرۃ النبیؐ شبلی نے
سراقہ ابن مالک کی بجائے سراقہ بن جشم لکھا ہے۔

باقی واقعات میں سیرۃ النبیؐ اور ہمارا لکھا ہوا تذکرہ موافق ہے اتنا آخر میں
صاحب سیرۃ النبیؐ اور لکھتے ہیں۔ کہ سراقہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرکین
کا اشتہار سنا اور درخواست کی کہ مجھ کو اس کی تخریر لکھ دیجئے۔ حضرت صدیقؑ اکبرؓ

اللہ تعالیٰ کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑہ کے ایک ٹکڑا پر فرمان اسن لکھ دیا۔
 طبقات ابن سعد میں اس مقدس سفر کی تمام منازل مذکور ہیں لیکن اب ان کا پتہ
 نہیں ملتا۔ تاہم اہل عقیدت ان منازل کے نام سے لذت یاب ہو سکتے ہیں۔ وہ منازل
 در ثور سے چل کر حضورؐ نے راستہ میں طے فرمائیں یہ ہیں۔

خزادرہ - ثقیف المہ - نقف - مدلجہ - مرج - حدادیہ - اواخر - رابغ۔
 یہ مقام ابھی حجاج کے راستے میں آتا ہے۔ اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے نماز مغرب ادا فرمائی۔ پھر فاسلم - عثمانیہ - فاختہ - عرج - جدوات - اکوتیرہ - عقیقہ -
 جحانہ ہوتے ہوئے مدینہ سے تین میل دور کے مقام عالیہ جسے قبا بھی کہتے ہیں۔ اول
 قیام فرمایا اور منزل عمر بن عوف میں مکہ میں پہنچے۔

یہ فخر اس خاندان کی قسمت میں تھا۔ کہ میزبان دو عالم نے ان کی مہمانی
 قبول فرمائی۔

تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہلے پہنچ چکی تھی۔ تمام شہر سحر و شہر انتظار تھا۔
 معصوم بچے جو شجاعت میں کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے آقا و مولے سرور و چہاں
 تشریف لارہے ہیں۔

لوگ ہر روز ترکے سے نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور وہ پہنچ کر انتظار
 کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے۔

ایک دن انتظار کر کے واپس ہو چکے تھے۔ کہ ایک یہودی نے اپنے تعلقہ
 سے دیکھ کر قرآن سن کر پکارا اور پکارا اسے لوگوں کا تم انتظار کر رہے تھے وہ
 آگئے۔

تمام شہر میں بحیرہ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ انصار ہتھیاروں سے آراستہ عہدہ
 لباس میں سچ سج کر بے تابانہ گھروں سے نکل آئے۔ وہ اکابر صحابہ جو حضورؐ سے پہلے
 مدینہ آچکے تھے ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت ابو صبیحہ، مقداد، شباب، سہیل، صفوان، عیاض، عبداللہ بن عمر۔

وہرب بن سعد، معمر بن ابی سرح، عمر بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور کی روانگی کے تیسرے روز مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ وہ بھی آگئے۔ مؤرخین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے یہاں صرف چار یوم

قیام فرمایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ چوتھے دن قیام رہا۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

یہاں حضورؐ نے سب سے اول مسجد تعمیر فرمائی۔ مکہ نومین ہدم کی ایک افتادہ

زمین تھی اُس پر اپنے دست اقدس سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ مسجد ہے جس کی شان

میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ **لَمَسْجِدِ اسس عَلَى التَّقْوَى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اِذْ اُنْشِئَتْ**

فِيهِ دِيْنٌ لِّجَالِ جِبْرِيْلَ وَمِيْکَائِيْلَ وَهَارُوْنَ اِذْ هُمْ يُقْرَءُ۔

یعنی وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پر میر گاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس بات

کے زیادہ مستحق ہے کہ تم اُس میں کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت

پسند ہے۔ اور خدا نے عزوجل پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تعمیر مسجد میں اور لوگوں کے ساتھ حضورؐ خود بھی کام کر رہے تھے۔

عبداللہ بن رواحہ شاعر بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے۔ اور جس طرح

اور مزدور ٹھکانے کو گارہے تھے۔ آپ یہ اشعار گاتے جاتے تھے۔

اَلْفَلَاحُ مِنْ بَعْدِ اَلْمَسْجِدِ **وَيَقْرَءُ الْقُرْآنَ فَاَسْمَعُوْا قَاعًا**

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور پڑھتا ہے قرآن قیام تعمروں

وَلَا يَبِيْتُ اَللَّيْلَ عِنْدَ لَهْ رَاقِدًا

اور نہیں گزرتا رات اُس کے پاس لیٹ کر

حضورؐ بھی اُن کے ساتھ قافیہ میں آواز دلاتے جاتے تھے۔

قبائلیں حضورؐ کا داخلہ اسلام کے دورِ خاص کی ابتداء ہے۔ اس لیے مؤرخین نے

اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔

اے بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پر میر گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل

ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب مستقر ہونا چاہتے ہیں اور سفر سے اللہ کو ربائے ہیں۔

چنانچہ باتفاق مؤرخین حضور قیام میں اکٹھے ربیع الاول ۱۲۰۰ھ نبوی مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۲۲ء کو داخل ہوئے۔

موسیٰ خوارزمی نے لکھا ہے۔ جمعرات کا دن فارسی ماہ تیر کی چوتھی۔ اور رومی ماہ ایلول ۱۹۲۲ء اسکندریہ کی دسویں تاریخ تھی۔

مؤرخ یعقوبی نے ہیئت دانوں سے یہ زائچہ نقل کیا ہے۔

آفتاب برج سرطان میں	۲۳ درجہ ۶ دقیقہ پر
زحل برج اسد میں	۳ درجہ
مشتری برج حوت میں	۹ درجہ
زہرہ برج اسد میں	۱۳ درجہ
عطارد برج اسد میں	۱۵ درجہ

(نوٹ) خوارزمی نے جمعرات کا دن لکھا ہے۔ لیکن حساب جدید سے دو شنبہ کا دن آتا ہے۔

چودہ دن بعد جمعہ کو آپ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ کی نمازیں ادا فرمائی۔ نماز سے قبل خطبہ دیا۔

یہ حضور کا سب سے پہلا خطبہ اور سب سے پہلی نماز جمعہ تھی۔ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ کوکبہ نبوت جلوہ آرا مدینہ ہو رہا ہے تو ہر طرف سے سلامی استقبالی جوش مسرت میں پیش قدمی کے لیے دوڑے حضور کے نہال کے رشتہ دار بنو نجار ہتھیاروں سے سچ و صبح کو آئے قیام سے مدینہ تک دور دورہ جان نثاروں کی صفیں تھیں۔ راہ میں انصار کے خاندان آتے پر قبیلہ سامیے اگر عرض کرتا حضور یہ گھر ہے۔ یہ حال ہے یہ جان ہے۔ آپ اظہار مسرت فرماتے دعا خیر دیتے حتیٰ کہ شہر قریب آگیا جوش محبت فرط مسرت کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر نکل آئیں اور از خود رفته گانے لگیں۔

طلع البدر علینا من شئیات الوداع

ہم پر چاند نکل آیا !! کوہِ وداغ کی گھاٹیوں سے

وجہ الشکر علیہا ماد عی اللہ داع

ہم پر شکر واجب ہے جب تک عالم گئے دے عالم گئے

ایہا المبعوث فیہا جنت بالاموال المطاع

اے اللہ کے بھیجے ہوئے پیارے بندے آئے تم قابلِ عمل حکم کے کہ

بہی نجات کی معصوم لوکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں۔

فمن جوار من بہی النجار یا حبیبنا عیڑا من جوار

ہم خاندانِ نجات کی لوکیاں ہیں محمد مصطفیٰؐ کی پیارے پیارے ہیں

حضورؐ نے اُن بچیوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم جہیں چاہتی ہو اُنہوں نے

عرض کی ہاں حضورؐ نے فرمایا ہم بھی تمہیں چاہتے ہیں۔

مقتصر یہ کہ جہاں اب مسجد نبویؐ ہے۔ اس کے متصل حضرت ابوالیوب انصاریؓ کا

گھر تھا۔ کو کچہ نبویؐ یہاں پہنچا۔ سخت کش مکش تھی کہ آپؐ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل

ہو۔ قرعہ ڈالا گیا۔ اور آخر یہ دولت حضرت ابوالیوبؓ کے حصہ میں آئی۔ انتہائی مختصراً

مولا صلی وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک نعیر الخلق سلام



فصل سابع

رسالت عامہ کی ضرورت

مَا سَأَمَنِي اللَّهُ ضَيْمًا وَاسْتَجَرْتُ بِهِ
إِلَّا وَنِلْتُ جِوَارِقَهُ كَوَيْضِهِ

(۸۰)

ما سآمنی، سامنی من السوم اذ افة الشدة والمعنة، نہیں تکلیف
دی مجھے۔ اللہ ہر زمانہ نے۔ واسْتَجَرْتُ، طلب خلاص و
نجات، بلکہ نجات و خلاص طلب کی۔ بِهِ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، اس ہستی
پاک سے۔ اِلَّا، مگر۔ وَنِلْتُ، از نیل، پانا، حاصل کی میں نے۔ جِوَارِقًا، جھانگی۔
كَوَيْضِهِ، اس ہستی پاک کی۔ كَوَيْضِهِ، از ضیم، ظلم، تو نہیں ظلم کیا گیا مجھ پر۔
جب کہی زمانہ نے مجھے تکلیف دی تو میں نے حضور کی حمایت حاصل کر لی
تو مجھ سے اور ظلم زمانہ سے محفوظ رہا۔

خلاصہ مفہوم تو یہ ہے کہ ناظم فاعل رحمۃ اللہ ایک طرز خاص میں اپنا وہ
شرح القرب ظاہر فرما رہے ہیں جو ان کے اور کہیں گنبد غضا صلی اللہ علیہ وسلم
کے مابین ہے جیسے عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اقول اپنا انتہائی عجز دکھا کر پھر قرب کے
منصب کو ظاہر کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

لی حبیب عربی مدنی قرشی
فہم رازش چہ کنہ او عربی من عجمی
لا ف مہرش چہ زخم و قرشی من حبشی
و جہدنی نظری کل عنداۃ قرشی
کہ بود و رو غمش مایہ شاوی و غمی
گرچہ صدر عدل و درست ز جہل نظر م
اسی طرح امام بو صیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زمانہ کے دور بیل و نہار نے مجھ کو

کبھی تکلیف نہ دی۔ مگر جب میں اپنے آقا و مولاؐ کو فداہ کی طرف طالب اسن و اماں حفظہ
حمایت ہوا تو علیؑ الفوریؒ میں اپنی دعا و استعانت میں مستجاب الدعوتہ نکلا۔ اور مجھ اُسی کے
مجھے جب فالج نے بتایا تو بلا اطلاع و حقد و شافہ و شر بہ و جو شانہ و مسہل و تنقیہ
ایک ہی رات میں شغایاب ہو گیا۔

اب اصل بیت پر جو بحث ہے وہ قابل غور ہے شرح خروقی میں ماضی الدھر
ہے اور شرح شیخ زاوہ میں ماضی الدھر ہے اس بنا پر علامہ خروقی فرماتے ہیں
وفي بعض النسخ ماضی الدھر من الضمیم یعنی بعض نسخوں میں ماضی الدھر ہے۔
اور وہ ضمیم سے ماخوذ ہے ضمیم کہتے ہیں ظلم زمانہ کو تو معنی یہ نہیں گئے۔ کہ مجھ پر زمانہ
نے ظلم نہ کیا۔ مگر اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ظلم کو زمانہ کے ساتھ منسوب کرنا شرعاً
منوع ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ ولا تسبوا الدھر فان الدھر هو اللہ
زمانہ کو بُرائہ کہو کہ زمانہ وہی ذات کبریا ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا ولا تقولوا خيبة الدھر اور تیسری حدیث
میں فرمایا لا یسب احدکم الدھر تم میں سے کوئی زمانہ کو بُرائہ کہے۔ تو اس کا جواب
فرماتے ہیں کہ اس کی تین طرح تاویل ہو سکتی ہے۔
اول یہ کہ مدبر امور عالم کو بُرائہ کہو یہ مراد ہے۔

دوسرے یہ کہ اس کا تسبب الدھر میں مضاف صفت کیا گیا ہو۔ یعنی لا تسبوا
صاحب الدھر مراد ہو۔

تیسرے یہ کہ اس سے مراد مقلب الدھر ہو۔ اور بعض نے کہا کہ دھر اسم جنس
سے ہے۔

لیکن قرآن کریم میں ہے۔ وصلیہم لکن لا الدھر اس میں انتساب بلاکت کی
طرف کیا گیا تو فی الجملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب دھر کرنے سے مراد خالق و فاعل
کا سب اگر ہو تو منوع ہے اور اس کی مفصل بحث شیخ اکبر رحمہ اللہ نے اپنی فتوحات
کے تیسویں باب میں فرمائی ہے۔

میتجربہ نکلا کہ ماسامنی بھی پڑھا جاسکتا ہے اور ماضی بھی۔ صرف ترجمہ میں
 ق پڑے گا کہ ماسامنی میں سوم مبداء اشتقاق کے کہ محض تکلیف مراد لی جاتے
 ورواستحجرت بد میں واؤ حالیہ ہے اور یہ استجار سے ہے جیسے کہا جاتا ہے
 تجارہ فلان تو اس کے معنی ہوتے ہیں طلب الخلاص والنجاة۔ اسی بنا پر
 نے استجرت کے حاصل معنی التجار واستعانت کے لیے ہیں۔ اور بد میں
 میر ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

فی صل وسلم والسا ابداء علی حبیبک نعیر الخلق کلہم

وَلَا التَّمَسُّتُ غِنَى الدَّارِینَ مِنْ سِدِّہٖ

اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدَى مِنْ خَيْرِ مُسْتَلَمٍ

ولا التمسست، واؤ عاطفہ صیغہ مکمل۔ من الانقاس۔ وهو
 طلب المساوی۔ من المساوی۔ لہنا مطلق الطلب۔

نہیں طلب کیا میں نے۔ غنی۔ استفاء۔ الدارین۔ دین و دنیا۔ من
 اپنے حضور کے دست سخا سے۔ الا استلمت۔ از استلام۔ بمعنی

خز۔ بوسہ لینا۔ مگر لیا میں نے۔ الندی۔ نداء۔ عطا۔ بخشش کو۔ من
 بوسہ مستلم۔ بوسہ گاہ۔ بوسہ لینے کی جگہ۔ بہترین بخشش والے سے۔

میں نے اپنے سخی سے دین و دنیا کی عطا کبھی نہ مانگی مگر ان کے دست
 سخا سے میں نے من مانی مراد حاصل کی۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دیر یا بہا دیے میں دُربے بہا دیے ہیں

شرح

غنی الدارین میں۔ غناء دنیا تو بظاہر یہ ہے کہ وسعت رزق صحت بدن
 متی الربیات حاصل رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیس الغنی

من كثرة العرض انما الغنى غنى القلب ملل کی زیادتی غنا نہیں ہے۔ بلکہ دل کا
مستغنی عن الخواج رہنا غنی ہے۔

تو نگری بدل است نہ بجال

اور غناء اخبرہ فوز و حیاۃ از نار جہیم اور دخول جنت نعیم سمجھا جاتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا انکثوا اهل الجنة قبل ان اکثر جنتی یہ توقف ہیں۔ یعنی اصل نعمت
کو چھوڑ کر برگ و بر کے طالب ہیں یعنی جمال الہی کو چھوڑ کر حبت طلب کرتے ہیں واللہ
خیر و البقی۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا۔

جنت نہ دی نہ دی تری رویت ہو نہیں
شریت نہ دی نہ دی تو کر کی بات لاف ہے
تو حاصل معنی بیت یہ ہوئے کرتیں نے غنی دنیا و غنی غنی حضور کی ذات سے بھی
نہاں مگر علی الفور میں نے حصول عطا و نسل منی میں خیر المعطی کے دروازہ سے کامیاب حاصل
کی اسی سبب سے میں آفات دنیا سے محفوظ رہوں اور مہیات عقبے سے بھی حضور کے
دامن کے سایہ میں محفوظ رہوں گا۔ انشاء اللہ

سرکار ہم گواروں میں طرز ادب کہاں
ما لیں گے مانگے جائیں گے نہ مانگی پائیں گے
اُن بے حیائیاں کو یہ منہ اور ترے حضور
تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
جاؤں کہاں پکاروں گے کس کا منہ نکلوں
باب عطا تو یہ ہے جو جھکا اوجھرا دھرا
لب و انیس آنکھیں بند ہیں پھلی ہیں جودیاں
قیمت میں لاکھ تہج ہوں سوبل ہزار کچا

منگنا کا ہاتھ اٹھتے ہی دانا کی رہیں ختم

اور سی قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

لَا تُنْكِرُ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاہِ اِنَّ لَہٗ
قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ کَمْ یَنِمُّ

(۸۱)

لا تنکر الوحي، نہ انکار کر اس وحی کا۔ من رؤیاء، مصدرانہ

لغات

رویت، جو اُن کی خواب میں آئی۔ ان لہ، ضمیر راجع الیعلیہ

سلام، بے شک اُن کے لیے۔ قلباً، ایسا قلب عطا ہوتا ہے۔ اِذَا نَامَتِ،

جب سو جائیں۔ العینان، دونوں آنکھیں۔ لم یَنِمُّ، وہ ہرگز نہیں سوتا۔

حضور کی اس وحی کا انکار نہ کر جو خواب میں آپ پر آئی اس

لیے کہ اُن کا ایسا قلب پاک ہے کہ آنکھیں سو جائیں اور وہ

ترجمہ

ہیں سوتا۔

اس بیت میں اس وحی کی تصدیق کی تعلیم ہے جو حضور پر خواب میں

آئی تھی۔ اور ایسی وحی اس وقت آئی تھی جبکہ حضور کامر تھے

شرح

وقت قریب بنظرورتھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضور پر ۲۳ سال اور ۶ ماہ وحی آئی۔ اس میں اول کے

ماہ وہ ہیں کہ حضور خواب میں جو ملاحظہ فرماتے صبح بعینہ اُس کا ظہور ہو جاتا۔ پھر حضرت

روح الامین بیداری میں تشریف لائے گئے۔ اور ۲۳ سال کا چھپا لیسواں حصہ شمشاہ

ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ناظم رحمہ اللہ دفع دخل مقدر فرماتے ہوئے معتزل کے اعتراض

کا رد فرما رہے ہیں جو کسی نے اعتراض کیا کہ حالت خواب میں ایک غفلت اور تعطیل

حواس کا اثر ہوتا ہے تو ایسی حالت کا مشاہدہ کیونکر معتبر ہو سکتا ہے اور وہ ترتیب

احکام کے لیے کیسے کافی مانا جاسکتا ہے تو امام فرماتے ہیں کہ یہ تیرا اعتراض اُس پر

وارد ہو سکتا ہے جس کا دل اور حواس بحالت خواب معطل و باطل ہو جائیں۔ اور ہم جس

ہستی پاک کا حال بیان کر رہے ہیں وہ وہ ہیں کہ اُن کی بیداری و خواب یکساں ہے۔

یہ ناموسوئے اللہ کے وہ الفاظ کامل حاصل ہے۔ کہ سورۃ سورۃ بھی قلب مبارک متوجہ الی اللہ رہتا ہے۔

اسی بنا پر فرمایا ان عینی تمامان وکلیہ تمام قلبی، بیماری آنکھیں سو جائیں مگر چار اول نہیں سوتا۔ ایک حدیث میں فرمایا لو شاء اللہ تعالیٰ لا یقضنا ولكن اراد ان یکون مسنة لمن بعد کس۔ اگر اللہ چاہتا تو ہمارے لیے جاگنا ہی رکھتا لیکن یہ سوتا اس لیے ہے تاکہ بعد والوں کے لیے سنت جاری رہے۔

تعریف وحی

وحی از روئے لغت متعدد معنی میں مستعمل ہے۔

اول۔ بمعنی اشارہ۔ دوم بمعنی رسالہ۔ سوم بمعنی الہام چہارم بمعنی کلام غنی۔ اور عرف میں اعلام الہی کو وحی کہتے ہیں۔ جو انبیاء پر ہو۔

اب وہ با ظاہر ہو گا یا باطن۔

ظاہر تین اقسام پر منقسم ہے۔

اول۔ وہ جو فرشتہ کے ذریعہ سماعت میں آئے اور یہ قطعی ہے۔ اسی قبیل میں قرآن کریم ہے۔

دوم۔ یہ کہ مخصوص اشارات بذریعہ ملک مسموع ہوں۔ جیسے سلسلۃ الجرس یا کھیل کی سی جھینا ہٹ۔

اس میں کلام صریح نہیں ہوتا۔ ایسی ہی وحی کے متعلق حضور نے فرمایا۔ روح القدس نفث فی روعی ان النفس لمن تموت حتی تستكمل رزقها۔ الخ۔

مسموع۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب نبی میں جو امر ظاہر ہو عام اس سے کہ وہ ظہور بحالت خواب ہو یا بیداری۔ یہ بلاشبہ الہام الہی ہوتا ہے۔ اور یہ سب جنت میں مطلقاً۔

بخلاف الہام اولیاء اللہ کہ وہ شرعاً حجت علی الغیب نہیں۔ اور رویاء غوام

کی تعریف میں قاضی ابوبکر لکھتے ہیں الرویا اذ نکات یخلقها الله تعالى فی قلب
العبد النائم علی بید ملک او شیطان۔ وفي الحديث ان رويا المؤمن
علام یكلمه الله فی المنام۔ رو یا یعنی خواب یہ ایک قرۃ اور کیسے ہے جو اللہ تعالیٰ
نے قلب چنانچہ سونے والے آدمی کے دل میں پیدا فرمائی۔ عام اس سے کہ وہ بذریعہ فرشتہ
ظہور کرے یا بذریعہ شیطان۔ اور حدیث میں ہے کہ مومن سے خواب میں اللہ تعالیٰ
کلام فرماتا ہے۔

اب یہ امر بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ رو یا یا صادقہ ہوتا ہے اور وہ تین
صورتوں پر ہے۔

(۱) تبشیر بنبیۃ الله الملك الموحل علی الرویا بما یسرہ من الآخروی
اول النبوی۔

(۲) و تحذیر بخوفہ مما یبعده عن الطاعة و یقریبه الی المعصية۔

(۳) و الہام بملہمہ و هو نفع محض کالحج و التہجد اور یا کا ذکر ہوتا
ہے یہ بھی تین صورتوں میں ہے۔

(۱) رو یا ہمة وھی ما تخیلها فی البقعة فلیس لها اعتبار۔

(۲) رو یا علقة فاشتہ من الامراض فلیس لها اعتبار۔

(۳) رو یا شیطان وھی اضغاث احلام ہذا فی رو یا غیر الانبیاء۔

واما رو یا ہم فکلھا صادقۃ بل وھی یجب العمل بها۔

رو یا صادقہ۔

(۱) یا تو بشارۃ ہوگی جو کسی ملک متوکل کے ذریعہ مومن کو سہولیت امور و ثبادی

یا اخروی کے متعلق ہو۔

(۲) یا تحذیر و تخویف یعنی ڈرانا ہوگا۔ اس حال میں جب کہ مومن اطاعت سے

بعید اور معصیت کی طرف قریب ہو رہا ہو۔

(۳) یا الہام ہوگا جو نفع محض کا ہوگا جیسے حج کرنا یا تہجد پڑھنے کا حکم ملنا۔

روایہ کا ذہب۔ یہ بھی تین قسم پر منقسم ہے۔

(۱) روایہ ہمت۔ یہ وہ ہے جو دن میں خیالات آتے وہی خواب میں نظر آگئے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۲) روایہ علمت۔ یہ عفو مت معدی یا شیخ کے باعث پریشان خواب کی صورت میں ہوتا ہے کہ یہ بھی کچھ نہیں۔

(۳) روایہ شیطان۔ اسی کو اضطراب اعلام کہتے ہیں۔

اور اس قسم کے تمام خواب غیر انبیاء کو ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے خواب تمام کے تمام صادق ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ بجز تہ وحی مانے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ ان پر عمل واجب ہے۔

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الرویا الحسنۃ من الرجل الصالح جزء من ستة واربعین جزء من النبوة رقیبا حسنة۔ نیک اور صالح مومن کا خواب انوار نبوت سے پھیا لیسواں جز ہے۔ اور اس کی بحث ہم اس شعر کے اول مفصل کر چکے ہیں۔

مولای صل وسلم دائما ابدا

علیٰ حبیبک خیر الخلق عالم

فَذَٰلِكَ حَیْنَ بَلَوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهِ
فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالٌ مُّحْتَلِمٌ

۸۳

الذات، اشارہ الی الوحی فی الروایہ پس یہ خواب والی وحی جبین،

حل لغات اس وقت تھی۔ بلوغ جبکہ آپ پہنچنے والے تھے من نبوتہ۔

مرتبہ نبوت کے کمال کو۔ فلینس ینکر، پس انکار نہیں کیا جاتا۔ فیہ، اس میں۔ حال، حال محتلم، محتلم سے۔

خواب میں وحی ہونے کا سبب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمال
ترجمہ نبوت کو پہنچے ہوئے تھے۔ جب انسان اپنی عمر کے کمال کو پہنچتا ہے تو
اس کے احکام کے دعوے کو رد نہیں کیا جاتا۔

یعنی یہ وحی خواب میں جو حضور پر ہوتی تھی اس لیے ہوتی تھی کہ حضور
شرح کمال نبوت پر اظہار نبوت سے قبل ہی پہنچ چکے تھے۔ جیسا کہ خود ارشاد
وَمَا يَكُنْتُ نَبِيًّا وَلَا اَدْمُ مَلْجِدًا بَيْنَ طَيْفَتَيْنِ سِوَمَا عَمَدَةِ نُبُوتٍ اس وقت حاصل
کر چکے تھے۔ جب کہ آدم اپنے خیموں میں تھے تو جہاں بلوغ کو پہنچنے والے لوگ کا دعویٰ
احکام مان لیا جاتا ہے۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب کو وحی کیوں نہ مانا
جائے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

تَبَارَكَ اللَّهُ مَا وَحَّى بِمُكْتَسِبٍ
وَلَا نَبِيٍّ عَلَى غَيْبٍ بِمُتَكَلِّمٍ

۸۴

تبارک اللہ، حکم تحبیب، برکت والی ذات ہے اللہ۔ ماوحی،
حل لغات اور وحی نہیں ہے۔ بمکاسب، از کسب، ایسی چیز کہ محنت کے
حاصل ہو جائے۔ ولا نبی، اور نہیں ہے کوئی نبی۔ علی غیب، اخبار بالغیب
پر۔ بمکاسب، جھوٹ کے ساتھ۔

سبحان اللہ وحی اپنی کوشش سے حاصل ہونے والی چیز نہیں
ترجمہ اور نہ نبی پر غیب کی خبروں میں کوئی اتہام لگایا جاسکتا ہے۔

اول تو حل لغات و لغتی ترجمہ ہی واضح ہے خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ
شرح اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بابرکت اور کثیر الشفع ہے کوئی وحی کسی نبی
ہوتی یعنی جیسے نیکیاں کسی ہیں۔ کشف و مکاشفات کسی ہیں۔ مجاہدہ و ریاضت سے
جو تقرب حاصل ہوا اور استغناء و فی القلب ملے۔ یہ کسی کمالا یا جاسکتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں

ہو سکتا کہ اللہ اللہ کرتے شب بیداریاں کر کے وحی بھی نازل کرالی جائے بلکہ یہ وحی اور ثبوت محض فضل الہی سے حاصل ہوتی تھی۔ جس کو چاہا عنایت کی۔ اور اب اس کا دروازہ ہی بند ہے۔ اس پر فضل الہی چکا و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین کا خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے۔ انا خاتم الانبیاء و لا نبی بعدی میں آخری ہی ہوں۔ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

اور جو نبی ہو چکے وہ اپنے اپنے منصب کے مطابق علم غیب کے مالک ہوئے۔ اور انھوں نے اخبار بالغیب فرمایا۔ حضور نے روز قیامت کے بعد جنت کے احوال بیان فرمائے اور علم غیب الہی کے مالک ہوئے لیکن بایں ہمہ یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی نبی اخبار بالغیب میں متہم بہ کذب نہیں ہو سکتا کرائیدہ یاگزشتہ کا حال کہے۔ اور وہ پھر واقعہ کے خلاف ظہور میں آئے۔

بلکہ جو کچھ وہ کہے گا من و عن ضرور اس کا ظہور ہوگا۔ کوئی اس پر اتہام کذب نہیں لگا سکتا۔ ہاں تنبیہوں کی مثل میلہ کذاب کے اور اس سے بے کراہت تک مبرا قادیان ان کی ہزار باتیں اخبار اور پیشگوئیوں میں جھوٹی ہوئیں اور ہو سکتی ہیں۔ اس لیے کریہ نبی من جانب اللہ نہیں ہوتے بلکہ من جانب النفس ہوتے ہیں۔ یا من جانب المراق والامراض۔ تعالیٰ اللہ عما یفترون۔

مولای صل وسلم وادعہ

علی حبیبک خیر الخلق علیہم



فصل ثامن

حضور اکرم فریادی کی امداد فرماتے ہیں

كُؤَابِرَاتٌ وَصَبَّ بِاللَّسِ رَاغَةً

(۸۵)

وَاطْلَقَتْ أَرْبَاعُنْ رِبْقَةَ اللَّحْمِ

کم، تجربہ، کتنی بار۔ ابرت، ماضی، انا ہوا، تندرست
عل لغات ہونا، اچھے ہو گئے۔ وصببا۔ بیمار۔ باللس، ساتھ مس
 کرنے۔ راحتہ، تھیل اُن کی سے۔ واطلقت، ماضی ازا اطلاق۔ چھوڑنا۔ آزاد
 کرنا۔ اور آزاد ہو گئے۔ اربعا، حاجت مند من ربقۃ، رس کا
 پھندا جو جانوروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ پھندا سے۔ اللحم۔ اللحم۔
 لہجے از جنون۔ جنون سے۔

ترجمہ بارہا اچھے ہو گئے بیمار اُن کی تھیلی کے مس سے اور آزاد ہو گئے
 حاجت مند جنون کے پھندا سے۔

تنبیہ

ایک شعر اس شعر سے قبل صاحب شوار والفرود نے نقل کیا ہے۔ لیکن شیخ زادہ
 غریب پوری اور عطر اللورہ نے اس کا قطعی تذکرہ نہیں کیا۔ بہر حال چونکہ ایک جگہ وہ شعر
 ملتا ہے۔ لہذا احتیاطاً ہم بھی مع ترجمہ کے اُسے نقل کرتے ہیں۔ وہ ہوتا ہے۔

أَيَا شِدَّةَ الْعُذْرِ يَخْطَا عَلَى أَحَدٍ

يَذُوْنَهَا الْعَدْلُ بَيْنَ النَّاسِ كَمَا يُقِيمُ

زبان کے اعتبار سے وہ کشش اور شیرینی بھی اس بیت میں محسوس نہیں
 ہوتی جو امام کے کلام میں ہے۔ لیکن جب یہ بیت سید ابن معنوق کے قصیدہ کا ہو۔
 جنہوں نے قصیدہ غزوہ کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ اور جس کا تذکرہ ہم دیباچہ میں
 کر چکے ہیں۔

حل لغات

آیاتہ، جمع آیت، معجزہ ہے۔ الفکر، جمع غراب، روشن و تاباں و روشن۔
 لا یخفی، نہیں چھپے رہے۔ علیٰ احد، کسی پر۔ بد و نہا، بغیر ان کے۔
 العدل، انصاف۔ بین الناس، آدمیوں میں۔ لم یقیم، نہ قائم ہو سکتا تھا۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات کسی پر مخفی نہ رہے۔ اور
 تمہیں بغیر ان معجزات کے انصاف بین الحق و بین الباطل لوگوں میں قائم نہیں
 ہو سکتا تھا۔ اور لا تنکر الوحی من رویاہ ان لہ سے ۶ بیتوں تک یعنی فذلک
 حین یلوغ من نبوتہ، اور تبارک اللہ ما وحی ہمکتیب، اور کم ابرت
 وصبا باللمس راحتہ اور واحیت السنۃ الشہادۃ عوتہ اور یعانی
 جاد او علت البطاح۔ یہ چھ شیخ زادہ نے اپنی شرح میں نہیں دیے۔ اس کی
 وجہ معلوم نہیں۔ لیکن یہ کاتب چھوڑ گیا یا مسودہ ان بیتوں کا ضائع ہو گیا۔ اور بوقت
 طباعت نہ ملا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب اپنے سلسلہ کے مطابق ہم کما ابرت وصبا باللمس راحتہ کی شرح
 کرتے ہیں۔ وہ ہوتا۔

اس بیت میں ناظم فاجریہ بتانا چاہتے ہیں کہ بعثت سید اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم میں یہ حکمت اور مصلحت بھی مضمر تھی کہ لا علاج مریض
 مصیبت زدہ بایوس، علاج اور باطنی امراض مہلکہ کے بیمار قلبی بیماریوں کے
 سبب ہوئے صاحب وراثت حضور کی طب اور معالجہ سے صحت یاب
 ہو گئے۔ اور اس نعمت عظمیٰ کے حاصل ہونے کی سبیل سوائے ذات محبوب

شرح

دو عالم اور کسی کے ذریعہ ممکن ہی نہ تھی اصلاح قلوب بشر کہیں ایسے صلح اور طبیب قلوب کے اُدھر موقوف تھی جو عارف ربانی اور عالم اسما و صفات ہوا اور واقف احکام و افعال اور اپنی جادو بیانی میں ایسا موثر ہو کہ دلوں کو مسح کرے اور ایسا جاذب ہو کہ خیالات کو اُن واحد میں ایک غلط انداز نظر سے بدل دے۔ منہا ہی شریعہ میں ساختہ اور اہم اسلام میں تابع۔ ایسی صفات سوائے ذاتِ گرامی کے کسی میں جمع نہ ہوسکی تھیں۔ کہ اہل اعمار و امراض ظاہری میں بھی جامع طبیب اجسام اور شفا و امراض روحانی و قلبی میں حکیم علام اسی بنا پر ناظم فاعلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معترض ابھی تک یہی دریافت کر رہا ہے کہ اس ہستی کی بعثت کی کیا حاجت تھی۔ حالانکہ اُن کے دستِ شفا کے کتنے مریض جسمانی جو ملاکت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہمیشہ کے لیے صحت یاب کر دیے اور لاکھوں کروڑوں مریض و روحانی صحت یاب ہو گئے۔ وہ قوم جو درندوں کی مشابہ اپنی زندگی کے یل و نہار گزار رہی تھی۔ ایک نظر میں مجسمہ اخلاق بن گئی۔ جو کفر و شرک کے اندھیرے میں پھنس کر ضلالت و گمراہی کی بیچ دربیچ گھاٹیوں میں مڑھکاتی پھر رہی تھی۔ ایک آواز میں راہ راستہ پراگئی۔

حالی نے خوب کہا ہے۔

وہ نیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بے لاسے والا
مصیبتیں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرانے کاظم کھانے والا

یتیموں کا والی غلاموں کا مولے

غریبوں کا حامی اسیروں کا آستان

اتر کر جہا سے سوتے قوم آیا اور ایک نسخہ بکھیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کٹہ لٹایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

پشام طرف غل یہ پیغام حق ہے

کہ کونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

یہ تو وہ شان ہے جو اصلاح روحانی میں نظر آئی۔ اخلاقیات ایسے تھے کہ اُن کی کان

میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے قتل و غارت کی آگ بھڑکا دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔ جیسا کہ
حالی کہتا ہے۔

نٹلتے تھے ہر گز جواڑ بیٹھتے تھے سمجھتے نہ تھے جب ہجڑا بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے تو صدر ہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درمدمے ہوں جنگل میں پیساگ جیسے

حضورؐ کے آوازۂ حق نے انہی بیوقوفی خصلتوں کے مجسموں کو انسان بنا دیا۔ وہ
سرزمین میں نخوت و مہجرت تھا۔ سودا و محبوب دو عالم سے معزور ہو گئے۔ وہ دل جس میں
لاٹ عترتی سمائے ہوئے تھے ایک دُھڑا لاشربک کے پرشار بن گئے۔
غرض کہ اگر حضورؐ کی جلوہ ریزی نہ ہوتی تو دنیا میں اندھیرا تھا۔ شرک و کفر کے کالے
بادل گھرے ہوئے تھے۔ گمراہی کی بھیانک ظلمت عالم پر چھا رہی تھی۔ اور امراض جہانی
کے طلیب کال ایسے تھے کہ احادیث میں ایک نہیں میسر کروں واقعات موجود ہیں۔ جن
کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ یہ کہاں سوائے اُس باکمال کے کسی اور میں کہاں تھے عیسے
علیہ السلام چند کمالات دکھا کر تشریف لے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام جادو گروں کو زیر کر گئے۔
یہاں جو جس فن میں مقابلہ کرنے والا آتا ہے وہی زیر ہوتا ہے۔ بلاغت و فصاحت
کے امام میدانِ کلام کے شہسوار ایک ہی شہو کر ہیں جگہ نظر آ رہے ہیں۔ ابو جہل کے بیٹے نے
غزوہ بدر میں حضرت معوذ بن عفرارض اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے حاضر
ہوئے حضورؐ نے کٹا ہاتھ لیا اور اُس کی جگہ پر لگا دیا۔ تو تندرست ہاتھ کی طرح چڑ گیا۔
کوئی دُنیا کا بڑے سے بڑا سرزمین جو یہ کمال دکھا سکے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ ایک
عورت اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا حضورؐ اسے جنوں کا دورہ پڑتا ہے حضورؐ
نے اپنے دستِ اقدس کو اُس کے سینہ پر پھیرا اور فرمایا۔ اخرج۔ فخرج من جوفہ مثل الجود
الاسود فبشفا۔ نکل تو اُس کے پیٹ سے۔ کالے گتے کے چھوٹے چھوٹے پتے سے نکلے
اور وہ شفا یاب ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں آشوب کراہیں اور سخت رند ہو گیا۔

وے کہ وہ دعا کرے جو بخاری شریف میں ہے پڑھنے اور یہاں تک پڑھے کہ اللہ بلا
ظالم دے۔

صحیح ہوتے ہی میں نے انہیں کہا۔ انہوں نے وہ پڑھی۔ بخاری دیگر کسی تھی کہ
آزاد ہو کر آگئے۔ وہ دعا کہ رب جسے شیخین نے روایت کیا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
الْعَظِيمُ الْحَكِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

علامہ خرپوٹی اپنی شہادت میں فرماتے ہیں کہ جہاں سے نماز میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہوا۔
اور وہ یہ ہوا کہ جہاں سے استاد کی زوجہ محترمہ مرض قلب میں مبتلا ہوئیں اور ایسی مبتلا ہوئیں
کہ رات دن میں کسی وقت سکون ہی نہ تھا۔ ہر وقت تجھیں لگاتیں اور ایسے زور سے
بیچتیں کہ جہاں بھی تنگ آگئے۔ اٹھا دے ہست سی وائیں منگوائیں لیکن شفا نہ ہوتی تو
مجھے فرمایا کہ ایک عربیہ میری طرف سے دربار رسالت میں لکھو۔ اور اس مرض کی شفا
کی درخواست کر چنانچہ میں نے عربیہ لکھا۔ اَوَّلُ اُس میں صلوة وسلام لکھ کر اپنا مقصد
تحریر کیا اور حجاج جرح کو جا رہے تھے اُن کی معرفت روانہ کر دیا۔ یہ دم دن گئے رہتے تھے
کہ جس دن حاجی مدینہ پہنچے اُس روز اُن کا چھینا چلانا بند تھا۔ اور بالکل صحت یاب ہو گئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک جنگل میں حضور تشریف فرما تھے کہ
ایک ہرنی نے حضور کو پکارا یا رسول اللہ تو حضور نے فرمایا تو کیا چاہتی ہے اُس نے عرض
کی کہ حضور مجھے ایک اعرابی شکار میں پکڑ لایا ہے اور اس پہاڑ پر میرے دو بچے ہیں
حضور مجھے کھول دیں کہ میں انہیں دودھ پلاؤں۔ پھر ابھی واپس آجائیں گی حضور نے
فرمایا تو ضرور واپس آجائے گی۔ عرض کی ہاں حضور نے اُسے کھول دیا۔ وہ گئی اور دودھ
پلا کر واپس آگئی۔ اعرابی کو یہ قصہ معلوم ہوا تو اُس نے عرض کی حضور کی کیا مرضی ہے حضور
نے فرمایا کہ تو اسے آزاد کر دے۔ اعرابی نے اُس بہرن کو آزاد کر دیا۔ وہ ہرنی چلی اور
جنگل میں لے گئی اِنَّهَا لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاتَّقِ اللَّهَ رُسُلُ اللَّهِ۔

مولائی صل وسلم وائنا ایداً علی حبیبک نعیم الخلق کلہم

وَ اَحْيَيْتَ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتَهُ حَقُّ حَكَّتْ غُرَّتَهُ فِي الْأَعْصَلِ الذُّهُم

واو و عاطف اور ۔ احییت ، ماضی از حیاء ، زندہ کرنا ، زندہ
کر دیا ۔ السنة ، سال ، سال ۔ الشهباء ، سفید ، محاورہ
اس سال کو کہتے ہیں جس میں بارش نہ ہو۔ یعنی قحط ، قحط والا ۔ دعوتہ ، ارشاد
کی دعائے ۔ حق ، لطافت ، یہاں تک کہ ۔ حکّت ، ماضی ، مثلاً ہو گیا ۔
غرض ، روشنی اور سفیدی گھوڑے کی پیشانی کی سبب چیز کا حضرت روشنی و چمک میں ۔
فی الأعصر ، جمع عصر زمانہ ، تمام زمانوں ۔ الذُّهُم ، آزاد ہوا ، اسد ہوا
کی جمع ہے بمعنی سیاہ ، سیاہ اور ظلمت سے ۔
حضرت کی دعائے ہے آپ و گنا قحط زدہ موسم کو سبز و شاداب کر
دیا ۔ یہاں تک کہ آئندہ و گذشتہ تاریک زمانوں میں یہ سال روشنی
و چمکنا ہوا نظر آتا ہے ۔

شرح احییت احیاء سے ہے یہ طبعاً ثابت کئے معنی میں مشغول ہے ۔
سنة سال کو کہتے ہیں ۔ شهباء گھوڑوں کی چمکتی پیشانی کو کہتے
ہیں ۔ لیکن محاورہ عرب میں سنة الشهباء اس سال کو کہتے ہیں جس میں اساک
بارش کے باعث نہ سبزہ آگاہ شادابی کے اسباب مہیا ہوں ۔ یعنی قحط سالی ہے
عام محاورہ میں کہتے ہیں ۔ دعوتہ اس کا فاعل ہے ۔ یعنی حضور کی دعائی پر حکمت
سے موسم قحط فارغ البالی سے بدل گیا ۔ نہ تک سالی سبزہ زار سے متبدل ہو گئی اور
ایسی ہو گئی کہ حقیقی حکمت و مشابہت میں چمکتے ہوئے سفید گھوڑے کی پیشانی کی طرح
زمانوں کی تائید میں ظہر میں اٹھیں ۔ یعنی وہ سال تمام آئندہ و گذشتہ موسموں
پر چمکنا ہوا نظر آتا ہے ۔ دھم عربی میں سیاہ اور تاریک کو کہتے ہیں ۔
اس بیت مبارک میں تلخیصی اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت

النس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار لوگوں پر عہد رسالت میں سخت فحش پڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دینے جلوہ فرما ہوئے۔ تو ایک انورانی کھڑا ہوا اور پکارا یا رسول اللہ ہلک المال وجاع العیال فادع اللہ فاعالے لنا۔ اے میرے کارہنار کے مال ہلاک ہو گئے ہمارے بچے بھوکوں مر گئے اللہ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ فرقع یدیدہ وما نونی فی السماء صحابا ولا فزعة فوالذی نفسی بیدہ ما وضعہما حتی صارا لاسحاب امثال الجبال ثم لم یزل عن منبرہ حتی رقیبت المطر یقحاد علی لحيته فمطرنا یومنا ذلک من الغد ومن بعد غد حتی الی الجمعۃ الاخری۔ تو حضرت نے دونوں دست نورانی آسمان کی طرف بلند فرمائے۔ اور اُن وقت یہیں نہ کوئی ابر نظر آتا تھا نہ قسمہ اس قسم ہے اللہ کی حضور نے ابھی ہاتھ چھوڑے نہ تھے کہ پہاڑوں کی طرح ابر گھر گئے اور کالی گشتا نہیں چھا گئیں۔ اور ابھی حضور منبر سے اُترے نہ تھے کہ بارش موسلا دھار ہونے لگی۔ اور ربش اقدس پر توبہیں ڈھکنے لگیں۔ یہ بارش اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک مسلسل رہی۔ دو مرتبہ جمعہ کو ایک آدمی کھڑا ہوا اور پکارا۔

یا رسول اللہ ھدم الدنء وغرق المال فادع اللہ فاعالے لنا فرقع یدیدہ۔ حضور ہمارے مکان گر گئے۔ مال غرق ہو گئے۔ ہمارے لیے دعا فرمائیں تو حضور نے دست اقدس اٹھائے اور فرمایا۔ اللھم حوالینا ولا عیننا ہمارے گرد ہرست ہم پر نہیں۔ تو حضرت جس طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے ابر بھی اسی طرف پھیلتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ مدینہ مثل طیلہ کے خشک تھا۔ اور نواح مدینہ میں جل تھل تھا اور ایک ماہ مسلسل ایسا ہی رہا۔

جن کو مرتے آسمان پھیلنے کے جل جھڑے	صدقہ ان ماضوں کا پیارے ہم کو بھی نہ کہے
چاند شمع بول پڑیں جانور سجدہ کریں	بارک اللہ مرجع عالم بھی سرکار ہے
گرمے گرمے پاؤں پر کا دو خدا کے واسطے	نور کا ترکا ہو یا اے گور کی شب تاد ہے
جو شش طوفان بھر سکے پایاں ہوا نا سازگار	فرج کے مولا کرم کر جسے تو بیڑا پار ہے

رحمتہ للعالمین تیرسی دوبانی دسب گبی
اب تو موٹے بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

بَعَارِضٌ جَادَا وَخِلَتْ الْبَطَاحَ بِهَا سَيِّئًا مِّنَ الْيَوْمِ أَوْ سَيِّئًا مِّنَ الْعَوَمِ

(۸۷)

عل لغات | **بَعَارِضٌ**، الباء متعلق، سحاب ابر۔ یہ جل تفل ایک ابر کے ساتھ۔
جَادَا، ماضی از جَوَد و یفتح الجیم جو و مطر شدید۔ موسلا دھار بارش
کی عطا و بخشش تھی۔ **أَوْ**، برائے غایت یا بمعنی الی۔ یہاں تک۔ **خِلَتْ**، من
الخیال والظن و المحسبان، خیال کرے تو۔ **الْبَطَاحَ**، البطم و البطاء سبیل
واسم للماء و دینۃ الہدیۃ۔ شہر کے نام کے کو۔ **بِهَا**، اُس بارش جسے **بِهَا**۔
سَيِّئًا، بروزن غیب بمعنی الجرحی و العطاء بہاؤ۔ **مِنَ الْيَوْمِ**۔ البحر۔ وریا کا۔ **أَوْ**۔
سَيِّئًا۔ الماء المجتمع الجاری بغتۃ۔ اچانک پانی جمع ہو جانے جل تفل۔
مِنَ الْعَوَمِ۔ مطر شدید، سخت طوفانی بارش کا۔

ترجمہ | قحط سالی ایک بارش سے دفع ہوئی۔ اور بارش ایک ابر کی وجہ
سے ایسی برسی کر دیکھنے والا گمان کرتا تھا کہ یہ وریا کا طوفان یا سیلاب
اور جل تفل ہے۔

شرح | چونکہ پہلی بیت میں احیاء کا فعل دھاک طرف منسوب تھا تو قدر ثانی
یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اُس قحط سالی اور خشک حالی کو سبزہ زار سی
سے محض دھانے بدل دیا یا اجابت دھاکے بعد اُس سبزہ کا سبب بارش ہوئی تو
اُس کا جواب اس بیت میں دیا اور فرمایا **بَعَارِضٌ**۔ یعنی ابر نے جاوا ایسا مینہ
موسلا دھار برسایا کہ اس سے زیادہ مینہ برس ہی نہیں سکتا۔ یہاں **جَادَا** جو و
سے۔ اور **جَوَد** کا یہ بھی مفتوح ہے جو مطر شدید کے معنی میں مستعمل ہے اور جو ہضم
جیم جو و پڑھتے ہیں۔ وہ محاورہ اور لغات سے بے شہر ہیں۔ اور **عَارِضٌ** بمعنی سحاب۔

تو قرآن کریم میں بھی آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے **هَذَا عَرْضُ مَعطوفنا** یہ امر ہے جو ہم پر بارش کو کہے گا۔

اور یہ سب بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ سب سے حضور نے وہاں پہناہ لگائی ہے اور فرمایا ہے۔ **اللہم انی اعوذ بک من السبیل والبعید والصلول الی غیر** تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اچانک ہواؤں سے اور مٹہ زور وارث سے۔ اور عزم مسطر شدہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور عزم ایک جگہ کا بھی نام ہے۔ جو ملک سبائیں ہے۔ یہاں قوم سبا پر سبیل عظیم بصورت عذاب آیا تھا۔ اس اعتبار سے اس بیت میں بھی جاقفہ سبا کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور سبا ایک جماعت کا نام تھا۔ یہ قوم اپنی جماعت کا نام اپنے اجداد کے نام پر رکھتی تھی۔ چونکہ یہ سب سبا کی اولاد سے تھے۔ اس لیے اُسے قوم سبا کہا جاتا تھا۔ ان کا شجرہ یہ ہے۔ سبا بن شجب بن یعراب بن فطان اور یہیں شہر میں رہتے تھے۔ اس کا نام مارب یہ شہر ارض یمن میں تھا یہاں بڑا زبردست جنگل تھا جب بلقیس اس شہر کی ملکہ ہوئی تو اس جنگل پر اس نے ایک زبردست دیوار بنوائی اور اس میں موریوں اور مور سے اونچے نیچے بنائے تاکہ جو پانی اس جنگل میں جمع ہو خاطر خواہ استعمال کیا جاسکے اور شہر والوں نے اس وادی کے نیچے کے حوض میں دائیں بائیں بڑے بڑے باغ بنائے چنانچہ اس شہر کے باغات میں اس قدر پھل جوتا تھا کہ اگر ایک عورت اپنے سر پر ٹوکری رکھ کر درختوں کے نیچے سے گزر جاتی تو بغیر کسی پھل کے توڑے اور کسی ڈالی کو ہلائے ٹوکری بھر کر گھر لاتی۔ اور قدرتی طور پر یہ شہر ایسا مستقر اور پاکیزہ تھا کہ مچھر۔ کھٹی۔ پشو۔ کھٹل۔ سانپ۔ بچھو اور کوئی قسم کی بیماری یہاں نہ تھی۔

اور اگر کھٹی۔ مچھر۔ پشو۔ کھٹل سے کہ کوئی مسافر اس شہر میں داخل ہوتا تو یہاں کی ہوا میں یہ اثر تھا کہ فوراً پشو۔ کھٹل وغیرہ مر جاتے اور یہ سعادت اس شہر کے رہنے والوں کو حاصل تھی۔ مگر بڑے ناشکرے سرکش خدا ترس تھے۔ کہتے تھے ہم خدا کو نہیں جانتے کہ اس سے یہ نعمتیں ہم پر نازل کیں۔

اس قوم پر تیرا رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے۔ اور سب نے انھیں
کہا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ کرو۔ مگر انھوں نے اُن کی نصیحتیں نہ سنیں اور ایمان
نہ لائے۔

آخر اُن پر پتھر سے مستطی کیے گئے جو اندھے تھے۔ انھوں نے اُس وادی
میں بڑے بڑے بل بنائے اور اس وادی میں جو دریا بھاڑا ہوا تھا۔ وہ پانی اُن چھیل
میں بھاڑ کر تمام دیوار منہدم ہو گئی اور پانی اُن کے گھروں باغوں میں اچا تک ایسا بھاڑ
کہ سب غرق ہو گئے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَانِهِمْ آيَةٌ جَنَّتْنِي عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِن
رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَآيَاتِهِ طَيِّبَةً وَرَبِّ عَفُورٌ فَاسْتَكْبَرُوا فَارْسَلْنَا عَلَيْهِم
مَّيْلًا نَّعِيمٌ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْكُم جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِهِ أَكْلُ جَعَلٍ وَاقِلَةٍ شَاوٍ
وَمِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ذَٰلِكَ جَزَاءُ كَفُورٍ وَهُلْ يُخَذَّرُ بِالْأَعْيُنِ

صدق اللہ مولانا علی العظیم۔

دَعْنِي وَوَصْفِي آيَاتُ لَهُ ظَهَرَتْ

ظُهُورُهَا وَالْقُرْآنُ لَيْلًا عَلَا عِلْمُ

(۸۸)

دَعْنِي۔ امر ازودع یعنی ترک کنی۔ جھڑ بجھ۔ وصفی

اور میری مدحت سرائی کو۔ آیات۔ اور میان معجزات۔ لے جو

حضور سے۔ ظہور۔ ظاہر ہوئے۔ ظہور۔ یہ ظاہر ہونا۔ فار۔ اس آگ کا

لہ جسے شمس سہا کے بیسے ان کی آبادی میں انسانی تھی وہ باغ و اینس اور باتیں

اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکریہ ادا کرو۔ پاکیزہ مشہور اور بخشنے والا رب۔

انھوں نے منہ پھیر کر ہم سے ان پر زور کا سیلاب بھجوا۔ اور اُن کے باطن کے غلظت

وہ باغ انھیں بدل دیے کہ ان کے چل بدلہ اور ان میں جھاڑ تھا۔ اور کچھ تھوڑی

سی جیریاں۔ ہم نے انھیں یہ بتا دیا ان کی ناشکری کی سزا اور ہم ناشکروں کو ان

سزا دیتے ہیں۔ جتے ۸

سایہ۔ القصری۔ قری۔ بعض فیہا فت۔ جو مہمان کے کھانے کے لیے روشن ہو۔ لیلۃ رات میں۔ علیٰ علم۔ علم۔ یعنی الجبل۔ پہاڑ پر۔

چھوڑ گئے اور حضورؐ کی تعریف کرنے لگے۔ اگرچہ وہ فی الواقع ترجمہ اتنے روشن ہیں جیسے مہمان کی آگ پہاڑ پر روشن ہوتی ہے۔

بیان اوصاف ہجرات و کمالات کرتے کرتے ذہن میں خیال آیا کہ اس شرح ہستی پاک کے اوصاف بیان کرنے کی کیا حاجت ہے وہ تو عالمشس و سورج

کی طرح عالم میں ظاہر و باہر ہو چکے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ طلوع غور شیدہ و طلوع غور شیدہ کا اعجاز زیادہ تفصیل حاصل ہے۔ تو خود ہی جواب دیتے ہیں کہ مخفی اور خیال باطل

مجھے چھوڑ۔ اور توصیف کمال و ہجرات آقا کرنے لگے۔ یہ نہیں بھی جانتا ہوں کہ ان کے کمالات ایسے روشن ہیں۔ جیسے مسافر پہاڑ پر آگ جلائے تو تمام اہل قریٰ کو اس کا

علم ہوتا ہے۔ یہ ایک عرب کا محاورہ ہے۔ [یفاد الناس فی راس الجبل۔ اور مساقون کو اطمینان دلاتے کہ یہ پہاڑ کی چوٹی پر آگ جلا دینا اہل عرب کا پورا رواج ہے تاکہ

ابن اسمیل و مسافر کو مرحل اور قطع سنان نہ بگاڑے کہ روشنی دیکھ کر اطمینان سے اس طرف آجائے اور اہل و شرہ نہ کھٹکتے ہیں۔ اسے تازہ دم ہو کر اپنا سفر پورا کرے۔

اسی ضرب المثل کو اس بیت میں فرمایا۔ ظہور انوار القصری لیلۃ علی۔ مولائی صمد و صمد اشد ابدا۔ علی عبیدت خیرا لخلق کلہم

راہ پر شمار ہے کیا ہوتا ہے یا نہ سے تیند مسافر تیری نور ہوتا ہے رہا دن تھوڑا

گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں مت پر کیا مار ہے کیا ہوتا ہے

فَالَّذِي يَزِيدُ أَحْسَنًا وَهُوَ مُنْتَظَمٌ
وَلَيْسَ بِمَنْقُصٍ قَدَرًا غَيْرُ مُنْتَظَمٍ

حل لغات - فالد رہیں موتی - یزداد، زیادہ ہوتا ہے - حسن، حسن اس کا - وہو، اگرچہ وہ - منتظم، نظم دہشی میں پرا ہوا ہو - ولیس نقص،

اور میں کمی آتی - قدوا، اس کی قیمت میں - غیر منتظم، جبکہ وہ پرا ہوا نہ ہو - موتی کا جب موزونیت کے ساتھ ہار بنایا جائے تو اس کی خوبصورتی **ترجمہ** اور حسن بڑھا ہوا ہوتا ہے - اور وہی موتی جب تنہا ہو تو اس کے حسن ذاتی اور قدر و قیمت میں کوئی نقص نہیں آتا -

شرح گویا ناظم فاجہ یہ بتا رہے ہیں کہ میری مدحت سرائی سے حضور کی شان بڑھ نہیں جاتی اور ترک مدحت میں ان کی شان گھٹتی نہیں - مگر ہار جب اپنی زینت چاہتا ہے تو قیمتی موتی کے حسن سے تابانی حاصل کرتا ہے - اسی طرح میں کان نبوت کے احس و ربہ بہا کو اپنی نظم میں لگا کر عسوں کے ہار کی زینت بڑھا رہا ہوں - ورنہ وہ تو یوں بھی وہی ہیں - اور یوں

بھی وہی ہے
کہاں طاقت بشر کو جو مدح مصطفیٰ اٹھ رہے
وہ ذات پاک احمدی جب خود خدا ٹھہرے
لامت ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کریں
باع میں شکر و صل تما بھر میں لئے لئے گل

فَمَا تَطَاوَلَ أَمَالُ الْمَدِيحِ إِلَى

۹۰

مَا فِيهِ مِنْ كَرَمِ الْخُلَاقِ وَالشَّيْمِ

حل لغات - فما، ما استفہام انکاری یا تعجبی، پس کیا - تطاوَلَ، مدھتہ اوچی کرنا - لمبی گردن کر کے دیکھنا ہے - امال، آرزوئیں - المدح، تعریف کرنے کے - الخلق، کائنات - ما فیہ، جو کچھ ہے ان میں - من کرم الخلاق، برگزیدہ خلائق - اور الشیم، اور پسندیدہ خصائیں -

اسے شرح کی آرزو کو جس نے واسے کیا امید شرح میں حضور کے اوصاف پر اور پختی اور پختی گردن کر کے ان کے اخلاق حمیدہ اور عادات پسندیدہ کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اس کی حد و غایت معلوم کرنا محال ہے۔

شرح | حمد سے صفت پر چہرہ خدا کی خدا سے پڑھے شانِ محمد اور بس باقی باقی باقی باقی



فصل تاسع

حضور اقدس کے اوصاف از قرآن پاک

آيَاتُ حَقِّ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُحَدَّثَةٌ
قَدِيْمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوفِ بِالْقَدَمِ

(91)

آیاتِ حق، قرآن کی آیتیں۔ من الرحمن، رحمان کی طرف سے۔
حلّ لغات محدثہ، لکھی ہوئی نہیں یا ہماری ہوئی ہیں۔ قدیمہ، مگر قدیم
ہیں۔ صفت الموصوف، اس لیے کہ موصوف قدیم کی صفت۔ بآلِ قدم۔
قدیم ہے۔

یعنی قرآن کریم کی سچی آیتیں خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ اور
تم مجھ سے باعتبار تلفظ و نزول و کتابت فی المصاحف حادث ہیں۔ اور باعتبار
معنی و کلام نفس قدیم۔ کیونکہ وہ صفت ہیں ذاتِ پاک کی جو موصوف بالقدم ہے اور
یہ امر محقق ہے کہ موصوف قدیم کی صفت بھی قدیم ہوتی ہے۔ ورنہ قدیم محل حوادث
ہو جائے گا۔ تعالیٰ شہداً یصغون۔

پہلے اشعار میں امام محمد رشید نے حضور کے فضائل بیان کیے تو ان
شرح پر دلائل قاطع سے ثبوت کی ضرورت تھی۔ تو قرآن کریم سے دلائل
شروع فرمائے اور تمہیداً فرمایا کہ جس مہستی کے فضائل میں بیان کر رہا ہوں۔ ان کے
فضائل میں آیات حقہ نازل ہوئی ہیں۔

اور من الرحمن اسمِ رحمن کا ذکر تبرکاً فرمایا۔ اگرچہ عقائد ستارہ و رزاق، غلام بھی لا
سکتے تھے۔ لیکن چونکہ انزال قرآن ہی رحمتِ عامہ جمیع مخلوق کے لیے ہے۔ حتیٰ کہ
کفار پر بھی تاخیر عذاب کا موجب ہو کر رحمت ہے۔ اس لیے اس کے نازل کنندہ
کے اسماء حسنی میں سے جبر کا رحمن اختیار کیا۔

اور مصرع اول میں محدثہ اسم مفعولِ حادث سے لیا۔ اور مصرع ثانی میں قدیمہ
 کہا۔ تو گویا یوں فرمایا۔ محدثہ قدیمہ اور یہ امر ظاہر ہے کہ حادث و قدیم دونوں صفتوں
 کا جمع کرنا اور ایک موصوف کی صفت اس طرح کرنا جمع بین التخصیصین سے ہے۔
 لیکن ادسے غور کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ جمع بین التخصیصین یہاں لازم
 نہیں آتا اس لیے کہ ناظرِ قارئین نے دو اعتبار آیات قرآنیہ کے یہاں ظاہر فرمائے ہیں
 ایک اعتبار سے آیات قرآنیہ کو حادث بتایا ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے قدیم
 قرار دیا ہے۔

چنانچہ آیات قرآنیہ حادث ہیں اعتبار ہیں کہ اُن میں جو لفظ ہیں وہ حادث
 ہیں اور قدیم باعتبار معنی ہیں۔ اس لیے کہ کلام دو ہیں کلام لفظی اور کلام نفسی جیسا کہ
 اُنھوں نے کہا ہے۔

ان الکلام لفظی القوادد وانما جعل اللسان علی القوادد لیل
 تو حادث کلام لفظی ہے۔ اور قدیم کلام نفسی جو قدیم قائم بالذات ہے۔
 اس میں سات مذہب ہیں۔

- (۱) مذہب اشاعرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کلام اللہ تعالیٰ اثنان لفظی مکتوب
 فی المصاحف حادث و نفسی قائم بذاتہ قدیم لیس بحرف ولا صوت
 بل هو المعنی فقط وان مذہب یحوز سمع ذلک المعنی الذی هو الکلام نفسی۔
 کلام اللفظی مکتوب فی المصاحف حادث ہے۔ اور نفسی قائم بذاتہ قدیم ہے۔
 اس میں نہ حرف ہے نہ صوت۔ بلکہ وہ محض معنی ہے اور ان کے نزدیک ان
 معنی کی سماعت بھی جائز ہے۔ ہاں معنی پر کلام نفسی ہے۔
- (۲) دوسرا مذہب ابی منصور ثریابی کا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں۔

ان کلامہ اثنان۔ لفظی مکتوب فی المصاحف حادث و نفسی قائم بذاتہ
 قدیم لیس بحرف ولا صوت بل هو المعنی فقط۔ اس مذہب میں اشاعرہ
 کے مذہب سے صرف سماعت کا خلاف ہے وہ سمع جائز مانتے ہیں۔ یہ سمع

بھی نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ جو مسموع ہے۔ وہی کلام لفظی ہے۔ کذا فی البدیہہ۔
(۳) تیسرا مذہب بعض قسماخرین کا ہے اور ان میں صاحب مواخت بھی ہیں وہ کہتے ہیں۔

ان کلامہ اشان لفظی مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور و هو
حادث و کلام نفسی قدیم عبارتہ عن لفظ و معنی لکن بلا ترتیب۔ ان
کے نزدیک مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور حادث ہے اور کلام
نفسی عبارت ہے لفظ و معنی بلا ترتیب سے اور یہ قدیم ہے۔
(۴) چوتھا مذہب جلال دہلوی کا ہے وہ کہتے ہیں۔

انہ اشان لفظی قائم بالمصاحف و الصدور و هو حادث و نفسی
قائم بہ تعالیٰ قدیم عبارتہ عن لفظ و معنی مع ترتیب علی۔ کلام
نفسی عبارت ہے لفظ و معنی مع ترتیب علی سے اور یہ قدیم ہے۔
(۵) پانچواں مذہب متاخر کا ہے وہ کہتے ہیں۔

ان کلامہ تعالیٰ فی الحقیقۃ واحد مرکب من حروف و اصوات قدیم
الی ان قال بعضہم و اخرط یقدم الجلد و الغلاف فہم ینکرون
الکلام النفسی۔

(۶) چھٹا مذہب معتزل کا ہے۔ جو مسلمانوں میں ایک بہت سے فرقہ بنا گیا ہے۔
وہ کہتا ہے۔

ان کلامہ واحد مرکب من حروف و اصوات حادثہ لکن نہیں بقائم
بذاتہ تعالیٰ بل بالغیر کاللوح و قراۃ جبریل و النبی و شجرۃ مورئی۔
(۷) ساتواں مذہب کرامیہ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

انہ کلام واحد مرکب من الحروف و الاصوات حادث لکن قائم بہ
تعالیٰ۔ فان فرق الشاۃ ینکرون الکلام النفسی۔
یہ پچھلے تینوں فرقے کلام نفس کے منکر ہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو دہا ہے۔

اور مصرع اول میں محدثہ اسم مفعول احداث سے لیا۔ اور مصرع ثانی میں قدیمہ
 دیباچوں و زبایا محدثہ قدیمہ اور یہ امر ظاہر ہے کہ حادث و قدیم دونوں صفتوں
 زنا اور ایک موصوف کی صفت اس طرح کرنا جمع بین التخصیصین ہے۔
 نئے غور کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ جمع بین التخصیصین یہاں لازم
 اس لیے کہ ناظم قایم نے دو اعتبار آیات قرآنیہ کے یہاں ظاہر و غائبے ہیں
 اعتبار سے آیات قرآنیہ کو حادث بتایا ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے قدیم
 ہے۔

ناچنے آیات قرآنیہ حادث بایں اعتبار ہیں کہ اُن میں جو لفظ ہیں وہ حادث
 قدیم باعتبار معنی ہیں۔ اس لیے کہ کلام دو ہیں کلام لفظی اور کلام نفسی۔ جیسا کہ
 نے کہا ہے۔

کلام لفظی القوادد انما جعل اللسان علی التقادیر لیل
 کلام لفظی ہے۔ اور قدیم کلام نفسی جو قدیم قائم بالذات ہے۔
 میں سات مذاہب ہیں۔

مذہب اشاعرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کلام اللہ تعالیٰ نشان لفظی مکتوب
 المصاحف حادث و نفسی قائم بذاتہ قدیم لیس بحرف ولا صوت
 هو المعنی فقط وان مدہبہم يجوز سمع ذلک المعنی الذی هو الکلام النفسی۔
 ہم انہی لفظی مکتوب فی المصاحف حادث ہے۔ اور نفسی قائم بذاتہ قدیم ہے۔
 میں نہ حرف ہے نہ صوت۔ بلکہ وہ محض معنی ہے اور ان کے نزدیک ان
 فی کی سماعت بھی جائز ہے۔ یاہیں معنی یہ کلام نفسی ہے۔
 سرانہم سب ابی منصور ماتریدی کہ ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں۔

کلامہ نشان۔ لفظی مکتوب فی المصاحف حادث و نفسی قائم بذاتہ
 لیس بحرف ولا صوت بل هو المعنی فقط۔ اس مذہب میں اشاعرہ
 مذہب سے صرف سماعت کا خلاف ہے وہ سمع جائز مانتے ہیں۔ یہ جمع

بھی نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ جو مسموع ہے۔ وہی کلام لفظی ہے۔ کذا فی البیان۔
(۲) تبسرا اندر ہر باب بعض متاخرین کا ہے اور ان میں صاحب موافق بھی ہیں وہ کہتے ہیں۔

ان کلامہ اشان لفظی مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور و هو
حادث و کلام نفسی قدیم عبارتہ عن لفظ و معنی لکن بلا ترتیب۔ ان
کے نزدیک مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور و حادث ہے اور کلام
نفسی عبارت ہے لفظ و معنی بلا ترتیب سے اور یہ قدیم ہے۔
(۳) چوتھا مذہب جلال روانی کا ہے وہ کہتے ہیں۔

انہ اشان لفظی قائم بالمصاحف و الصدور و هو حادث و نفسی
قائم بہ تعالیٰ قدیم عبارتہ عن لفظ و معنی مع ترتیب علمی۔ کلام
نفسی عبارت ہے لفظ و معنی مع ترتیب علمی سے اور یہ قدیم ہے۔
(۴) پانچواں مذہب خاں کا ہے وہ کہتے ہیں۔

ان کلامہ تعالیٰ فی الحقیقۃ واحد مرکب من حروف و اصوات قدیم
انما ان قال بعضهم و افراط یقدم الجلد و الغلاف فہم ینکرون
الکلام النفسی۔
(۵) چھٹا مذہب معتزلہ کا ہے۔ جو مسلمانوں میں ایک بہت سے فرقہ مانا گیا ہے۔
وہ کہتا ہے۔

ان کلامہ واحد مرکب من حروف و اصوات حادثہ لکن لیس بقائم
بذاتہ تعالیٰ بل بالغیر کالروح و فوقہ جبریل و النبی و شجرۃ مورثی۔
(۶) ساتواں مذہب کریمپ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

انہ کلام واحد مرکب من الحروف و الاصوات حادث لکن قائم بہ
تعالیٰ۔ فان فرق الشارح ینکرون ان کلام النفسی۔
یہ پچھلے تینوں فرقے کلام نفسی کے منکر ہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو بدایہ

تہذیب بحر النکاح۔ الہامہ اور الکفاہ وغیرہ میں دیکھیں یہاں تو ہمیں یہ بتانا ہے کہ
 ناظم فاطمہ رحمہ اللہ نے محدثہ جو فرمایا وہ حنا بلکہ کے مذہب کو روک کر لے کے لیے کہا
 ہے۔ اور قدیمہ اس لیے کہانا کہ کرامیہ کا رد ہو جاتا ہے اور صفت الموصوف بالقدیم
 معتزہ کا رد کرنے کی غرض سے فرمایا۔ اس لیے صحیح عقیدہ یہ ہے کہ قرآن باعتبار
 الفاہ حروف و صوت و کتابت حادث ہے۔ کہ اسے کلام لفظی کہتے ہیں۔ اور باعتبار
 معنی بلا صوت قدیم کہ اس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے۔ فاطمہ و مذہب۔

لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَهِيَ مُخْبِرُنَا

۹۲

عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَعَنْ إِرَمٍ

لم تفتقرین، نفی، محدثہ از اقتراں، متصل ہونا۔ نہیں ہیں قریب
 سے متعلق وہ آیات۔ بزمان، کسی زمانہ قریب سے۔ وہی،

واقعیہ، ضمیر الی الایات، حالانکہ وہ آیتیں۔ مخبرنا، خبر دیتی ہیں جس میں
 المعاد، المعاد المرجوع بعد الفناء یوم آخرت کی۔ وعن عاد، اور قعدہ عاد
 کی۔ وعن إرم، اور عاد ثانی ارم کی۔

ترجمہ۔ وہ آیتیں قرآن کریم کی کسی خاص قریب زمانہ کی خبر نہیں دیتی ہیں بلکہ
 آخرت کی خبر بھی دیتی ہیں۔ قعدہ عاد اول کی خبر دیتی ہیں۔ اور عاد ثانی
 ارم کے قعدے ساتی ہیں۔

شرح۔ اس بیت میں ناظم رحمہ اللہ یہ بتا رہے ہیں کہ ان آیات کو قدیم کہنے
 کی دوسری وجہ یہ بھی ہے، کہ یہ کسی زمانہ کے ساتھ عقیدہ نہیں کیونکہ

وجود قدیم وجود کائنات سے مقدم ہوتا ہے۔ اور بایں ہمدان آیات میں یہ کمال ہے۔
 کہ یہ جہیں حشر و نشہ اور قوم عاد اور جنت ارم وغیرہ کی بھی خبریں دیتی ہیں۔

زمانہ۔ منکلیں کے نزدیک اس سے مراد ہے جو متجدد معلومہ بقدر
 سے متجدد و آخر موجد ہو اور حکماء کے نزدیک زمانہ سے متجدد حرکت فلک

اعظم مراد ہے۔

یہاں نہ تفتون بزمان جو ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے معافی آیات قرآن
ہیں۔ مگر الفاظ اس لیے کہ الفاظ تو حادث ہیں صفتون بزمانہ نہیں۔ برخلاف
معافی کے کہ وہ کلام نفسی ہے۔ اور وہ صفت الہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی
صفت ان دونوں پر اجزاء نما نہ محال ہے۔

اور اخبار قرآنہ مبدا و معاد کے ساتھ جو ہیں مطلع کر رہی ہیں وہ ظاہر ہے عجیب
کہ ارشاد ہے۔ **وَلَوْ يَرَى الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نَظْفَةٍ فَاذًا هُوَ خَصِيمٌ**
مُتَبِينٌ وَخَسِرَ لَنَا مَكِيدٌ وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ حَسْبِيَ الْعِظَامُ وَهِيَ رَهْمٌ قُلْ
يُخَيِّدُكَ اللَّهُ الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ

اس آیت کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ یہ امتیاز بن خلع کے معاملہ میں نازل
ہوئی تھی۔ جب کہ اس نے حضورؐ سے خصم کیا اور ایک ٹہنی لگی مٹھی لایا اور کہنے
لگا یا محمد اتری اللہ تعالیٰ ہی ہذا بعد ہمارم فقال صلی اللہ علیہ وسلم
یبعثک ویدخلک النار۔ کیا یہ ٹہنی جو گل گئی ہے اسے اللہ زندہ کرے گا حضورؐ
نے فرمایا ہاں۔ تجھے مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کرے گا۔ اسی کو تو سن
کہ ہم میں فرمایا۔ **ثُمَّ زَيَّنَّاكُمْ يَوْمَ الْفَتْمَةِ تُبَعُّونَ** اور
أَتَكْسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ لَا يَجْمَعَ عِظَامُهُ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نَسْجُدَ بَنَاتُهَا اور آف
لہ کیا کوئی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نظریہ سے پیدا کیا تو وہ اعجازِ عزرائض کرنے لگا۔ اور
اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ اور کہتے تھے کہ پڑیوں کو
کون زندہ کرے گا جب کہ وہ بالکل ہر سیدہ ہو گئیں۔ آپؐ کو دیکھئے انھیں وہ زندہ کرے
گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا۔ (رہنمائی ص ۳)

۱۰۔ پھر قریب قیامت کے دن ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (رہنمائی ص ۱)
۱۱۔ کیا آدمی خیال کرتا ہے کہ ہم جس کی ہڈیوں میں ہرگز جمع نہ کریں گے کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ جس کی ہڈیوں
درست کر دیں۔ (رہنمائی ص ۱)

۱۲۔ تو کون نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور کھول دیا جائے گا ہر کون سیدہ
۱۳۔ ہیں۔ بے شک ان کا رب ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔ (رہنمائی ص ۱)

يَعْلَمُ اِذَا بُعِثَ رَافِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ عَلِيمٌ
 وغیرہ وغیرہ آیات میں اخبارِ بعثت و نشر ہیں۔ اور گزشتہ واقعات کی خبریں عن عاد
 و ثامی یعنی قوم عاد کی خبریں بھی قرآن کریم و تفسیر میں چنانچہ والی عاد اذ اہم ہودا میں قبیلہ
 عاد کا ذکر ہے۔ یہ علاقہ یمن میں ایک قوم تھی ان کا قبضہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی آبادی
 عمان و حضرموت تک پھیلا کر بہت پرستی کا سلسلہ شروع کیا۔ اور صدراعہود و بہاء شد اٹھائے
 اللہ تعالیٰ نے اُن پر حضرت ہود علیہ السلام مبعوث فرمائے۔ آپ قوم عاد کے مشرکوں
 میں سے تھے حسب و نسب میں قوم سے افضل ترین تھے۔ تو قوم نے آپ کو بھلایا
 اور مخالفت شدت سے شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر بارش تین سال تک بند کی
 یہاں تک کہ یہ بھوکوں مرنے لگے تو انھوں نے حسب قاعدہ قوم بیت اللہ کی طرف
 توجہ کی اور وہاں جا کے دعا مانگنے کے لیے مشر آدمی منتخب کیے۔ حسب یہ مکر معظم میں
 داخل ہوئے تو رہیں قافلہ قبل ابن عمر نے دعا کی اللہم اسق عاد اما کنت تستقیم
 الہی عاد پر بارش کرو گے جن پر تو نے امساک کر رکھا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یمن میں ابرہہ کا فرما دیا۔ ایک سپہ سالار ایک سرخ سیاہ اور
 آسمان سے ندا آئی یا قبیل اذخر لنفسک و لقوہک اسے قیل پئے اور اپنی قوم کے
 جیسے ان تینوں میں سے ایک ابرہہ منظور کر۔ قیل نے کہا میں کالا ابرہہ اختیار کرتا ہوں کہ وہ
 زیادہ پانی والا ہوتا ہے۔ چنانچہ کالا ابرہہ کلا اور ان کی آبادی کی طرف چلا گئی کہ تمام آبادی
 پر گر گیا۔ اور قوم خوش ہو کر کہنے لگی ہذا عارض منقطع نایہ ابرہہ ہے جو ہم پر برسے گا۔
 یک لخت اس سیاہ ہوا میں سے باد تہرنگی اور اتنی شدید چلی کہ تمام بیت پرستوں
 کو ہلاک کر دیا۔ اور حضرت ہود اور جو آپ پر ایمان لائے انھیں نجات مل گئی۔ یہ قصہ
 عاد کا قول ہے۔ اور عن ادم جو فرمایا ہے۔ اس سے وہ سرکش قوم مراد ہے جسے عاد ثامی
 کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر سورہ فجر میں ہے۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ دَعْوَانَا اِذْ نَادٰیكَ اِذْ نَادٰیكَ اِذْ نَادٰیكَ

۱۲۵ ع اور قوم عاد کی عظمت ان کے بھائی ہود کو پھیلا دیا۔ ۱۲۵ ع
 کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد یعنی قوم ادم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جو کے قدم
 کفایت متوفیوں جیسے تھے جن کی طرح (زور و قوت) ان کے قدموں میں پیدا نہ ہوا۔ ۱۲۵ ع

الْعَمَادِ الْبَنِي كَوْثَرًا مِثْلَ الْبَنِي الْبَلَدِ - اس کا مفصل ذکر تفسیر پیشاپوری میں اس طرح
 مذکور ہے۔ کہ عاد بن ارم کے دو بیٹے تھے ایک شہداد و دوسرا شہید۔ یہ دونوں دنیا کے
 بادشاہ تھے۔ پھر شہید مر گیا اور شہداد تمام سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اُس کی عمر اُس وقت نو سو
 برس کی تھی۔ اُسے زیادہ تر شوقِ کتب و بیانی کا تھا۔ ایک روز اُس نے جنت کی تعریف کتاب
 میں پڑھی تو اُس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ جس قسم کی جنت جنت کی نہیں۔ نمبر چھی ہے۔
 ایسی عمارت بنواؤں۔ غرض کہ اپنے لشکر سے ایک جماعت بائیں غرض روانہ کی کہ وہ ایک
 ایسا صحرا تلاش کریں۔ جس میں لطیف ہوا ہو۔ اور وہاں چتر ہوں۔ پانی کافی ہو۔ و نہت
 سرسبز و شاداب ہوں۔

یہ جماعت تلاش کرتے کرتے ایسے جنگل میں پہنچی جہاں اس قسم کی تمام تعریفات
 پائی جاتی تھیں۔ اور یہ جنگل مقامِ عدن میں انھیں ملا۔ انھوں نے اطلاع دی۔
 شہداد نے اطلاع پاتے ہی اپنے وزیرِ دولت کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جواہرات اور
 سونا چاندی جمع کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے جمع کیا۔ اور اتنا جمع کیا کہ بے حساب
 جمع ہو گیا۔

شہداد نے وہ سب سامان ارضِ عدن پر بھیج دیا اور ایک لاکھ معمار مقرر کر دیے کہ
 سمئے اور انھوں نے بنیادیں ایک اینٹ سوئے کی ایک چاندی کی لگا کر چار دیواری
 مکمل کر دی۔ اور اُس میں بڑے بڑے ستون زبرجد سبز کے اور یاقوتِ احمر کے قائم کیے
 ورنہ کے اوپر بڑے بڑے محل تعمیر کرائے۔ اور اُن محلوں میں کھڑکیاں برجیاں روشنی
 کافی رکھتے۔ اور بڑے بڑے صحن بالاخانوں میں بنوائے اور شہر نشینِ قلعہ و رہی کے لئے
 بنوائے گئے۔ اس بادشاہ کے ایک ہزار و زائد تھے۔ اُس نے ہر وزیر کے اپنے قلعہ کے
 گرد و ایک ایک قصر تعمیر کرایا۔ اور اُس کے پیچھے شہر سی چاندی کی بنوائیں اُس میں دودھ بھرا
 شراب پھر گرائی شہر سے مملو ہو گیا۔ غرض کہ تیس سو برس میں اس عمارت سے فارغ ہوا۔
 تو شہداد نے تمام وزراء و اتباع و انصار جمع کیے اور باستان و شکوہ مقامِ عدن کہ
 روانہ ہوا۔ جب مقامِ ارم ایک دن ایک رات کے بعد چودہ گویا تو اللہ تعالیٰ نے ایک

نَزَّحَ اس پر ڈولائی کر سب وہیں ہلاک ہو گئے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُهْلِكْ بَعْدَ اِيَّاكَ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْكَ مَنْ لَا يَخَافُكَ۔

دَامَتْ لَدَيْنَا فَاقَتْ كُلَّ مُعْجَزَةٍ
مِّنَ النَّبِيِّينَ اِذَا جَاعَتْ وَلَمْ تَدْمِ

۹۳

حل لغات **دامت**، باقی ہوئی، ہمیشہ رہی وہ آئیں۔ **لَدَيْنَا**، ہمارے سامنے۔ **ففاقت**، فاقت غنقت، توفیق حاصل ہو گئی۔ **کل معجزۃ**، ہر معجزہ پر۔ **من النبیین**، تمام انبیاء کرام کے۔ **اذا جاعت**، جب کہ وہ معجزہ لائے۔ **ولم تدم**، مگر ہمیشہ نہ رہے۔

ترجمہ معجزہ قرآن ہمارے پاس ہمیشہ کے لیے ہے تو یہ معجزہ تمام انبیاء کے معجزوں سے فائق ہے اس لیے کہ وہ معجزے جو انبیاء لائے وہ ہمیشہ نہ رہے۔

شرح آیات قرآنہ ہمارے پاس ہمیشہ رہیں گی۔ اور یہ ہمارے حضور کے معجزات ہیں سے ایک زندہ معجزہ ہے جو تمام انبیاء کے معجزوں پر فائق ہے۔ چونکہ اُن کے معجزے جوائے وہ ہمیشہ نہ رہے۔ اور یہ معجزہ قرآن اثبات نبوت کے لیے اعظم معجزات سے ہے جو تاقیام قیامت باقی رہے گا۔ اور وقت نزول سے آج تک اور آج سے قیامت تک کوئی مبلغ و فیض ایسا نہیں گزرا جس سے قرآن کریم نے اپنے مقابلہ کا مطالبہ نہ کیا ہو اور اُس نے نیچا نہ دیکھا ہو۔

بڑے بڑے فصحاء اس کی پھولی جی سورت کے جواب میں گوئیے ہو گئے۔ اور جواب نہ دے سکے۔ اور عجائبات قدرت الہیہ سے ایک یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس نے قرآنی آیات کا مقابلہ کرنا چاہا وہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے ایسا بدحواس و اذخود بنت ہوا کہ اس کے مقابلہ کا مضہوں ہے عقل پہنوں کی عبارتوں سے بھی گیا گزرا ہوا۔

سے ائمہ جہان اپنے غلاب سے ہلاک نہ کر اور ہم پر اس کو مستعد نہ فرما سکرے غوث شہد

مسئلہ کذاب کے چند پریشان مضمون ملتے ہیں جو اُس نے دعویٰ نبوت کر کے قرآن کریم کے مقابلہ میں بیان کیے۔ چنانچہ السوتر کیف فعل و بک باھب الغیل کے مقابلہ میں اُس نے کہا۔ الغیل ما الغیل عنقه قصیر و ذنبه طویل۔ اور اُس نے وحی کا دعویٰ کیا اور بتایا کہ مجھ پر یہ وحی آئی ہے۔ یا صنفہ بنت صنفہ اعلاک فی الماع و اسفلک فی الطین لا یشارب تمنعین ولا الماع نکدرین۔ یعنی اسے بینڈک بینڈک کے بیٹے تیرا اوپر کا حصہ پانی میں ہے اور نیچے کا حقیقی کچر میں۔ پینے والا تجھے منع نہیں کرتا اور پانی کو تو میلانہیں کر سکتا۔

اور یہ وحی بھی مسئلہ کذاب کی ہے السوتر الخی دبت کیف فعل و بک باھب الخرج منها نسمة تسعی بین صفای و حشی۔ یعنی کیا نہیں دیکھا تو نے اپنے رب کو کہ کیا کیا اس نے حائر کے ساتھ کو نکالا اُس سے وورثا ہوا بیچ جھلیوں سے اور اکتول میں سے۔ اور شہوتناک نفس وحی بھی اُس پر نازل ہوئی۔ ان الله خلق للنساء افرجا وجعل الرجال لهن من ارجاءهن فیهن ایذا جاعتمن خرجها و انشاء اخر ارجا فلنحسب لنا اسخالا انتاجا۔ لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

اور اس پر سخت تعجب اس کیمرح پاس عربی دان علامہ پر ہے جو جماعت علماء کا قاتل و عظم ہوا اور اپنے تذکرہ میں صاف لکھ مارا کہ مسئلہ کذاب کا قرآن جس کی چند پریشانیاں آئیں ملتی ہیں۔ اس قرآن سے (معاذ اللہ) کسی اسلوب میں کم نہیں بخیر اللہ و سے اور اس قوم کو آنکھیں دے جو اس کے دامن تذبذب میں پھنس گئے ہیں۔

تعریف معجزہ

و المعجزة امر خارق للعادة يظهر علی ید من بدعی النبوة عند تحدی المنکوبین علی وجه یعجز عن اتیان مثله۔ معجزہ ایک ایسے خارق حادث امر کو کہتے ہیں جو منکوبین کے انکار کے وقت مدعی نبوت سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے سے مخالفین عاجز آجاتے ہیں۔

اب جو امور خارق عادت ہیں اُن کی اکٹھ قسمیں نکلتی ہیں۔ اور وہ مومن سے بھی ظہور میں آتی ہیں اور کافر سے بھی۔

اولیٰ۔ جو نبی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا قبل بعثت یا بعد بعثت۔

قبل بعثت جو امور ظاہر ہوتے ہیں اُسے ارباصات کہتے ہیں جیسے حضور کے ولادت کے وقت ظہور میں آئے۔ اور بعد بعثت جو ظہور میں آئے اُسے معجزہ کہتے ہیں۔

دوسرے اگر وہی سے خارق عادت امور ظاہر ہوں تو انھیں کرامات کہتے ہیں۔ جو حق کسی صالح سے ظاہر ہوں تو اُسے معونت کہتے ہیں۔

پانچویں۔ کسی فاسق سے ظاہر ہوں تو اُسے استدراج کہتے ہیں۔

پھر اگر یہ امور خارق عادت تعلیم و تعلم سے ظاہر ہوں تو وہ سحر کہلاتا ہے۔ اور اگر بلا تعلیم و تعلم ظاہر ہو تو وہ ابتلا کہلاتا ہے جیسے فرعون اور وہال سے ظہور میں آئے اور ان کے اور اگر کسی ایسے امر کا ظہور ہو کہ چاہتا کچھ تھا اور ہوا اُس کے خلاف۔ اُسے الہامت کہتے ہیں۔ جیسے مسیح کے واقع میں ہے۔ کہ اُس نے دعا کی ایک عورت کے لیے کی اُنکھ صبح ہو جانے کی تو اُس کی دوسری آنکھ بھی کھل گئی۔

مولانا حسن و سلم دائماً ابدی علی حبیبک خیر الخلق کلہم
تھے گئے یوں ہیں بے نیچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زبان نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

مُحْكَمَاتٌ فَمَا يَبْقِيَنَّ مِنْ شَيْءٍ

لِذِي شِقَاقٍ وَلَا يَبْقَيْنَ مِنْ حَكْمٍ

(۹۴)

محکمات بصیغہ مؤنث مفعول۔ از حکیم۔ حاکم بنانا۔ آیات قرآن
حل لغات فیصد وینے والی اور حکم سنانے والی ہیں۔ فیما، پس نہیں

بیغین، صیغہ جمع مؤنث غائب از مضارع۔ از بقا۔ باقی رکھنا۔ باقی رہا۔ من
شبہ، کسی قسم کے شبہ سے۔ (لذی شقاق، اختلاف۔ واسطے اُس کے
جو اختلاف کرے۔ ولا بیغین، صیغہ جمع مؤنث غائب۔ یعنی طلب۔ اور
نہیں طلب کرتیں۔ من حکم فیصلہ کرنے والے کو۔

آیات الہیہ خود حاکم اور ایسا فیصلہ کرنے والی ہیں کہ اختلاف کرنے
تو ترجمہ والے کے لیے کوئی شبہ باقی نہیں چھوڑتیں۔ نہ اُن کے فیصلہ میں کسی
منصف کی حاجت رہتی ہے۔

محکمات، جمع محکم کی ہے یہ لغت میں بمعنی ایسے یقین قوی کے
شرح آگاہ ہے کہ اس یقین کو کوئی قوت منہدم نہ کر سکے۔ اور اصطلاح اصول
میں محکم اُسے کہتے ہیں کہ جو حکم ظاہر آیت سے ملے وہ متخلی نسخ و تغیر نہ ہو۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناظم فہم نے فقط آیات محکمات کی یہ شان بتائی یا
اُن کے نزدیک تمام آیات محکمات ہیں۔ اگر صرف آیات محکمات کی یہ شان ہے تو بغیر
آیات کی کیا شان ہے۔ انھیں بتانا ضروری ہے۔ اور اگر تمام قرآن کی آیات محکم ہیں
تو پھر اصولیوں نے محکم بمفسر نفس۔ ظاہر حقی۔ مشکل۔ مجمل۔ متشابہ۔ یہ اقسام کیوں رکھے
علامہ خرپوتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ الحمل باعتبار معناه اللفوی
لا اصطلاحی یعنی محکمات جو ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ وہ بمعنی لغوی فرمایا ہے
نہ کہ اصطلاح اصول کے ماتحت۔

ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کی بھی مخالفت لازم آئے گی وہ فرماتے ہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى عَشْرَةِ أَقْسَامٍ۔ بشیراً و
نذیراً وناصحاً و منسوحاً و محکماً و متشابہاً و موعظةً و مثلاً و حلالاً و حراماً۔
فمن استبشیر ببشیرہ و انذر بنذرہ و عمل بمنامحہ و امن بمنسوخہ و
اقتصر علی محکمہ و ذکر متشابہاتی عالمہ و اشغط بعظمتہ و اعتبر بمثلہ
و احل حلالہ و حرم حرمہ فاولئک من المؤمنین حق لهم الدرجات العلی مع

التبيين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا وهو وارثي ووارث الانبياء
قبلي ولا يزال في كنفه تعالى وحيثما تلا القرآن هشيته الرحمة ونزلت
عليه السكينة ويحشرني زموتي وتحت لوائى

تو خلاصہ مفہوم بیت یہ ہوا کہ قرآن کریم کسی حکم زائد کا وضوح قوانین کے لیے محتاج نہیں
بلکہ تمام احکام و قوانین اور قواعد اس سے ماخوذ ہیں اور کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن کریم
پر غالب آسکے اور اس بیت مبارک میں تعلیم اس آئی کہ میری طرف بھی اشارہ ہے۔
هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ
مُتَشَابِهَاتٌ

مَا حُورِبَتْ قَطُّ الْأَعَادُ مِنْ حَرْبٍ
أَعْدَى الْأَعَادِي إِلَيْهَا مُلْقَى السَّلَامِ

(۹۵)

نہو ریت، ماضی مؤنث مجہول از عار ب۔ لڑائی کرنا۔ ماء، تافیه،
حل لغات نہیں لڑائی کی گئی۔ قط، اسم ظرف زمان۔ کبھی۔ الا، حرف استثناء۔
مگر۔ عاد، از عود، بمعنی الرجوع، لوٹا۔ من حرب، بفحشین الغضب

۱۔ قرآن (مضامین کے اعتبار سے) دس قسموں پر نازل ہوا ہے۔ ۱۔ خود بخوبی دینے والا۔ ۲۔ ڈر لے والا۔
۳۔ ناسخ۔ ۴۔ فسوخ۔ ۵۔ حکم۔ ۶۔ متشابہ۔ ۷۔ نصیحت۔ ۸۔ مثالیں۔ ۹۔ حلال۔ ۱۰۔ حرام۔ جو شخص اس کی
بشارت پر غور کرے، اس کے دل نے سے ڈر گیا، اس کے ناسخ حکم پر عمل پیرا ہوا، اس کا فسوخ آیات پر ایمان لے آیا اس
کا حکم آیات کے کھنچے پر انفاق کیا، تشابہ آیات کو اس کے جاننے والے پر ٹوٹا دیا، اس کی نصیحتوں سے نصیحت حاصل کی
اس کی مثالوں سے عبرت لے کر ایسی اصلاح حاصل کر لیا اور اس کے حرام کو حرام سمجھا وہ کچے مومنوں میں سے ہے۔ ایسے
لوگوں کے لیے نبیوں، شہیدوں اور بزرگوں کے ساتھ جنت میں بلند مرتبے ہیں اور وہ بہت اچھے رفیق ہیں۔
وہ مومن میرا اور مجھ سے پہلے تمام انبیاء کا وارث ہے اور وہ ہمیشہ اللہ کے ساتھ ہیں جب وہ تلاوت کرتا ہے
اسے اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اسے اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے، اور آخرت میں اس کا اجر و نفع
میرے گروہ میں اور میرے جنت کے نیچے ہوگا۔ ۱۲

سکھ دیتی ہے جس کے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی

اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔

والغیظ، غضب ناک ہو کر۔ اعدی، اسم تفضیل من العداوة، بہت عداوت کرنے والا۔ الاعدی، جمع اعداء وہی جمع عدو، دشمنوں میں سے۔ الیہا اس قرآن کے ساتھ ملقی، اسم فاعل من التلقی بمعنی متلقیا و مقبلا الیہا ملنے والا المسلم، سلامتی سے۔

ترجمہ قرآن کی آیتوں سے کبھی سخت سے سخت دشمن نے محاربت نہ کیا مگر یہاں غضب ناک ہو کر لوٹا یا سلامتی سے اُسے قبول کیا۔

شرح یعنی آیات قرآنیہ سے کبھی کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ مگر یہ تو بہت دھرم سے چھٹا بگڑا جواب ہوتا چلا گیا یا صلح اور انقیاد کر کے اپنی عاجزی

کا اعتراف کر لیا۔ ابی مقفع نے جواب دینے وقت کا ارفع اللسان (سب سے بڑا فصیح) تھا فقرے لکھے اور چاہتا تھا کہ مقابلہ پیش کرے کہ کسی قاری کو اس نے یہ آیت پڑھنے ستیا ارض ابلعی ما تلت ویاسبما اقلیٰ وغیض الماء وقضی الامر واشتوت علی الجودی وقیل بعد الفقوم انطا لیبی۔ بس فوراً نادم ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم کوئی شخص قرآن کی فصاحت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ولید بن مغیرہ قریش میں میدان فصاحت کا بڑا شہسوار مانا جوتا تھا۔ ایک روز حضور کی خدمت میں بقصد معارضہ آیا۔ اور خیال کیا کہ حضور سے بلاغت میں مقابلہ کروں گا۔ تو حضور سے عرض کرنے لگا ابراء علی کچھ پڑھئے۔ حضور نے یا موبأعدال والاحسان وایما ذی القربی ویطی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون تلاوت فرمائی۔ ولید نے دوبارہ پڑھنے کی

لے اور حکم فرمایا کہ اسے زمین اپنا پانی شکل لے اوداسے آسمان ختم رہا۔ اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کو جو ہودی پر بٹھری اور فرمایا گیا کہ بے انصاف لوگ رحمت سے دور ہیں۔ (پ ۷ ع ۳)

مے بے شک اللہ تعالیٰ صل وانصاف، احسان و اذالی قرابت کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور منع کرتا ہے بے حیائی ہری بات اور سرکش ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس لیے نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت قبول کرو۔ (پ ۷ ع ۱۶)

درخواست کی حضور نے دوبارہ پڑھا تو ولید یہ کہنا ہوا چل دیا واللہ ان لہ الحلاۃ
وان علیہ اطلاقہ وان اعلاہ لما نزل وان اسفلہ لم یعدق ما یقول
ہذا انفسہ۔

خدا کی قسم اس کی شیرینی اور تازگی مخصوص ہے اس کا ظاہر پھر پھیل دیا اور اس
کا باطن منفق (خوشگوار) ہے۔ یہ انسان کا کلام نہیں۔ یہ کہا اور خاموشی سے چل دیا یہی
بن حکیم نے قرآن کریم کے مقابلہ کا خیال کیا اور سورۃ اخلاص پر کچھ لکھنا چاہا مگر فصاحت
کلام اور بلاغت مضمون نے اتنا مرعوب کیا کہ تائب ہو گیا۔ غرض کہ جو مقابلہ میں آیا
وہ مہربوت ہو کر ہی واپس لوٹا۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی کہتے یہ گناہیں اُسے منظور پڑھانا تیرا
مٹتے مٹتے ہیں مٹ جائیگے ادا تیرے نہ ملتا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

رَدَّتْ بِلَاغَتِهَا دَعْوَىٰ مُعَارِضِهَا
رَدَّ الْغَيُورُ يَكَا الْجَانِي عَنِ الْحَرَامِ

(۹۶)

رَدَّتْ، اسے منعت و دفعت، رد کر دیتی ہے۔ بلاغتہا۔
حلّ ثلثات قرآن پاک کی بلاغت۔ دعویٰ، دعویٰ۔ معارضہا، معارضہ
ہے۔ رد الغیور، رد کرنا از روئے غیرت۔ ید الجانی، مثل ہاتھ غیرت
کے۔ عن الحرام، پردہ نشین ہے۔

قرآن کی بلاغتیں دعوائے کرنے والے کو روک دیتی ہیں ایسے جیسے
غیرت مند عورت غیر محرم سے پردہ کرتی ہے۔

مفہوم بیت واضح ہے یعنی آیات قرآنی نے اپنے مقابلہ کرنے والے
کو ایسا رد اور ہیکار کر دیا ہے۔ جیسے ایک غیرت مند فاسق گناہگار
کے ہاتھ کو اپنے اہل محارم سے دفع کرتا ہے۔ غرض اس تشبیہ سے مباغذ دفع میں
ہے۔ خلاصہ یہ کہ کوئی معارضہ مقابلہ تو کیا کرتا۔ اس ارادہ کے قریب بھی نہ آسکا۔

لَهَا مَعَانِ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدٍ وَفَوْقَ جَوْهَرَةٍ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيمِ

لہا، ضمیر آیت قرآنیہ کی طرف راجع ہے، ان آیتوں میں معان
عل لغات | یعنی مقاصد و مقائل، معنی و مقاصد۔ ایسے ہیں۔ کموج البحر۔ بقال

ماج البحر۔ یعنی اضطرب و يقال لكل فرقة ماء ارتفعت منه وھما عدم
النهاية، مثل موج دریا کے۔ فی مدد۔ المدد بفتح تین۔ بمعنی النصرة

والعون۔ جہرے درپے اٹھتی ہیں۔ وفوق۔ اور اوپر ہے۔ جوہرہ۔ جوہر
البحر ما يستخرج منه من اللؤلؤ والمرجان۔ جواہرات اور موتیوں کے اُس
کے۔ فی الحسن، حسن میں۔ والقیم۔ جمع قیمت۔ اور قیمت میں۔

قرآن کی آیتیں اپنے اندر مثل موج دریا کے معنی رکھتی ہیں اور ہند کے
ترجمہ | موتیوں سے قیمت ہیں اور حسن میں ناز ہیں۔

بالفاظ دیگر یوں سمجھا جائے کہ آیات قرآنی کے اس قدر معانی ہیں کہ کثرت
شرح | وغایت میں انھیں مثل امواج بحر کہنا چاہیے۔ لیکن قیمت اور حسن و خوبی

کے اعتبار سے دریا کے جواہرات اُس کا مقابلہ قیمت میں کر سکتے ہیں نہ حسن میں۔ اور
یہ امر ظاہر ہے کہ جواہرات اگرچہ کہتے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں مگر اُن کی ایک قیمت ہوتی ہے۔

بخلوات آیات الہیہ کے کہ اُس کے معانی و محاسن کی کوئی قیمت کر ہی نہیں سکتا۔ اسی قدر
میں بعض اہل مال نے فرمایا۔ فوظھرت حقيقة معانيها لم تطلق سلطات

نورھا السلطوات والارضی اگر قرآن کریم کی حقیقت معانی ظاہر ہو جائے تو اُس کی
سلطوت دوزی کی تاب آسمان وزمین نہیں لا سکتے۔

عمر قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ تَوَاسَّلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَمْ يَبْلُغْ
لے اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارنے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف

مَقْصِدًا عَامًّا خَشِيَّةَ اللَّهِ لَكِنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَسْتَرَا نَزَاتُكَ الْحَقِيقَةُ بِكُسُوتِ
صُورَةِ الْحُرُوفِ لِنُطْقِهَا الْقُلُوبَ وَالْأَلْسُنَ فَكَمَا أَنَّ شُرُوفَ الْإِبْدَانِ إِنَّمَا
يَكُونُ بِشُرُوفِ الْكَارِوَاحِ فَكَذَلِكَ شُرُوفُ الْحُرُوفِ إِنَّمَا هُوَ بِشُرُوفِ مَعَانِيهَا
اللَّهُ تَعَالَى نَسِيَ اس حَقِيقَتِ بِرَبَّاسِ حُرُوفِ كَأَنَّهُ ذَالِ وَيَا تَا كَرِ قُلُوبِ وَلسَانِ اس
كَاتَحَلَّ كَرَسِكِينَ۔ گویا جس طرح بدن کی شرافت شرافتِ روح کے ساتھ ہے اسی طرح
حُرُوفِ قرآن کی عظمت شرافتِ معانی کے ماتحت ہے۔

حَقُّهُ سَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسِيَ قَرَّيَا۔ اِنَّ الْقُرْآنَ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ قِيلَ لَكُمَا لَ
لَذَنَدٌ وَنَهَابِيَّةٌ حَلَاوَتُهُ وَلَمَافِيهِ مِنَ الْاَسْرَارِ الْعَجِيبَةِ وَالْبَدَائِعِ الْغَرِيبَةِ
وَالْاَسَالِيبِ الْمُسْتَحْصَنَةِ وَالْعَجَائِبِ الْمُسْتَكْمَلَةِ۔ یعنی قرآن کریم سے علماء کا جی
نہیں بھرتا۔ اس کی عظمت میں کہا گیا کہ علماء کو سیری نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام کی
کمال لذت اور نہایت حلاوت کو وہ جانتے ہیں۔ اور جو کچھ اس میں اسرار عجیبہ اور بدائع
غریبہ اور اسالیب مستحسنہ اور عجائبات مشککہ ہیں اسے بھی وہی جانتے ہیں۔ چنانچہ
اُگے فرماتے ہیں۔

مَوْلَانِی صَلَّى دَسْلَمُ دَاثِمًا اَبَدًا عَلَّيْ حَبِيبِكَ خَيْرُ الْخَلْقِ كَلَامُ!

فَمَا تَعَدُّ وَلَا تَحْصِي عَجَائِبُهَا
وَلَا تُسَاطِرُ عَلَى الْاِكْثَارِ بِالسَّاهِ

(۹۸)

حَلِّ لُغَاتِ
فَمَا تَعَدُّ، از عدد۔ واحد و احدا۔ پس نہیں گنتی کی جا سکتی۔
وَلَا تَحْصِي، از احصا، جملہ جملہ، اور نہیں احاطہ کیا جا سکتا۔
عَجَائِبُهَا، آیات قرآن کے عجائبات کا۔ وَلَا تُسَاطِرُ، اسے لا تترک۔ از ساطر
الساخر۔ جانور کو بے شمار چرنے کے لیے چھوڑنا۔ اور نہیں چھوڑی جا سکتیں وہ آیتیں۔
عَلَى الْاِكْثَارِ، از کثرت، زیادہ ہونے کی وجہ سے۔ بِالسَّاهِ، ملول ہونا، تنگ
آنا، تنگ کرنا، تنگ کرنا۔

ترجمہ آیات قرآنہ کے عجائبات بے گنتی سے شمار ہیں۔ مگر ان کی کثرت کا شمار چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتا اور بے گنتی ہونے کی وجہ میں گنتی والا ٹھکانا نہیں۔ اور طبیعت طول نہیں ہوتی۔

شرح قرآن کریم کے لطائف جس قدر زیادہ کھنتے جاتے ہیں۔ اسی قدر شوق اذدادت اُزداد شرح قاریہا۔ بلکہ جتنا زیادہ معلومات کا دریابھیلے پڑھنے والے کی فرحت اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں فرمایا: **وَلَوْ أَنَّ مَاءَ فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَفْلَا قَدْرُوا الْبَحْرُ سُبْحَانَ الَّذِي يَبْدَأُ السَّمْعَةَ الْخَمْرَ مَا لَهْدَفَ الْكَلِمَاتِ اللَّهُ**۔ بعض حکماء نے فرمایا۔ لکن ایہ سبعون معنی۔ قرآن کی ہر آیت کے ستر معنی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان ہذا القرآن ذو شجون و قون و ظہور و بطون لا تنفصی عما شہدہ۔ یہ قرآن کریم فوشجون و قون ہے۔ اس میں ظہور و بطون ہیں اس کے عجائبات پر عبور نہیں ہو سکتا۔

**قَرَّتْ بِهَا عَيْنٌ قَارِيَهَا فَقُلْتُ لَهُ
لَقَدْ ظَفَرْتُ بِحَبْلِ اللَّهِ فَأَعْتَصِمُ**

(۹۹)

حلی لغات قوت، ماضی مؤنث انقرا آنکھوں کی خشک۔ ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ بہاء اُس قرآن سے۔ عین، آنکھ۔ قاریہا، پڑھنے والے کی۔ **فقلت** کہ، تو میں اُس کو کہتا ہوں۔ **لقد** بیشک۔ **ظفرت**، کامیاب ہو گیا۔ **بحبل اللہ**، اللہ کی رستی کے ساتھ۔ **فأعتصم** مضبوط پکڑے رہ۔

لے اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلعیں ہو جائیں اور سمندر کی سیاہی ہو اس کے علاوہ سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی بے شک اللہ عزت و جلال والا ہے۔ (الحج ۱۱)

ترجمہ پڑھنے والے کی آنکھیں اس کے پڑھنے سے ٹھنڈی ہوتی ہیں اور
 ابیں اُسے کتنا ہوں کہ توفیق پاب ہو گیا، اس اللہ کی رسی کو پکڑے رہ
شرح مقصود ناظم فہم پر ہے کہ اس قرآن کریم میں کچھ ایسی حلاوت ہے
 کہ اس کا پڑھنے والا سرور و مخلوط ہوتا ہے۔ تو چونکہ اس کی تلاوت
 موجب نجات ہے۔ اس لیے مبارک باد دے کر فرماتے ہیں۔ کہ نفس المارہ پر تو خوب
 کامیاب ہوا۔ دوسرے اس بیت میں تلخیص اس حدیث کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا
 ہے جو حضور نے فرمایا۔

انی قد شرت فیکم ما ان اعتصمتم بہ ظنن تصلو ابدا کتاب اللہ وسنة
 رسولہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم نے اُسے مضبوط پکڑا
 ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور فرمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قولہ
 وهو جبل اللہ المبین وهو الذکر الحکیم وهو الصراط المستقیم۔ وہ قرآن و حدیث
 اللہ کی مضبوط رسی ہے وہ حکمت والا ذکر ہے۔ وہ مضبوط مستقیم راہ ہے۔ علامہ
 شاطبی فرماتے ہیں۔

وقارہ المرضی قرمٹالہ کالترج حاسبہ مریحا و مولا
 وبعد فحبل اللہ فیما کتابہ فجاہد بہ حبل العدی متجدا

اِنْ تَتْلُهَا خِيفَةً مِّنْ حَرِّ نَارٍ لَّظِي
 اَطْفَاتٍ حَرَّ لَّظِي مِّنْ وَرْدِهَا الشَّيْطَانِ

(۱۰۰)

حل لغات ان، شرط، اگر۔ تَتْلُهَا، اصلہ تَتْلُوْهَا۔ فسقط
 الود للجزم۔ پڑھے تو ان آیتوں کو۔ خِيفَةً، خوف و خشعہ۔

خوف و خشعہ میں۔ من حر، گرمی۔ لظی، لظی، علم من اعلام جہنم، نار جہنم سے۔
 اَطْفَاتٍ، ٹھنڈا کر دے۔ حر، گرمی کو۔ لظی، جہنم کے۔ من وردھا۔

اشارت علی لہجہ اسی المورود فالمراد ہلہنا منہ الماء آب رحمت۔

الشیم، بفتح المعجمه وکسر الموحدة ۱۰۱۰ البارد۔ سرد۔

ترجمہ اگر تو ان آیات قرآنیہ کو نار جہنم کے خوف سے تلاوت کرے تو اس کے سرد چشمے دوزخ کی گرمی بجھا دیں۔

شرح لفظی جہنم کے ناموں سے ایک نام ہے اور تمام اسماء جہنم کے لفظی نام اختیار فرمانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حرارت

لفظی شدید ترین ہے بر نسبت تمام درکات جہنم کے جیسا کہ شارح نے توضیح فرمائی اور من و دہا بکسر الواو اگر پڑھیں تو پانی مراد ہوگا۔ اور اگر من و دہا بفتح

واو پڑھا جائے تو ورد قرآن مراد ہوں گی۔ یعنی قراۃ قرآنی ہر دن علی سبیل الدوام اور شیم بمعنی باروستہ۔ یعنی دافع حرارت۔ تو حاصل معنی یہ ہونے کا اگر تو

آیات قرآنیہ کو خوف و خشیتہ نار لفظی دوزخ کی آگ کے ڈر سے پڑھے تو اس آگ کو من و دہا کی ملازمت بجھا دیتی ہے۔ اس لیے کہ ورد القرآن الیافع حرارۃ النیران و

قرآن کریم دافع حرارت نار ہے۔ اور فقہاء نے فرمایا الا فضل فی قراۃ القرآن ان یقرأ من المصحف

لا عن ظہور قلب لان فی امساك المصحف عمل الید وکذا فی حملہ و فی نظره عمل البصر و یعین علی تأمل معانیہ و لہذا کان اکثر النسخ یقرؤون من المصحف قرائت قرآنی نہیں افضل یہ ہے کہ مصحف میں پڑھے نہ کہ

لے بنا کر کے۔ اس لیے کہ مصحف کو لینا عمل بالید ہے۔ ایسے ہی اس کا اٹھانا اور پڑھنا بھی عمل بالبصر ہے۔ اور معنی پڑنا مل و نور کر کے میں معین ہوتا ہے۔ اسی بنا پر صحابہ

کرام اکثر قرآن کریم دیکھ کر پڑھتے تھے۔

حضرت علی کریم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ثلاث یزودن فی الحفظ و یدفعون البلیغ المسواک و الصوم و قراۃ القرآن۔ تین باتیں بلیغ کی دافعت ہیں اور

حافظہ کو قوی کرتی ہیں۔ مسواک روزہ اور قرآن کریم کی تلاوت۔ اور اہل علم نے فرمایا انظر الی العباد و الفقہاء عبادۃ کا لفظ الی الکعبۃ۔ علماء کی طرف اور

قرآن پاک کی طرف دیکھنا ایسی عبادت ہے جیسے کعبہ کی طرف دیکھنا۔
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَتْلُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُبْخِرُ عَلٰی تِلَاوَةِ
 کُلِّ حَرْفٍ عَشْرَ حَسَنَاتٍ۔ قرآن پڑھا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر حرف کی تلاوت پر دس
 نیکیاں عطا فرماتا ہے۔

بعض صلحاء سے ایک حکایت ہے کہ وہ رات سے صبح تک سورہ طہ پڑھا
 کرتے ایک روز پڑھتے پڑھتے صبح کے وقت جب سورت ختم کی تو نیندا آگئی خواب
 میں دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ آسمان سے اترے اور اُن کے ہاتھ میں اچھٹے پیر ٹھوس
 نے میرے سامنے وہ پھیلے ہیں نے دیکھا کہ اُس میں سورہ طہ ہے اور ہر سورت
 کے کلمہ کے نیچے دس نیکیاں لکھی ہوئی ہیں مگر ایک کلمہ کے نیچے میں نے دیکھا کہ پچھتر
 ہے میں نے کہا خدا کی قسم میں نے یہ کلمہ پڑھا تھا۔ لیکن اس کا ثواب نہ ملنے میں کیا
 حکمت ہے تو اُس بزرگ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ بے شک تو نے پڑھا تھا اور
 ہم نے لکھا تھا مگر ایک منادی نے ندا دے کر عرش سے کہا کہ اس کلمہ کا ثواب بٹا دو
 تو ہم نے مٹا دیا یہ سن کر میں خواب میں ہی رونے لگا۔ تو انھوں نے کہا ایک شخص
 جا رہا تھا تو تم نے اُسے سنا۔ نہ کہے یے آواز بلند کر دی تھی۔ اس وجہ میں ربا کے
 باعث وہ ثواب ضائع ہو گیا۔

مقامات میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ
 مَا جِزَاءُ مَنْ عَلَّمَ وَلَدًا الْقُرْآنَ حضور صبحو اپنی اولاد کو قرآن پڑھائے۔ اُسے کیا ثواب
 ہے۔ فقال علیہ السلام القرآن کلام اللہ لا یستہی لہ لا أعلم حتی یا قاضی
 جبوتیل۔ حضور نے فرمایا قرآن کلام اللہ ہے۔ اس کا ثبوت نہیں۔ میں جب بتاؤں
 گا جبکہ جبریل میرے پاس آئیں گے۔ فَلَمَّا اتَاہَا سَمِعَہُ قَائِلًا لَا أَعْلَمُ حَتَّى
 اسْتَأْذَنَ رَبَّ الْعِزَّتِ۔ جبریل حاضر ہوئے تو حضور نے اُن سے پوچھا انھوں نے
 عرض کی میں نہیں جانتا رب جلالت وعزائم سے سوال کرتا ہوں فَتَزَلَّ جِبْرِتِل
 فقال یا محمد ان اللہ یقرؤک السلام فیقول جزاء من علم ولدا القرآن

یعلیٰ بكل حرف مدینة فی الجنة من الذہب فیہا الخندق قصر فی کل قصر
 الف بیت - جبریل حاضر ہوتے اور عرض کی اللہ تعالیٰ حضور پر سلام بھیجتا اور
 فرماتا ہے کہ جو اپنی اولاد کو قرآن پڑھاتے اُسے اللہ تعالیٰ ایک شہر جنت میں
 عطا فرمائے سونے کا۔ اُس میں ایک ہزار قصر ہوں۔ ہر قصر میں ایک ہزار گھر ہیں۔
 حدیث صحیح میں ہے۔ من قرء القرآن وعلیٰ بھما فیہ البس والداہ
 تا جاء یوم القيمة ضوئہ احسن من ضوئ الشمس جو قرآن پڑھے اور اُس
 پر عمل کرے تو اللہ اُس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا ناز عطا فرمائے کہ اُس
 کی چمک سورج کو شرات ہے۔

علامہ شاہی فرماتے ہیں۔

ہنیامریاواللہ علیہما ملا بس الثار من الذبح واغتسل
 فماتنکم بالخل عندہ جزائک اولئک اهل اللہ والصفوة العلی

كَانَ الْخَوْضُ تَبْيِضُ الْوُجُوهُ
 مِنَ الْعَصَاةِ وَقَدْ جَاءَهُ كَأَحْمَمٍ

(۱۰)

گانہا گویا کہ وہ آیات - الخوض، حوض کوثر ہیں - تبیض

حل لغات | الوجوه، سپید ہو جاتے ہیں چہرے - بیت، اس میں غسل

کرنے سے - من العصاۃ، جمع عاصی، گنہگاروں کے - وقد جاءہ،

بے شک لاتے ہیں وہ - کأحمم، جمع حمۃ کوئلہ یا راکہ، اپنے چہرے مثل آگ

آیات البیہ گویا حوض کوثر ہیں جس میں غسل کرنے سے چہرے اُبلے ہو جاتے ہیں

ترجمہ | گنہگاروں کے جو کوئلے کی طرح جلتے ہوئے ہیں

حوض پر الف لام عہد ذہبی کا ہے - اس لیے کہ یہاں حوض سے

شرح | مراد حوض کوثر ہے اور اس سے تشبیہ مجازا وی گئی - حوض کوثر

وہ ہے جس کا حضور نے وعدہ فرمایا اور وہ بالاجماع اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ حوضی مسیرۃ شہس وزوایا کا سواء و ملکہ اشد بیاضاً من اللبن وریحہ اظیب من المسک وکیزانہ اکثر من نجوم السماء من شرب منه لایظماء ابداً۔ میرا حوض ایک ماہ کی بعد مسافت پر مریع ہے۔ اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے معطر ہے۔ اور اس پر اس قدر بھام ہیں کہ آسمان کے ستارہ اس کے مقابل میں کم ہیں جو اس سے پی کے گا۔ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اب یہ سوال کہ میدان چشم میں پہلے حوض آئے گا یا بل صراط اس میں اختلاف ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ حوض سے پہلے بل صراط آئے گا۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حوض پہلے آئے گا۔ امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو اس طرف گئے ہیں کہ حوض بل صراط کے بعد آئے گا یہ غلط ہے۔ پھر قرطبی فرماتے ہیں۔ المناسب الیہ کون الناس یخروجون من قبورہم عطاشاً فقد یسبح الحوض مناسبتہ یہی ہے کہ حوض صراط سے مقدم مانا جائے اس لیے کہ لوگ قبروں سے پیاسے اٹھیں گے۔ اور حوض کی طرف جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ حوض کو شروع میں ایک عرصت محشر میں ایک جنت میں اور ایک قول ہے۔ جو تمام اختلافات اٹھا دیتا ہے۔ وہ جو ہذا۔

ہو فی ظہر ملائکہ سیرالی ابن سار النبی صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر ایک فرشتہ کی پشت پر ہے جہاں حضور قشرب لیا جائیگا۔ مقتدا ہوگا۔ اور کانہم کا ترجمہ اگرچہ کوثر صحیح ہے لیکن اس میں دو مراغت فہم ہے۔ دونوں میں یہ فرق ہے کہ کثر ہی جل کر جو رہتا ہے اُسے فہم کہتے ہیں اور فہم کے بعد جو رہتا ہے اُسے حۃ کہتے ہیں جس کا اردو میں صحیح محاورہ راکھ ہو سکتا ہے۔ اور حۃ بکسر لکھا اس گرم پانی کو کہتے ہیں۔ جو چشمہ سے نکلتا ہے۔ اور غارش وغیرہ کے مریض اس کے غسل سے صحت پاتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے۔ اللہ نواکحہ۔ یتجنب عنها القرباء یتقرب الیہا البعداء۔ عالم مثل گرم چشمہ کے ہے قریب والے اس سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور دور رہنے والے اس سے تقرب

حاصل کرتے ہیں اور اس ہیئت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو فرمایا۔
 ان بعض عصاة المومنین یدخلون النار و یجوزون فیہا قذراً ذللاً علیہم فرج
 منها فیلقون فی نھرا الحیات وہی روایۃ فیصیب علیہم ماء الحیات
 فیذہب السواد عنہم ویظہر البیاض۔ بعض گنہگارین اُمت جنت میں داخل
 ہوں اور اپنے گناہ کی نظر چلیں۔ پھر وہ نکلتے جاتیں اور نہریات میں ڈالے
 جاتیں۔ ایک روایت میں ہے اُن پر ماء الحیات ڈالا جائے تو جو سیاہی آگ سے
 آچکی تھی وہ جاتی رہے اور باقی کا ہر جوہر اُن فیضِ برکتِ الہی میں حاصل معنی یہ
 ہوئے کہ قرآن کریم کی آیات و بیانات عرصاتِ عشر میں گنہگارین اُمت کی شفقت
 کریں گی۔ اور حوضِ کوثر سے اُن گنہگاروں کو شفا حاصل ہوگی جو باختم سے نکلتے گئے
 ہوں۔ اور اُن کے چہرے سفید ہو جائیں گے۔ جنت میں داخل ہونے سے پہلے
 اور اس ہیئت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضور نے فرمایا۔
 القرآن شافع مشفق و ما حل مصدق فان من جعلہ اماماً و وصلہ
 الی الجنۃ و من جعلہ خلف ظہر ساقہ الی النار یعنی قرآن کریم و کتب
 صفات و کہاڑ کا بروز قیامت شافع ہے۔ اور جو اس کی تلاوت کرے اور اس پر عمل
 کرے اُس کے درجات بڑھتا ہے۔ اور جو قرآن پڑھے اور عمل نہ کرے اسے جہنم
 کی طرف دھکیلتا ہے۔

مولائی صلی و سلمہ دائماً ابداً علی حبیبیت خیر اخلاق کلمہ

وَالْصِّرَاطِ وَكَالْمِيزَانِ مَعْدِلَةٌ
 فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَوْ يَفْقَهُ

۱۰۳

وَالْصِّرَاطِ اور یہ قرآن مثلاً صراط کے ہے۔ وَكَالْمِيزَانِ
 عَلِی لُغَاتِ اور مثلاً میزانِ عدل کے ہے۔ مَعْدِلَةٌ عدل کرنے کے ہے۔
 فَالْقِسْطُ از قسطِ یقسط معنی عدل۔ پس عدل۔ من غیرِہا اس کے

غیر سے۔ فی الناس، لوگوں میں۔ لہذا یقیناً، متحقق نہیں ہو سکتا۔

قرآن کی آیتیں انصاف ظاہر کرنے کے لیے مثل میزان یا پل صراط کے ترجمہ ہیں اور اس کے بغیر لوگوں میں عدل و انصاف قائم نہیں رہ سکتا۔

صراطِ حق کہ موصل الی المطلوب محبوب تک پہنچانے والی اس اعتبار سے قرآن کی یہ کہ کو صراط سے تشبیہ دی کہ یہ بھی موصل الی المطلوب ہے۔

شرح

اور پل صراط کی تحقیق میں علامہ خرپوٹی فرماتے ہیں۔ والصرراط جسرحمدود علی حاتم جہنم بعدہ الاذن والاکھرون من المؤمنین والکفار والنبی علیہ السلام قالسوعلیہ قائلایارب سلم سلم وشوادی من الشعرة واحد من السیف الناس فی جوازہ متفادون۔ پل صراط ایک پٹی ہے جو جہنم کے اوپر ہے اور نیں و آخرین و بین و کفار اس پر سے عبور کریں گے۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ فرما ہوں گے اور آپ کی زبان مبارک پر یارب سلم سلم کی صدا ہوگی۔ یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اور لوگ اس پر سے گزرنے میں متفاوت الحال ہوں گے۔ بعض لوگوں سے مروی ہے کہ یہ پل بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مثل ایسے جنگل کی ہے کہ گزرنے والا گڑھا جائے گا۔ اور دوسرے کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

اور پل صراط سے تشبیہ کی ضرورت اس جیت مبارک میں روزِ محشر کی غرض سے ہے کہ وہ پل صراط کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی صفت کے پل سے عبور ناممکن ہے اور ایسے پل صراط کی تخلیق محبت ہے۔ جس پر سے گزرنانا ممکن ہو اور اگر ممکن بھی ہو تو یہ تعذیب المؤمنین والانبیاء ہے۔

اس کا رد اہل تشنہ کی طرف سے یوں ہے کہ گزرناممکن ہے اس لیے کہ قدرت الہیہ سے بعید نہیں۔ انبیاء و مؤمنین اُس کی قدرت سے اس پر بلا تعب گزریں گے۔ اور یہ ان عبارت ہے اس چیز سے جس کے ذریعہ افعال کا موازنہ ہو۔ اور اس کی حقیقت کے ادراک سے عقل قاصر ہے اور وزن افعال کی شان یہ ہوگی کہ عمل حسن کو اجسام نورانی

عطا ہوں اور اعمال پر کو اجسام ظلم نہیں مل جائیں۔

اور قانقسط میں لفظ قسط قسط یقسط سے ماخوذ ہے جو نصیر بن نصر سے ہے اس کے معنی عدل کے ہیں۔ اور قسط قسط یقسط جلس جلس کے وزن پر اگر ہو۔ اس کے معنی جو روظلم کے ہیں۔ تو یہاں قسط نصیر بن نصر سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی عدل کے ہیں۔

یہ لغات انعام میں سے ہے۔ روایت ہے کہ حجاج نے حضرت سعید بن جبیر کو بلا کر پوچھا۔ کیف تعاصی یا سعید تم مجھے کیسا جانتے ہو آپ نے فرمایا انک قسط عادل۔ تو قسط عادل ہے۔ اہل جلسہ تو خوش ہو گئے اور حجاج نے کہا نہیں انھوں نے مجھے قسط یعنی جائز و ظالم کہا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ وَأَمَّا أَنْتَ فَاسْطُون فَكَأْتُجْهَدُ عَطِيًّا۔ اور عادل کہہ کر انھوں نے عادل عن الحق اور منصرف بالصدق کہا ہے۔ غرض کہ اس قسم کے لغات دو معنی ہوتے ہیں۔ موافق مخالف معنی اور نئے تغیر پر ہی جاتے ہیں۔ فی الناس میں ناس کا مخصوص استعمال یوں فرمایا کہ ناس نیسان سے ماخوذ ہے۔ اور چونکہ انسان بقول شاعر کہنے کا شوگر ہوتا ہے۔ اس لیے یہی لفظ یہاں موزوں تھا۔ اسی طرح انسان انسان سے ماخوذ ہے چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے

ومعسى الا انسان الا لانه ولا القلب الا انه يتقلب

انسان کا نام انسان اس کے انسان کی وجہ سے رکھا گیا اور قلب کو قلب اسی لیے کہا یہ متقلب ہوتا رہتا ہے تو حاصل معنی بیت یہ ہوتے۔ کہ آیات بینات تمیز حق میں غلطات عدالت سے مثل صراط مستقیم ہیں۔ اور جو عدالت میں مثل میزان اگر دنیا میں فیصلہ کی حاجت ہو تو لوگوں میں سوا اس قرآن کریم کے کسی اور فیصلہ پر حق و عدالت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کہ مسلمان بلکہ انسان کا قیام بلکہ عدالت و انصاف مشکل اور عدالت کا قیام بغیر شریعت محال اور شریعت کا قیام بلا عمل بالقرآن ناممکن۔ تو نتیجہ صاف ہے کہ قرآن بغیر عدالت ناممکن۔

مولا علی علیہ السلام واصلہ دائرہ اہل علیہ حبیبک خیر الخلق کلہم

لَا تَعْجَبَنَّ لِخَسُودٍ رَاحٍ يُنْكِرُهَا
تَجَاهِلًا وَهُوَ عَيْنُ الْحَادِقِ الْفَلَمِ

۱۰۳

حل لغات لا تعجب نہ ہونے کی وجہ سے، خسود مٹی، راح چوہو گیا ہے۔ ینکرہا انکار کرنے والا۔
تجاهلًا وہ نسبت جہالت کرنا، جان بوجھ کر جہالت کرنے سے۔ وہو اور وہ۔
عین، نفسانیت سے۔ الحادق، ماہر۔ الفلم اور شیر الفلم ہے۔
اگر ماسد والا اور تجدد ہو کر ویدہ والے منکر قرآن اور مخالف فضائل
ترجمہ رسول ہو تو اس انکار کرنے پر تو تعجب نہ کر۔

شرح باوجود ویکہ قرآن کریم حاوی منافع دینی و دنیوی ہے۔ اور گونا گون فضائل
و اعجاز پر مشتمل ہے۔ مگر یا نہیں اگر کوئی ماسد تجاہل عارفانہ کر کے ان
کا انکار کرے تو تو ہرگز تعجب نہ کر اس لیے کہ اس کی وجہ آئندہ شعریں فرماتے ہیں۔

قَدْ تَنَكَّرَ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ أَفْئِدٍ
وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

۱۰۴

حل لغات قد تنکر حرف تحقیق ہے۔ مضارع پر اگر کبھی کے معنی دیتا ہے کہیں۔
العین، انکار کر دیتی ہے۔ ضوء الشمس، انکھ۔ سقم کی روشنی کا۔ من رعد، آشوب چشم سے۔ وینکر، اور کبھی انکار
کر دیتا ہے۔ الفم، منہ۔ طعم الماء، پانی کے ذائقہ کا۔ من سقم،
بیماری کی وجہ سے۔

ترجمہ کبھی انکھ آشوب کے باعث ضوء الشمس (سورج کی روشنی) دیکھنے سے قاصر
ہو جاتی ہے۔ اور کبھی منہ پانی کا ذائقہ بتانے سے بیماری کی وجہ سے
قاصر ہو جاتا ہے۔

قد تمکو کے بعد ضوء الشمس کی بجائے نور الشمس میں
شرح کہنے کا سبب ظاہر ہے کہ ضوء اپنی طبیعت میں نور سے زیادہ قوی
 جوتی ہے بلکہ اتم نور کو ضوء کہا جاتا ہے۔ نور ایک کیفیت ظاہرہ بنفسہا اور غلبہ علیہا
 ہے۔ اور دنیا اس سے قوی درجہ کا نام ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ **هُوَ الَّذِي**
جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا یہاں شمس کے ساتھ ضیا اس لیے فرمایا کہ وہ
 ظاہر بنفسہ اور ظہر بغیرہ ہے کہ چاند اس سے مستنیر ہے۔ اور چاند چونکہ اس سے
 اورتے ہے۔ لہذا اس کے لیے نور استعمال کیا گیا۔

ہو سکتا ہے کہ یہ اعتراض کوئی برہنہ کرے کہ اللہ نور السموات والارض ہیں
 اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نور فرمایا جو ثابت کر رہا ہے کہ نور قوی علی الاطلاق ہونا
 چاہیے لیکن یہ وہ کہہ سکتا ہے۔ جو تفسیر کے مطابق عدسے محروم ہو یہاں نور السموات
 کے معنی ہی نور السموات والارض ہیں۔ (آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والا)
 قواب خلاصہ بیت واضح ہے کہ جس طرح آنکھ بسبب آشوب کے روشنی کو
 پسند نہیں کرتی اور جس طرح منہ بسبب مرض آب شیری کے ذائقہ کو بڑھا جاتا ہے۔
 اسی طرح کفار و مشرکین و منافقین بسبب فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ صیغہ
 حقد و کفر کے فضائل عجیبہ و مصالح پسندیدہ کو بڑھا دیتے اور اپنے مرض کو اس کی علت
 نہ جانتے ہوئے حصہ بہ حصہ لاپرواہی سے چورہ جتے ہیں۔

نورِ اسطی پاول پٹے چاند اشارے سے ہر جاگ
 انہی کوئی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی !
 بخیر سے اور جنت سے کی نسبت واپسی نور کو
 ہم رسول اللہ کے جنت رسول خدا کی !
 تا اور رب العرش میں کو جو ملا ان سے ملا
 ہستی ہے کو ہم میں نعمت رسول خدا کی !
 قبر میں لہرائیں گے تا حشر چٹے نور کے
 جلوہ فرما ہوگی سب علت رسول اللہ کی

لے وہی ہے جس نے آفتاب کو چمکا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا۔ (پ ۷ ع ۷)
 لے اللہ تو دیکھتا آسمانوں کا اور زمین کا۔ (پ ۱۱ ع ۱۱)
 لے ان کے دلوں میں جیسا ہی ہے پس اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی۔ (پ ۱۲ ع ۱۲)
 لے بہت ہیں گونگے ہیں اندلہ ہیں۔ اب رجوع نہ کریں گے۔ (پ ۱۶ ع ۱۶)

يَا خَيْرُ مَنْ يَمَسُّ الْعَافُونَ سَاحَتَهُ سَعِيًّا وَفَوْقَ مَثُونٍ الْاَيْتِقُ الرَّسْمُ

یا خیر، اسے بہترین۔ من، ان لوگوں کے۔ یمس، کر قصد
 عل لغات کرتے ہیں۔ العافون، جمع عافی نزلت یا کسی چیز کا طالب
 کرنا، حاجتمند۔ ساحتہ، کشادگی صحن، ان کی کشادہ دلی ہے۔ سعیاً،
 دوڑتے ہوئے۔ و فوق، اور اوپر۔ مثنون، میٹھوں۔ الایق، ناتوں۔
 الرسم، طاقتوروں کے۔

اسے بہترین ان کے جن کے گھروں پر حاجتمند لوگ دوڑتے
 ہوئے اور مصیبت زدہ لوگ ساندھیوں پر سوار ہو کر حاضر ہوتے
 کا عزم کرتے ہیں۔

پہلے اشعار میں طرز کلام غائبانہ تھا اب جبکہ غایت اشتیاق نے
 بیتاب کر دیا تو یہ تصور کر کے کہ میں حضور میں حاضر ہوں اور دست
 بستہ عرض کر رہا ہوں کہتے ہیں اسے خیر المعطی تھا جسے در پر سائل اپنی اُمیدیں لے کر
 پیادہ پا اور ساندھیوں پر سوار ہو کر تھمارے آستانہ پر نیل مراد کے لیے حاضر ہو رہے
 ہیں۔ نظائر پہلے اشعار میں اچکے اور آئیں گے۔

لب واپس آئیں نہ رہا پہلی زبان جو دایاں
 کئے غزے کی جلیک ترے پاک در کی بہ
 آباد ایک در سے تر اور تر سے سوا
 جو بارگاہ دیکھتے غیرت خند کی ہے
 گھیرا اندھیروں نے دانی سے پانڈک
 تنہا ہوں کالامرات سے منزل خطر کی ہے
 باب عیثا تو یہ بہت جو ہلکا اور صبر اور صبر
 کیسی شرابی اوس ٹکڑے در پردہ کی ہے

فصل عاشر

معراج کا بیان

وَمَنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرَى لِمُعْتَبِرٍ
وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمَى لِمُعْتَمِرٍ

(۱۰۶)

وَمَنْ هُوَ بمعنی یا من (اے وہ ذات) اور کون وہ۔ الْآيَةُ
حَلِّ لغات الْكُبْرَى، وہ جو سب سے بڑی نشانی ہے۔ لِمُعْتَبِرٍ
یعنی مستند یا علی الحق۔ از عبرت نصیحت پر کرنا۔ عبرت حاصل کرنے والے
نصیحت لینے والے کے لیے۔ وَمَنْ هُوَ اور اے وہ ذات مقدس النِّعْمَةُ
جو نعمت۔ الْعُظْمَى اعظم۔ با عظمت۔ عظمیٰ ہے۔ لِمُعْتَمِرٍ
از اعتناء غنیمت سمجھنا بہتر جاننا۔ غنیمت جانتے والے کو۔
تہ مجسمہ اے وہ ذات مقدس جس کا وجود باوجود عبرت حاصل کر سنے
والے کے لیے بڑا نشان ہے اور جس کا مبعوث ہونا غنیمت
جانتے والے کے لیے بڑی نعمت ہے۔

یعنی حضور کی ذات مقدس منصف اور قبول ہدایت کرنے والے
شرح کے لیے آیت کبریٰ ہے۔ اور قدر و منزلت سمجھنے والے کے
لیے نعمت عظمیٰ ہے۔ اور نعمت عظمیٰ بھی دنیا و آخرت دونوں کے لیے۔ اس واسطے
کہ نعمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک نعمت المرافق جیسے صحبت بدن امن عافیت
تکذیباً مطاعم و المشارب اور منافع۔ دوسری نعمت دفع ضرر من الامراض

یعنی امن عافیت اور کھانے پینے کی چیزوں کی لذت وغیرہ۔
تہ بیماریوں اور بلاؤں کے نقصان کو دور کرنا۔

والہذا اور شہادت و فقر حضور ہیں دونوں شائیں ہیں۔ صحت جسمانی طریق معاش
 ہکل و شرب کے اصول حفظانِ صحت کے قواعد زن و شوہر کے تعلقات۔ سب
 کی تعلیم حضور سے ملی۔ اور دوسری قسم کی نعمت بھی حضور سے حاصل ہے۔ دفع
 ضرر دفع بلا اور شہادت و فقر وغیرہ میں تعلیم صبر۔

اربابِ تصوف کے نزدیک نعمت پچھ ہیں۔

اقول نعمت نفس ہے کہ اس کے مقابلہ میں طاعت و احسان کیا جائے
 اور نفس منقلب ہو۔

دوم نعمت قلب ہے کہ وہ یقین و ایمان ہے اور اس میں قلب منقلب ہو۔

سوم نعمت روح ہے کہ وہ خوف ورجا ہے اور اس میں وہ منقلب ہو۔

چہارم نعمت عقل ہے کہ وہ حکمت و بیان ہے۔ اور اس میں وہ منقلب ہو۔

پنجم نعمت معرفت ہے وہ ذکر اور قرآن ہے۔ اور اس میں وہ منقلب ہو۔

ششم نعمت محبت ہے وہ الفت و مواصلت ہے۔ اور اس میں وہ منقلب ہو۔

ایہ جوان ہے اور اس میں منقلب ہو۔

اور یہاں نعمت سے مراد منعم بہرے اس لیے کہ حضور علیہ السلام نعمت

عظمیٰ ہیں کہ تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں اور اس قدر نعمتیں حضور سے نہادہ نہیں

کہ ان کے انواع کا احصاء کیا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح آیت کہے جو ابھی واضح

ہے کہ آپ کی ذات اقدس اکل الموجودات ہے۔ اور اس بیت میں اور اس سے

پہلی بیت میں حکمت معراج کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ حضور کو اس لیے ہوئی وہ یہ

ہے کہ ملا علی قاریؒ و مناقبہ چارہ سال پر ایک ہزار برس تک رہا لیکن فیصلہ

نہ ہو سکا۔ جب حضور سید یوم النشور علی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ملا کر سمجھے کہ

یہ مشکلات اس بستی پاک کے ذریعہ حل ہو سکیں گی۔ چنانچہ ملا نے یہ برقصہ دعوت

کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو مقام قیام قریب اور اؤٹسٹ پر مدعو کیا اور

لے اس جوسے اور اس محبوب میں وہ دم کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

فاستجی ائی عہد دیا دوسری کے اتنی بار خاص سے نوازا۔ سے
 لامکان۔ سے ہے مکان تک یہ صد آج کی رات
 آئے ہیں صاحب لولاک نما آج کی رات

اس مقام قرب کے بعض خاص راتوں میں سے ایک یہ ہے۔ جو حضور
 نے فرمایا۔

رَبِّنَا وَهِيَ بِأَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى
 فَقُلْتُ لَنْتَ تَعْلَمُ فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفِي فَوَجَدَتْ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيِي - ثُمَّ
 قَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَلَدَيْ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى فَقُلْتُ نَعَمْ فِي الْكَفَّارَاتِ
 وَالْمُنْجِيَاتِ وَالْزَّجَاتِ وَالْمَهْلِكَاتِ قَالَ صَلَّاتُ يَا مُحَمَّدُ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ
 وَجَدْتُ حَزَلِ الْأُمِّ كَلَّتْ فَاسْتَأْنَوْتُ أَشْكَالَكَ فَقَالَ اسْوَأَ فِيلٍ مَا لَكَ فَرَاتِ
 فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْبَاغُ الْوُضُوءِ فِي الْمَكَارَةِ وَالْمَشْيُ بِالْأَقْلَامِ إِلَى الْجَمَاعَةِ وَ
 انْتِظَارُ صَلَاةٍ بَعْدَ صَلَاةٍ - ثُمَّ قَالَ صِيكَائِيلُ وَمَا الذَّجَاتُ فَقَالَ اطْعَامُ الطَّامِ وَافْتِشَاءُ
 السَّلَامِ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ بِنَامٍ ثُمَّ قَالَ جِبْرِائِيلُ وَمَا الْمُنْجِيَاتُ فَقَالَ
 نَحْشِيَّةُ اللَّهِ فِي السَّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغَنَى وَالْعَدْلُ فِي
 الْغَضَبِ وَالرِّضَى ثُمَّ قَالَ عِزْرَائِيلُ وَمَا الْمَهْلِكَاتُ فَقَالَ شَيْخُ مَطَاعٍ وَهُوَ
 مُتَّبِعٌ دَاخِجَابِ الْمَوْتِ بِنَفْسِهِ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كُلِّ ذَلِكَ صَدَقَ - كَذَا ذَكَرَهُ
 فِي الْبَرِيْقَةِ شَرْحُ الطَّرِيقَةِ -

(ترجمہ) میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا مجھے فرمایا اے محبوب! وہ کون
 وہ کون امور ہیں جن میں ملائے جھگڑتے ہیں۔ میں نے عرض کی ائی تو نبی جانتا ہے
 تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پرے مثال میرے دونوں شانوں کے مابین رکھے۔ ان کی
 ٹٹھکہ میں نے اپنے سینہ میں پائی۔ پھر فرمایا اے محبوب! اب جانتے ہو کہ کون
 میں ملائے غمناک کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی ہاں کفارات و منجیات و درجات و

لے اب وہی فرمائی اپنے بندے کو ہر وہی فرمائی۔

مہلکات میں جھگڑ رہے ہیں۔ تو جناب باری نے فرمایا سچ فرمایا تم نے اسے محبوب! پھر فرمایا اسے میرے فرشتو! اب تم نے مشکل کشا کے مشکلات کو پایا۔ اب اپنی مشکلات ان سے حل کرو۔

تو پہلے حضرت اسماعیل نے عرض کی حضرت کفار اے کیا ہیں یعنی وہ کون سے کام میں ہیں سے اللہ تمام گناہ معاف فرما دے تو حضور نے فرمایا مصیبت و تکلیف کے وقت وضو پورا کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنے کے پیروں سے چل کر جانا اور جماعت کے بعد دوسری جماعت کا منتظر بننا۔ پھر حضرت میکائیل نے عرض کی حضور درجہات میں بلندی ہونے کے کیا کام ہیں حضور نے فرمایا۔ اللہ واسطے کھانا کھانا اور سلام عام کرنا اور رات میں نماز پڑھنا۔ جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

پھر جبریل نے عرض کی حضور نبیات یعنی عذاب سے نجات دلانے والے کون سے کام ہیں۔ حضور نے فرمایا خوف الہی پوشیدہ اور علانیہ اور قہر فقر و غنی میں اور عدل غلبہ و درمناہیں۔ پھر عزرائیل نے عرض کی انسان کو ہلاک کرنے والے کون سے کام ہیں تو حضور نے فرمایا شکہ مغرور مطلق اور لالچ کا پیروکار اور خواہش نفس کے لیے عورت پیش کرنے والا۔

پھر جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا۔ تمام جبرائیل ہیں ہمارے حبیب! نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی بریقہ شرح طریقہ میں ہے۔

سَرَّيْتُ مِنْ حَرَمٍ لَيْلًا الْحَرَمِ
كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِي دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

(۱۰۷)

سریت، ماضی مخاطب از سری، شب کی سیر رات میں سیر
حل لغات | فرائی آپ نے۔ من حرم، حرم، حرم سے۔ لیل،
تھوڑی سی رات میں۔ الحی حرم، مقدس مقام تک۔ کما سری، جس طرح
سیر کرتا ہے رات میں۔ البدور، چاند۔ فی داج، اصل میں داجی تھا۔ جو سے

سبے بعضی سیاہ - سیاہی میں - من الظلمہ ان ظلمت تابک - شب کی تاریکی سے -
 حضور آپ نے رات میں سیر فرمائی - حرم سے حرم تک جیسے چاند سیاہی
 ترجمہ میں سیر کرتا ہے - اندھیری رات سے -

شرح سیر حرم الی الحرم کی شان سوائے جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کسی نبی کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ رتبہ حضور کی ذات کے ساتھ
 مختص ہے - اور تشریف صیغہ مخاطب کے ساتھ جو ہیئت میں ہے - یہ سب سے
 ہے - اور اس واسطے لغت میں رات کی سیر کو کہتے ہیں - اور وہ سیر جو حضورؐ کے قبل
 ہجرت فرمائی - جسے معراج کہتے ہیں وہ بحسد و روح حق - قرآن کریم میں بھی لفظ
 اسویٰ بحسد ہذیل سے یہی ثابت ہے - اس لیے کہ عبد الیہ اسم ہے جو روح
 اور جسد دونوں پر استعمال ہو سکتا ہے - اگر جسم بلا روح ہو تو عبد نہیں کہہ سکتے اور
 روح بلا جسم ہو تو عبد کہنا جائز نہیں - شیخ اکبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں - ان معراجہ علیہ
 السلام أربع وثلاثون مرة واحد بالجسد والباقي بروحه ویدار اھا قبل البتہ
 حضور کو معراجیں چونتیس بار ہوئیں ان میں سے ایک مع جسم کے ہوئی اور باقی روحانی
 ہوئیں جو خواب تھے کہ قبل اظہار نبوت ملاحظہ فرمائے -

اس روایت سے مخالفین کے تمام اعتراضات اٹھ جاتے ہیں اور حضرت صدیق
 رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث جس میں آپ نے فرمایا ہے - واللہ ما فقد جسد النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم بل عرج بروحه اس کی بھی تطبیق ہو جاتی ہے - کہ جس معراج
 کی بات حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں - وہ ان میں سے ہی کوئی معراج ہوگی چونتیس
 بار ہوئیں -

اور من حرم سے مراد حرم کعبہ ہے شریفھا اللہ تعالیٰ صاحب در و فرماتے
 ہیں اعلیٰ ان الہیت لکان معظمہا مشرفا جعل لہ حصن وھو مکہ وحبی
 وھو الحرم بیت اللہ شریف جبکہ معظم و مشرف چھو تو اس کے لیے فاء کیا گیا کہ معظم
 کو اور اس کا محافظہ حرم کے لیے بھی حرم مقرر ہوا اور وہ موافقت میں - یہاں تک

کہ جو حیثیات حرم پر پہنچ جائے اُسے بلا احرام داخل ہونا جائز ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔ کہ حد حرم چہرہ مدینہ منورہ سے تین میل پر ہے۔ اور طوق عرفی سے سات میل اور براستہ جوارہ ۹ میل اور طائف کی طرف سے سات میل جدہ سے دس میل ہے۔ اور یہ سیر حجاج چونکہ بیت ام ہانی بنت ابی طالب سے ہوئی اور وہ حرم میں ہے۔ اس لیے مسرت میں حرم صحیح ہے۔ اور لیلا میں جو تینوں سے یہ بعضیت پر چونکہ ٹھہر والی ہے۔ اس لیے اس کی تشریح کرنا زیادہ تھا۔ اس واقعہ عجیبہ کو رجب المرجب کی ستائیسویں شب دوشنبہ کے روز علی التواتر بتاتے ہیں۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا نزدیکت واقعہ اگر دن میں ہوتا تو کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہتا اور مخالفین کو طعن کا موقع بھی نہ ملتا لیکن اس سیر کو رات کے ساتھ مخصوص کرنے میں کیا حکمت تھی۔ اس کا جواب علامہ خرپوتی رحمہ اللہ چار طرح دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

(۱) احیاء عند بانہ اضما جعل لیلا تمکین لتخصیص لمقام المحبة لانه لتعاطی اتخذہ علیہ السلام حبیباً وتعلیلاً لللیل انھن ذعان الجمع المحبین فیہ والراحۃ فی الخلوة متحققۃ باللیل۔ رات مقام محبت میں مخصوص ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنا حبیب بنایا اور رات جمع مجبین کے لیے زمانہ انھن ہے اور تخلیہ جو رات کا ہے وہ دن میں نہیں۔ اس لیے حضور کی محبوبیت کا اقتضا یہی تھا کہ یہ سیر رات کو ہوتی۔

(۲) قال بعض الفضلاء لعل تخصیصہ باللیل لیزداد الذین امنوا ایماۃً بالحبیب (۱) ولیفشتن الذین کفروا زیادۃ علی فتنہم اذ اللیل اھلّی حالاً من النہار بعض فضلاء نے فرمایا شاید کہ اس سیر کے لیے رات کا مخصوص کرنا اس لیے ہو کہ ایمان والوں کے ایمان بالغیب میں زیادتی ہو اور کافروں کے اندر فتنہ بڑھے اس لیے کہ رات دن کے مقابلہ میں ہر معاملہ کو مخفی رکھتی ہے۔

(۳) وقیل حکمتہ انہ افتخر النہار علی اللیل بالشمس فقیل لا تفقر ان

كان شمس الدنيا تشرق فيك فسيخرج شمس الوجود في الليل الى
 السجاء۔ یعنی جس نے کہا کہ معراج رات میں ہونے کی یہ حکمت ہے کہ دن
 کے رات پر فخر کیا تھا تو اُسے کہا گیا کہ تو اتنا فخر نہ کر۔ اگر شمس دنیا تیرے اندر شام
 کر رہا ہے تو عنقریب شمس وجود رات میں آسمانوں کی طرف چڑھایا جائے گا
 (۱) قال بعض اهل المعادف حکمتہ انہ لما نوحى الله اية الليل وجعل اية
 النهار مبصرة كان الليل محزوناً ومبكراً فكان الاسرار مبهمة عليه
 الصلوة والسلام في الليل للعلل، بعض اہل عرفان فرماتے ہیں کہ رات
 کی معراج میں یہ حکمت ہے کہ رات کی نشانیاں جب اللہ تعالیٰ نے محو فرمائیں
 اور دن کی نشانیاں روشن کیں تو رات محزون ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کبریات
 یعنی معراج کے ساتھ رات کو روشن کر کے دونوں میں مظاہرہ حاصل فرمایا۔
 اور الٰہی حد سے مراد مسجد اقصیٰ ہے۔ اس پر اطلاق حرم بوجہ احترام کیا گیا۔
 اب عقیدہ مستند معراج کے متعلق یہ ہے کہ حضور کی معراج مع الجسم والروح مسجد
 حرام سے مسجد اقصیٰ تک قطعی انصافی یقینی ہے۔ اور جو اس سے منکر ہو وہ کافر ہے۔
 بلا اختلاف احمد اور ابو یوسف مسجد اقصیٰ سے مسجوت گئی تک کی معراج کا جو منکوب
 اُس کے کفر میں اختلاف ہے۔ اب خلاصہ مفہوم بیت یہ ہو کہ ناظم فہم رحمہ اللہ
 حضور کو مخاطب کر کے دربار رسالت میں عرض کر رہے ہیں کہ حضور آپ ایکس رات
 میں حرم شریف سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک آنا ناہیں تشریف سے گئے، آج
 اس حرم سے اُس حرم کے مابین بعد مسافت چالیس روز کے سفر کی ہے لیکن حضور
 اس مسرت کے ساتھ سپر فرماتے ہوئے تشریف سے گئے جیسے چاند تار کی سم پر
 ہیں نہایت تابانی کے ساتھ سیر کر اچلا جاتا ہے چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔

وَيَتَّزِقِي إِلَى أَنْ يَلْتَ مَنَزَلَهُ
 مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ كَمَا تَدْرُكُ وَلَوْ تَرَمُ

اولاً برائے عطف ، اور بہ بہت ، ماضی مخاطب از بیوقوف
حل لغات بمعنی صوت فی الیل ہوتے ثم رات ہیں ۔ ترقی ، بمعنی
 تصعد ، کچڑھتے ۔ الی ان ، یہاں تک کہ ۔ نلت ، ماضی مخاطب از ذلیل ،
 پہنچے تم ۔ منزلۃ ، الی منزل منزلۃ ، اس منزل تک ۔ من قاب ، کہ تقدیر
قوسین ، دو چکر گمان کے ۔ لو تدرک ، تلک المنزلۃ احد من الانسان
 دالہذا سکتا ، کہ نہیں پاسکتا کوئی اس منزل کو ۔ ولو شرد ، اسے سو بیٹل
 تلک المنزلۃ احد غیورک ، اور نہ خواہش کر سکتا ہے ۔

ترجمہ اور رات میں چڑھتے آپ یہاں تک کہ اس منزل پہنچے جس
 منزل تک انسان و ملک نہیں پہنچ سکتا ۔ اور نہ اس منزل تک
 پہنچنے کی آرزو کر سکتا ہے ۔

شرح

تین تین کے گھڑے ہوتے ہیں کیوں سرور مجاہد
 کیوں بدی ہیں چوہوں نے تبار تک برگی
 میرزا ہیں جن عرب گار ہے میں کیوں
 نبل ہے کہیں نغمے مستان کی سر مست
 محی مست ہے شوق میں کر پاک گریبان !
 چیدائے ہوئے چار انجم کہے کیوں پر رخ
 کیوں رخ الامیں آج زین مست بے مکہ
 کیوں اندھی پل آئی ہیں بہت کی گستاخیں
 ہے کس کی شب وصل کر گلشن ہی نہیں ایک
 تو نہیں عروج اور نزول اتنی ہوں نزدیک

دکھاتے ہیں کیوں گلین دگل تازہ چین آج
 کیوں شوخی پر ہیں گلین و سرین و سن آج
 کیا ہے کوئی سناہن عرب سایہ سکن آج
 طوطی ہے کہیں مست ۔ مئے حب میں آج
 سر مست ہیں کس شوق میں خوبان سخن آج
 ہاتھوں میں لئے کیوں ہے کھڑا عقد چرخ آج
 لئے سے پل آئے ہے کیوں باد اس آج
 کیوں آگ ربی عالم میں ہے رحمت کی بر آج
 برین نیا دکھاتے ہیں زین کے جہیز آج
 سمجھ نہ کوئی ان کے سوا بہتر کس سخن آج !

ہو نسخہ اسکاں سے عیاں معنی توجیب
 ہو جائے تین شرح بنے شرح تین آج

چونکہ معتزلہ کے نزدیک مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج ہوتی اور اس کے آگے کو وہ تسلیم نہیں کرتے تو اس کا رد کرنے کے لیے اس بیت مبارک میں ظلم فاجر رحمہ اللہ نے وہت ترقی الخی ان ثلاث منزلة فرمایا۔ اور بعض نسخوں میں بیت کی بجائے ثلاث ترقی بھی آیا ہے۔ لیکن دونوں کے معنی صرت ہی ہیں۔ اور قلاب قوسین سے حقیقی مراد کمال قرب ہے۔ اس لیے کہ عادت عرب یہی تھی کہ جب دو امیر یا دو خلیفہ باہمی مصالحت کرتے اور معاہدہ بنتے تو اپنی اپنی کمان کمال کر اس کی قوس باہمی دیا کرتے تھے۔ جس سے ایک دائرہ بن جاتا تھا اور اس دائرہ سے وہ منقما۔ و دار و رابطہ تعبیر کرتے۔ اور اس حدیث کی طرف بھی اس بیت مبارک میں اشارہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عرج بی جبرائیل الخ مسددة الممشی و دئی الجبار رب العزة فتدئی حتی کنی منہ قلاب قوسین او ادئی فا دئی الیہ ربہ ما ادئی۔ مجھے چڑھایا گیا مع جبرائیل کے مسددة الممشی تک پھر قرب جبار رب العزت حاصل ہوا۔ یعنی کہ قلاب قوسین ادائی کا درجہ مل اور فا دئی الیہ ربہ ما ادئی کا تخلیہ حاصل ہوا۔

اور اگر آیہ کریمہ شبھن الذی اسرئی بعیدۃ لیلۃ من المسجد الحرام الخ المسجد الاقصیٰ کو نظر خاتر دیکھتے تو کچھ اور یہی جلوئے نظر آتے ہیں۔ ربودن و رفتن میں جو فرق ہے وہ عمر شیر و زستے نہ بادہ واضح ہے یہ ایسا نازک مقام ہے کہ یہاں عقل کا کام نہیں عقل علوم یا فوار کہہ رہی ہے۔ او دلی بے خبر ہوش کی دوام آپ کو سنبھال تیری کیا خیال جو اس حیرت انگیز سفر کی حقیقت کا ادراک کر سکے۔ خبر درحد سے آگے قدم نہ ڈال۔ تیرا منہ ہے کہ تو بولے یہ میرا منہ کی باتیں ہیں۔ یہ راست وہ راست ہے کہ آفتاب عالم تاب بھی اس سے گسب نہ کیا کر پڑے۔ جب تو اس کے پر تو کے مقابل پڑے تو تجھے معلوم ہو کہ تیرا وجود کیا ہے۔ بڑے

لے دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ ۲

یہ اب وہی فرمائی کہ کلاف اس کے رب نے جو وحی فرمال۔ ۲
تو پاؤں چھاتے جو اپنے ہنڈے کو راتوں رات سے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ ۲

بڑے دہرجاں اپنی نگاہیں بچھے کیے حیرت جلوہ گرم بنے کھڑے ہیں۔ اسوں کی
اونٹے تابش ذروں کو چمکانی عالم کو روشن بناتی ہے۔ اللہ سے جو ہم تجلی کر قمر نے
رات بھر نکلنے کی جگہ نہ پائی وادی طور میں جس جلوہ پر ہزاروں پروے تھے آج وہ بے
نقاب ہے وہ محبوب جس کی ایک جھلک نے جناب کلیم کو بے خود کیا تھا اس
رات بے نقاب بنے سے

اُس کے جلوے کا تو کیا کہنا مگر دیکھتے واسے کو دیکھا چاہیے
سرکار بالاکا دماغ عالم بالا پر ہے۔ جگہ جگہ مشتاقوں کا جو دم آمد کی دھوم ایک
غٹھڑ سرچھو گئے ایک جوہر شوق میں نقد بوش گمائے کوئی مایہ دل نثار کرنے کو حاضر۔
کوئی متاع جان کی نچھیا ورنہ یہ نظر کوئی کتنا ہے اپنی آنکھیں اُن قدموں پر تلوں گا۔
کوئی کہہ رہا ہے آج وادی پر چل چل کر ایک ایک مرادوں گا۔ کوئی مشتاق بادل بیتاب
مریاز ہو گاٹے کھڑا ہے کوئی ساقی بادیدہ پُر آب دست طلب پھیلائے پکار رہا

نہاہ عطف کے ایہ وار ہم بھی ہیں لیے پوئے پر دل بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست نہائی رخ میں رکھنا تیرے فقیر دل میں لے شہر پار ہم بھی ہیں
اللہ اللہ ایک چھل ہے ہمارا آسمان ایک غلغلہ شادمانی وطن خطہ کا مرنی بلندہ
ہے۔ نور انوار قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شادیاں دھو رہا ہے۔ زمین آسمان کے آگے
جھبک کر کہہ رہی ہے کہ آج تو جلوہ گاہ درباری ہے آسمان زمین پر قربان ہو کر کہہ رہا ہے
کہ یہ دولت تیرے گھر سے پائی ہے۔

امیدوں کے غنچے چٹاک کر مرادوں کے شادیاں بجا رہے ہیں۔ دلوں کے
سوز چٹاک کر شوق کی شعلیں جلا رہے ہیں۔

گلزارِ قدس کے مانی محبت کے چھو لوں کی کشتیاں نہر کے لیے لائے ہیں۔
گلستانِ طریقت میں خلقِ عظیم کا لاکھ لاکھ اپنے بہکتی کلیوں سے بارگوند رہا ہے۔
درختِ انارک ذکر کا جھلکا سہرا شہد اللہ فوق اید یلہم کا چمکتا گہرا طیب کر کے

لے اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بند کر دیا۔ ۱۰

شہ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا لہجہ ہے۔ ۱۱

یصلوں علی النبی کی نچھاور کے ساتھ شانِ تزک و احتشام و کھار ہا ہے۔
 ہاں یہ وہ وقت ہے کہ خدا کو سچو و سچی پر درود علاج کو جنت جنت کو اُمت
 اُمت کو شفاعت شفاعت کو وجاہت فقیروں کو ثروت ذلیلوں کو عزت۔
 ضعیفوں کو قوت سزیدوں کو عشرت آنکھوں کو نور دل کو نور و رنج و محنت سے
 کو مطلق تصور حاصل ہوگا۔ وہ سہانی گھڑی خیر سے آ رہی ہے کہ داریں کے دولاہ کو
 شہستان والا سے مسیحی اعلیٰ اور مسیحی اعلیٰ سے بزم بالا اور بزم بالا سے مقصد والا
 تک سے جایا جائے گا۔ پائے سک سے تاج سماں فرش خاک سے عرش پاک تک۔
 سبحن اللہ اسرعی بعید کا ڈکھانچے گا دونوں جہان میں اُن کے نام کی دہائی پھرے
 گی۔ مہروماہ پر سکتا ہے گا۔ نقیب میرا چہرہ پیل با وقار منیر سدرہ پرمج سلطان کا شرف
 پڑھے گا۔ عرشِ فلک تلواروں کی جھلک۔ نعین مبارک کی پھپھ و یکد کو مرجھائیں گے
 اور کہیں گے۔

خاک درت بر سرِ تاج باد بر شبِ غمت شبِ معرج باد
 عواصمِ جبل و سلاطین ابد علی حبیبک خیر الخلق کلہم
 ماہ مبارک رجب المرجب کی شانِ یسویں شبِ تھی کہ رسولِ لاکھ کوں چہرہ یابین حکم
 رب العالمین براقِ برق دم پر پی جمال گوہری کرمِ عنبرین یا ایل مرغزارِ جنت سے
 کو در دولت عرشِ منزلت پر آیا اور مجھ کیا۔

آیا براقِ برق رم	سے براقِ بھی جس کے قدم
ہستی سے تاملِ عدم	اس کی روشِ تھی ایک دم
نفاذِ نرمِ رُوحوں موجِ ہم	گرمی میں بجلی اس سے کہ
نقی شانِ ربِ ذکرم	اس کی روشِ اُس کا چین
توسن میں یہ قدرت کہاں	ہر صہ میں یہ سرعت کہاں
آہوں میں یہ جودت کہاں	شہدیانہ میں رفعت کہاں
جن میں ہے یہ طاقت کہاں	پیرِ برقی میں صولت کہاں

گھڑوں کی صورت کہاں
 بے شہ کو مرکب یوں اڑا
 اور جو ہری جو ہر اُٹھا
 رے کو خضر آب بہتا
 رے کو اڑے جیسے صبا
 صدا لعل بالہ چلا
 عالی شوئے اعلیٰ چلا
 وہ عرش کا تاج چلا
 پیار سی ادا والا چلا
 جب مرکب خیر الوری
 روح الامیں نے یہ کہا
 حاضر میں اطاک السما
 ہو جے امام اے پیشوا
 آئی مر صبح نرد بان!
 بے حد گردہ قدسیاں
 پُر نور تھے کون و مکان
 زہرہ عطر روک کاشاں
 کی خوب سیر ہر فلک
 جا پہنچے آخر عرش ملک
 کچھ اور ہی پانی چمک
 اللہ کو بے شبہ و شک
 جنت میں نسر مایا گزر
 پھرتی ہیں حور عین اور

پر یوں کا منہ ریشم ساتن
 دل لے کے جیسے دلربا
 پا کر مہو سس کیسیا
 گوہر کو لے کر شب چرا
 بوئے عنبر و یا سمن
 آفتا چلا مولا چلا
 ماہ ہماں آرا چلا
 اللہ کا پیارا چلا
 عزمیں تمکین جس کی پھین
 بیت المقدس میں گیا
 کیجے نماز اس دم ادا
 صف بستہ ہیں کل انبیاء
 ہیں آپ صدر انجمن
 اُس پر چلے شاہ زماں
 تھے دھنئے اور باتیں سداں
 انجم ہوئے گوہر نشاں
 نشہ فتنہ کیواں پرین
 دیکھے فلک اور سب ملک
 پردے گئے اُٹھ یک یک
 کچھ اور ہی دیکھی جھلک
 اس آنکھ سے دیکھا علین
 ایک بانغ دیکھا سبز و تر
 غلماں خوش منظر ادھر

رہے کو نورانی وہ گھر
 نہریں روان شفاف تر
 دوزخ کو دیکھا پڑ مشطرس
 نیچے شہر اوپر شد
 طوق اور زنجیریں ادھر
 ہیں بیش کڑوم نیست
 وہاں کی سب اشیاء دیکھ کر
 عرش معلیٰ دیکھ کر
 وہ بیت اقصیٰ دیکھ کر
 آئے وہ کیا کیا دیکھ کر
 حضرت کی توصیف و ثنا
 مازع پڑھ اور ما طلعا
 چہر حق نے ما ادھی کہا
 مجمل کرے حبس کو خدا
 والی پہنچے کس کا دم ٹھن

اللہ انہ جل جلالہ نے والہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سا جانے والا عقل
 کے حسن دانش پر شمار کیا وقت پاکر پیاری پیاری گزارش کی کہ جب حضور مقام دئے
 فائز ہوں فتدی فکان قاب قوسین ادا دنی کی مشا پر جلوہ گری کریں اس رنجور
 یہ عرض فراموش نہ فرمائیں کہ جب امت مرحومہ روز قیامت صراط پر گزرے تو یہ
 دم دیریزہ زیر قدم فرش پر کرے۔ سرکار بے کس نواز نے جبریل کی یہ عرض قبول فرمائی
 انھیں رخصت کیا۔ اب تو چہار جانب سے انوار غیب کے تہجم تجلیوں نے
 سے پھردیا۔

اس کے بعد ایک پردہ نوری کے قریب جلو کے فرشتے نے پردہ ہلایا جنوار

عجب انوار تو اس جود اور اس محبوب میں درہاتھ کا فاصلہ رہا بکواس سے کھلی کم

کا نام ایک سن کر راستہ پایا۔ غرض کہ اسی طرح شہنشاہ حجاب علی و ماہی نے کرب و خوف
کی لائی آئی جو ایک سبز چھوٹا نورانی تھا۔ اس پر حضور نے سوار ہو کر فرمائی اور سر عرش
پہنچ گئے۔ وہی کرب و خوف غائب ہو گیا۔ یہاں تنہا محبت و جمال پیکر وصال صلی اللہ علیہ
وسلم میں اور نشان جلال کچھ گھیر گئے ناکاہ گوش اقدس میں ہنر و جہان نثار یا رنگسار
نچے رفیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز آئی کہ عرش پر رہتے ہیں۔

وقت یا محمد خان ربیع یعنی ۱۰ سے حضور کو وقف فرمائیے کہ آپ کا رب
صلوٰۃ کرتا ہے۔ حضور کا دل نور یا نور و اوار کی آواز سن کر ٹھہرا۔ لیکن چیز نیوں نے گھیر
کر نہ پہنچیں یہاں کہاں۔ معبود مطلق کا صلوٰۃ کرنا کیا معنی دیتے ہیں عرش سے ایک قطرہ
پٹکا۔ حضور نے نوش فرمایا شہادت سے زیادہ شیریں پایا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فقط
بکھانے کے لیے کہا کہ چارے استعمال ہیں کوئی پیچیدہ شہادت سے زیادہ بھی نہیں تو اس کا
نام لے کر تقسیم فرمائی۔ ورنہ کجا شہادت کجا وہ قطرہ راز محبت اس کی ماہیت پلانے والا۔
جائے یا پیٹنے والا۔ بالہ العظیم وہ محبوب رب الکریم شیریں دھن اگر دریا سے شور
میں لعاب و ذہن اقدس ڈال دے۔ تمام بھر نکلیں شہادت ہو جائے پھر ایسے کے لیے
ایسی جگہ سے ایسی شیریں نعمت ہی عطا ہوئی ہوگی جو ہزار درجہ شہادت سے بالا ہو اسے
شہادت سے کیا نسبت۔ الحاصل اس قطرہ کے نوش فرمانے ہی تمام علوم اولین و آخرین
قلب النور پر منکشف ہوئے۔ پھر عرش اعظم سے خطاب ہوا۔ ادن یا احمد ادن
یا احمد ادن یا حبیب البریہ۔ پاس آ اسے احمد۔ پاس آ اسے محمد۔ پاس آ اسے
تمام جہان سے بہتر غرض کہ

پڑھے تو لیکن چھپکتے دڑتے جیسا سے بھکتے ادب سے رکتے
ہر قرب اقلیں کے روش پر رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

اب ہم اس رنگین نوال کو اعلیٰ حضرت کی منکشف معراج پر ختم کر کے آخر میں
علامہ غریبی اور شیخ زادہ کی تحقیق مندرجہ ذیل میں کریں گے۔

قصیدہ معراجیہ از امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ

وہ سرور کائنات جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
 بہارِ شاہان مبارک چمن کو آبا دیاں مبارک
 وہاں ملک پر دیاں نریں میں پہنچتی شادی پیا تھی دھڑکی
 پہنچت پڑتی تھی آگے نشان کہ عرش ملک پانڈی تھی چنگ
 تھی زمین کی بھین میں کعبہ کعبہ کے سنوار سنوار کے ٹھکانا
 نظر میں نہاں کے پائے جلوے جیسے محراب سرور کا
 خوشی کے بادل اُٹھائے گئے دلال کے طاووس رنگ لائے
 یہ گھوٹا میز اب نہ کا بجھو کر آ رہا ہے کان پر جھلک کر
 دہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم کسانا انچلوں سے
 پیازوں کا وہ سن ترشیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز گلیں
 خفا کے نہروں نے وہ چمکا باس اب دھال کا چرنا
 پڑا نہ پروغ تلکھا تھا اٹھا دیا فرش پانڈی کا
 غبارین کو شاربائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں
 خدا ہی دے سر جان پر غم دکھا دل کیوں کر تجھ زحام
 تار کر ان کے کھٹ کا ستھ یہ نور کا برٹ رہا تھا باڑا
 وہی تار اب ملک جھلک رہا ہے وہی تو جوں ٹپک رہا ہے
 پکا جوتلوں کا ان کے دھروں بنا وہ جنت کا رنگ نہ گنا
 خبر یہ تحریک جبر کا تھی کہ رت مہانی گڑی چرسے گی
 تجلی حق کا سہرا سرِ عیلاۃ و نسیم کی پنجا اور
 جو ہم کیا وال جو تھے خلک کشن پٹ کے تھوڑے تھے آری
 ابی خدائے تھے پست نہایت کہ سرور ہستی حضرت کرشن

نئے نرالے طریقے سامان عرب کے مہال کے سننے تھے
 ملک ملک اپنی اپنی لہے میں ایک عداول کا رہتے تھے
 اُدھر سے اُدھر جھپٹتے آتے اُدھر سے نجات اُٹھتے تھے
 وہ رات کیا لگا لگا رہی تھی بگڑ بگڑ صوب آچنے تھے
 جگر کے صدمے کے الگ الگ تھی مینا رنگ اُنھوں بنا کر تھے
 سیاہ پر پوسے کے نہ پر اپنل تھیل ذاتِ بخت کے تھے
 وہ فنزہ نصرت کا سماں تھا حرم کو خود وہ اپنے تھے
 چور بار بری تو رتی جھڑک حلیم کی گرد میں ہوتے تھے
 غلات مشکیں جبراز رطو تھا عزالہ ناسف ہما ہے تھے
 سب سے بہر میں لبرائیں دُپٹے صافی پینے ہوتے تھے
 کہ میں چھڑیاں قیں دھار لگا کجا بایاں کے قتل تھے
 ہجوم تدرنگ سے کوسوں قدم قدم ترش ہار تھے
 ہار سے دل حوریاں کہ تلکھیں ترشنگ کے پر بیاں چھتے تھے
 جب کہ کو جھڑک میں لیکے تدری بیاں کا وہ ہار تھے
 کہ پانہ سورج چلی چلی کہ جیس کی شیرازت مانگتے تھے
 بنائے میں بوگڑا تھا پانی کٹھ سے تاروں نے بھر تھے
 جنہوں نے ہاں کہاں کہاں آرن وہ پٹوں گھر تھر تھے
 وہاں کی پوشاک زیب تن کی بیاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے
 دو رویہ تدری پرے ہما کر کھٹے سنای کر اسنے تھے
 مگر کی کہی نصیب میں توینہ راوی کے دن لٹے تھے
 حد شنائت نے دی مہاک گن دقت زہیمو تھے تھے

ہجوم اسید ہے گھاؤ مرادیں جسے کرا نہیں ہٹا تو
 اٹھی ہو کر وہ راہ منہ وہ نور برسا کہ راستے ہر
 برفانی کے نقش سم کے حصے وہ گل کھلے کہ سارے
 غار اقصے میں غلابی سرخیاں ہر مہنی اول ہنر
 وہ قتل حوت و درخ کے بنوسے کو تارے چھپتے نہ کھلے پاتے
 چمکے کہ تہ سون پر آں ہوا ہی دان کی پھر نہ پائی
 ہلو میں جو مرغ غفلت اسے تھے عجیب ہنسیوں گئے چرے
 قوی تھے مرغان وہم کے پرانے تو انے کو اور دم بھر
 سنا پاتے میں عرش کے کئے کہ لے ہلکے ہوں تاج طلے
 یہ سن کے سہلے خود چار آٹھا شکار ہاڈل کہاں ہیں آقا
 ہی سہل خاکد پاکب عشت خیر ہاڈل کہ چلے مغرت
 بڑھ لے محقری ہوا حسد قریب آسرو بر مجھ
 تبارک اللہ شان تیری بھی کو زیبا ہے بے نیازی
 خود سے کہہ دو کہ مر جھکا لے لگان سے گزرتے گزیر
 سربازین و قبا کہاں تھا نشان کین دانی کہاں تھا
 بڑے تو کین جھکتے ڈبے سے حیا سے جھکتے ادب جھکتے
 پران کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتہ فعل تھا دھر کا
 ہوا انخر کہ ایک عجب اتو تھا بکسر جو میں ابھرا
 کبھی ملے گھاٹ کا کیا کہ جو سے گزرا کہاں آنا
 اُسے بجا ہر دے کے پڑے کئی بھر سے تو کیا بھر سے
 وہ ہر پتھر ایسا رنگ ایسا کہ خند و غل کا فرق آٹھا پالا
 خیز و کوڑ میں فرق شکل رہنے نہ اعلیٰ خطوط و اصل
 حجاب اٹھنے میں لاکھوں پائے ہر ایک پائے میں لاکھوں

ادب کی باگیں لیے بڑھاؤ لاکھوں میں یہ غل غلے تھے
 گھر سے تھے بلدا جسے تھے جل جل آٹھ کے شکل بل بھتے
 چلتے گلین پکٹے گلشن ہر سے ہر سے لہلہا سے تھے
 کہ دست پستہ میں پیچھے مافخر ساطت لگے گئے تھے
 مہر ہی نہ ریت اودی طلس تھان سب صوب چاروں کھتے
 سوادہ دو ہا کی دو پتھی بیات میں ہر ہی کھتے تھے
 وہ سوزہ وہی پرستے تھے قلم کر چکا تادم میر لکھتے
 اٹھال بیٹے کی ایسی تھ کہ کہ خون اندیشہ ہو کتے تھے
 وہی تو دم بھر سے چراتے جو چلتے تاج شرف تھے
 چران کے تلوں کا پاؤں بوسہ میری لکھتے تھ ہر تھے
 تہاری مافخر کشا وہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
 شام ہاڈل یہ کیا نہ تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا بھر تھے
 کہیں تو وہ جوش لہن سوانی کہیں تھا خنہ و مال کتے تھے
 پڑے میں یان خود جیت کو لے کے بلانے کو بھر گئے تھے
 نہ کوں راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ محلے تھے
 جو قریب نہیں کی روشن پر کتے تو لاکھوں منزل کتا یہ تھے
 تنزوں میں ترقی افزا دانی تہ تالے کے سسلے تھے
 دلی کی گودی میں لاکھوں کو خال کے ٹکڑاٹھا دیے تھے
 ہر ارج مثل نظر ادا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپتے تھے
 دلی تو کہا ہی نہیں دلی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے اسے تھے
 گرہ میں کیوں کی بار چو لے گلن کٹے لگے ہونے تھے
 کما میں حیرت میں مرتبہ کائے عجب چکر میں دائرے تھے
 عجب قوی قوی رہل وفات جن کے کچھ لکے لکے تھے

نہ نہیں سوچی لکھا کے سب ترپ ہی نہیں نہ پاؤں ہائیں
 کوئی ہے اول وہی ہے آخر وہاں ہے ہمیں وہی ہے ظاہر
 کہاں کہاں کے بھولے غلط فہم اول آخر کے چہرے ہیں ہوا
 اور ہے تھیں نہ نہ ناز کی اور ہے انعام شہر کی میں
 خدا کی قدرت کہ پائو تے نہ کہوں نہ ناز نہ پائو تے
 جنہو کو یہ نعمت نکل خدا خلق معمول میں پڑتے تھے
 اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی کے اکی طرف تھے
 عیسا کی چال سے تو پوچھو کہ کدھر سے آئے کہہ گئے تھے
 سلام و رحمت کے باز گدھو کہ کدھر سے پڑھ رہے تھے
 ابھی نہ تاروں کی چھاؤں ہوئی کہ کدھر سے نکلے آئے تھے

نبی رحمت شفیع امت رحما پر شد ہو عن سائیت

اسے بھی اُن خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے مال تھے تھے

علامہ مرزوقی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حبيب قرب خاص میں پہنچے اور
 قارب قوسین اور نئے کے مسند نشین ہوئے تو بارگاہ خاص میں حضور نے عرض کی اللہم
 انت ما تفعل بأمری - الہی میرے لیے تو یہ درجات و مراتب لیکن میری امت کے لیے
 تیری سرکار سے کیا عطا ہوگی - قال اللہ تعالیٰ انزل علیہ الرحمة وابدل میں انہم
 حسنات ومن دعائی منہم لیثیۃ ومن سألنی اعطیتہ ومن توکل علی
 کفیتہ وفي الدنیا استر علی العصاة وفي الآخرة اشفعت فیہم ولو کان
 الحبيب یحب معانیتہ حبیبہ لما حاسبت امتک - ارشاد باری ہو اگر محبوب
 ان پر میں نے رحمت نازل فرمائی اُن کے گناہ نیکیوں سے بدلے اور جو آپ کا امتی
 مجھ پر کازتے ہیں اُسے لبیک یا عبدی کہہ کر تسکین دیتا ہوں اور جو مجھ سے وہانگتے
 ہیں عطا فرما تا ہوں اور جو اپنی حالت پر دنیا میں میرے ساتھ توکل کرے میں اُسے
 گناہ گاروں سے مخفی رکھتا ہوں اور آخرت میں تمھاری شفاعت اُس کے لیے ہے -
 اور اگر حبیب معانیتہ حبیب کو محبوب نہ رکھتا تو میں تیری امت سے محاسب
 ہی نہ کرتا -

اس کے بعد قصہ معراج کی جو مفصل حدیث شیخ زاوہ نقل فرماتے ہیں - اس
 کا ترجمہ منقول ہے - ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم
 مسجدِ اہم میں حج کے پاس بیت اللہ کے قریب کچھ سوتے جاگتے ہو - اُسے سننے کہ

جبرئیل آئے اور براق لائے ایک حدیث میں ہے یہیں سیر کرانی حضرت ام بنی نضیر
 ابی طالب کے گھر سے اور جو حدیث بالقرآن صحیحین مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ
 سے مروی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ہم خطیم میں اور کبھی فرمایا
 جبرجہ میں آرام کریں۔ تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کچھ کہا اور ہم اس کی باتیں سن رہے
 تھے پھر اس نے ہمارا سینہ چاک کیا اور قلب منور نکالا۔ پھر ایک سوئے کا پشت
 لایا گیا۔ جس میں ایمان و حکمت مملو تھا اس میں یہیں بٹھایا پھر ایک چار یا یہ لایا گیا
 جو چرخ سے چھوٹا گدھے سے اونچا تھا۔ سپید رنگ اتنا تیز رفتار کہ اس کا ایک قدم
 منہما سے نظر پڑتا تھا۔

اس پر ہم سوار ہوئے اور جبرئیل چار سے ساتھ چلے حتیٰ کہ آسمان اقول پر پہنچے
 دروازہ کھلایا۔ دریافت کیا گیا یہ کون ہیں۔ جبرئیل نے اپنا نام بتا کر ہمارا نام ظاہر کیا
 اور کہا کہ میں حضور کے لینے کو بھیجا گیا تھا۔ تو فرشتوں نے مرحبا کہا اور دروازہ کھولا
 جب ہم اندر گئے تو آدم صلی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبرئیل نے تعارف
 کرایا۔ ہم نے انھیں سلام علیک کہا آدم نے جواب سلام دے کر مرحبا بالارح الصالح
 والنبی الصالح فرمایا۔ پھر آسمان دوم پر گئے دروازہ کھلوانے پر وہی سوال جواب
 ہوئے اور دروازہ کھلا ہم اندر گئے تو یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں
 ملے۔ جبرئیل نے تعارف کرایا ہم نے سلام فرمایا انھوں نے جواب سلام دے کر کہا
 مرحبا بالارح الصالح والنبی الصالح۔ پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چلے۔ دروازہ بعد
 جواب و سوال کھولا گیا۔ جب ہم اندر گئے تو یوسف صلی علیہ السلام سے ملاقات
 ہوئی سلام و جواب سلام کے بعد انھوں نے کہا مرحبا بالارح الصالح والنبی الصالح
 پھر ہم چلے پھر تھا آسمان آیا دروازہ حسب سابق جواب و سوال کے بعد کھلا اندر گئے
 تو حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ بعد سلام و جواب انھوں نے بھی
 وہی مرحبا بالارح الصالح والنبی الصالح فرمایا۔ پھر چلے حتیٰ کہ آسمان خامس کھولا گیا جب
 ملے مرحبا اسے صلی علیہ و آلہ و سلم مرحبا اسے صلی علیہ و آلہ و سلم مرحبا اسے صلی علیہ و آلہ و سلم

ہم اندر گئے تو حضرت بارون علیہ السلام سے تعارف کرایا گیا۔ سبزم وکلام کے بعد
 انھوں نے مرحبا بالانح الصالح والنبی الصالح کہا۔ پھر آسمان سادس پر پہنچے تو وہاں موسیٰ
 علیہ السلام سے سلام و جواب سلام ہوا اور انھوں نے مرحبا بالانح الصالح والنبی
 الصالح فرمایا جب ہم آگے پہنچے گئے تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ وجہ گریہ معلوم
 کی گئی تو فرمایا اس فرزند سعید کی شان سے رونے لگا ہے کہ میرے بعد مبعوث ہوا اور
 اس کی اُمت کے لوگ میری اُمت سے زیادہ جنت میں جائیں گے۔ پھر ساتویں آسمان
 پر پہنچے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام سے تعارف ہوا اور سلام و رد سلام کے بعد انھوں
 نے فرمایا مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح۔ پھر ہم سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو یہ وقت
 بڑا وسیع تھا۔ اور اس کے پتے ہاتھی کے کان سے مشابہ تھے۔ یہیں بتایا گیا کہ یہ سدرۃ
 المنتہی ہے اور وہاں چار نموش تھیں۔ دو ظاہر اور دو خفیہ۔ ہم نے جبرئیل سے پوچھا کہ
 دونوں خفیہ کہاں جاسکتی ہیں۔ جبرئیل نے عرض کی یہ جنت کی عمریں ہیں اور دو ظاہرہ
 ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر ہم اٹھائے گئے بیت المعمور کی طرف وہاں چند برتن
 نئے ایک شراب سے مملو دوسرا دودھ سے بھرا تیسرا شہد سے۔ ہم نے
 دودھ قبول فرمایا تو جبرئیل نے عرض کی۔ حضور یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور
 آپ کی اُمت ہے۔

پھر ہم پہنچے اس نمازیں ہر دن میں فرض کی گئیں۔ جب ہم واپس ہوئے تو موسیٰ
 علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے دریافت کیا آپ کو کس عمل کے ساتھ امامت
 کیا گیا۔ ہم نے چاس نمازیں بتائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی آپ کی اُمت میں
 اس کی استطاعت نہیں۔ اور میں اس کا تجربہ کر چکا ہوں آپ واپس جائیں اور تخفیف
 چاہیں سب واپس گئے تو دس کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یہ بھی بہت
 ہیں۔ پھر واپس حاضر و بار ہو کر تخفیف چاہی تو دس اور کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام
 نے مثل سابق عرض کیا۔ پھر تخفیف کراں تو دس کم ہوئیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے کمی
 کی درخواست کو عرض کیا حضور نے پھر درخواست تخفیف کی تو پانچ رہیں۔

موسے علیہ السلام نے پھر عرض کیا ان اعدائے لا تسقط علیہم صوات
کلی یوم فانی فند جربنا الناس قبلک - آج تک اُنست پانچ کی بھی طاقت نہیں کہتی
میں نے حضورؐ سے قبل ان کا تجربہ کر لیا ہے لہذا اور تخفیف کرایئے حضورؐ نے فرمایا میں
اپنے رب سے مانگتے مانگتے اب شرم کرتا ہوں۔ اب میں یہ پانچ فرائض پر راضی ہوں
اور انہیں تسلیم کرتا ہوں۔

جب یہاں سے گزرا تو ایک نماز آئی۔ ۱۔ مضیت فریضتی وحفطت عن
عبادی۔ تم نے ہمارے فریضے کا امضا کیا اور ہم نے اپنے بندوں سے بار اعمال
میں تخفیف فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب حضورؐ پھر معراج سے
واپس تشریف لائے اور واقعات ام ہانی کو سنائے اور آپؐ نے فرمایا کہ تمام انبیاء
کرام کے ساتھ میں نے نماز پڑھی اور کھڑے ہوئے کہ مسجد کی طرف تشریف لے
جائیں تو ام ہانی نے حضورؐ کو کپڑا اڑھایا اور فرمایا کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے خطرہ ہے
کہ قوم سنے گی۔ تو نگذریں کرے گی۔ حضورؐ نے فرمایا اگرچہ قوم بھٹلائے مجھے اس کی
پرہوشی اور باہر تشریف لائے تو ابو جہل حضورؐ کی خدمت میں بیٹھا حضورؐ نے
اُسے تمام واقعات امریٰ فرمائے۔ تو ابو جہل کہنے لگا۔ اے جماعت بنی کعب تم
نے سنا بھی۔ اور تعجب سے سر پر ہاتھ رکھنے اور استہرا کرنا تھا کہنے لگا چنانچہ اس
واقعہ کو سن کر بعض ضعیف الایمان مرتد بھی ہو گئے اور ایک جماعت حضرت ابوبکرؓ
کی خدمت میں پہنچی اور یہ واقعہ سنایا تو ابوبکرؓ نے فرمایا۔ ان کان قال ذالک لقد صدق
اگر یہ حضورؐ نے فرمایا ہے تو بے شک سچ فرمایا قوم کہنے لگی اصدقہ علی ذالک۔ کیا
آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ صدیقؐ نے فرمایا۔ اِنی کا صدقہ علی ما ہوا البعد
من ذالک اصدقہ بخبر السعاد فی غدوة وبارحتہ میں اس سے بھی زیادہ
جو بعد اموں ہیں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان خبروں کی جو آسمانوں سے صبح و شام آتی ہیں۔
راوی فرماتے ہیں۔ فلذلک سمی صدیقاً۔ حضرت صدیقؐ رضی اللہ عنہ اسی وجہ میں
صدیقؐ نامہ مشہور ہوئے۔

رفع توہمات

بعض وہم پرست افراد معراج جسمانی کو وہ محال سمجھتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اقول تو جسم ثقیل کا صعود کو ماعقل محال ہے۔ دوسرے خرق والتیام آسمانوں کا منہج تمسیر سے گرفتاری جو محال ہے اس سے عبور کیونکر ہوگا۔

اس کے جواب میں اقول تو ہم چند دلائل نقلیہ عرض کرتے ہیں مغلطائی کے اقل یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ بہشت میں تھے اور اہل سنت و جماعت اسی پر متفق ہیں کہ وہ بہشت وہی بہشت تھا جو آسمانوں پر ہے۔ نہ کہ وہ جو معتزلہ کے نزدیک فلسطین میں تھا۔ پھر یہ امر مسلم ہے کہ بحکم الہی آپ زمین پر تشریف لائے اور حکم اہل بطور اذہان کی تعمیل میں آپ اُترے تو اب معال یہ ہے کہ اس وقت آسمان کا خرق والتیام کیسے ہوا ہوگا۔ اور گرفتاری سے کیسے نجات پائی ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں کا خرق و زمانے ہوئے کس طرح آسمان دوم تک پہنچے اور یہ خرق والتیام اور ثقالت جسمانی اور گرفتاری سے جانے سے کیوں نہ مانع ہوا۔ حضرت ایساں علیہ السلام بایں جسم آسمانوں پر کیسے پہنچے اور یہ خرق والتیام اور گرفتاری سے جانے سے مانع نہ ہوا۔

حضرت اشتر علیہ السلام بھی بایں جسم آسمانوں پر تشریف لے گئے ان پر عیسیٰ گھوڑے غالب نہ آ سکے اور اس جسم سے جب قبض کی جاتی ہیں تو آسمانوں سے گزرتے ہیں اور یہ سب کو پہنچتی ہیں اور یہاں سے خرق والتیام اور گرفتاری کا اثر لگتا اس سے جانے میں مانع نہیں ہوتا۔

ہماری نظر میں اسکا اٹھانے ہی فلک الافلاک سے ممکن ہے کوئی شے اُن کو مانع نہیں ہوتی۔ ہندی واسے نے تو مستند معراج کو ایک ڈبیرے میں حل کر کے سجھ لیا اور کہا

دیا۔ مگر جن کی نگاہوں پر چشمہء تفاسف لگے ہوئے ہیں۔ وہ ابھی اپنے خیالی گھوڑے
 دوڑا کر محال و ممکن کے چکر میں پھنسے پڑے ہیں۔ ہندی والا کہتا ہے۔ س
 رب کے بارے میں گئے کوئی بار
 جیسے پچھلے ایچھے سے کس بات پر
 دروازہ چوکت کوئی سے دروازے

اللہ اللہ صدیق جیسے پاک نفوس تو سنتے ہی تصدیق کر دیں اور مشکین چٹاں چٹیں
 میں پھنس کر منکر ہیں۔ مرنے والا م احمد حضرت مولیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر بچھڑے۔ عنقریب
 تسلیم کرے لیکن حضور علیہ السلام کا آسمان پر رفع اُسے بھی کھکھاسے اور اسکا پر دنا کا
 لاطائل کے اٹھارہ چن ڈکے اور پھر بھی منہ کی کھاسے۔ عفتب خدا کا مطلب خدا اعانت
 جبرئیل علیہ السلام آسمانوں پر تشریف لے جائیں۔ تو بندگان عقل کے عقلی دور میں بحسرتی
 والہ ایم اور کون تارسی اور ثقافت جسمی کو حاصل دیکھ کر اس سیر کو محال قرار دے دے۔ بالآخر
 احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آسمانوں میں ملائکہ کے آنے جانے کے لیے دروازے
 ہیں۔ حدیث معراج میں جبرئیل امین کا خازن سے دروازہ کھلوانا بھی ثابت ہے۔ لیکن غی
 تاریکیوں کے اتنے ابھی تک خرق واتیام کے جال میں پھنسے پڑے ہیں۔

پھر بزرگان دین کے خارق عادات امور ایسے ایسے ہیں کہ وہاں عقل حیران رہ
 جاتی ہے۔

شاہجہان پور میں ایک حجرہ کے اندر ایک مجذوب رہتے تھے ان کا معمول تھا کہ
 تمام شب جنگل میں سیر فرماتے اور صبح شہر میں تشریف لے آتے ایک روز لوگوں نے
 مذاق سے ان کے حجرے کا دروازہ منقل کر دیا۔ اور اپنے خیال میں یہ سمجھے رہے کہ وہ
 مجذوب آج حجرے میں بند ہیں۔ صبح دیکھتے ہیں کہ حضرت بڑا راستے جنگل کی طرف سے چلے
 آ رہے ہیں یہ واقع شاہجہان پور کے عوام میں مشہور رہے۔ ذرا غور کیا جائے تو حقیقت
 کا انکشاف ہو جائے کہ حضور کے غلاموں کے جو دے نور میں ان کی لطافت جسمانی
 اس درجہ پر ہوتی ہے کہ درویدوں ان کو حاصل نہیں ہوتی مثلاً جو اسے نکل جاتے ہیں اور
 وہ ہستی پاک جو ہماری جانوں سے کہیں زیادہ لطیف و اعطف ہے ان کی نسبت یہ خیال

کرتی و انتیہ آسمانوں پر جاتے سے مانع بنوا ہوگا۔ کس قدر بدنامی اور تہمتی ہے۔
حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی ناصیہ نوری میں نور محبوب پاک سپہ بولواک نے
یہ اثرات پیدا کر دیئے کہ آپ نارغروی ہیں جو خوب دیکھ جاتی تھی۔ رونقِ انور ہے
اور بکلم اللہ جس آگ کا اثر آپ پر کچھ نہ ہوا۔ اور کمرہ ناری کی مزاحمت سے آپ محفوظ
رہتے تو اس نور مجسم معدنِ کرم محبوبِ رب اکرم سے کمرہ ناری کیسے مزاحمت کر
سکتا تھا۔

بعض واقعہ معراج کو غلط ثابت کرنے کے لیے بحثِ حرکت لاتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اتنی سرعتِ محال ہے کہ آسمانوں پر جا کر عجائب و غرائبِ ارضی و سماوی کی یہ
کر کے اتنی جلدی واپس تشریف لے آئیں کہ ہنتر گرم اور زنجیرِ حلقہ بدستور متحرک نہ ہو۔ اس
کا جواب تو فلاسفہ کے اصول سے ہی واضح ہے۔ وہ یہ کہ حرکت کے بطی اور سریع ہونے
کی کوئی انتہا نہیں۔ نظر اٹھاتے ہی حجبِ انسانِ آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو نگاہِ آسمان
پر پہنچ کر واپس آجاتی ہے۔ ریڈیو کے ذریعہ جو نشرِ صوت ہو رہا ہے اس کی حقیقت یہ
ہے کہ محروم ہونے والے کے فٹ سے جو آواز نکلی وہ لاہور میں اسی سیکنڈ کے اندر آجاتی
ہے۔ انگریزوں میں بوسنے والا جس سیکنڈ میں بوٹا ہے اسی سیکنڈ کے اندر وہ آواز آپ کے
ریڈیو کے سیرٹ کے ذریعہ آپ سن جیتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت ہر یومی قدر
سرور العزیز الامام المکرمین جامی کی نفحاتِ الانس سے نقل فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالعزیز
احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج میں اپنے والد
واجد کے ساتھ تھا کہ ایک روز طواف کرتے ہوئے میں نے ایک مغربی بزرگ کو دیکھا کہ
طواف فرما رہے ہیں اور لوگ اُن سے تبریک کر رہے ہیں کہ لوگوں نے میرے متعلق
اُن سے کہا کہ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے صاحبزادہ ہیں۔ تو انھوں نے میرے
ساتھ اہلِ محبت فرمایا اور میرا اور میرے لیے دعا خیر فرمائی جس کے برکات
میں اپنے اندر پارہا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ان برکات سے آخرت میں بھی متمتع رہوں
میں نے بھی لوگوں سے اُن کے متعلق پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ

سدوائی اکابر و اصحاب سنی بالی مدین منورہ میں ہیں۔

جب میں طواف سے فارغ ہوا تو میں نے بہت والد قبلہ سے یہ ذکر کیا اور تمام واقعات و کمالات سنائے تو والد قبلہ بہت خوش ہوئے۔ پھر لوگوں نے شیخ موسیٰ سدوائی کے مناقب بیان کرنے شروع کیے۔ اور ان میں سے یہ بھی بتایا کہ یہ ایسے صاحب کمال ہیں کہ رات دن میں ستر ہزار قرآن ختم فرماتے ہیں۔ اس کرامت کو سن کر والد قبلہ خاموش ہو گئے۔ پھر اس کی تصدیق میرے والد قبلہ کے ایک ہم صحبت نے کی۔ اور قسم کھا کر فرمایا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ میں نے یہ تعریف ان کے بیان سے پہلے بھی سنی تھی۔ یہ سن کر میرے دل میں کچھ خیال آیا اور میں نے ایک روز رات میں شیخ موسیٰ کو طواف میں پالیا۔ اور میں ان کے پیچھے پیچھے ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ تقبیل رکنِ اسود فرما کر اول نماز سے شروع کیا اور چلتے رہے اور تلاوت نہایت تدریس سے فرماتے رہے کہ میں ان کی تلاوت کا حرف حرف سن رہا تھا۔ جب آپ حجر سے کعبہ اللہ کے قریب پہنچے جو چار قدم کے فاصلے پر ہے تو قرآن کریم ختم فرما اور میں برابر سن رہا تھا۔ پھر تڑناک کیفیت میں گئے اپنے والد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے عرض کی تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی اور تمام حاضرین جلسہ کا ہر نے بھی تصدیق کی اور اس واقعہ کو علامہ علی قادری نے بھی مختصر مرقعات میں نقل فرمایا۔ اور سورۃ اسریٰ کی تفسیر میں صاحب روح البیان نے بھی اسے نقل کیا اور سبع سنابل شریف میں بھی یہ واقعہ منقول ہے۔

اور لطائف الانس میں مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی نے بعض مشارح کے حالات میں فرمایا کہ وہ تمام قرآن کریم اسلام حجر سے محاذِ باب کعبہ پہنچنے تک ختم فرمایتے تھے۔

اور بزرگان الشریعت اکبر علیہم السلام عارف سید عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سید علی مصطفیٰ رحمہ اللہ ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرماتے تھے۔ اس اشکال کو حل فرمانے کے لیے آگے مندرجات ہیں۔

۴۷۷
 شمع قال قدس سره ولا يستبعد هذا على اولياء الله تعالى الذين غلبت رغبته
 على جسمانياتهم والروح من امر الله وامر الله كليج بالبصر كما اخبر تعالى و
 عرض كلمات القرآن كلها مع معانيها في لسان الرئی كليج بالبصر ما هو
 ببعيد والله على كل شیء قدير۔

اور حضرت جامی علیہ الرحمۃ مذکورہ روایت کے متمم میں فرماتے ہیں۔ قال الشيخ
 حماد الدين احمد قدس سره۔ فثبت انما والرحی عن هذا المعنى فقال هذا من
 بسط الزمان الذي يقع لبعض اولياء الله تعالى۔ حضرت عمو والدين احمد فرماتے ہیں
 کہ میں نے اپنے والد ماجد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے اس را کہ وہ فرما
 کیا تو آپ نے فرمایا یہ بسط زمان سے ایک مخصوص شان ہے۔ جو بعض اولیاء اللہ
 پر ظاہر ہوتی ہے۔

پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کی تصدیق میں
 ایک قطفہ سنایا اور فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت ابن سکینہ کے ایک ڈھایا امر پر تھے۔
 ان کے دفتر میں دست تھی کہ جمعہ کے روز صبح کے مشائخ کرام کے لیے جا کر بیجا
 دیں اور بعد نماز جمعہ لپیٹ کر واپس خانقاہ میں لائیں۔ ایک جمعہ کو انھوں نے لپیٹے
 لپیٹے تاکہ جامع مسجد میں لے جائیں اور چاہا کہ اول دربارہ جگہ پر جا کر غسل کریں۔ چنانچہ
 ساحل و جلہ پر پہنچ کر کپڑے اتارے۔ تہہ بند ہاندھ کر جلہ میں اترے اور غوطہ لگا یا اب
 جو نہ نکالا تو دیکھا کہ نہ وہ ساحل ہے نہ وہاں کپڑے ہیں لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا
 مقام ہے لوگوں نے بتایا یہ مصر ہے۔ انھیں سخت تعجب ہوا اور پانی سے نکل کر وہی
 تہہ بند ہاندھے ہوئے شہر میں گئے ایک دوکان ڈھلے کی ملی اس پر کھڑے ہو گئے وہاں

۱۔ پھر فرمایا یہ بات ان اولیاء اللہ پر بعید نہیں جن کی حیثیت پر ان کی روحانیت و لب
 پہل ہے کہ بزرگ روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے اور اللہ کا امر آٹھ چھپکنے کی طرح ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ
 نے خبر دی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکوک نہیں کہ قرآن پاک کے تمام کلمات معنی بہت
 یکساں ہیں واللہ تعالیٰ زبان پر جاری فرماوے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

نے فرست سے جانا کہ یہ اہل فن ہے۔ انھیں اکرام سے بٹھایا اور گھر لے گیا مختصر یہ کہ
 اپنی لڑکی سے ان کی شادی کر دی سات برس تک یہ یہاں رہتے تین بچے بھی ہو گئے۔
 ایک روز پھر دیر پا پر گئے اور غوطہ لگایا جب سر کا لا تو اپنے کو اسی جگہ پایا جہاں سات
 سال قبل غوطہ لگا چکے تھے۔ اور دیکھا کہ کپڑے بھی اسی جگہ پڑے ہیں جہاں اُنارے تھے۔
 انھوں نے کپڑے پہنے اور خانقاہ میں آئے تو مصلیٰ جیسے پٹیٹ گئے تھے ویسے
 ہی ملے۔ اور بعض لوگ کہنے لگے تم جلدی سے بہت جلدی آگئے سزا شکم یہ مصلیٰ مسجد
 کو لے گئے اور نماز جمعہ پڑھی۔ پھر انھیں خانقاہ میں لائے۔ اب گھر کو جو گئے حیرت
 و استعجاب میں جلدی جلدی گھر پہنچے بیوی نے کہا وہ کہاں ہیں جن کے لیے آپ مصلیٰ لے
 کو کہ گئے تھے۔ میں نے مصلیٰ مل رکھی ہے۔ انھوں نے ان ہمالوں کو بلایا اور ان کے
 ساتھ مصلیٰ کھانچ کر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حال سنایا تو شیخ ابن
 سکینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا خا اور اپنے بیوی بچے لے آچنا بچہ یہ گئے اور تینوں
 بچے اور بیوی لے آئے جب شیخ ابن سکینہ نے دیکھا اور تصدیق فرماں اور فرمایا اس رو
 تیرے دل میں کیا خیال تھا۔ انھوں نے عرض کی حضور میرے دل میں اس آیت کریمہ
 سے ایک خلجان سا تھا کہ فی یوم کان مفقدا رکۃ خمسین الف سنہ کہ ایک دن
 پچاس ہزار برس کا کیسے ہو گا۔ تو شیخ نے فرمایا ہذا دھرمۃ من اللہ تعالیٰ جلت
 اذ رفع الشکالک وصحیح ایہا مذک یہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے تیرے
 اشکال کو رفع فرمایا اور تیرے ایمان کو صحیح کر دیا۔ ان اللہ یسبط زماناً لمن یشاء
 من عبادہ مع قصرہ لغوم اخرین۔ بے شک اللہ سبط زمانی فرما سکتا ہے جس
 پر چاہے اپنے بندوں سے اور جس پر چاہے اسے زمانہ کا قصر کر سکتا ہے۔ تو معلوم
 ہوا کہ جب عام خادمان اولیاء کے ساتھ ایک ساعت سات برس کی شکل میں بدل
 سکتی ہے تو اللہ کے جیبت کے لیے ہر سہا برس کے سفر کو طرۃ العین میں اگر اللہ پورا
 کر دے تو کیا تعجب ہے۔

دوسرے لطائف اہلس ہیں یہ واقعہ قنوجات سے نقل فرمایا کہ ایک جوہری نے

اپنے گھر سے آگاہ نہ کیا اور نہ تو رپڑا کر رکھا۔ چونکہ یہ شخص تھا۔ یعنی غسل فرمیں اس پر تھا۔
 یہ دریا میل کے کنارہ گیا اور غوطہ لگایا تو اس نے خواب کی طرح درجین کر یہ بعد میں ہے اور
 وہاں اس نے شادی کی اور اپنی ولین کے پاس چھ سال رہا اور بچے بھی ہو گئے کراتے
 ہیں کچھ کھلی تو اس نے غسل پورا کیا۔ اور کپڑے پہن کر نہور پر آیا اور روٹیاں لے کر
 گھر پہنچا۔ اپنی بیوی سے پرسب فقہہ کہا۔ چند مہینہ گزرے کہ بعد اوالی بیوی سے
 بچوں کے اس جوہری کا گھر بچتی ہوئی آئی جب یہ جوہری ملا تو اس نے بیوی اور
 بچوں کو پہچان لیا۔ اس کی بیوی نے بعد اوالی سے پوچھا حتی ذبحات تم سے یہ
 شادی کب ہوئی تھی۔ تو اس نے کہا ہندو ست سنہین چھ سال گزر گئے۔ یہ وہ
 نظاں ہیں جو ملے نماں کو واضح کر رہے ہیں۔ اب وہ بھی سنہین جو محض تخیل کے ساتھ
 ہدیہ فرمیں یہ یا مشاہدہ سے ہیں آئے۔

سلطان ہمایوں کے زمانہ میں ایک شخص شمس آباد میں من سبیا کا ماہر رہتا تھا۔ لوگوں
 کو بڑے بڑے عجائب دکھاتا تھا۔ ایک روز شیخ احمد فرغانی اور شیخ احمد اسٹا وجو اپنے
 وقت کے مشہور اکابر علامہ سے تھے۔ دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس کے پاس
 تشریف لے گئے اور کہا کہ ہمیں بھی کچھ دکھا۔ اس نے ایک ننکا اپنے اس گھر میں ایک
 طرف گول لگایا۔ اور شیخ احمد فرغانی سے عرض کیا کہ آپ اس تنکے کے نیچے سے گزریں آپ
 نے جو نہی قدم مبارک رکھا سب محو ہو گیا۔ اور یہ زمین میں آیا کہ میں اپنے گھر سے گجرات
 جانے کو نکلا ہوں عرض کیا قطع نہ تزل طے مراحل کرتے کرتے ایک مدۃ بعد گجرات
 پہنچے۔ وہاں ایک باغ دیکھا آپ نے وہاں سے کچھ پھل توڑے کراتے ہیں باغبان
 پکارا کہ یہ پھل تم نے کیسے توڑے یہ تو سرکاری فواکھات ہیں جتنی کہ آپ کو گرتا کہ وہاں
 اور سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے دیکھا تو فرامست سے جانا کہ یہ کوئی شریف
 آدمی میں مائی گوزر و توبہ کی اور شیخ سے پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔
 آپ نے فرمایا بادشاہ میرانا فرامی ہے۔ اور میرا وطن قنوج ہے میں تیرے شہر میں
 کے لیے آیا تھا۔ شہر نے کہا آپ شوق سے رہیں۔ ہم نے آپ کو ملزم رکھا۔

گھوڑے دیدیے۔ سامانِ رہائش مکان وغیرہ مل گیا۔ شیخ یہاں چند سال رہے۔ اور شادی کی اور دین ہوئیں اور بادشاہ کی مصاحبت میں رہے۔ کبھی شکار کبھی بولو کے لیے بادشاہ کے ساتھ جاتے یہاں تک کہ پچاس برس گزر گئے مونسے سیاہ کی بجائے سفید بال آگئے کہ ایک روز اچانک وہی تنکا نظر پڑا۔ اس کی طرف چند قدم بڑھے تو شیخ احمد اُستاد کو دیکھا۔ بڑے تپاک سے آگے آئے اور معاف فرمائیے گئے۔ آپ کب گجرات سے آئے۔ اُستاد فرمائیے گئے ہیں گجرات انما نحن فی شمس ابادی بیت السیمیاوی و انت الساعة دخلت الخصب و رجعت فالان تذکرہ کیا گجرات ہے تو شمس آباد میں ہیں۔ اور یہ گھر اس سیمیاوی کا ہے۔ اور تم ابھی اس تنکے کے نیچے گئے۔ اور ابلیس واپس ہوئے ہو۔ تو معاف شیخ احمد کو یاد آیا۔

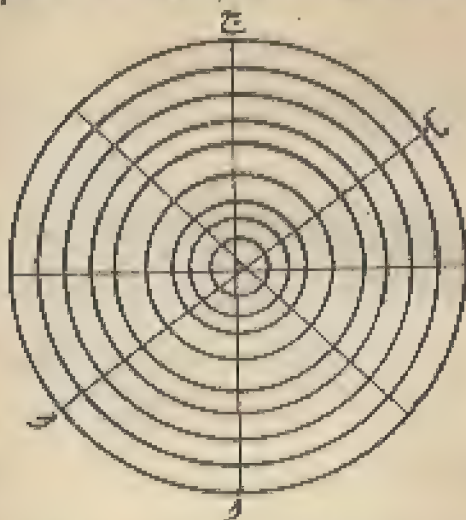
دیکھا یہ سبے خیال کا اثر کہ کہاں پچاس سال اور کہاں ایک ساعت۔

پھر واقعہ معراج سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ سبحان الذی اسرئ بعبدہ فیلذ تو جس سیر کو سبحان اپنی طرف منتسب کرے اور فرمائے کہ ہم نے سیر کو انی اس میں کسی قسم کے اشکال کو موقع دینا پسے دینی نہیں تو بدنامی اور جہالت سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتا۔

اور اس قسم کے بہت سے واقعات مذکور ہیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے الدولۃ الملیہ میں منضعل نقل فرمائے۔ ان مشاہدات پر بھی اگر اطمینان نہیں تو اس کے ثبوت میں دلیلِ حسی بھی موجود ہے۔ جو بغور سمجھنے سے مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے۔ نظامِ شمس میں یونان آفتاب سے وہ نسبت ہے جو سورہ کوئی سے ہوتی ہے۔ اور آفتاب آسمان چہارم سے ایک فاصلہ کی صورت میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ آسمان چہارم بہ نسبت آفتاب کے کس قدر بڑا ہوگا۔ اور زمین اس کی مساحت سے کتنی چھوٹی ہے۔ پھر پانچواں آسمان بہ نسبت چوتھے کے اور چھٹا بہ نسبت پانچویں کے اور ساتواں بہ نسبت چھٹے کے اور آٹھواں بہ نسبت ساتویں کے اور نواں بہ نسبت آٹھویں کے کس قدر بڑا ہوگا۔ اور یہ فلک الافلاک جس کے بعض ہیں یہ سارا عالم ہے۔

اس کی فراخی اور وسعت کے مقابلہ میں سمجھنا چاہیئے کہ ان کو سوا ایک نقطہ دہی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

اب ہم ایک دائرہ فلک الافلاک یعنی آسمانِ نہم کا قیام کر کے اس کے مرکز پر فلک الافلاک کے محیط ایک دو خط غیر متوازی اور، راج کھینچتے ہیں۔



پھر ماہین خطین ہر دائرہ کی قوسیں جو ایک دوسرے کے محاذی ہیں حسب دوائر نور و کواکب کے کم و بیش ہوں گی۔ اور باوجود کی بیش کے ہر قوس کے مرکز کا زمانہ ایک ہوگا۔ مثلاً فلک الافلاک کی قوس جو ماہین خطین سے بڑی ہے۔ اگر اس کا مرکز ایک گنڈ کا فرض کیجئے۔ تو اس کے محاذی پر دائرہ کی قوس کا مرکز اسی ایک گنڈ کا ہوگا۔ حتیٰ اگر زمین کی قوس جو بہ نسبت فلک الافلاک کے غایت قوت میں ہو۔ ایک نقطہ کے ہے اس کا مرکز بھی اسی ایک گنڈ میں ہوگا گھڑی رکھ کر دیکھیں کہ زمین کی قوس اور مرکز قوس کی رفتار مساوی ہوتی ہے۔

اور آسمان اور نواں آسمان جس کو اصطلاح شرع میں عرش و کوس کہتے ہیں وہ ایسا وسیع دائرہ ہے کہ اس کی قوسوں کی سطح جو ماہین خطین پر پڑتی ہے۔ اس کی وسعت اس قدر ہے کہ ہر قوس کا مرکز اس میں انجام پاسکتا ہے۔ بخلاف سطح ارض کے کہ

برخلاف اس کے بمنزلہ ایک نقطہ کے ہے۔ اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ کوئی کام انجام کو نہ پہنچے۔ حالانکہ دونوں کے مورد کاربند وہی ایک گھنٹہ مفروضہ ہے۔

اس اصول مستقر پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سطح قوس ارضی سے جو نہایت تنگ بلکہ بمنزلہ ایک نقطہ کے ہے عرش اور کرسی پر تشریف لائے گئے اور بعد حصول تقرب الہی و نعمائے غیر متناہی جو جو وسعت سطح قوس عرش کے تمام عجائب و غرائب سماوی مثل دوزخ جنت وغیرہ وغیرہ کے دیکھتے بھاٹے جس وقت تشریف لے گئے تھے۔ بتقدیرت اقل قلیل مدۃ اسی وقت واپس تشریف لے آئے وہ بمنزلہ موم بلا زنجیر حلقہ بادشاہی رہی اس میں کون سا تعجب پیدا ہوا اور کیا محال تھا بولنا مرگنا۔

اب فرماوا لنعم اذ انھوی ماضی صاحبک وما غوی کو بغور پڑھ لیں۔ تاکہ کلام الہی جو شان معراج بتا رہا ہے۔ وہ بھی اچھی طرح سمجھ لی جائے۔ اس سورۃ مبارکہ میں سابق و سابق سے اشارۃ و کنایۃ حضرت روح الامین کا کہیں ذکر نہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے آیت کریمہ شہید بالقوی ذومرہ میں جبریل مراد لیا ہے۔ حالانکہ اس سے رب العزۃ جنت محمد عزائم مراد لیا جائے تو مفہوم آیت میں اور وضاحت ہو جاتی ہے۔

اگر کہا جائے کہ سورۃ اذ الشمس کو مدت میں ذی قوت حضرت جبریل کی صفت کہتی ہے۔ اس قریب سے یہاں بھی حضرت جبریل مراد لیے گئے تو ہم کہتے ہیں۔ شہید بالقوی ذومرہ صفت عام ہے ہر موصوف کو شہید بالقوی ذومرہ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں حضرت جبریل علیہ السلام کی تخصیص کیوں۔ پھر جبریل مراد لینے سے ہفت نور جبریل علیہ السلام کے ثنائیہ قرار پاتے ہیں۔ حالانکہ اکبر صافت روح الامین کو بار بار صاف کا ادنیٰ لغاد م مانتے ہیں۔

عرش است کہیں پایہ زایوں مجھد جبریل امین خادم و ربان مجھد
ہر حال میں اس تفسیر کی ترجیح کو پسند کرتا ہوں جس میں علامہ شہید بالقوی سے

رب العزت مراد لیا ہے۔ علاوہ اس کے کفار کا کہنا سننا اور انکار کرنا اس ذکر پر نہ تھا
 کہ رسول عبید السلام نے جبریل کو ان کی اصل صورت میں دوسرے دیکھا۔ بلکہ ان کا
 معراج کے متعلق تھا۔ جس کی تردید خود رب جلالت مجد تبارک و تعالیٰ نے فراموش
 اس صورت میں فرمائی وہو بالافق الاعلیٰ میں ہو گا مرجع اگر حضرت جبریل کو
 قرار دیں تو ایک شے کہ یہ کے معنی نہیں بنتے اس لیے کہ افق اعلیٰ فلک الافلاک کا دائرہ ظہور
 ہے۔ کیونکہ اس کے ماتحت جتنے آفاقی ہیں وہ سب اس کے واسطے داخل ہیں۔ اور
 شرع شریف میں فلک الافلاک کو عرش کہتے ہیں۔ اس صورت میں ایک شے شریف کے
 یہ معنی ہوں گے کہ تعالیم کثیرہ یعنی جبریل امین عرش کے کنارہ پر بنے اور یہ ظاہر ہے
 کہ جبریل کو عرش تک رسائی نہیں ان کا منتہی سدرۃ المنتہی ہے اس سے معلوم
 ہوا کہ شدید التقویٰ ذومرہ سے جبریل مراد نہیں۔ بلکہ اس سے مراد حضرت رب العزت
 جل مجدہ ہے جو بڑا قوت والا اور زور آور ہے۔ اور ہوا کی چھیر بھی اس ذات واجب
 کی طرف پھرتی ہے۔

اور اصلیت واقعہ پر نظر ڈالیے تو بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ شدید التقویٰ
 ذومرہ ذات واجب تعالیٰ ہے۔ اس لیے کہ جب حضور معراج سے واپس تشریف
 لائے اور لوگوں سے معراج اور وہاں کے حالات بیان کیے تو مسلمانوں نے تصدیق
 کی۔ کفار نے کہا کہ یہ ہلکی باتیں اپنی طرف سے معاذ اللہ کہہ رہے ہیں۔ اس کے
 جواب میں ارشاد ہوا والنجم اذا هوىٰ قسم ہے اس پیارے چمکتے ستارے محبوب
 کی جیب کہ وہ اترے ماضی صاحب کو و ما غویٰ تمہارے صاحب کی جیب کے
 ہیں نہ بے راہ و ما یبسط عن النہیٰ اور وہ کوئی بات اپنی طرف سے ہانک نہیں
 فرماتے۔ ان ہوا کا وحی پوری وہ جو فرماتے ہیں وہ ہمارے وحی ہوتی ہے۔ علامہ
 شدید التقویٰ ذومرہ۔ انہیں پڑھایا ان کے رب نے جو سخت قوتوں والا ہوا
 اور ہے۔ فاستویٰ پھر وہ جلوہ محبوب حدوث و قدم کے خط استوا پر قائم ہوا۔
 یا یوں کہتے کہ وہ جلوہ ذات متوجہ ہو اجزۃ محبوب کی طرف وہو بالافق الاعلیٰ

اور وہ جلوہ ذات واجب اس وقت عرش کے اُفق یعنی کنارہ پر تھا۔ اُس نے
عالم قدس سے مناسبت ذاتی ہوئی۔ اُن دن یا محض اُسے محبوب قریب آؤ چنانچہ
اُسے قریب ہوئے۔ وہاں قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنِیْ اِیْسے قریب ہوئے کہ عجب
محبوب میں دو کمالوں کا فرق رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ قاضی الیٰ عبدہ ما اوجی پھر
اس خلوت سراٹھے خاص میں وہ اسرارِ حقائق اور معارفِ دل میں ڈالے گئے۔ کہ سوا
محبوب و محبوب کے کوئی نہیں جانتا ہے

میان عاشق و معشوق رمزیت کرنا کا نہیں راہم خبر نیست

حالِ کلام انفرادی ہوا آئی۔ نہیں جھوٹ جانا دلی نے جو آنکھوں نے دیکھا۔ یعنی جو
پیشہ سمریہ راہی ہوا اُس نے اس کی تصدیق کی۔ اَذْنِیْ مَوْکَہ عَلٰی ہَا یَسْرٰی کیا تم
اس سے جھگڑا کرتے ہو جو اس نے آنکھوں سے دیکھ کر بیان فرمایا یعنی اے منکر
ہمارے محبوب و مطلوب نے شبِ معراج میں جو عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا اور
لوگوں سے بیان فرمایا کیا اس میں تم اس سے جھگڑتے ہو اور تعجب کرتے ہو۔ و نقد
دہ منزلۃ اخرویٰ حالانکہ وہ معراج روحانی جو عالمِ رویا میں تینتیس بار چوکی ہے۔ اس
میں پہلے بھی اس نے دیکھا یہ کوئی نئی بات نہیں۔ عند السعد دہا المنتہی معراج
روحانی میں سدرۃ المنتہی کے قریب وہ جلوہ دیکھ چکے ہیں۔ عندہا جنت الماویٰ
وہ سدرۃ المنتہی وہ ہے جس کے نزدیک جنت الماویٰ ہے۔ اذ الیغشی السدرۃ
ہا یغشی اور وہ دیکھنا اس وقت تھا جس وقت ڈھانپ رکھا تھا۔ سدرہ کو جو کچھ
ڈھانپ رہا تھا۔

معراج روحانی میں سدرۃ المنتہی کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رویت
الہی ہوئی شاید اسی کی نسبت آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو امر کی
صورت میں دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے خدا کو اچھی صورت میں دیکھا۔
تفسیر حقانی جلد ۵ صفحہ ۳۰۰ میں ہے۔ مسلم و ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبار دیکھا۔ احمد وغیرہ محدثین نے تصحیح اس کو

ثابت کیا ماذن البصر وہ لفظ نہیں کبھی کی نظر نے اور نہ حسرت گذری اسے شب
معراج جہانی میں حضورؐ کی نظر نے کما حقہ مشاہدہ قات کیا اور حسرت تھا فانی
کیا نقد و امن آیات ربہ الذکر ہی بے شک دیکھا اُس نے نشانیوں رب
جیل کو بہت بڑی نشانی یعنی دیوار الہی ۔

اگرچہ بحث کے لیے تو بہت سی گنجائشیں ہیں۔ لیکن ضرورت کے مطابق
جو کچھ عرض کیا گیا کافی ہے۔ و اللہ اعلم۔

وَقَدَّمْتُكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا وَالرُّسُلِ تَقْدِيمٌ مَّخْدُومٌ عَلَى خَدَمِ

۱۰۹

حل لغات | وقد متک، قدمت ماضی غائب از تقدیم آگے کرنا۔ اور
آگے کیا آپ کو۔ جميع الانبياء، تمام انبیائے دیہا،
اس جماعت کے لیے۔ والرسل، اور رسولوں کا یہ۔ تقديم، مفعول
مطلق تمثیل بیان کیا۔ بڑھانا ایسا تھا جیسے۔ مخدوم، مخدوم کا۔ على خدم،
جمع خادم، خادموں پر بڑھانا ہے۔

ترجمہ | اس مقام پر پہنچ کر تمام انبیاء و مرسلین نے حضورؐ کو نماز میں امام
بنایا۔ جیسے مخدوم خادموں کے آگے جوتا ہے۔

شرح | اس شعر میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو لیلۃ المعراج میں
حضورؐ کو امام الانبیاء بنایا گیا اور مسجد اقصیٰ میں حضورؐ نے نبوت
کی امامت فرمائی۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرعیاں ہوں معنی اول آخر
کہ درست بستر ہیں نیچے جانے جو سلطنت آگے کو گئے تھے

روایت ہے کہ جب حضورؐ بیت المقدس تشریف لائے اور براق سے اُترے تو براق
تو اس جگہ باندھا گیا جہاں انبیاء کے براق بندھے ہوتے تھے جب حضورؐ مسجد اقصیٰ

میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سجدہ انبیاء کرام سے بھری ہوئی ہے۔ اقامت نماز ہوئی۔ حضور فرماتے ہیں کہ ہم صفوں انبیاء میں اس امر کے انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ دیکھیں کون امامت کو لے گا۔ جسے کہ جبریل امین نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کیا اور میں نے امامت کی۔ پھر ہم مسجد سے نکلے تو جبریل نے دو طرف پیش کیے۔ ایک شراب سے مملو بھرا چوں تھا۔ دوسرا دودھ سے میں نے دودھ لے لیا تو جبریل نے کہا: اخذت اللفظ حضور نے فطرت اسلامی کو قبول کیا۔ احمدیہ مکتبہ پر کہ یہ امامت قبل عروج ہوئی اور قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہ امامت قبل عروج و بعد نزول دونوں باہر ہوئی ہو۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز فرض اور آگے گئی یا نفل تو ایک روایت کی بنا پر تو یہ ظاہر ہے کہ قبل عروج جو امامت ہوئی وہ صلوٰۃ نفل کی تھی اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے بعد نزول جو امامت فرمائی وہ نماز فجر تھی اور بعد فضیلت ادا ہوئی۔ کفائی المواہب۔

مولای صل وسلم والسماء ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

وَ اَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطَّبَاقَ لَهُمْ
فِي مُوَكِبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبُ الْعَلَمِ

(۱۱۰)

وَ اَنْتَ، اور آپ نے۔ تَخْتَرِقُ، اناختراق پھاڑنا، چاک
حل لغات کہے۔ السَّبْعَ الطَّبَاقَ، طباق جمع طبقہ، سات
طبقات آسمان کے۔ بِمُؤَكِّبٍ، ہمراہی لشکر ملائکہ۔ فِيْ مُوَكِبٍ، دستہ سواران، اور
کوئل سواروں کے اندر۔ كُنْتَ، آپ تھے۔ فِيْهِ، ان میں۔ صَاحِبُ
الْعَلَمِ، سردار لشکر۔

اسے سیاح الامکان آپ نے چاک کیے ہفت طبقات سماوی
ملائے لشکر ملائکہ اور ان سواروں کے جو جلوس میں ہمراہ تھا اور آپ

اس میں سرور و شکر تھے۔

فلا سفر کنتے ہیں کہ ان الافلاک اجرام صلیبة غیر قابلہ
شرح الخرق والالتیام۔ لانہا لوکانت قابلہ لہما لکانت اجزائہا

قابلہ للتفرق فیلزم ان تكون الجهات محدودة قبلہا اذ التفرق لا یكون
بالحرکة المستقیم۔ یعنی افلاک ایسے اجرام صلیبہ سے ہیں جو ناقابل خرق و التیام ہیں۔

اس لیے کہ اگر وہ قابل خرق و التیام ہوتے تو ان کے اجزاء علیحدہ ہونے کے بھی قابل
ہوتے اور ان کی جمالت کا محذور ہونا بھی ضروری تھا۔ اس واسطے کہ تفرق بغیر حرکت

مستقیمہ ناممکن ہے۔ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان الاجسام محدودہ الحقائق
تفصل الخرق والالتیام فعلی تقدیر تسلیمہ انہما یتحدون ماعداد

تواناظم فایم رحمہ اللہ نے رد فلاسفہ کرنے کے لیے فرمایا ہے
وَأَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبِیحَ الطَّبَاقِ بِہُمْ

اور اس بیعت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ فرمایا جو حضور نے فرمایا
جبریل آئے اور ہمیں لے گئے جب ہم سہارونیا کی طرف پہنچے تو جبریل نے خازن کو

کہا کہ افتح الباب دروازہ کھول تو خازن نے کہا میں ہذا تم کون ہو تو جبریل نے کہا
میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں ان کے لینے کو حکم الہی آیا

تھا۔ جب دروازہ کھلا تو ہم چڑھے ہم نے وہاں ایک صاحب بیٹھے دیکھے جن
کے داہنی جانب سپید چہرے والے تھے اور بائیں طرف کالے مسہ والے جب وہ

داہنی طرف دیکھتے خوش ہوتے اور جب بائیں جانب نظر ڈالتے روتے۔ ہم نے
انہیں سلام کیا تو انھوں نے فرمایا مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح

میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں تو انھوں نے کہا ہذا آدم ابوت ہذا
انوجہ بیض النقی عن یمینہم ارواح اصحاب الیمین اهل الجنة والنار

فی نسما لہم ارواح اصحاب النہم اهل النار من اولادہم بکرم ابوالنہم
گوریت چہرے والے اصحاب الیمین جنتی ہیں اور کالے مسہ والے اصحاب الشمال

جہنمی۔ ان کی اولاد ہے۔

پھر ہم آسمان دوئم پر گئے اور خازن سے حسب سابق سوال وجواب کے بعد جبریل نے دروازہ کھلایا اور ہم اس میں گئے تو وہاں حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہ السلام سے ملے پھر ہم آسمان سوم پر گئے اور اسی طرح دروازہ کھلوا کے پہنچے تو وہاں یوسف علیہ السلام ملے۔

پھر آسمان چہارم پر گئے اور ویسے ہی خازن سے باتیں ہوئیں۔ اور دروازہ کھلا اور وہاں ادريس علیہ السلام سے ملے پھر آسمان پنجم پر بارون علیہ السلام سے ملے۔ آسمان ششم پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آسمان ہفتم پر ابراہیم علیہ السلام سے ملے۔

حتیٰ کہ وہاں سے آگے بڑھے تو عرض کے قرب میں پہنچے وہاں قلموں کی حرکت کی آوازیں مسوع ہوئیں۔ پھر میری اُمّت پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر بشورہ موسیٰ علیہ السلام ان میں تنقیف کرائی گئی حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہیں اور ثواب بھی پچاس کا عطا ہوا۔ یہ حدیث مفصل ہم بیت نمبر ۱۰۹ میں نقل کر چکے ہیں من یشاء فلینظر۔ سبع الطباقی جہم میں بعض روایات کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے مراد وہی انبیاء کرام ہیں کیونکہ بعد فراغ صلوٰۃ جب حضور تشریف لے جاتے تھے تو جملہ انبیاء حضور کی جلو میں تھے۔

اور صاحب العلم میں اس امر کی طرف کتنا یہ ہے کہ حضور رئیس الانبیاء اور صاحب الاولاد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مولیٰ صلی وسلم دانستہ لہذا علیٰ حبیبک خیر الخلق کعبہ

حَتَّىٰ إِذَا لَمْ تَدْعُ شَأْنَ الْمُسْتَبِقِ
مِنَ الدُّنْيَا وَلَا مَرُفَاتِ الْمُسْتَنِمِ

حقّی، براۓ غایت، یہاں تک کہ۔ اذا، جب۔ لم، عمل لغات، اندع، لورتفوت، نہ چھوڑی آپ سے۔ شأْن و مَرُفَاتِ

دوڑنے کی ہمت۔ خدا اور بڑھنے کی ہمت۔ لمستبق، استباق، سبقت
 نے جانے والا کسی کو بڑھنے میں سبقت لے جانے والے کو۔ من الیٰ نو
 ذو، قرب، قرب خاص ہے۔ ولا صرفا، صرف، اترنے چڑھنا بلند کرنا۔
 اور نہ رہا چڑھنے بڑھنے کا ذریعہ۔ لمستنہم، اذا استنہم کسی پرستہ پر چڑھنا
 کسی سیر بھی اور پشتہ سے۔

حضور یہاں تک چڑھے کہ کسی چڑھنے بڑھنے والے کو موقع
 نہ ملے۔ بلند ہونے اور چڑھنے کا باقی ہی نہ رہا۔

شرح | اس بیت میں یہ بتایا ہے کہ سب سے زیادہ آسمانوں میں
 جانے والے جبریل امین و مطاع خفے مگر جب
 حضور کے ساتھ پہنچے تھے کہ جب سدرہ آیہ جو ایک درخت ہے کہ اس کے پتے
 پاتھ کے کان کے مشابہ ہیں اور اس میں سے نہریں چل رہی ہیں جبریل و فرات
 اور انہما رجوت بتائی گئیں تو جبریل رہ گئے۔ حضور نے فرمایا کہ جبریل آگے چلو
 تو عرض کی وہ دونوں اس مسئلہ کا حوزت حضور اگر ایک انگلی بھر آگے بڑھوں تو جہنم
 جہاں سے جل جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وما من الا لہ مقام معنوم رہم میں
 سے کوئی فرشتہ نہیں مگر اس کا ایک منفر مقام ہے۔

تو میں یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس لیے کہ علم عالمین کا منتہی یہاں
 سے متجاوز نہیں اور اس سے تجاوز کرنا یہ خاصہ حضور کی ذات کا ہے۔ ہوا حضور
 کے کسی ملک و مملکت کی رسائی اس سے آگے نہیں اور انوار التشریل میں ہے۔ کہ علم
 خلقات کا منتہی اور ان کے اعمال کی حد سہ ماہ سابع پر ختم ہے۔ یہ مرتبہ حضور کا ہے کہ
 علوم خلقات سے بالا منزل اعلیٰ تک حضور کی رسائی ہے۔ ولہذا الحمد۔

حَفَظْتُ كُلَّ مَقَامٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ
 تَوَدَّيْتُ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

۴۰
خففت ، وضعت او جعلت فی الاسفل ، نیچے کرونیچیں

حل لغات آپ نے - کل مقام ، مقام بفتح المیم اسم مکان یعنی محل القیام
اسے مقامات الانبیاء تمام مقامات انبیاء کے - بالا اضافۃ - اعمیٰ جنسبتک
الی مقامک - اپنے مقام کی نسبت سے - اذ ، جب کہ - لوقیت ، طلب الاقبال ،
پکارے گئے آپ - بالرفع ، بلندی ، بلندی کے ساتھ - مثل ، مثل - المفرد ،
المفرد ، یکتا - العلو ، بمعنی عالی ، بلند مرتبہ کے -

آپ نے اپنے مقام کی نسبت سے تمام انبیاء کے مقام نیچے کو یہ اور
ترجمہ آپ علم مفرد کی طرح علوم ثبت کے ساتھ پکارتے گئے -

شرح جب کہ شب معراج میں حضور کی ترقیاں مقام نہایت کو پہنچی
انہیں تو گویا حضور نے اپنے مقام کی نسبت سے صاحب مقام
گویا ہر مقام نبی کو نہایت الہی پست فرما دیا ، جب کہ حضور کو اذن یا محمد اذن
یا احمد اذن یا حیدر البزہ کی تدائیں آئیں تو حضور مثل یکتا اور ممتاز ہستی کے
منادے بنائے گئے -

اس بیت میں ناظم فہم رحمہ اللہ نے اصطلاحات نحو یہ خفض ، اضافت ،
نہاء ، رفع ، مفرد ، علم کو نہایت حسن و خوبی سے جمع فرمایا ہے -

اگرچہ یہاں مقصود نحو نہیں ہے - جیسے نحو میں خفض فی الاعراب ہوتا ہے -
یہاں خفض کے معنی حظرت کے ہیں - اور مقام بفتح المیم اور بضم المیم دو طرح

مستعمل ہے - بیت مبارک میں بفتح المیم ہے جو معنی مکان یا محل قیام آتا ہے چنانچہ
ابوسعود نخعی سے سوال کیا گیا - یا وحید الدبر یا شیخ الانام

افتخار الفرق المقام والمقام تو آپ نے فرمایا ان کاں المقام لہ بقال مقام بفتح المیم
اگر وہ مقام مخصوص صاحب مقام کو ہے تو بفتح المیم کہیں اور اگر مقام غیر پر قبضہ
ہو تو بضم المیم پڑھیں گے -

اسی طرح اضافت میں بھی معنی لغوی یعنی نسبت مراد ہیں بلکہ اصطلاح لغوی

اور حرف اذ جا بطرح سے مستعمل ہوتا ہے۔ اقل یہ کہ وہ اسم زمان ماضی کا ہو
 تو یہ بھی ظرف ہوگا۔ جیسے فقد نصرہ اللہ اذا خرجہ الذین کفروا کبھی بدل فعل
 کا ہوگا۔ جیسے واذ کرنی المکتاب مریم اذا نبتت اور کبھی مفعول پر ہوگا۔ جیسے
 واذ کبروا اذا نتم قبیل اور کبھی مضاف الیہ اسم زمان کا ہوگا۔ جیسے یومئذین ووسم
 صورت یہ ہے کہ اسم زمان مستقبل ہو جیسے یومئذین تقدث اخبارہ تیسری شکل
 یہ ہے کہ مفاجات کے لیے ہو جیسے خرجت اذ ذیق شہ لیکن یہ بہت کم استعمال
 ہے۔ اور چوتھے یہ کہ ہر اسے تعلیل ہو جیسے لن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم اور اس جگہ
 بیت مبارک میں اذ اقل ہی صورت کے ماتحت استعمال کیا ہے۔

اور خود بیت بمعنی طلب الاقبال ہے۔ اور اس میں مراءینہ والا اشد تعالیٰ
 ہے جیسا کہ مروی ہے کہ اس رات میں جناب باری کی طرف سے فتور کوئی ہوگا
 اذُن یا محمد اذین یا محمد اذین یا خیرا لیبیہ۔

اور بالواقع میں بھی معنی لغوی مراءینہ یعنی ارتفاع درجہ۔ مذکور معنی لغوی اور
 اس طرح مفرد کے معنی منفرد الواحد فی القوم کے ہیں اور علو سے مراد عالی ہے
 یعنی ممتاز عن سائر جنس ولله الحمد۔

کَيْمَا تَفُوزُ بِوَصْلِ آيٍ مُّسْتَتِرٍ
 عَنِ الْعَيُونِ وَبِسِرِّ آيٍ مُّكْتَتِبٍ

(۱۱۳)

کے حرف تعلیل بمعنی تاکہ تاکہ۔ ما زاید ہے۔ تفوز۔
 مضارع مخاطب از فوز کا میاب۔ کامیاب ہوں آپ بوسہ
 قبل الی سے۔ ای حرف استغراب و شرط اور یہاں تعجب کے لئے پڑتا ہے
 میں مستعمل ہے۔ کس قدر۔ مستتر مخفی طور سے۔ عن العیون۔
 عین بمعنی باصرہ عن عیون الناس والحدیث کہ والایذیب تمام آنکھوں سے
 وبتسویہ اور مخفی رائے۔ ای کس قدر۔ مکنتہ پوشیدہ و مخفی۔

ترجمہ یعنی یہ نہ اس لیے تھی کہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو اعلیٰ الشکائی سے پوشیدہ رہے اور آپ اس راز مخفی سے واقف ہوئے کہ حضور کے سوا کوئی اس سے نہ جان سکے۔

وہ قرب جو محبوب کو ہر وقت ہے مثل ہو شرح اس جمال کی بے شکست و گنج
ہو خدایا مکان سے عیاں معنی تجید ہو جائے تن شرح بتے شرح متن کج
نہر سینہ راز راز دانی و ہند نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی و ہند
نہر گوہر سے درۃ التاج شد نہ ہر مہر سے اہل معراج شد
برائے سر انجام کار ثواب یکے از ہزاراں شود انتخاب

اس بیت مبارک میں وصل سے مراد در حقیقت رویت الہی ہے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ بیاتہ الامرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت الہی بچشم قلب و نہائی یا بچشم سر۔

بعض تو اس طرف گئے کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بصیرت اور روشن کی اور چشم قلبی سے دیدار الہی کا مشاہدہ فرمایا اور اس پر استدلال میں ماکذب الفوائد مارا ہی کو دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور نے چشم دل سے دیدار الہی کیا اس پر اللہ فرماتا ہے کہ ہمارے حبیب کے دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اور بعض اس طرف گئے کہ حضور نے جمال الہی بچشم سر دیکھا جیسا کہ فرمایا ان اللہ اعطیٰ موسیٰ الکلام و اعطانی الرؤیۃ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کا کفر بخشا اور مجھے رویت الہی کا۔ اور فرمایا رعبت ربی فی احسن صودۃ میں نے اپنے رب کو بہترین صفت میں دیکھا اور عاقر کو رشی فرماتے ہیں کہ اس میں حجت کرنا ہی ناپید ہے اس لیے کہ اگر حضور کو رویت بالقلب ہوئی تو اس لیے کہ آنکھوں سے دیکھنے کے مقابلہ میں دل سے دیکھنے میں یقین و معرفت کی ترقی ہے۔

علامہ حقی اندلسی رحمہ اللہ روح البیان میں فرماتے ہیں یقول الفقیر ایضا الرؤیۃ فی مقابلۃ الکلام بیدل علی رؤیۃ العیاں لان مریئ سئل لہا لمنع منها فاقتضی

ان بفضل نبیہا علیہ السلام بجا منع مند و ہوا الرویۃ البصریۃ و لا یستلزم
ان الرویۃ القبیۃ یشترک فیہا جمیع الانبیاء حتی الاولیاء۔ یہ فقیر کتاب کہ
کلام موسیٰ کے مقابلہ میں روایت وارد ہے جو اس امر پر دلالت ہے کہ یہ روایت بالیقین
ہے۔ اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ارنی النظر الیہ حبیب فرمایا تو اس نے توفی
جواب ملا تھا۔

اب حضور کی فضیلت اور امتیاز کو بلند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی روایت
سے حضور کو لو ازا اور یہ روایت روایت کچھ سہم سرہی ہوئی چاہیے اور اگر روایت بالقلب
مانی جائے تو پھر حضور کے ساتھ خصوصیت ہی کیا رہے گی۔ اس لیے کہ روایت
بالقلب تو تمام انبیاء کو حاصل ہے۔ حتیٰ کہ خاصان بارگاہ و انبیاء کرام بھی اس سے
مستثنع ہیں اور بعض فضلاء نے خوب فرمایا کہ جس کی اہمیت میں روایت طوادی کا
ذکر فرمایا اور روایت عینی کو اس لیے مخفی رکھا کیونکہ ہر جہے جو اللہ اور اس کے حبیب
کے مابین مکتوم ہے۔ اور اسی طرف ناظم رحمہ اللہ و سیدنا علیؑ کی حکمت میں اشارہ فرما رہے
ہیں۔ عظامہ خروپوئی رحمہ اللہ سب کچھ لکھ کر اخیر میں خوب واضح اور صاف محاکمہ فرماتے
ہیں۔ و الحاصل انما مذہب الی صحۃ و دینہ بعینہ و بقلبہ الحدیث دوم مسلم
فی صحیحہ۔ و این دینی بعینی و بقلبی و لکن اعجازون عن دلائل کیفیتہا۔ نص صریح
ہے کہ ہم صحت روایت بالیقین و بالقلب کے قائل ہیں اس لیے کہ مسلم شریعت کی
حدیث میں حضور نے فرمایا ہے میں نے اپنے رب کو دل کی آنکھ اور سر کی آنکھ دونوں
سے دیکھا لیکن ہم اس کی ادراک کیفیت سے عاجز ہیں۔

کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے۔

لا یکن السرا لا کل ذی عقل و السور عند کرام الناس مکتوم

و السور عند فی بیت لہ علق قد ضاع مفتاحہ و الباب مغلوم

مترجم شدہ نہیں رہتا مگر ذی خطر را باب ہمت کے پاس اور راز حق و ال
ہستیاں مخفی رکھا کرتی ہیں یہ اس گھر میں رہنے والا خزانہ ہے کہ جو افضل و مطلق ہے۔

اور اس کی کئی ضائع ہو چکی ہے اور دروازہ پر مہر لگی ہوئی ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

بین النجین سرابین یفشیہ قول ولا قلم الخلق یحکیمہ

سربید از جنہ الش مقابله نور یجیر فی بحر من النبیہ

بعض مفسرین نے تصریح کی کہ اس رات حضور کو متعدد نشان کی وحی ہوئیں

ایک وہ جو حضور نے عوام تک پہنچائی۔ دوسری قسم وحی کی وہ ہے جو خواص تک

پہنچائی گئی جو معارف الہیہ تھے۔ تیسری قسم وحی وہ تھی جو انحصار خواص تک پہنچی وہ

حقائق اور نتائج علوم و ذوق تھے۔ اور چوتھی قسم وحی کی وہ تھی جو حضور اور رب جلالت

و مجد کے واسطے پہنچتی رہی۔

مرای حل وصلہ والتمایا علی حبیبک نعیر الخلق حکم

فَحَزَّتْ كُلَّ فِتْنَةٍ غَيْرَ مُشْتَرِكٍ

وَحَزَّتْ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمٍ

۱۱۴

فحزت، فٹا ہونے، تفصیل تفریع، حُزّت من عاذ بمعنی جمع

حل لغات

والخطاب علیہ السلام اسے جمع ت، پس جمع کر لیا آپ نے۔ کل،

تمام۔ فتناء، الفواضل والشائل والفضائل، فضیلتوں کو۔ غیر مشترک،

غیر مشترک حال ہیں۔ وحزّت، عبوت و ذہبت، اور عبور فرمایا آپ نے۔ کل

مقام، تمام مقامات کو۔ غیر مزدحم، بغیر دوسرے کے اجتماع کے۔

حضور آپ نے تمام فضیلتیں جمع فرمائیں بلا اشتراک غیر سے اور آپ

ترجمہ

تمام مقامات سے عبور فرما کر اس جگہ پہنچے جہاں کسی کا اجتماع و ازدحام

ناممکن ہے۔

ہم مقامیگر رسیدی نہ رسیدی ہی، بعض فضلاء فرماتے ہیں فحزّت

شرح

کُلِّ فِتْنَةٍ غَيْرَ مُشْتَرِكٍ سے مراد درجات و سیلہ اور مقامات رفیعہ اور

کوثر و شفاعت غفلتی اور مقام محمود اور لواحد و دو ہے۔ غیر مزدحم سے مراد مقام

عجبت اور ختم نبوت و رسالت عامہ وغیرہ ہے۔ جبکہ حدیث میں ہے کہ پھر ہم آگے بڑھے اور جبریل چارے سا تھکے۔ یہاں تک کہ جب ہم پردہ فہمی پر پہنچے اور پردہ کو حرکت دی تو کہا گیا یہ کون ہے۔ جبریل نے کہا میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ملک حجاب فہمیب نے اللہ اکبر کہا اور پردہ سے ہاتھ نکال کر مجھے اٹھالیا اور طرفہ اچھلی میں پانچ سو برس کی فہم مسافت پر مجھے پہنچا دیا اور کہا تقدیریا محمد۔ اسے آقا آگے چلیے تو ہم آگے بڑھے کہ ایک پردہ موتیوں کا آیا۔ اس فرشتے نے اس پردہ کو بلایا اور یافت کیا گیا کون ہے۔ تو اس نے کہا۔ ان حجاب الحجاب الذہب و هذا محمد، یعنی میں حجاب فہمیب کا فرشتہ ہوں اور آقا کائنات میرے ساتھ ہیں اس نے اللہ اکبر کہا۔ اور ہاتھ نکال کر مجھے اٹھالیا۔ حتیٰ کہ اسی طرح حجاب در حجاب ملے کر تھے ہوتے ستتر پردوں سے جو رکھا کہ ہر پردہ پانچ سو برس کی فہم مسافت کا تھا۔ پھر رفیق ہمنگس کا بستر لایا گیا جس کی چمک سورج سے تیز تھی۔ اس پر ہم چلے یہاں تک کہ عرش پر پہنچے وہاں سے ایک تفرہ ہمارے منہ میں ٹپکا جس کی صفت یہ تھی کہ فدا ذاق الذائقون نہیں تھا جتنے منہا۔ دنیا میں اور آخرت میں چکھنے والے اس سے زیادہ شیریں چیز نہ چکھیں گے اور پھر ان کے اولین و آخرین کی تمام اخبار و عظم محمد پر روشن فرما دیے۔ (الحديث)

مولای حصل و سلم دائما ابدا
توسین عروج اور نزول اتنی ہر نزدیک!

(از قبلہ قدس سرف)

وَجَلَّ مَقْدَارُ مَا وُلِّيتَ مِنْ رُتَبٍ
وَعَزَّ اَدْرَاكُ مَا وُلِّيتَ مِنْ نَعَمٍ

(۱۱۵)

وجل، صیغہ ضی از جلالیت بمعنی عظمت۔ بڑی عظمت والی
حل لغات ہے۔ مقدار، وہ مقدار۔ ما وُلِّيتَ۔ ما موصول۔ وُلِّيتَ

ماضی مخاطب مجہول از اولیت والی بنا جس کے آپ مالک بنائے گئے۔ من
 رتبہ، جمع رتبہ، رتبوں سے۔ وحسن، از عزا زنت۔ دشوار، اور مشکل ہے۔
 ادراک، ادراک۔ پانا۔ سمجھنا۔ ما اولیت، ما موصول اولیت ماضی مخاطب
 مجہول از اولیت بنا۔ جس کے آپ مالک بنائے گئے۔ من نعم، من
 تعین ضمیمہ۔ نعم جمع نعمت۔ نعمتوں سے۔

ترجمہ بہت بڑی عظمت والی ہے وہ شاہ جن کے آپ مالک بنائے
 گئے مراتب سے اور مشکل ہے سمجھنا اس نعمت کا جو آپ کو دی گئی نعمتوں سے۔

اس بیت مبارک میں اس عظمت شان کی طرف اشارہ ہے جو
 شرح حضور یہ یوم انشور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی کہ حضور کو
 مالک محشر بنایا۔ واسطے قیامت کیا اور شفاعت غفلت کے منصب سے نوازا۔ اور
 لیکن المعراج میں حضور پر وحی کی کہ ان الجنة محرومة علی الانبیاء حتی تذخلھا
 وعلی الامم حتی تذخلھا امنک۔ جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک آپ کو
 جنت میں داخل نہ کر دیا جائے اور تمام امتوں پر جنت حرام ہے جب تک آپ کی
 امت جنت میں داخل نہ ہو جائے اور فرمایا۔ کولان لھا خلقت الاولاد اے
 محبوب اگر تم نہ ہوتے افلاک و مافیہا ہم پیدا نہ کرتے۔ اور پھر قوت جبروتیہ کی یہ شان
 عطا فرمائی کہ عدد سرکار پاک ہو رہے ہیں۔ اور بلاک ہوتے رہیں گے۔ س

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدائے

پر مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چسپا تیرا

اور ما اولیت من نعم میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے حضور کو علم اولیت
 آخرت سے نوازا حضور کی امت کو خیر الامم بنایا اور امت کے لیے نعمتیں حضور
 کے ذریعہ جناب باری کی طرف سے نازل ہوئیں جیسا کہ حدیث میں ہے حضور
 نے فرمایا۔ تمکای اللہ تعالیٰ من امتی لیلة المعراج شکایات اللہ تعالیٰ نے میری
 امت کی چند شکایات فرمائیں۔ الا ولی امنہ قال انی لم اطلب منهم ایوم عمل

الغدوهم يطلبون مني رزق الغد۔ پہلی شکایت یہ تھی کہ میں آپ کی اُمت سے شغل
عمل نہیں طلب کرتا اور وہ مجھ سے کسی کار رزق کل سے پہلے چاہتی ہے۔ والٹائیہ ان
قال لا ادفع ارزاقهم الى غيهم وهم يدفعون عملهم الى غيهم دوسری یہ کہ
میں اُن کا رزق غیر کی طرف دفع نہیں کرتا بلکہ اِلَّا عَنِ اللّٰهِ رزقہا کا وعدہ ہے۔ مگر وہ پہلے
عمل میرے غیر کی طرف دفع کرتے ہیں یعنی ریا کاری کرتے ہیں۔ والثالث انهم

يُكَلِّفُون رزقی ویشکرون غیوی وینخونون معی ویصلحون خلقی تفسیر شکوہ یہ تھا
کہ آپ کے اُمتی میرا رزق کھا کر میرے غیر کے شکر گزار بنتے ہیں میرے ساتھ تعیانت
کرتے اور میری مخلوق کے ساتھ مصالحت رکھتے ہیں۔ والرابع ان العزّة لی

انا المعزّوهم يطلبون العزّة من سواشی چوتھی یہ کہ عزت میرے لیے ہے اور یہاں
ہی عزت دینے والا اُنہوں۔ یہ لوگ عزت میرے سوا غیر سے طلب کرتے پھرتے ہیں
کیس اہل دنیا کی خوشامد درآمد کرتے ہیں۔ کہیں ٹی پارٹیاں دے کر خان بہادری و
خان صاحبی یا سہری حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ اُمت مخلصہ کی یہ شان ہونی چاہیے کہ

سہ بجز سرکار سرکارا یجباد سرکار سے بسر کائے نہ ایم
نہ کس مہد ہا نہ نہ کس مہدہ خدا مہد ہا نہ خدا مہد ہا

والخامسة انی خلقت الذرک کافر وہم یجتهدون ان یواقفوا انفسهم
بینہا۔ پانچویں شکایت یہ تھی کہ میں نے آگ کافروں کے لیے پیدا فرمائی لیکن یہ
کوشاں ہیں کہ اپنی جانوں کو اس میں ڈالیں۔ پھر فرمایا قل لا تمسک ان اجبتم احدا
لا حسنة الیہم فانما اولیٰ بہ لکثرة نعمتی علیہم وان خفتم احدا من اهل
السما و الارض فانما اولیٰ بذلک لکمال قدرتی وان اتم رجوتم احدا فان اولیٰ
بہ وان اتم استخیبتکم من احد یخافکم ایاہ فانما اولیٰ بہ لان منکم المظالم
الوفاس وان اتم اشرتم احدا باموالکم و انفسکم فانما اولیٰ بذلک لانی معبود
کھروان صدقتم احدا فی وعدہ فانما اولیٰ بذلک لانی انا المصدق۔

اسے محبوب! اپنی اُمت کو فرما دو کہ اگر تم کسی سے احسان کی وجہ سے

رکھتے ہو تو میں کثرت نعمت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہوں اور اگر تم زمین و آسمان کی کسی مخلوق سے خائف ہو تو میں کمال قدرت کی وجہ سے اس امر کا زیادہ حقدار ہوں کہ مجھ سے خائف رہو۔ اور اگر کسی سے کچھ امید وابستہ رکھتے ہو تو میں اُس امید وابستہ رکھنے میں زیادہ حقدار ہوں اور اگر تم کسی سے شرم اپنی وفاداری کی وجہ سے کرتے ہو تو میں اس وفاداری کا زیادہ مستحق ہوں اس لیے کہ تمہاری طرف سے جفا ہوتی ہے تب بھی ہماری طرف سے وفا ہی ہوتی ہے۔ اور اگر تم اپنی مال و جان کے لیے کسی سے تعلق رکھتے ہو تو بھی میں زیادہ حقدار ہوں۔ اس لیے کہ میں تمہارا محبوب ہوں اور اگر تم صدق وغیرہ میں کسی کے ساتھ زیادہ پابندی کو ناچاہتے ہو تو میں اُس میں احتیاج ہوں اس لیے کہ میں صادق ہوں۔

اے کریمے کہ ازخاندانِ غیب گبر و ترسا و طیفِ خور داری
دوستانِ مرا کجا کنی محروم تو کہ بادِ شمنانِ تنفس داری

اس لیے حضور سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد لعلہ اکثر مال اُمتك لئلا يطول حسابهم يوم القيامة ولعل اهل اعمارهم لئلا تقسموا قلوبهم ولعل انحاءهم بالموت لئلا يكون خسر وجههم من الدنيا يدون التوبة واخرتهم في الدنيا عن الاخيرين لئلا يطول في القبور حبسهم كن في روح البیان نفسیہ القرآن لا۔ مناعیل حق اندلسی صاحب الکشف والعرفان۔

اے محبوب! تمہاری اُمت کو زیادہ مال ہم نے یوں ہی عطا نہ کیا تاکہ قیامت کے دن ان پر حساب لمبا نہ پڑے ان کی عمر یہی اس لیے نہیں کہیں تاکہ وہ قسری القلب (سخت دل) نہ ہو جائے اور مرگ مفاجات (اچانک موت) سے بھی محفوظ رکھا تاکہ بدول تو بہ ان کا دنیا سے نکلنا نہ ہو اور دنیا میں انھیں سب کے بعد اس لیے بھیجا تاکہ قبروں میں زیادہ ٹھہرنا نہ ہو۔ ایسا ہی روح البیان تفسیر القرآن علامہ اسماعیل حق اندلسی میں ہے۔

يُسْـَٔي لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا مِنَ الْعِزَابَةِ دُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمٍ

بُشْرٰی لَنَا اے ہمارے۔ **مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ** معشرہ کو، اے جماعت
حَلِّ لغات

مسلمین۔ **اِنَّ لَنَا** بے شک ہمارے۔ **مِنَ الْعِزَابَةِ** شفاقت و مہربانی
ہے۔ **دُكْنًا** کسی چیز کا مضبوط کنارہ مراد استون۔ اور ایسا ستون ہے۔
غَيْرَ مُنْهَدِمٍ جو نہ گرنے والا ہے۔

ترجمہ ہم اہل اسلام کو خوشخبری ہے کہ ہمارے پاس خدا کی رحمت کا
ایسا پختہ ستون ہے جو گر نہیں سکتا حضور کی ذات گرامی کا۔

فَضَائِلِ ذَاتِ وَرَفْعَتِ شَانِ وَتَقَرُّبِ اِلَى اللّٰهِ فِی الْمَدَائِحِ بَيَانِ
شرح کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ بایں ہم فضل و کمال اُمت

مرحومہ کے لیے کیا عظمت شان و امتیاز خاص عطا ہوئی۔ تو اس کا جواب دیتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی اسے معاشرہ مسلمین بڑے نزدیک و سرت مشرکے اور بشارتیں
ہیں۔ اور ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے ایک رکن غیر منہدم ہے۔ جس
کے بھر و سر پر ہمارا قیام ہے اور چند خصائص اس اُمت مرحومہ کے ایسے ہیں۔

کہ تمام اہم ماضیہ میں وہ امتیاز نہیں مل سکتے۔ مِجْلَد اُن کے یہ ہیں کہ۔
۱۔ ہمارے لیے غنائم حلال کیسے گئے اہم ماضیہ کو حلال نہ تھے۔

۲۔ ہمارے لیے رُوحے زمین مسجد و مہر کی گئی۔

۳۔ ہمارے لیے مٹی کو وضو کا بدل تیمم کے ذریعہ بنایا گیا۔

۴۔ ہمارے لیے وضو کی تعلیم دی گئی اہم ماضیہ میں سوا انبیاء کے یہ وضو کس کے
لیے نہ تھا۔

۵۔ ہمارے لیے پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ اہم ماضیہ کو یہ شرف نہیں ملا۔

- ۶۔ ہمیں اذان و اقامت عطا ہوئی۔ اُمّ ہاضیہ کے لیے یہ رشتہ تھا۔
- ۷۔ ہمیں بسم اللہ عطا کی گئی۔ اُمّ ہاضیہ کو یہ عطا نہیں کی گئی۔
- ۸۔ ہمیں بعد از حمد کے تعلیم آمین خلف الامام بالستر عطا ہوئی۔
- ۹۔ ہماری عبادت میں رکوع رکھا گیا۔
- ۱۰۔ ہمیں نمازوں میں صفیں بنانا تعلیم دی گئی۔ مثل صفوف ملائکہ۔
- ۱۱۔ ہمیں جمعہ میں ایک ساعت اجابت ملی۔ ۱۲۔ ہمیں جمعہ عطا ہوا۔
- ۱۳۔ ہمیں رمضان المبارک کی پہلی شب میں اللہ تعالیٰ بنظر رحمت سے دیکھنا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ بنظر رحمت دیکھے اسے وہ مہذب نہیں کیا جاتا۔
- ۱۴۔ ہمارے لیے تزیین جنت کی بشارت ہے۔
- ۱۵۔ ہمارے حق میں ملائکہ استغفار کرتے ہیں ہر رات میں۔
- ۱۶۔ ہمارے گناہ رمضان المبارک کی لیل اخیرۃ تک مغفور ہیں۔
- ۱۷۔ ہمیں رمضان المبارک میں روزے کے لیے سحری عطا ہوئی۔
- ۱۸۔ ہمیں رمضان المبارک میں تہجد فی الفطر کا حکم ہے۔
- ۱۹۔ ہمیں رمضان المبارک میں لیلۃ القدر عطا ہوئی جو ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔
- ۲۰۔ ہمیں مصیبت کے وقت آنا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تعلیم ہے۔
- ۲۱۔ ہم پر سے اللہ تعالیٰ نے سختی اور غلال کا رفع فرمایا۔
- ۲۲۔ ہمارے لیے دین میں حرج اور تنگی نہیں رکھی۔
- ۲۳۔ ہم سے اللہ تعالیٰ نے خطا و نسیان کا مواخذہ اٹھا دیا۔
- ۲۴۔ ہمارے اسلام میں وہ وصف خاص رکھتے گئے کہ اس میں غیر اُمت مرحومہ کوئی شریک نہیں۔ سوائے اہل بیت السلام کے۔
- ۲۵۔ ہماری شریعت اکمل شریعت ہے۔ ۲۶۔ اُمت مرحومہ کا اجتماع ضلالت پر نہیں۔
- ۲۷۔ اُمت مرحومہ کا اجماع حجت ہے۔ ۲۸۔ اُمت مرحومہ کا اختلاف رحمت ہے۔

۲۹۔ ہمارے اندر اگرچہ عمل کی قلت ہوگی مگر اجر سب سے زیادہ ملے گا۔
 ۳۰۔ ہمارے اندر خدا خواستہ اگر طاعون آئے تو اس میں مرنے والا شہید ہوگا۔
 وہ خدا کی رحمت ہے اور علاوہ ہمارے سب پر طاعون عذاب کی صورت میں آیا۔

۳۱۔ اس اُمت کا یہ خاصہ ہے کہ جو دو شخص کسی میت کی شہادت بخیر دیں اس کے لیے جنت لازم ہو۔

۳۲۔ اس اُمت کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سیدیں مغیرہ ہوں گی۔
 ۳۳۔ اس اُمت میں تصنیف و تالیف کتب کا سلسلہ جاری رہے گا۔
 ۳۴۔ اس اُمت مرحومہ میں قطب۔ اوتار۔ نجبا و ابدال اور غوث ہوں گے۔
 ۳۵۔ اس اُمت کا گنہگار قبر میں عاصی و سیاح کار داخل ہو۔ مگر جب نکلے تو حق تعالیٰ سے مغفور نکلے۔

۳۶۔ ہمارے یہ خصوصیت بھی ہے کہ بروز محشر سب سے اول اُمت و قبروں سے باہر آئے۔

۳۷۔ ہم میدانِ حشر میں وصال کی برکت سے روشن پیشانی اور دست و پا نورانی لے کر آئیں گے۔
 ۳۸۔ ہم میدانِ حشر میں بظہیل سرکار بلند مقام پر ہوں گے۔
 ۳۹۔ ہمارے نامہ اعمال داغ سے مائتھوں میں ہوں گے۔

۴۰۔ ہم میں سے جنت میں ستر ہزار بلا حساب و کتاب داخل جنت ہوں گے۔
 ۴۱۔ اسی میں سے مائتھوں کے مائتھوں کرنے والے کو ان ستر ہزار سے کامیاب ہو جائیں گے۔
 ۴۲۔ ہم تمام اُمتوں سے پہلے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

۴۳۔ ہمارے حضور کی شریعت باقی رہے گی۔ اللہ یہ التماس فرمائیے۔
 رب ہا۔

کیا خبر کتنی ہے کہ چاہیے کہ وہ باجساری

ملک کو بین میں انبیاء و اجداد
مجاہدوں کا آقا ہمارا نبی
برائی بدل دے سلام و ائمان ابدی
صلی جینیک خیر الخلق علیہم

لَمَّا دَعَى اللَّهُ دَاعِيًا لِبَطَاعَتِهِ
بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

(۱۱۷)

ایمان جبکہ - دہی اللہ، صیغہ ماضی از دعا بلانا، بلایا۔

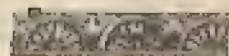
عمل لغات

داعی، داعی صیغہ فاعل - پکارنے والا - بلائے والے نے
ہیں - لطاعتہ، اللہ کی اطاعت کی طرف - باکرمہ الرسل، بوجہ اکرم
رسل ہونے کے - کنا، ہو گئے ہم - اکرمہ الامم، اکرم الامم۔

تترجمہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ہماری اصلاح اور دعوت اسلام کے
لیے بھیجا تو وہ تمام انبیاء میں اکرم الانبیاء ہیں تو ان کے پیروکار
اکرم الامم ہو گئے۔

مفہوم واضح ہے کہ ہمارا خیر الامم اشرف الامم اکرم الامم ہونا
شرح ابھی حضور کی ذات تنوہ صفات کی تصدیق میں ہے۔ جب
حضور ہمیں طاعت اللہ کی دعوت دینے تشریف لائے اور ہم نے ان کی دعوت
کو لبیک کہا۔ تو چونکہ حضور اکرم الرسل اشرف الرسل اعظم الرسل افضل الرسل ہیں۔
اس لیے حضور کے غلام اور امتی حضور کی شرافت کے صدقہ میں اکرم الامم
اشرف الامم خیر الامم ہو گئے۔ اور اس پر ابو نعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے
ایک حدیث بھی نقل فرمائی کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ اے موسیٰ بنی اسرائیل کہ میں نے تیری دعا کی کہ تیرا خدا
اللہ تعالیٰ یارب ومن احمد قال تعالیٰ ما خلقت خلقا اکرم علی منہ کتبت اسمہ
مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السموات والارض وان الجنة محرومة

على جميع خلق حتى يدخلها هو وامنته قال ومن ائمته قال الحمدون بحسنة
صعودا وهبوطا وعلى كل حال يشدون انارهم اوساطهم ويظهرون الطرائف
صاشمون بانسها وروهبان بالليل اقبل منهم اليسير وادخلهم الجنة بشهادة
ان لا اله الا الله قال موسى يا رب فاجعلني نبي تلك الامة
قال نبيها منها قال اجعلني من امة ذاك النبي قال استقدمت واستأذنت
ولكن ساجمع بينك وبينه في دار الجلال -



فصل اُحدے عشر

غزوات کا بیان

رَأَيْتُ قُلُوبَ الْعَدَى أَنْبَاءَ بَعَثَتْ
كُتَابًا أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِّنَ الْغَنَمِ

(۱۱۸)

حل لغات | **رأيت**، از روئے و تنقوٹ۔ **صیغہ ماضی** ڈرانا۔ اور **ڈر گئے**۔
قلوب العدی، جمع قلب۔ **عدی** جمع عدد۔ **دل** اعداد دین کے۔
انباء، جمع نباء۔ **بمعنی** خبر۔ **خبروں**۔ **بعثت**، **بعثت** محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔
کتابا، **النبأ** صوت الاسد۔ **مثل** آواز شیر کے۔ **أجفلت**،
اے اہریت و افرعت، کہ گھبرا کے بھاگتی ہیں۔ **غفلا**، جمع غافل، بے خبری
ہیں۔ **من الغنم**، بکریاں۔

ترجمہ | دشمنان دین کے دل آپ کی تشریف آوری کی خبروں سے ایسے
ڈرے جیسے شیر کی آواز بکریوں کو بے خبری میں سر اسبد پر پریشان
کر کے بھاگ دیتی ہے۔

شرح | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نصوت بالوعب مسيرة نملود
انی یوایة مسيرة نملود یعنی میری مدد کی گئی رعب کے ساتھ
ایک مہینہ یا دو مہینہ کی بعد مسافت تک۔ اس حدیث کو تلخا ناظم فاجم رحمہ اللہ نے
اس بیت مبارک میں بتایا کہ حضور کے آوازہ حق کارعب دشمن اسلام پر اتنا زبردست
پڑتا کہ وہ بکریوں کی طرح گلے سے آوازہ شیر پر بھاگ پڑتے تھے۔

مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِي كُلِّ مَعْتَرَكٍ
حَتَّىٰ حَكُوا بِالْقَنَا حِمًّا عَلَىٰ وَضَمِّ

(۱۱۹)

ما زال۔ ماضی منفی فعل ناقص بحالت نفی ہمیشگی کے معنی میں
حل لغات اسما ہے۔ ہمیشہ رہے۔ یلقاهم۔ یلقے ملنا مقابلہ کرنا مقابلہ
کرتے کفار سے۔ فی کل معترک، اسم ظرف، رزم گاہ، تمام رزم گاہ میں۔
حتیٰ، غایت کو اکمل ہے۔ یہاں تک کہ۔ حکوا۔ صیغہ ماضی از حرکت۔ بمعنی مشابہ
مشابہ ہو گئے۔ بالقنا جمع قنات، نیزہ، نیزوں سے۔ لحمًا، اس گوشت
کی مانند۔ علیٰ وضم، وضم بفتحین نشیب اور صدید یقطع القصاب جو قصاب
کے تختہ پر ہو۔

حضور کفار سے ہر میدان میں مقابلہ کرتا رہے۔ یہاں تک کہ نیزہ
ترجمہ مجاہدین کے ذریعہ ان کے گوشت ایسے کر دیے جیسے تختہ
قصاب کا گوشت۔

علامہ مغرلوٹی فرماتے ہیں کہ حضور کفار کے مقابلہ میں رزم گاہ
شرح کے اندر شرکت فرماتے اور حتیٰ بار حضور تشریف لے گئے
وشہدائے اسلام پہنچ ہی حاصل فرمائی اور حضور انیس غزوات میں تشریف لے گئے
ان میں سے نو غزوہ ایسے ہیں جن کے اندر بنفس نفیس خود مقابلہ فرمایا۔ وہ نو غزوات
یہ ہیں غزوہ بدر۔ غزوہ احد۔ غزوہ مریض۔ غزوہ خندق۔ غزوہ بنی قریظہ۔
غزوہ بنیصر۔ غزوہ حنین۔ غزوہ طائف۔ فتح مکہ۔ ان غزوات میں جو شان
شجاعت نظر آئی وہ انشائاً اپنے اپنے مقام پر بیان ہوگی۔ لفظ حکوا
کے معنی حکایت یا قصہ کہنے کے بھی آتے ہیں۔ لیکن بمعنی مشابہت بھی
اس کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کسی کا شعر ہے۔

خلعتك في شبه صدغيك بالمشك وقاعدك الدثبیه لقصان ما يحسك

وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوا يُغِبُّونَ بِهِ
أَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعُقْبَانِ وَالرَّحْمِ

(۱۲۱)

وَدُّوا، پسند کرتے تھے۔ الْفِرَار، بھاگ جانے کو۔

حَلْ لُغَاتٍ | فَكَادُوا، اگر افعال متقاربہ اسے قد جوا، اور قریب تھا کہ۔

يُغِبُّونَ، از غیبت یغیبت از غیبتہ یکسر لغین تمنی حصول مثل نعمت حاصلہ لغیر،
ہر ایک پسند کرتا اور غیبتہ کرتا۔ بِهِ، اُس بھاگنے والے کے ساتھ بھاگ گزکا۔

أَشْلَاءَ، جمع شلو۔ مگر اجسم کا معہ گوشت، وہ مکرٹے جسم کے۔ شَالَتْ،

از شول ہٹنے ہونا، جوار چکے ہیں۔ مَعَ الْعُقْبَانِ، جمع عقاب کرگس، کرگسوں
کے ساتھ۔ وَالرَّحْمِ، جیل مردار غار، اور مردار غار چیل کے ساتھ۔

کفار ضرب تیغ مجاہدین اسلام سے بھاگنا پسند کرتے اور جو جسم کے
تَرَجِمَ | مکرٹے کرگس اور چیل لے اڑے ہیں۔ ان پر غیبتہ کرتے کر جیسے
یہ مکرٹے اس ضربیل سے بچ کر کرگسوں کی عقابیں گھٹے ہم کیوں نہ بنے۔

شرح | غیبتہ کہتے ہیں اُس خواہش کو جو نعمت کسی کو حاصل ہو۔ اس
کے لوال بغیر اس کے حصول کے آرزو کرنا برخلاف رشک
و حسد کے کہ اس میں لوال۔ نعمت خیر کے ساتھ اس نعمت کے حصول کی
آرزو ہوتی ہے۔

کفار یقینہ السیف کو گور بسبب تیغمانے مجاہدین راہ فرار نہ ملتی تھی۔
مگر باوجود اس کے وہ اس کو پسند کرتے تھے کہ جس طرح موقع ملے بھاگ نکلیں
آخر ان کی مجبوری انہیں اپنے مقتولین کے ان قطعہ مانے گوشت پر غیبتہ کرنے
کے لیے مجبور کرتی جو چیل کوؤں کی متقاروں میں آکر وہاں سے اڑ چکے ہوتے تھے۔
تاکہ مجاہدین کی ضربات سے بچ جاتے۔

تَمْضِي اللَّيَالِي وَلَا يَدْرُونَ عِدَّتَهَا مَا لَمْ تَكُنْ مِنْ لَيَالِي الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

۱۲۱

تمضی۔ از مضی مؤنث غائب مضارع گزرنا۔ گزرتی رہتی۔
حل لغات۔ **اللیالی** جمع لیل، راتیں۔ **ولا یدرّون**، اور نہ جانتے۔
عدّتها، بمعنی عدد، گنتی دنوں کی۔ **ہالو تک**، جب تک کہ نہ ہوتیں۔
من لیالی، وہ راتیں۔ **الاشھر الحرم**، ماہ حرام کی۔

راتیں گزر رہی ہیں اور کفار غایت خوف و ہراس میں ان کی گنتیاں
نہیں جانتے۔ جب تک اشہر حرام کی راتیں نہ آجائیں۔

شرح۔ ابتداء اسلام میں اشہر حرام میں جنگ حرام تھی اور اب بھی الحرم
حرمت مسوخ ہو گئی ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ ان ایام میں جانتے

(ابتداء جنگ نہ کی جائے۔ تاظم فاجرم کا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ میدان جنگ
میں آنے کے بعد مشکین اس قدر حواس باختہ ہوتے تھے کہ میالی و ایام کے وقتی گزرنے
کا ہوش بھی انہیں خوف میں نہ رہتا۔ حتیٰ کہ اس اشہر حرم یعنی محرم الحرام جب شعبان
رمضان جب آتے تو اس اطمینان پر کہ اب جنگ بند ہو گا۔ رات دن کا ہوش کرتے
بعض نے اشہر حرام پر بتائے۔ رجب اور ذیقعد ذالحجہ محرم۔ ان کا احترام تو قرآن
کریم سے بھی ثابت ہے۔ اِنَّ عَذَابَ الشُّرُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اَشَدُّ عَذَابًا لِّمَنْ
اللّٰهُ يَخْلُقُ الشُّرُورَ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ۔ چنانچہ شارح خرپوٹی نے ان
بارہ مہینوں کی وجہ تسمیہ بھی تحریر فرمائی ہیں وہ ہوتا۔

محرم کی وجہ تسمیہ بوجہ حرمت قتال ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس مہینہ میں
شیطان پر جنت حرام کی گئی۔ اس لیے اسے محرم کہا گیا۔ بعض اس لیے کہتے ہیں کہ اس
مہینہ میں اونٹ رو بے ہو جاتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس مہینہ میں بخار و
و غیرہ کثرت سے ہوتی تھی اور پھر زرد ہو جاتے تھے۔

ربیع الاول ۱۰۔ اسے زمانہ جمالت میں خوان کتے تھے۔

ربیع الثانی ۱۱۔ اسے زمانہ جمالت میں بصلان کتے تھے۔ اور ان دونوں مہینوں میں چونکہ ارتباع خصب کیا کرتے ہیں۔ یوں اول اور ثانی کہتے ہیں۔
جمادی الاول ۱۲۔ اسے زمانہ جمالت میں خبیر کتے تھے۔

جمادی الثانی ۱۳۔ اسے زمانہ جمالت میں رقی کتے تھے اور دونوں مہینوں میں چونکہ جمود ماء جوہا تھا اس سے اول اور ثانی کیا گیا۔

رجب ۱۴۔ اس مہینہ کو اہم کہتے تھے اس لیے کہ اس ماہ میں ہنڈیار اور تلوار کی چھکار مسجوع نہ ہوتی تھی۔ پھر رجب تعظیماً اس کا نام رکھا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ رجب میں اُمت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر عذاب نہیں ہوتا۔

شعبان ۱۵۔ اس کا نام عہد جمالت میں عجلان تھا۔ بعد اس کا نام شعبان اس لیے رکھا گیا کہ اس ماہ میں انشعاب قبائل برائے غارات ہوتا تھا۔ پھر شریعت میں اس نام کو یوں رکھا کہ اس مہینہ سے نیکیوں کے شعبہ ملکتے ہیں کہ اس ماہ کی پندرہ شب شب براءت ہے۔ اس کے بعد رمضان مجسم خیر آتا ہے۔

رمضان ۱۶۔ اس کا نام اس لیے رمضان ہے کہ اس کی حرارت سے گناہ جل جاتے ہیں اور اسی ماہ میں فصلیں پکتی ہیں رمضان الحر شدت کی حرارت و گرمی کو کہتے ہیں۔

شوال ۱۷۔ اس کا نام غافل تھا۔ پھر اسے شوال کہا گیا۔ اس لیے کہ شوال ناقد اس ماہ میں کیا جاتا ہے اور حمل کا ادنیٰ کے اس ماہ میں اندازہ کرتے تھے۔

ذوالقعدہ ۱۸۔ اس کا نام عہد جمالت میں رزبہ تھا۔ پھر ذوالقعدہ رکھا گیا۔ اس لیے کہ اس ماہ میں حرب عدو سے راحلہ کھول کر اپنے گھروں میں رہتے تھے۔
ذوالحجہ ۱۹۔ اسے کہتے ہیں کہ یہ مہینہ حج کا ہے۔

اسی طرح ہفتہ کے ایام بھی ایام جمالت میں اور تھے اور بعد میں اور ہوئے۔

اُردو میں	فارسی میں	عربی زبان میں	ایام جمالت میں
ہفتہ	شنبہ	یوم السبت	شیار

اول	یوم الاحد	یکشنبہ	اتوار
ایکون	یوم الاثنين	دوشنبہ	پیر
جہاں	یوم الثلاثاء	سہ شنبہ	منگل
ویار	یوم الاربعاء	چہار شنبہ	بدھ
مئولن	یوم الخمیس	پنج شنبہ	جمعرات
عروبہ	یوم الجمعة	جمعہ	جمعہ

كَانَمَا الدِّينُ ضَيْفٌ حَلَّ سَائِحَتَهُمْ
بِكُلِّ قَرْهٍ إِلَى لَحْمِ الْعِدَايِ قَدِيمٍ

(۱۲۲)

حل لغات دین بمعنی عادی اور دین بمعنی عادیۃ۔ دین اسلام ضیف۔ ایک مہمان ہے۔ حل، جو اترتا ہے۔ ساحتہم، ساحت صحن خانہ۔ گوہ کے آگن میں۔ بکل، ساتھ تمام۔ قزو، سپر۔ والمراد ہلنا صحابۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، سرداروں صحابہ کرام کے۔ إِلَى لَحْمِ الْعِدَايِ۔ جمع عدو۔ دشمن، دشمن کے گوشت کی طرف۔ قَرْهٍ۔ شریک لاشتناق اور شدید لاشتناق ہے۔

ترجمہ مذہب اسلام گویا ایک مہمان تھا جو ان کے گھر آیا اور ایسے سرداروں کے ساتھ آیا جو دشمنوں کے گوشت کے مشتاق تھے۔

شرح مفہوم واضح ہے کہ دین اسلام گویا ایک ایسے مہمان کی صورت میں بہمراہی سردارانِ قریش صحابہ کرام دشمن کے عین صحن خانہ میں نازل ہوا اور چونکہ انہیں ان کے گوشت کا اشتیاق تھا۔ تو بخاطر کرام ضیف بے تکلف اپنے جسم کے گوشت کو ان کے لیے مباح کر دیا۔ خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ صحابہ دین اسلام کو ان کے قتل میں زیادہ جہد و جد کی حاجت نہ پڑی بلکہ رعب و

مہابت الہی اور نصرت اسلامی کے اثر نے کفار کو اتنا مرعوب کر دیا کہ انھوں نے طوعاً و کرہاً اپنے کو قتل کے لیے پیش کر دیا۔

اگر ضمیرِ ساحتم کو مجاہدین کی طرف راجع کیا جائے تو معنی یوں ہوں گے۔ کہ گویا دینِ مجاہدین کے گھر میں سردارانِ گرامی قدردانِ خونِ اہلِ گھر سے تھے مہمان ہوا۔ اور فرزندِ اہلِ اسلام نے پیاس خاطر مہمان عزیز اعدا کو ذبح کر کے اُس کی میزبانی کی اور وہ منکرینِ ایسے سراپہ بُھوئے کہ شکاریاں وایام بھی کرنے سے بے خبر ہو گئے۔ جیسے کہ ایک حدیث کا حال ہو جاتا ہے۔

(۱۲۳) **يَجْرُ بِحَرْبِهِمْ فَوْقَ سَائِحَةٍ**
تَرْحِي بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمٍ

حَلّ لغات | **يَجْرُ** مضارع از **جَرَّ** کہنچنا رواں کرنا کہنچتا ہے چلاتا ہے وہ **بِحَرْبِهِمْ**۔ **مَجْرور**۔ **دربا**۔ **نہیں**، **العسکر الشجعان**، **شکروں** کا۔ **فَوْقَ**، **ادپر**۔ **سَائِحَةٍ**، **الفرس الذی یجرح تحت الراكب ہذا** نعَب۔ تیز رفتار گھڑوں کے۔ **تَرْحِي**، **مارتا ہے**۔ **بِمَوْجٍ**، **السيار والرماح**، ساتھ تیروں اور نیزوں کے۔ **مِنَ الْاَبْطَالِ**، **جمع**، **بطل**، **بہادور**، **بہادوروں** سے۔ **مُلْتَطِمٍ** از **اللتطام**، **دربا کی لہروں کا باہم ٹکراتا**۔ **پے درپے**۔ **تَرْجِمَہ**۔ **اُوہ ضیفِ معظم لشکروں کا دریا سے گھوڑوں پر سوار نیزے اور**

تیروں کی موجوں سے بہادوروں کے ساتھ دشمن سے ٹکراتا ہے۔

شرح | **لشکرِ اسلام کے غازی چونکہ دشمن کے مقابلہ کے لیے ایسے بے چین ہوتے تھے جیسے دریا کی موجیں کہ ایک پر ایک بے چینی سے چڑھتی ہوئی آتی اور یہ دکھانا چاہتی ہے کہ میں اگلی موج سے آگے بڑھنا چاہتی ہوں۔ یہی شانِ لشکرِ اسلام کے ابطال یعنی بہادوروں کی تھی کہ ہر ایک صف اگلی صف سے آگے ہونا چاہتی تھی۔ تاکہ دشمن بہت جلد اس کو براہِ فراغتیا کر کے**

کے سوا کچھ کو بھی نہ سکے۔ گویا بہادران تازہ دم روح ایمانی سے اپنے سرور و آقا کے ساتھ ایسے بلند جوصل تھے کہ میدان کارزار میں موجوں کی طرح ایک ایک پر دشمن کے کھیلنے کو بڑھا ہوا ہوتا تھا۔ اور تیروں اور نیزوں کے انتظام سے دشمن حواس باختر ہو کر بھاگنا چاہتا تھا۔ جس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوگی۔

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلَّهِ مُحْتَسِبٌ
يَسْطُو بِمُتَّصِلٍ لِلْكَفْرِ مُصْطَلِمٌ

(۱۲۳)

من کی منتدیب، اسم فاعل از انتداب۔ اطاعت حکم کرنا۔
حل لغات | ہر ایک مطیع امر تھا۔ اللہ سے۔ محتسب، امیدوار
کرنے والا۔ بُرائی سے روکنے والا۔ امیدوار رکھتا تھا۔ یسطو، مضارع از سطا
حکم کرنا۔ یہ حکم کرنا۔ بمستاصل، صیغہ فاعل از استیصال۔ منکریں کی جڑ اکھاڑ
کو تھا۔ للکفر، اور کفر کی۔ مصطلم، از اصطلام، جڑیں کھودنے کو۔
ترجمہ | فرزند ان اسلام سے ہر ایک مطیع حکم تھا۔ اللہ سے امیدوار رکھتا
تھا۔ اور دشمن پر حکم ان کی جڑ اکھاڑنے کو اور کفر کی جڑیں کھود
پھینکنے کو ہوتا تھا۔

شرح | اس بیت مبارک میں فرزند ان اسلام کی شجاعت اور بہادری
بہادری کی وجہ ظاہر فرمائی ہے۔ کہ اس دلیری کی وجہ یہ تھی۔ کہ امتثال امرِ الٰہی کے لیے
وہ بڑھتے اور اللہ اور خالص اللہ کے واسطے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے وہ لڑتے
تھے۔ اور اپنے فنِ تلوار اور نیزہ بازی میں بھی ماہر تھے۔

اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے۔ من خرج وقصد الی الجہاد فی سبیل اللہ طلبا
لموصاتہ اللہ تعالیٰ کان اللہ ضامنا و کفیل الغفرۃ ذالک العبد اوسارع اللہ
الی ایفاء مقابلۃ جہادہ بالمشوبات و اوجب اللہ ان یجزلہ ما وعدہ من
الجنة و الخور و الغلمان۔ یعنی جو اللہ کے لیے جہاد کو نکلے اور اس جہاد سے

مراوند حصول ملک ہونے سے اعزاز دنیا بلکہ محض رضائے الہی اور اعلاء کلمۃ الحق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا اس امر میں ضامن ہوتا ہے کہ اُسے بخش دے یا دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ کر ثواب کا حقدار بنادے یا اُسے جنت اور عروج و علماں لازمی کر دے۔

حَتَّىٰ خَدَّتْ مِلَّةَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ بِهَمٍّ
(۱۲۵) مِّنْ بَعْدِ غَرْبِهَا مَوْصُولَةُ الرَّحْمِ

حتیٰ، برائے غایت، یہاں تک کہ۔ خَدَّتْ، ماضی ازفعل
حَلَّ لغات ناقص ہو گئی، ہو گئی۔ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ، ملت اسلام، ملت اسلامیہ۔
وَهِيَ، دورانِ حالیکہ۔ بِهَمٍّ، اسے منصورۃ بہم، وہ انھیں میں تھے۔ مِنْ
بَعْدِ غَرْبِهَا، بے وطنی، بعدِ غریب الوطن ہونے کے۔ مَوْصُولَةُ الرَّحْمِ،
رحم پچھرائی اور وصلِ رحم، محافتِ حقوق عزیزانِ رشتہ واسے ہو گئے۔

یہاں تک کہ ملتِ اسلامیہ کی ان کی بدولت یہ حالت ہو گئی کہ پہلے
ترجمہ اودہ سب سے جدا اور غریب الوطن تھی۔ اور اب گویا پڑھی براہِ راست
اور عزیز و اقارب والی ہو گئی۔

شرح ادین شریعت ملت ناموس یہ متعہ بالذات اور متغایر بالاعتبار
ہیں اس لیے کہ وہ طریقہ مخصوص جو حضورؐ کی تعلیم سے ثابت ہے اُسے دین کہتے ہیں۔
اور جو بروایاتِ رواۃ شرعی اور اجتماع امت ثابت ہو کر اُن سے قبولیت عامہ

ہوئی اُسے ملت کہتے ہیں اور کسی چیز پر مجتمع ہو کر اس کا پاس رکھنا اسے ناموس
کہتے ہیں۔ غرضیکہ ابتدائی شانِ اسلام چھکے غربت کی تھی۔ اس اعتبار

سے ناظمِ فاہم رحمۃ اللہ نے تمییزاً اس حدیث کی طرف بھی اس بیٹ میں اشارہ فرمایا
جو حضورؐ نے فرمایا۔ ان لدین بد اغنیاء سیعود غریباً فطوبی للغریباء۔
رواہ مسلم فی صحیحہ دین اسلام کی ابتدا غربت سے ہے اور آخر میں بحالتِ غنوت
ہی ہو جائے گا۔ تو مبارک ہو غریب کو۔

مَكْفُولَةٌ اَبَدًا مِنْهُمْ وَخَيْرٌ اَب
وَخَيْرٌ يَعْلُ فَلَمْ تَيِّتُمْ وَلَمْ تَتَّخِذُوا

مَكْفُولَةٌ - از کفل یکفل بمعنی ضمن والکفیل بمعنی الضامن

لغات | والحفاظ، محفوظ ہو گئی ملت اسلامیہ - ابد، ہمیشہ کے لیے۔
منہم، دشمن سے۔ بخیر اب، بوجہ بہترین باپ کے۔ وخیروعل،

اور بوجہ بہترین شوہر کے۔ فلم تیتتم، مضارع نفی مجہولم از تیتیم ہوتا ہے
برگزینیم نہ ہوگی۔ ولم تتتم، مضارع از ایدم بیوہ ہونا، اور برگزینیم نہ ہوگی۔

ملت اسلامیہ ہمیشہ کے لیے محفوظ و مصئون ہے۔ ہر دشمن سے

ترجمہ | بہ سبب حضور کے ابویت اور بعیت کے کہ باپ کی طرف
سے یتیم اور شوہر کی طرف سے بیوہ نہیں ہو سکتی۔

مکفول کے معنی محفوظ و مصئون کے آتے ہیں اور ابد کے معنی

شرح | دھوا اور زمانہ طویل کے ہیں۔ گویا اید کے معنی دائم کے ہوتے

اور صاحب عنایہ لغوات نے تصریح کی ہے کہ ابد وقت مستقبل غیر قنایہ
پر متعل ہوتا ہے۔ اور ازل وقت ماضی غیر قنایہ کے لیے آتا ہے۔ اورگزشتہ
واندرہ دونوں پر متعل ہے۔

اور بخیر اب سے یہاں مراد ذات اقدس سرور عالم علی اللہ علیہ وسلم اور

صحابہ کرام اور علماء اعلام ہیں اور بخیر بعی میں بھی وہی مراد ہیں۔ اس لیے کہ بعی

سید اور مالک کو کہتے ہیں اور زوج کو بھی اسی وجہ میں بعی کہہ دیتے ہیں اور

بخیر بعی سے یہاں بھی مراد حضور اور اصحاب کرام اور علماء عظام ہیں۔

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلُّ عَنْهُمْ مَصَادِيَهُمْ

مَا ذَا رَأَى مِنْهُمْ فِي كُلِّ مَصْصَدٍ

ہم، وہ بہادر۔ الجبال، مثل پہاڑوں کے تھے۔ فصل،
حل لغات پس پوچھ۔ عنہم، ان میدانوں سے۔ مصادہم،
 مصادم مصادر، از صاؤم یفاؤم مصادمتہ انتقاء عسکرین للقتال۔ ان کے
 مقابلہ کی شان کہ۔ صاؤ اراعی، کیا دیکھا ان کافروں نے۔ منہم، ان جو انان
 اسلام سے۔ فی کل مصطدہ، اسم مکان محل الحرب، ہر رزم گاہ
 ترجمہ۔ ان میدانوں سے دریافت کر کہ انھوں نے ہر رزم گاہ میں جو مظاہر
 شجاعت کیا وہ کیسا تھا۔

یعنی جان نثاران اسلام دشمن سے ایسے ڈٹ کر سینہ سپر ہوتے
شرح تھے۔ کہ ان کی شجاعت کی قسم وہ میدان قسم کھا کر ان کی بہادریوں کا
 خطبہ پڑھ رہے ہیں اور ہر رزم گاہ ان کی دلیری پر شہیدین و افریقین کر رہی ہے اب
 تفصیل حالات آئندہ بیت سے شروع فرماتے ہیں۔

فَسَلِّ حَنِيفًا وَّسَلِّ بَدْرًا وَّسَلِّ أَحَدًا
 فُصُولٌ حَتْفٌ لَّهُمْ أَدْحَىٰ مِنَ الْوَحْمِ (۱۲۸)

وسل، اور پوچھ۔ حنیف، غزوہ خنین سے۔ وسل، اور
حل لغات پوچھ۔ بدرًا، غزوہ بدر سے۔ وسل، اور پوچھ۔ أحد،
 غزوہ احد سے۔ فصول، جمع فصل موسم، یہ موسم تھے۔ حتف، یعنی
 موت، آفت اور موت کے۔ لہم، کافروں کے لیے۔ ادھی، اور نزول
 بلا تھی۔ من الوحم، وحم مرض یقال له الوباء، وباء عام سے۔
 خنین و بدر و احد کے غزوات سے پوچھ کر یہ کافروں کے لیے
 ترجمہ۔ آفت و بلا کے آیام اور بلاء عام کے موسم تھے۔

اب تک اجمالی صورت میں شجاعان اسلام اور ان کے
 شرح کی بہادری و دلیری کا مذکورہ تھا۔ اب تفصیلی صورت میں
 غزوات کی کیفیت ظاہر فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ۔
 جنہیں سے پوچھو بدرا اور احد سے معلوم کرو کہ کفار پر موت کس پر ہو
 آئی۔ اور وہ عام کی طرح کیسے ان پر مسلط ہوئی۔ اور یہ ایام کفار کے قتل
 کتنے مضرت رساں اور وبال جان تھے۔

اب ہم ناظم فائز رحمہ اللہ کے بیعت کے ترتیب کے مطابق اول باب
 جنہیں کو ذوالفصل سے نقل کریں گے۔ علامہ خرپوٹی شارح قصبہ نے بھی مگر
 غزوات کا ذکر فرمایا ہے لیکن نہایت مختصر طریقہ پر بیان کیا ہے۔ لہذا ہم ان
 واقعات کو سیرت النبیؐ اور دیگر تاریخی کتابوں کی روشنی میں ندرناظرین کرتے ہیں۔
 اول غزوہ جنہیں ملاحظہ ہو۔ فریدون جنہیں اذا عجبہ کہ کثرت لکھو۔

جنہیں مکہ معظمہ اور طائف کے مابین ایک واہی ہے۔ ذوالحجاز عرب کا
 مشہور بازار اور عرفہ سے تین میل ہے یہ اس کے دامن میں ہے اس مقام کو وہاں
 بھی کہتے ہیں۔ ہوازن ایک قبیلہ کا نام ہے جس کی بہت سی شاخیں ہیں۔

اسلام کے فتوحات کا دائرہ اگرچہ وسیع ہو رہا تھا لیکن اہل عرب یہ دیکھ
 رہے تھے کہ ان کا قبلہ اعظم یعنی مکہ اب تک محفوظ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم اگر قریش پر غالب آگئے اور مکہ فتح ہو گیا۔ تو ہم مان لیں گے کہ
 وہ بے شیعہ بنے ہیں۔

چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو تمام قبائل نے خود پیش قدمی کی اور اسلام قبول
 کر کے مسلمانوں میں شریک ہونا شروع کر دیا۔ لیکن ہوازن و ثقیف پر اس کا
 اثر نہ ہوا۔ یہ قبیلے ہمیشہ سے جنگجو اور فتنہ گرد کے ماہر مانے جاتے تھے۔

اسلام کو جس قدر غلبہ ہونا چاہتا تھا ان کا اٹھنا بھاگنا اور یہ

اضطراب ایک حادثہ ٹھیک بھی تھا۔ اس لیے کہ غلبہ اسلامی کی وجہ سے اس کی ریاست اور حکومت و اقتدار کو خاتمہ ہوا جابر با تھا۔ اس بنا پر فتح مکہ سے قبل ہوازن کے رؤساء نے عرب کا دورہ کیا۔ اور ہر جگہ مخالفت اسلام کا جو شعور پیدا ہوا۔ سال بھر کا ان کی یہ سعی جاری رہی جیسا کہ زرقانی نے لکھا ہے مگر ضمیمہ تمام قبائل عرب میں یہ قرار دیا کہ جو گنتی کہ مسلمانان اسلام پر ایک عام حملہ کیا جائے۔

جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو انھیں یقین ہو گیا۔ کہ اگر اب جلد از جلد نہ مار کر نہ کیا گیا تو آئندہ بڑی سے بڑی طاقت اسلام کو زیر کر سکے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے وقت ان کو یہ غلط خیال پہنچا کہ حملہ کا رخ انہی کی طرف ہے۔ اس خیال نے انھیں کسی قسم کی انتظار کی اجازت نہ دی علی الفور زور و شور سے ساتھ خود حملہ کا اندام کیا اور اس جوش سے کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اہل و عیال کو لے کر چلا کہ پیچھے عورتیں جب ساتھ ہوں گے تو ان کی محافظت میں جانیں دے دینے کے سوا بچاؤ کی گنجائش نہ ہوگی۔ اس معرکہ میں اگرچہ ثقیف اور ہوازن کی تمام شاخیں شریک تھیں۔ لیکن پھر بھی کعب اور غلاب علیحدہ رہے۔ فوج کی سرکاری کے لیے دو شخص منتخب ہوئے مالک بن عوف اور درید بن الصمہ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف تھا اور درید بن الصمہ عرب کا مشہور شاعر اور قبیلہ جثلم کا سردار تھا۔ اس کی شاعری اور بہادری کے معرکہ اب تک عرب کی تاریخ میں یادگار ہیں اس کی عمر اگرچہ سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی اور صرف پڑپوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ لیکن تاہم عرب اس کو ماتا تھا اور اس کی رائے پر ملک کو اعتماد تھا۔ خود مالک بن عوف نے اس کی شرکت کی درخواست کی۔ یہ پیروں چلنے کے قابل نہ تھا نہ گھوڑے کی سواری کر سکتا تھا۔ اسے رزم گاہ میں پتنگ پر ڈال کر لائے اس نے دریافت کیا یہ کون سا مقام ہے۔ بتلایا گیا اوطاس بولا کہ ہاں یہ مقام جنگ کے لیے موزوں ہے۔

اس کی زمین نہ بہت سخت ہے نہ اس قدر نرم کہ پاؤں دھنس جائیں۔ چنانچہ قبائل اپنے بچے اور بیویاں ساتھ لائے تھے۔ بچوں کے رونے کی آوازیں سن کر اس نے پوچھا یہ بچوں کے رونے کی کیسی آوازیں ہیں۔ بتایا گیا کہ بچے اور عورتیں ساتھ لائی گئی ہیں۔ تاکہ کوئی شخص ان کی محبت اور غیرت سے اپنا پاؤں پیچھے نہ ڈالے۔ اس پر اس نے کہا یہ خیال فضول ہے۔ جب پاؤں اکٹڑ جاتے ہیں تو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ میدان میں صرف تلوار کام دیتی ہے۔ یہ تم نے غلطی کی اگر بد قسمتی سے شکست ہوئی تو عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت ہوگی۔

پھر پوچھا کہ ب اور کلاب بھی ہمارے ساتھ ہیں یا نہیں۔ اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ درید بن الصمہ نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا اگر آج کا دن عزت کا دن ہوتا تو کلاب اور کلاب بن حاضرنہ ہوتے۔ پھر درید بن الصمہ نے مشورہ دیا کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ جگہ کھسپ لگایا جائے۔ مگر مالک بن عوف نے جوش شباب میں اس راستے کو ٹھکرا دیا۔ یہ سب سالہ نوجوان تھا اس نے صاف کہہ دیا کہ تمھاری عقل بے کار ہو چکی ہے۔ یہ تفصیل طبری میں موجود ہے۔

سرکار دو جہاں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس اجتماع کی اطلاع پہنچی تو حضورؐ نے تصدیق کے لیے عبداللہ بن ابی جہاد کو بھیجا وہ جاسوس بن کر جہان میں آئے اور کئی دن فوج میں رہے۔ تمام حالات تحقیق کیے و بار بار حالت میں پہنچے۔ اور مفصل ڈائری پیش کی۔ حضورؐ نے حالات کی نزاکت ملاحظہ فرما کر متقابلہ کی تیاری کا حکم دیا۔ رسد اور سامان حرب کے لیے قرضہ کی ضرورت لاحق ہوئی عبداللہ بن ربیعہ ابو جہل کے سوتیلے بھائی تنہایت دولت مند تھے انھوں نے تیس ہزار درہم قرض دیے (از مسند احمد بن حنبل) صفوان بن امیہ مکہ کے رئیس اعظم اور مشہور جہان نواز تھے اور اب تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے انھوں نے سوزہ میں اور اس کے لوازمات حضورؐ میں پیش کیے۔

اب ہر سوال شدہ مطابق جنوری فروری ۱۱ھ کو اسلامی فوجیں

بارہ ہزار کی تعداد میں اس ترک و اختشام سے حبیب کی طرف بڑھیں کہ صحابہ کرام کی زبانوں سے بے اختیار یہ لفظ نکل سکے کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ یہ نازش بارگاہ رب العالمین میں ناپسند ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔
 وَيَوْمَ حَبِشِينَ اِذَا الْعَجَبِيُّ كَانَتْ كُفْرًا لَّهُمْ نَعْنِي عَمَلُهُمْ لَيْسَ اَوْ صَاقَتْ عَلَيْهِمْ كُفْرًا لَّهُمْ وَهُمْ لَا يَخْبَرُونَ
 اور جنہیں کا دن یاد کرو۔ حبیب تمہاری کثرت پر نازاں تھے لیکن وہ کثرت کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلتے۔

مقابلہ شروع ہوا پہلے ہی دہر میں مطلع صاف تھا۔ حضور نے ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ رفقاء شے خاص میں سے بھی کوئی حاضر نہیں صرف چند اصحاب ثابت قدم رہنا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ اس میدان میں ایک ایک کا فر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینہ پر سوار ہے۔ میں نے عقب سے اس کے شانہ پر تلوار ماری جو زہ کاٹ کر اندر اتر گئی اس نے مڑ کر مجھے اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر گئی گورہ اس کے فضل سے وہ ٹھنڈا ہو کر گہ پڑا۔ اسی اثنا میں میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا میں نے کہا حضرت میرے مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ فرمائیے گئے فضاء الہی یہی تھی۔ کما فی البخاری وغرودہ حبیب۔ سیرۃ النبی۔

شکست کے بظاہر مختلف اسباب تھے۔

شکست کے ظاہری اسباب

اول مقدمہ الجیش میں جو حضرت خالد کے زیرِ کمان تھا زیادہ تفرق کر کے ہمدرد اسلام نوجوان تھے جو غرور جوانی میں اسلحات جنگ سے بھی آراستہ ہو کر نہیں آئے۔

۲۔ فوج میں روہزار کے قریب طلاق تھے۔ یعنی وہ لوگ جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے۔

۳۔ ہوازن تیر اندازی میں تمام عرب پر ممتاز تھا ان کا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا۔

۴۔ کفار نے رزم گاہ میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں اور کھوٹوں اور وادیوں میں جا دیے تھے۔

۵۔ لشکر اسلام کے جو شیلے نوجوانوں نے پورا دن نکلنے سے پہلے ہی حملہ کر دیا تھا۔

۶۔ میدان جنگ ایسے نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہ سکتے تھے۔

۷۔ حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں کی تعداد میں فوجیں ٹوٹ پڑیں۔

۸۔ ادھر کہیں گاہوں سے تیر اندازوں کے دستے نکل آئے۔ اور تیروں کا بہت بڑا دبا۔

۹۔ جب مقتدرہ الجیش بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا تو تمام فوج کے پاؤں اکٹھے ہو کر صحیح بخاری میں سے فادہ بر و احقیٰ بقیٰ وحدہ یعنی تمام لشکر پیسا ہو گیا یہاں تک کہ تین تہاں کا جبار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے۔

تیروں تلواروں کا مینہ برس رہا تھا۔ آواز ہزن کے سوا کان پڑن آواز کا پڑنا نہ تھا۔ بارہ ہزار کی جمعیت منتشر ہو چکی تھی۔ لیکن پیکر مقتدر باقی دین اقدس کا یہ شجاعانہ مظاہرہ تھا کہ پابرجا تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔

یہ ہستی پاک تین تہاں ایک فوج ایک ملک ایک اقلیم ایک عالم نہیں بلکہ مجاہد کائنات تھا۔ حضور نے نہایت اطمینان کے ساتھ دامنِ جانبِ ملاحظہ کیا اور آواز دی یا معشر الانصار آواز کے ساتھ ہی صدائے حضور ہم حاضر ہیں۔ پھر بائیں جانب پکارے وہی آواز آئی۔ حضور سوار ہی سے اترے اور جلالِ نبوت کے لمحہ میں فرمایا میں خدا کا بندہ اس کا پیغمبر ہوں۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے۔ کہ حضور نے یہ رجز پڑھا انا نبی
 لا کذب۔ انا بن عبد المطلب۔ میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبد المطلب
 کا بیٹا ہوں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت بلند آواز تھے حضور نے حکم
 دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو۔ آپ نے نعرہ مارا یا معشوا یا انصار یا اصحاب
 الشجرۃ اسے گروہ انصار اسے بیعت شجرہ والو اس پر آواز کا کانوں میں پڑنا
 تھا کہ تمام فوج و غنہ پیٹ پیڑی جس کا تذکرہ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ ثُمَّ نَزَّلَ اللَّهُ
 سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَابًا لَّذِينَ
 كَفَرُوا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر تسلی
 نازل فرمائی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم سے نہیں دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا۔
 اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

جن لوگوں کے گھوڑے کش کش اور گھمسان کی وجہ سے مرنے لگے انھوں
 نے زبرجی بھینک دیں۔ گھوڑوں سے کود پڑے طرائی کارنگ و مزدن میں بدل
 گیا۔ کفار بھاگ نکلے جو رہ گئے وہ پابجولاں ہو گئے بنو مالک جو تقیف کی ایک
 شاخ تھی ذرا جم کر لڑی مگر جب ان کے شتر آدمی مارے گئے اور عثمان بن عبد اللہ
 ان کا علمبردار قتل ہو گیا تو وہ بھی نہ ٹھہر سکے شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ
 اوطاس میں جمع ہوئی اور کچھ طاقت میں جا کر پناہ گزین ہوئی انھیں میں ان کا سپہ سالار
 مالک بن عوف بھی روپوش تھا۔ اس کے بعد وہ بڈھا گرگ ہاراں دیدہ دریدہ بن الصہم
 غنئی ہزار کی جمعیت سے کرا وٹاس میں آیا۔ حضور نے ابو عامر اشعری کی سرکردگی
 میں تھوڑی سی فوج اس کے استیصال کو بھیج دی ابو عامر اشعری دریدہ کے بیٹے
 کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اس نے علم اسلام ان کے ہاتھ سے لے کر اپنی فوج
 کا نثار بھانا چاہا تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ایسا
 کامیاب حکم کیا کہ اسے واصل بچھم کر کے علم چھین لیا۔ دریدہ بن الصہم ایک اونٹ
 پر ہودج میں سوار تھا ربیعہ بن ربیع نے اس تلوار کا وار کیا۔ لیکن اتفاق سے سچا

کر رہ گئی ورنہ بدین الصغر نے طعشہ دیتے ہوئے کہا کہ تیری ماں نے مجھ کو اپنے بچہ تیار نہیں دیے۔ میری شکل میں ظہور ہے۔ اسے نکال دے اور اپنی ماں کے پاس واپس جا کر کہنا کہ میں نے ورنہ کو قتل کر دیا۔ ربیعہ نے جاگ ریاں کو اس کے نقش کی خبر دی تو اس نے کہا خدا کی قسم ورنہ نے تیری تین ماؤں کو آڑا دیا تھا۔ غصہ یہ کہ اسیران جنگ کی تعداد ہزاروں سے زائد تھی ان میں حضرت شہنا بھی تھیں جو حضور کی رضاعی بہن تھیں لوگوں نے جب انھیں گرفتار کیا تو انھوں نے کہا میں تمھارے نہیں کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کئے یہ حضور کی خدمت میں لائے حضرت شہنا نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی کہ بچپن میں آپ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے۔ سرکار والا تبار رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک میں فرط محبت سے آنسو بھر آئے ان کے یہ حضور نے زنا مبارک پہنچا دی۔ محبت کی باتیں فرمائیں چند اوشٹ اور بکریاں عطا فرما کر ارشاد فرمایا جی چاہے میرے گھر چل کر رہو اور اگر گھر جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے۔ حضرت شہنا نے خاندان کی محبت کی وجہ میں وطن جانا پسند فرمایا چنانچہ احترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔

اب حنین کی بقیہ شکست خوردہ فوج جو طائف میں پناہ گزین ہو کر رہ گئی۔ تیاری کر رہی تھی۔ طائف ایک نہایت محفوظ مقام تھا۔ اسے طائف کہتے تھے اس وجہ میں تھے کہ اس کے گرد و شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی۔ اور یہاں قبیلہ ثقیف کی جو شاخ آباد تھی وہ نہایت شجاع مشہور تھی تمام عرب میں ممتاز اور قریش کے گویا ہمسرے تھے۔ عروہ بن مسعود یہاں کا رئیس ابو سفیان کا داماد تھا۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن اگر اتنا تو کمزیرا طائف کے رؤسا پر اترتا۔ لہذا کائناتی **هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رُجُلٍ مِّنَ الْفَرِیْقَتَیْنِ الْعَظِیْمَتَیْنِ** یہ لوگ فن حرب سے بھی واقف تھے اور اعزاز میں سردار قوم اور مالدار بھی تھے۔ طبری اور متقی میں لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود ثقیفی اور غیلان بن سلمہ نے جرش میں جا کر جرہین کا ایک ضلع ہے

لے دو دن یہیں میں بے کسائی پر یہ قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

قلعہ شکن آلات مثل دُکابہ فُسبُور اور مُخْنِیق کے بنائے اور استعمال کرنے کا فن سیکھا
تھا۔ طائف میں ایک قلعہ تھا جو نہایت محفوظ تھا لیکن کچھ سکند سا تھا۔ اہل
شہر اور شکست خوردہ فراری فوج حنین نے اس کی مرمت کی اور سال بھر کے
یہے رسد کا سامان جمع کیا چاروں طرف مُخْنِیق اور جابجا قدر انداز زمینیں کیے۔
تاریخ تھمیس جلد دوم اور ابن سعد۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کا مال غنیمت اور اسیران جنگ
کے متعلق حکم دیا کہ مقام جحرانہ میں محفوظ رکھے جائیں۔ اور خود طائف کا عزم فرمایا۔
حضرت خالد مقدادؓ انجیش کے طور پر پہلے روانہ کیے گئے۔ مختصر یہ کہ محاصرہ ہوا
اور اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات یعنی دُکابہ اور مُخْنِیق استعمال کیے
گئے دُکابہ سے اہل قلعہ نے گولہ کی گرم سلاخیں برسائیں اور اس شدت کی تیزباری
کی کہ نیشنان نبوۃ کے شیریں کو نیچے جٹنا پڑا اور بہت سے زخمی ہوئے۔ عین دن
تک یہ محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا۔

آخر میں حضورؐ نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے انھوں
نے عرض کیا حضورؐ کو طری بعدٹ میں گھس گئی ہے اگر جدوجہد جاری رہی تو پھڑکی
جائے گی اور اگر چھوڑ دی جائے تب بھی کوئی اندیشہ نہیں چونکہ صرف دشمن
کی مدافعت مقصود تھی حضورؐ نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم نافذ فرمادیا صحابہؓ
عرض کی حضورؐ ان کو بددعا دیں۔ حضورؐ نے یہ بددعا دی اللھم اھل نقیقاوات
بھم الہی نقیص کو ہدایت دے اور میرے پاس انھیں آنے کی توفیق عطا فرما۔
محاصرہ چھوڑ کر حضورؐ جحرانہ تشریف لائے غنیمت کا بے شمار ذخیرہ تھا
چھ ہزار اسیران جنگ، چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں چار ہزار اوقیہ چانوی
نقی۔ (از طبقات ابن سعد) اسیران جنگ کے متعلق آپؐ نے انتظار فرمایا کہ ان
کے عزیز و اقارب آئیں تو ان سے گفتگو کی جائے لیکن کئی دن گزر جانے کے
باوجود کوئی نہ آیا۔

مال غنیمت کے پانچ حصے کیسے گئے۔ چار حصے مسبق قاصد اعلیٰ فرج کو
 تقسیم کیے گئے۔ خمس بیت المال اور غریب و مساکین کے لیے رکھا گیا۔ ایک حصہ
 رؤسا جنھوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا اور ابھی مذہب العقائد سے انھیں
 کو فرقان کریم میں متولفۃ القلوب فرمایا ہے۔ اور جہاں فرقان کریم میں مصاصف کفار
 کا ذکر ہے وہاں ان لوگوں کا نام بھی ہے۔ حضور نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ
 انعامات بخشے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

ابوسفیان کو مع اولاد کے ۳۰۰ اونٹ ۱۲۰ اوقیہ ہندی عطا فرمائی۔

حکیم بن حزام کو	۲۰۰ اونٹ	سولیب بن عبد اللہ کو
نضیر بن حارث بن کلاء ثقفی کو	۱۰۰ اونٹ	۱۰۰ اونٹ
صفوان ابن امیہ کو	۱۰۰ اونٹ	۱۰۰ اونٹ
قیس بن عدی کو	۱۰۰ اونٹ	۱۰۰ اونٹ
سہیل بن عمرو کو	۱۰۰ اونٹ	۱۰۰ اونٹ

اس کے سوا بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ عطا فرمائے گئے۔
 حصہ میں تقسیم عام کے اعتبار سے فی کس چار اونٹ چالیس بکریاں نکلیں۔ سوا
 کو چوکھریا یہ فوج کے مقابلہ میں تین گنا حصہ دیا جاتا تھا۔ اس لیے ہر سوار کے
 حصہ میں بارہ اونٹ ایک سو بیس بکریاں آئیں۔ علاوہ اس کے جنھیں بارہ اونٹ
 سے نوازا گیا۔

ان میں اکثر اہل مکہ اور جدیدہ الاسلام تھے۔ اس پر بعض انصار کو رنج تھا اور
 کہا کہ حضور نے قریش کو انعام دے کر ہمیں محروم رکھا۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے
 اب تک قریش کے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ شکایات
 کے موقع پر جاری یا دہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔

حضور کے گوش اقدس تک جب یہ آواز پہنچی حضور نے انصار کو جمع فرمایا
 اور دریافت کیا کہ کیا یہ شکوہ تمھاری طرف سے ہوا ہے۔ انصار چونکہ سچے بولنے

کے عادی تھے انھوں نے صاف عرض کر دیا کہ حضورؐ ہمارے سر پر آوردہ لوگوں کی طرف سے یہ بات نہیں سنی بلکہ ہمارے نوچر لڑکوں نے یہ ضرور کہا ہے حضورؐ نے انصار کے صغیر و کبیر جمع فرمائے اور ایسا بلند خطبہ دیا جس کی نظیرین بلاغت میں معدوم ہے اور انصار کو خطاب کر کے فرمایا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعے سے تم کو ہدایت دی۔ تم منتشر تھے خدا نے میرے ذریعے تم میں اتفافی پیدا کیا۔ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعے تمہیں متمول کیا۔ اس پر انصار ہر فقرہ کے بعد کہتے جاتے تھے کہ اللہ و رسول کے احسانات ہم پر سب سے زیادہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں تم یہ جواب دو کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب لوگوں نے جھٹلایا ہم نے آپؐ کی تصدیق کی آپؐ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ آپؐ جب عامل تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی اور فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو لیکن اسے انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اوثٹ بکریاں سے کہ جائیں اور تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھراؤ۔ یہ سن کر انصار بے اختیار پیچ پڑے اور کہنے لگے ہم کو صوف ہمارے حضورؐ درکار ہیں۔ اکثر کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے از خود رونے ہو گئے اور ڈانٹھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جدید الاسلام ہیں میں نے ان کو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہیں۔ بلکہ تالیف قلوب کے لیے دیا ہے۔

اسیران حنین کے ساتھ حضورؐ کی مراعات

اسیران جنگ حنین ابھی تک حجاز میں محفوفاتے ایک معزز سفارت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ حنین کے اسیر رہا کر دیئے جائیں یہ سفارت اس قبیلہ سے آئی تھی جس میں حضورؐ کی رضاعی دایہ حضرت حلیمہ خنسیہ رئیس قبیلہ زہرہ بن صرہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور حضورؐ کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا جو غوثین چھپروں میں محبوب ہیں انھیں میں حضورؐ کی رضاعی

پھو پھیاں اور خانہاں میں خدا کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کہیں ہمارے خاندان کا وکلاء پیدا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو یہیں ان سے بھی زیادہ توقع ہے حضور نے فرمایا خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تھا راستہ لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ جب نماز کے بعد جمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست جمع کے سامنے پیش کی حضور نے فرمایا مجھ کو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لیے سفارش کرتا ہوں۔ مہاجرین اور انصار بول اُٹھے حضور ہمارا حصہ بھی حاضر ہے اس طرح کچھ ہزار بیک وقت آواز کر دیے گئے۔ علامہ خرپوٹی رحمہ اللہ نے اس واقعہ میں ایک معجزہ کا ذکر فرمایا کہ حضور نے کفار کی طرف نظر کی اور ایک مٹھی خاک کی اٹھا کر فرمایا انھیں صواب الکعبۃ شاہت الوجہ۔ بھاگ جاؤ رب کعبہ کے رعب سے اور خاک آلودہ چہرے سے کہ اور کفار کی طرف وہ مٹی پھینکی تو تمام کافروں کے اندر مثل ابر غلیظہ و مٹی پھیل گئی اور ان کی آنکھوں میں غبار بھر گیا اور بھاگ نکلے۔

غزوہ بدر اب بیت مبارک میں صل بدو غزوہ بدر کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ یہ واقعہ بھی ہم دیگر کتب تواریخ سے تفصیل رنگ میں پیش نظر کرتے ہیں اور شایع خرپوٹی رحمہ اللہ نے جو مختصر نقل کیا ہے وہ بھی اول تبریکاً نقل کئے دیتے ہیں بدر ایک موضع ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مابین واقع ہے۔ اس جگہ محاربہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے باوجود قلت عدد مسلمین اور کثرت عدد مشرکین مسلمانوں کو فتح عطا فرما کر حضور کی شان دکھائی اور مسلمین کی جانیں بچائیں اور شہیدان کو معاف کی جماعت کے ذیل ورسوا کیا۔ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں یوں ہے۔
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ۔ بے شک اللہ نے مدد فرمائی تھی جو بدر میں باوجودیکہ تم دشمن کی نظر میں ذلیل تھے۔ اور یہ غزوہ اعظم غزوات اسلام سے ہے۔ یہ جنگ رمضان المبارک میں ہوئی اس میں مسلمانوں کی تعداد تین سو

نیزہ تھی اور مشرکہین ایک ہزار کے قریب تھے۔ اور یہاں ایسا زبردست قتل و قتال ہوا کہ اس کی نظیر دوسرے غزوات میں نہیں ملتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمایا اور جنود و ملائکہ کے ساتھ امداد کی۔ اس محاربت میں مشرکہین مارے گئے اور مسترقہ قبیلہ جوڑے مقتولین میں اکثر صنادید قریش تھے اور اس غزوہ میں بہت سے معجزات و عجیبات کا بھی ظہور ہوا۔ انتہیٰ من شرح الخیر بولی۔ اب اس واقعہ عظیم کو تفصیلی صورت میں ملاحظہ فرمائیں منتخب از سیرۃ النبی ﷺ کہم اللہ یبدیہ اذ انتم واذلۃ فالتقوا اللہ تعالیٰ تشکوفت ہر ایک کاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔ یہ مقام اس نقطہ کے قریب ہے جہاں شام سے مدینہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً ۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔

اس جنگ کے مباویات یہ ہیں کہ جب سترھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جہش کو بارہ سپاہیوں کے ساتھ بطنِ نخلہ کی طرف اس غرض سے بھیجا تھا کہ قریش کے حالات کا پتہ لگائیں۔ تو انھوں نے بجائے اس کے یہ کیا کہ راستہ میں قریش کے چند آدمی جو شام سے مال تجارت لے کر آ رہے تھے ان پر حملہ کر دیا۔ اس قافلہ میں عمر بنِ حمزہ بھی تھے وہ مارا گیا اور دو گرفتار ہوئے۔ مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ عبداللہ مع مالِ غنیمت اور قیدیوں کے مدینہ آئے اور سرکار میں سب چیزیں پیش کیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں نے تمہیں یہ کب کونسا تھا اور اس غناب میں قیمت بھی قبول نہ فرماؤ۔ اور صحابہ کو ام بھی عبداللہ پر نہایت برہم ہوئے اور انھوں نے کہا۔ صدقہ عالم تو مروا بہ وقتا تلتم فی الشہر الحواہ ولسر تو مروا بقتال۔ طبری صفحہ ۱۷۷۔ تم نے وہ کام کیا جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا اور ماہِ حرامِ حجبِ المرجب میں مداخلہ کیا۔ حالانکہ اس مہینہ میں لڑنے کا حکم نہ تھا جو لوگ گرفتار اور قتل ہوئے وہ بڑے معزز خاندان کے لوگ تھے۔ عمر و حمزہ جو قتل ہوئے وہ عبداللہ بن حمزہ کا بیٹا تھا جو حرب بن اُمیہ یعنی امیر معاویہ کے دادا کا حلیف تھا۔ اور

حرب بن اُمیہ قریش کا رئیس اعظم اور ایسا رئیس اعظم تھا کہ حضرت عبدالملک کے بعد اس کو ریاست عامہ حاصل ہوئی تھی۔ اور جو لوگ گرفتار ہوتے تھے وہ عثمان اور نوفل مغیرہ کے پوتے تھے۔ مغیرہ ولید کا باپ حضرت خالد کا دادا اور حرب بن اُمیہ کے بعد دوسرے درجہ کا رئیس مکہ تھا۔ اس بنا پر قتلِ حضرمی نے تمام قریش میں اشتعال پیدا کر دیا۔ اور یہ انتقام خون کی بنیاد قائم ہو گئی۔

حضرت عروہ بن زہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے جو فتنے میں کہ نہ صرف غزوہ بدر بلکہ تمام لڑائیوں کی وجہ جو قریش سے ہوئیں صرف اور صرف قتلِ حضرمی ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں۔ اور جس چیز نے بدر کی جنگ کو ابھارا اور تمام غزوات کے سلسلہ جنم پائی ہو گئی سب کا سبب یہ تھا کہ واقعہ سہمی نے حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔

ہجرت کے بعد سے ہی حملہ کی تیاریاں شروع تھیں اور گزشتہ حالات انتقامی جذبہ کے ساتھ اس میں کار فرما تھے۔ عبداللہ بن ابی کو قریش مکہ نے خود میں صاف لکھ دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے ہمیں اطلاع دو۔ ورنہ ہم آکر ان کے ساتھ تمھارا بھی فیصلہ کر دیں گے۔ یہ پہلا الٹی میٹم تھا جو مدینہ کی طرف قریش نے دیا۔ اس کے بعد سے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں مدینہ کی طرف گشت لگاتی رہیں۔ کمر زہری مدینہ کی چرگاہوں تک اگر غارت گری کرتا رہا۔ مکہ کی حد کے لیے سب سے پہلے مصارفِ جنگ کا بندوبست تھا اس لیے اب کے موسم میں جو کاروان تجارت قریش نے شام روانہ کیا وہ اس سرد سامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی سب کی سب دے دی تھی۔

اور نہ صرف مدینہ اس میں شریک تھے۔ بلکہ عربین بھی اس تجارت میں شریک تھیں۔ ابھی قافلہ شام کو روانہ نہ ہوا تھا کہ حضرمی کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس سے قریش کی آتش غضب اور بھی مشتعل ہو گئی۔ حتیٰ کہ قریش کے غضب

کے بادل تمام عرب پر چھا گئے۔ حضورؐ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے صحابہ کو جمع کر کے واقعہ کا ظہار فرمایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور دیگر جان نثاروں نے نہایت پر جوش تقریریں کیں لیکن حضورؐ انصار کا نظریہ معلوم فرمانا چاہ رہے تھے۔ کیونکہ ان سے بوقت بیعت یہ اقرار لیا گیا تھا کہ جب کوئی مدینہ پر چڑھائی کرے گا تو ان کی تلوار اٹھے گی۔

آخر سعد بن عبادہ سردار قبیلہ خزرج اُٹھے اور عرض کرنے لگے کہ حضورؐ کی نظروں ہماری طرف اُٹھ رہی ہیں اور ہمارے پرانے عہد نامہ کے ماتحت حضورؐ ہمیں کوئی حکم نہیں فرمانا سہے ہیں۔ خدا کی قسم اگر حضورؐ حکم دیں تو ہم سمندر میں کودنے کو تیار ہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے اور بخاری میں ہے کہ حضرت مقدادؓ نے عرض کی حضورؐ ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں کہ یوں کہہ دیں اِذْهَبْ اَنْتَ وَذَهَبْ فَقَاتِلَا اِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ آپؐ اور آپؐ کا خدا جا کر لڑے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ بلکہ حضورؐ حکم فرمائیں ہم حضورؐ کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے ہر طرح سے جان نثاری کریں گے۔ اس تقریر سے فرط مسرت میں حضورؐ کا چہرہ زیبا چمک اٹھا۔ عرض کیا کہ ۱۲ رمضان المبارک ۶؎ کو حضورؐ نے تین سو جان نثار کے ساتھ شہر سے نکلنے کا حکم دیا اور ایک میل چل کر فوج کا جائزہ لیا۔ ان میں سے جو کم عمر تھے واپس کیے گئے۔ اور فرمایا گیا کہ ایسے پُر خطر موقع پر بچوں کا کام نہیں۔ عمیر بن ابی وقاص ایک کمسن بچہ تھے انھیں جب واپس ہونے کو کہا تو یہ رو پڑے۔ اس سے قلب مبارک متاثر ہوا اور انھیں اجازت مل گئی عمیرؓ کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے اس کمسن سپاہی کو سجا یا گلے میں تلوار حمائل کی۔ اب فوج اسلام کی تعداد ۳۳۳ ہو گئی تھی ان میں ساٹھ مہاجرین تھے اور باقی انصار جو مکہ منافقین اور یہود کی طرف سے اطمینان نہ تھا اس لیے حضرت ابولہبؓ ابن عبد المذکر کو مدینہ کا حاکم مقرر دیا گیا۔ انھیں حکم دیا گیا کہ مدینہ واپس جائیں اور حالیہ یعنی

مدینہ منورہ کی بالائی آبادی پر عاصم بن عدی کو مقرر فرما دیا۔ اس انتظام کے بعد حضورؐ بدر کی طرف بڑھے۔

جس طرف سے اہل مکہ کے آنے کی خبر تھی اور حضورؐ و خبر رساں بے بس اور عدی پہلے روانہ کر دیے کہ قریش کی نقل و حرکت کی خبر لائیں۔ غرض کہ روحا منصرف۔ ذات اجڑاں۔ معلات۔ اشیل سے گزرتے ہوئے ۷ رمضان المبارک کو بدر کے قریب پہنچے۔ خبر رسالوں نے اطلاع دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آگئے ہیں۔ حضورؐ نے یہیں قیام فرمایا لشکر اسلام اتڑ پڑا۔ قریش کے ساتھ ہزار بہادر سپاہیوں کی جمعیت اور سو سو سواروں کا رسالہ تھا۔ رؤساء قریش سدا ابو لہب کے سب شریک تھے۔ اور ابو لہب بھی مجبوری کی وجہ میں نہ آسکا تھا۔ مگر اس نے اپنا قائم مقام بھیج دیا تھا۔ رسد کا یہ نظام تھا کہ امراء قریش یعنی عباس عتبہ بن ربیعہ خث بن عامر خز بن الحارث ابو جہل امیہ وغیرہ وغیرہ باری باری سے ہر روز دس اونٹ ذبح کرتے اور لشکر کو کھلاتے۔

قریش کی فوج کا سپہ سالار قریش کا رئیس اعظم عتبہ بن ربیعہ تھا مقام بدر میں قریش کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا فائدہ خطرہ کی زد سے نکل گیا ہے تو قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا اب لڑنا ضروری نہیں مگر ابو جہل نہ مانا۔ اور زہرہ اور عدی کے لوگ واپس چلے گئے۔ باقی فوج آگے بڑھی۔ قریش چونکہ پہلے آپکے تھے انھوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

لشکر اسلام بعد میں پہنچا تھا۔ اس وجہ میں ان کے حصہ میں چشمہ یا کنواں کوئی چیز بھی نہ تھی۔ زمین ملی تو ایسی پتلی کہ اونٹوں کے پاؤں ریتے ہیں دھنس دھنس جاتے تھے۔ ثباب بن منذر نے حضورؐ سے عرض کی کہ جو مقام انتخاب کیا گیا ہے وحی کی روش سے ہے یا فوجی تدبیر کے ماتحت حضورؐ نے فرمایا وحی نہیں ہے۔ تو ثباب نے عرض کی ایسی صورت میں میری راستے یہ ہے کہ ہم آگے بڑھیں چشمہ پر قبضہ کریں اور ارد گرد کے کنوئیں ہیکار کر دیں حضورؐ نے یہ راستے پسند فرمائی اور اس پر عمل کیا گیا۔

حسن اتفاق سے میثہ برس گیا اور بتا جم گیا جا پانی روک کر چھوٹے چھوٹے
 ایسے حوض بنائے گئے۔ جو غسل و وضو کے کام آئیں اسی گرم نوازی کو قرآن کریم
 فرماتا ہے۔ **يُنَزِّلُ عَلَيْكَ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً ذِيكَرًا** اور جب کہ ہم نے آسمان
 سے پانی برسایا کہ تم کو اس سے طہارت حاصل ہو۔ پانی پر اگرچہ قبضہ تھا لیکن
 وسعت خلق ساقی کو ڈرنے پر گوارہ نہ کیا کہ دشمن ہے آب رہے بلکہ باوجود سخت
 حسد و کینہ کے حضور کی طرف سے انھیں پانی کی اجازت تھی۔

اب رات کا وقت ہے۔ تمام لشکر کمر کھول کھول کر شب آرام لینے کے
 لیے سو رہا ہے لیکن صرف ایک ہستی مفقود ہے جو صبح تک بیدار مصروف دعا
 رہے۔ یایوں کہتے کہ یہ رات تھی جو ہر قسم کے خوف سے بری ہو کر موعود اب تھی۔
 اور اس کے دو ہاتھ آقا مولا سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پاسبان اور سرگرم و عاشق
 بھر بیدار رہے صبح ہوتی نماز کے لیے آواز دی گئی بعد نماز چاد کے موعود پر
 ایک بلخ خطرہ دیا۔ ادھر یہ نظام ہے ادھر قریش جنگ کے لیے بے تاب ہیں۔
 ان میں جہاں ہر ایک ہر سر پر یکساں ہے وہاں کچھ نیک دل بھی ہیں۔ جو خون ریزی کو
 پسند نہیں کرتے۔ ان میں حکیم بن حزام بھی ہیں۔ جو بعد میں مشرف باسلام ہو گئے۔
 انھوں نے سردار فوج عتبہ سے کہا کہ۔ اگر آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی
 کی ابدی یادگار ہو جائے۔ عتبہ نے کہا وہ کس طرح حکیم بن حزام نے کہا اس وقت
 قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا خون ہے۔ اس لیے کہ وہ آپ کا حلیف
 تھا۔ آپ اس کا خون بہا ادا کر دیں۔ یہ مشورہ عتبہ کو پسند آیا اور اس نے خوشی
 سے منظور کر لیا لیکن چونکہ ابو جہل کا مشورہ اس سے لازمی تھا حکیم بن حزام سے
 کہا کہ جاؤ میرا یہ پیام ابو جہل کو پہنچاؤ۔ ابو جہل نے یہ سنتے ہی کہا کہ ہاں عتبہ ہمت
 مار گیا ہے۔ اس لیے کہ اسلامی لشکر کے اندر خدیفہ عتبہ کا بیٹا آیا ہے جو مسلمان ہو گیا
 ہے یہ سب کچھ عتبہ اس لیے چاہتا ہے کہ اس کے پیٹھے پر کوئی آگ نہ آئے۔
 ابو جہل نے حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ دیکھا تم نے تمھارے بھائی کا

ثنوں پہاٹھاری آنکھوں دیکھتے مل رہا ہے۔ عامر نے یہ سن کر عرب کے قاصد کے
 مطالبات کیڑے پھاڑ ڈالے اور خاک اُڑا کر واعموہ و اعموہ کا نعرو مارنا شروع کیا
 اس مظاہرہ نے تمام فوج میں پھر آگ لگا دی۔ جب عقبہ کو ابو جہل کا یہ طعن پہنچا کہ
 سخت برہم ہوا اور کہا میہدان جنگ میں پتہ چل جائے گا کہ نامردی کا داغ کس کو لگتا
 ہے۔ یہ کہہ کر مغرانا لگا اور اڑھائی اس کا سر آٹنا بڑا تھا کہ کوئی مسخرف اس کے سر پر ٹھیک
 نہ اُترا۔ مجبور سر سے کپڑا لپیٹا اور لڑائی کے جھٹیار سجے۔

چونکہ رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس کو خون کفار سے
 آلودہ فرمانا پسند نہیں فرماتے تھے اس لیے جان نثاران اسلام نے ایک ٹبر چھپا
 بنایا کہ اس میں حضور تشریف رکھیں اور پہرہ کے لیے سعد بن معاذ تشریف رکھتے
 مقرر ہوئے۔

اگرچہ فتح و نصرت کا وعدہ من جانب اللہ قطعی تھا عینا صر عالم آمادہ تھا
 ملائکہ کی فوجیں ہر جانب اشارہ کی منتظر تھیں۔ تاہم عالم اسباب کے لحاظ سے حضور
 نے اصول جنگ کے مطابق فوجیں مرتب فرمائیں۔ مہاجرین کا حکم مصعب بن
 عمیر کو عنایت ہوا۔ خزرج کے علمبردار حباب بن منذر ہوئے اور ان کے ساتھ
 بن منذر مقرر ہوئے۔

صبح ہوتے ہوتے آپ نے صف آرائی شروع کی۔ دست مبارک میں
 ایک تیر تھا اس کے اشارے سے صفیں قائم کی گئیں ابھی یہ انتظام ہو ہی تھا
 تھا کہ حضرت خذرج بن ابیمان اور حنیئہ دو صحابی کہیں سے آ رہے تھے۔ انہیں
 دشمنوں نے روکا اور کہا کہ تم لشکر اسلام کی مدد کو جا رہے ہو انھوں نے واقعہ کے مطابق
 انکار کیا۔ اس پر بھی انھوں نے وعدہ لیا کہ وہ مدد نہیں کریں گے۔ اس وعدہ کے
 بعد انھیں راہ ملی جب یہ دونوں دربار رسالت میں حاضر آئے واقعہ عرض کیا تو حضور
 نے فرمایا ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے ہمیں صرف اپنے رب کی مدد کا رعب
 اب دو صفیں مقابل ہیں ایک طرف حق ہے دوسری طرف باطل ایک اس

نور ہے دوسری طرف ظلمت ایک طرف کفر ہے دوسری طرف اسلام اس کا نقشہ قرآن کریم اس طرح کیسیتا ہے۔ **قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي يَسْمَعِينَ النُّفُتَانِ تَنْتَازِلُ فِي مِصْبِيلِ اللَّهِ وَأَخْرَجَ كَافِرَاتٍ تَوَلَّوْنَهُنَّ وَمِنْهُنَّ رَأَى الْغَيْبِ**۔ جو لوگ باہم ٹکے ان میں ٹھارے لیے عبرت کی نشانیوں ہیں۔ ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا منکر خدا تھا۔ یہ منظر عجیب منظر تھا اتنی بڑی وسیع دنیا میں تو حید کی قسمت صرف چند آدمیوں پر منحصر تھی صحیحین میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ایک خاص حضور کی حالت طاری تھی وہ نور کی دست مقدس آسمان کی طرف پھیلے ہوئے تھے اور زبان مبارک پر یہ لفظ جاری تھے۔ **الہی تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے آج پورا کر**۔ محویت اور بے خودی کے عالم میں رداء مبارک دوش اقدس سے گر جاتی ہے۔ کبھی سجود میں ہیں اور عرض کر رہے ہیں **الہی اگر یہ چند جانیں آج فنا ہو گئیں تو نیز نام لینے والا قیامت تک نہ رہے گا**۔

اس بیقراری پر جان نثاروں کو رقت آگئی حضرت صدیق نے عرض کی حضور اللہ تعالیٰ وعدہ پورا فرما دے گا۔ آخر روحانی تسکین کے ساتھ تیسفونم الجمع ہو کر اللہ بڑھتے ہوئے لب مبارک فتح کی پیش گوئی سے آشنا ہوئے۔ اب دشمن کی فوجیں قریب آگئیں۔ ناہم جان نثاران اسلام کو حکم ہے کہ پیش قدمی نہ کریں جب دشمن بالکل قریب ہو جائے تو اسے تیروں سے روکا جائے۔ یہ معرکہ ایشا روجان بازی کا سب سے بڑا حیرت ناک منظر تھا۔ دونوں فوجیں سامنے آئیں تو لوگوں کو نظر آیا کہ خود ان کے جگر پارے تلوار کے سامنے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان کا اپنا فرزند کافروں کی طرف سے میدان میں آ رہا ہے۔ خود تلوار لے کر میدان میں آئے۔ غنہ میدان میں آیا تو اس کے فرزند حضرت حذیفہ مقابلہ کو نکلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماموں کے خون سے تلوار رنگ کر واپس ہوئے۔ لڑائی کا آغاز ہوا کہ سب سے پہلے عام حضری جس کو بھائی کے خون کا دعویٰ تھا آگے بڑھا مہج حضرت عمر کا غلام اس کے مقابلہ کو نکلا اور مارا گیا۔ غنہ جو سردار لشکر تھا

ابو جہل کے طعنہ سے سخت برہم تھا۔ سب سے پہلے وہی بھائی اور بیٹے کو لے کر میدان میں آیا۔ عرب کا دستور تھا کہ نامور لوگ کوئی انبیائی نشان لگا کر میدان میں جاتے تھے۔ عقبہ کے سینہ پر شتر مرغ کے پرتھے۔ حضرت عوف حضرت معاذ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم مقابلہ کو نکلے عقبہ نے نام و نسب پوچھا جب اسے معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو عقبہ نے کہا ہم کو تم سے غرض نہیں پھر حضورؐ کی طرف خطاب کر کے پکارا کہ یہ لوگ ہمارے جوڑے نہیں بعض کتب احادیث کے مضامین سے یہ چلتا ہے کہ یہ جواب بغرض اہانت انصار نہ تھا بلکہ عقبہ کا نشایہ تھا کہ انتقام خون کا مطالبہ قریش سے ہے انصار سے نہیں مگر یا نہیں یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ مکہ والے انصار کو اپنا ہمسرہ نہیں سمجھتے تھے غرضیکہ حضرت حسدہ حضرت عبیدہ حضرت علیؑ میدان میں آئے ان حضرات کے چہروں پر نقاب تھی عقبہ نے پوچھا تم کون ہو سب نے نام و نسب بتا دیے عقبہ نے کہا میں اب ہمارا جوڑے ہے عقبہ حضرت حمزہؑ سے ولید حضرت علیؑ سے مقابلہ ہوا ایک ہی دار میں دو لوگ مارے گئے مگر عقبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا۔ حضرت علیؑ نے بڑبڑ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو گناہ سے پرہیز کر دیا۔ شیبہ میں پہنچایا حضرت عبیدہ نے حضورؐ سے پوچھا کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا حضورؐ نے فرمایا نہیں تم شہید ہو۔ حضرت عبیدہ عرض کرنے لگے آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

وَسَلَّمَهُ حَتَّىٰ لَصَرَ عَ حَوْلَهُ وَبَذَلَهُ عَنِ ابْنِ ثِيَابٍ وَالْحَلَّالِ
 ہم اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے حوالے اس وقت کریں گے جب ان کے گروہ لوگوں کے حائیں اور ہماری پیٹوں اور پی پیوں سے بھلا نہ دینے والے سعد بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں دبا ہوا صفت سے نکلا اور پکارا کہ میں ابو کرش ہوں حضرت زبیرؓ اس کے مقابلہ کو نکلے اور چونکہ اس کی طرف آنکھیں نظر آتی تھیں آپؐ نے تاک کر آنکھ میں برچی ماری وہ زبیرؓ

گرا اور مر گیا۔ برہمچی اس طرح پیوست ہو گئی تھی کہ حضرت زبیر نے اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر کہیں بھی تو بڑی مشکل سے نکلی اور دونوں دھاریں مٹا لیں اس برہمچی کو حضورؐ نے حضرت زبیر سے لے کر یادگار میں رکھا۔ خلفاء اربعہ کے عہد تک یہ یادگار میں رہی بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس آگئی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں کئی کاری زخم اٹھائے شانہ بہرہ جو زخم آیا تھا اتنا گہرا تھا کہ اچھے ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی۔ عروہ آپ کے صاحبزادے بچپن میں ان زخموں سے کھیدا کرتے تھے۔ جس تلوار سے آپ لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے گر گئی تھی چنانچہ جب عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے تو عبدالملک نے عروہ سے کہا تو زبیر کی تلوار پہچان لے گا اس نے کہا ہاں۔ عبدالملک نے پوچھا کیوں کر پولا بدر کے معرکہ میں اس میں دندانہ لگے ہوئے تھے۔ عبدالملک نے تصدیق کی اور یہ مصرع پڑھا۔

بہت فلولی من قواع الکتاب

عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو دے دی اس نے اس کی قیمت کرائی تو تین ہزار ہوئی قبضہ پر چاندی کا کام تھا۔ اب عام حملہ شروع ہو گیا۔ مشرکین اپنے بل بوتے پر لڑ رہے تھے اور جان نشان اسلام صرف خدا کی قوت کا سہارا ڈھونڈ رہے تھے۔ ابو جہل کی شرارت اور دشمن اسلام کا عام ہوجا تھا۔ اس بنا پر انصار میں سے معوذہ و معاذ دو بھائیوں نے عہد کیا تھا کہ بیشکی جہان نظر آجائے گا یا اس کو مٹا کر چین لیں گے یا مٹ جائیں گے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ میری صف میں میرے واسطے بائیں دونوں نیز لڑ کے نظر آئے اور انھوں نے کان میں مجھ سے پوچھا کہ ابو جہل کہاں ہے میں نے کہا برابر زادہ ابو جہل کو پوچھ کر کیا کرو گے۔ بولے ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جہاں اُسے

دیکھ لیں گے قتل کر دیں گے یا خود لڑ کر جان دیں گے میں نے اشارے سے بتایا کہ ابو جہل وہ ہے۔ پس میرا اشارہ کرنا تھا کہ بازارا شب کی طرح دونوں چھپتے

اور میری نظر پڑی تو میں نے دیکھا ابو جہل خاک پر ہے۔ یہ دونوں شجاع بچے
 عفر کے فونہال تھے۔ عکرمہ نے جب اپنے بہادر باپ کی بیگم دیکھی عقب
 سے آیا اور حضرت معوذ کے باتیں سنانے پر ایسی تلوار ماری کہ بازو کاٹ گیا صرف
 تسمہ رہ گیا۔ معاویہ نے عکرمہ کا تعاقب کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ حضرت معوذ اسی
 حالت میں لڑ رہے تھے۔ لیکن ہاتھ لٹکنے سے زحمت ہوتی تھی حضور کے دوبار
 میں آئے ہاتھ دکھایا حضور نے اسے اُس کی جگہ لگا دیا ہاتھ بالکل تندرست
 ہو گیا۔ مختصر یہ کہ عقیہ سالار لشکر اور ابو جہل کے مارے جانے سے قریش کا
 پائے ثبات اکھڑ گیا۔ اور فوج میں بیدلی سی پھیل کر بزدلی چھا گئی۔

حضور کا پرانا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا۔ اور
 حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس سے کسی زمانہ میں معاہدہ کیا
 تھا کہ وہ مدینہ آئے گا تو یہ اس کی جان کے محافظ ہوں گے بدر میں اس غیبت
 سے انتقام لینے کا خوب موقع تھا لیکن چونکہ عہد کی پابندی اسلام کا شعار
 خاص ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے چاہا کہ یہ بچ کر نکل جائے۔ بلکہ
 اسے لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے۔ اتفاق سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے
 دیکھ لیا انصار کو خبر کر دی فوراً لوگ لڑ پڑے حضرت عبدالرحمن نے امیہ
 کے بیٹے کو آگے کر دیا مسلمانوں نے اس کو قتل کر ڈالا مگر امیہ کی طرف سے پھر
 بھی بے پرواہی ہوئے آخر میں حضرت عبدالرحمن لے آئے لٹا دیا یہ لپیٹ گیا
 تو مسلمان اس پر چھا گئے حضرت عبدالرحمن اس کی سپرد ہو گئے۔ اس کے
 اوپر لپیٹ گئے لیکن لوگوں نے حضرت عبدالرحمن کے پیروں میں سے ہاتھ
 ڈال کر اس کو داخل جہنم کر ڈالا اس کشاکش میں حضرت عبدالرحمن کی ایک
 ٹانگ بھی زخمی ہو گئی اور بدقول تک اس زخم کا نشان قائم رہا۔

اب جنگ بدر میں قریش کے جوہم خم تھے وہ آخری سانس توڑ رہتے
 تھے۔ ابو جہل عقبہ وغیرہ کے قتل کے بعد قریش نے ہتھیار ڈال دیے اور

مسلمانوں نے ان کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔

حضرت عباس غنویل جو حضرت علی کے بھائی تھے نوفل اسود بن عامر عبداللہ بن زمرہ اور بہت سے بڑے بڑے معزین قریش گرفتار ہوئے حضورؐ نے ان گرفتاریوں کے بعد حکم دیا کہ کوئی خیر لائے کہ ابو جہل کا کیا انجام ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے جا کر لاشوں کو دیکھا تو زخمیوں میں پڑا ہوا نظر آیا کہ دم توڑ رہا ہے آپ نے پوچھا تو ابو جہل ہے۔ اس نے کہا ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا تو یہ فخر کی کیا بات ہے۔ ابو جہل نے ایک دفعہ آپ کو ٹھانچ مارا تھا اس کے انتقام میں آپ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا ابو جہل بکھنے لگا اور بکریاں چرانے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ لیا اور حضورؐ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ بعد فتح معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چودہ نفوس شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار ہیں۔ اور دوسری طرف شجاعان نامور مارے گئے

اور شیبہ۔ عتبہ۔ ابو جہل۔ ابولجترسی۔ زمرہ۔ بن الاسود۔ عاص بن ہشام امیہ بن خلف منبہ بن الحجاج جیسے مایہ ناز مشرکین واصل جہنم ہوئے۔ تقریباً ستر آدمی قتل اور اسی قدر قید ہوئے۔ اسیران جنگ میں سے بھی دو عتبہ اور نفر بن حارث کو قتل کیا گیا باقی قیدی مدینہ میں لائے گئے۔

اس جنگ میں دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان تین سو تیرہ ہیں اور ان کے پاس سامان حرب بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسلمان فوج میں صرف دو گھوڑے اور معمولی ہتھیار تھے۔

قریش کے اندر تمام کے تمام مسلح ایک ہزار پیادہ پاسو سواروں کا رسالہ تھا۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی فتح اسلام ہوئی منظور تھی۔ اسی لیے تو ناظر فاجہم رحمہ اللہ نے فرمایا دسلی بددا بدہر کی سرزمین سے پوچھ کہ یہ مقابلہ اس تاجدار نبوتؐ نے کس باکپن سے کیا۔ کہ اسباب ظاہری کے

اختیار سے نہ سامان حرب نہ جمعیت ہی اتنی کہ مقابلہ کے قابل ہو اسی وجہ سے نام
 قاہر محمد اللہ نے فرمایا وصلی مددا۔ اس حبیب ہاشمی کی شان توکل واستغنا
 اور شجاعت ودیہ کی اور میدان بدر سے پوچھ آگے فرماتے ہیں وصل احد
 اور جنگ احد کے معرکہ سے پوچھ اگرچہ طوالت مضمون مانع ہے کہ اب ہم
 تفصیلی بحث پر متور کریں۔ لیکن دل نہیں مانتا بنا برائیں جس طرح ہم نے بدر
 کے واقعہ کو اول علامہ خرپوٹی کے رنگ اختصار میں پیش کر کے پھر تفصیل
 سے عرض کیا اس طرح واقعہ احد کو بھی اول علامہ خرپوٹی کے اختصار میں
 رنگ میں عرض کر کے پھر تفصیل وار تاریخی روشنی میں عرض کریں گے۔

قصہ غزوہ احد وَمَلَ أَحَدًا أَحَدًا بَضْمَتَيْنِ . یہ مدنیہ
 کے قریب ایک موضع ہے جو محل عمار پر ہے

اس کا قصہ یہ ہے کہ جب بدر میں قریش پر نزول بلا ہو چکا اور ان
 کے بڑے بڑے نامور صنادید قتل کر دیے گئے تو ایک بار پھر اجتماع ہوا اور
 حضور کے مقابلہ کی رائے پاس ہوئی اور بہت سے قبائل ایک آواز پر مطیع
 فرمان ہو گئے حتیٰ کہ عین ہزار کی جمعیت بن گئی اور انھوں نے اپنے اپنے کی
 خبر حضور کو پہنچائی چنانچہ جمعہ کے روز حضور نے جان نثاران اسلام کو تیار
 کا خطبہ دیا اور فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ رَاٰیْتُ فِیْ مَنْحَاہِیْ یَقْرَءُ بِکَیْفِ رَاٰیْتُ کَاثِرِ
 فِیْ دَرْعِ حَصِیْنَةٍ وَرَاٰیْتُ کَاثِرِ سِیْفِیْ اَنْفِصَمَ وَرَاٰیْتُ کَاثِرِ مَرَدِفِ کِبْشَا فَاَوَلْتُ
 اَلْبَقَرِ یَنْفَرُ مِنْ اَصْحَابِیْ فِیَقْتُلُوْنَ اَمَّ الدَّرْعِ الْمَحْصِیْنَةِ فَاَلْمَدِیْنَةِ وَارَلْتُ
 اَلنَّفْصَا وَ سِیْفِیْ بِشَوْ یَحْصِیْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ وَ اَمَّا اَلْکِبْشُ فَکِبْشُ کَتِیْبَةِ الْفُجُورِ
 اَقْتَلْہُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۔

لوگو! میں نے خواب میں گائے ذبح ہوتی دیکھی اور دیکھا کہ گویا میں ایک
 مستحکم زرہ میں ہوں اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار میں زنا نے پڑ گئے ہیں۔
 اور دیکھا کہ میں مردف کبش ہوں تو گائے کی قربانی سے میں نے تعبیر لی کہ میرے

صحابہ میں سے کچھ بھاگ جائیں گے اور کچھ شہید ہوں گے اور زرہ مستحکم سے
میں نے مدینہ مراد لیا۔ اور تلوار میں دانتے پڑ جانے سے میں نے تعبیر لی کہ
کچھ تکلیف مجھے بھی پہنچے گی اور مرد ف کبش ہونے سے یہ تعبیر لی کہ لشکر کفار
کو انشاء اللہ بہم قتل کریں گے۔

پھر حضورؐ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور مدینہ کے قیام پر کثرت رہنے
رہی مگر جان نثاران اسلام نے عرض کی کہ حضورؐ تشریف لے چلیں اور دشمن
سے ہم مقابلہ کریں۔ چنانچہ حضورؐ جمعہ کے دن ہی مدینہ سے روانہ ہوئے
اور جب انتقام جماعت ہوا تو مشرکین بھاگ پڑے اور لوگ مال غنیمت کی
طرف ملتفت ہو گئے۔ اس غفلت میں کفار پھر جمع ہوئے اور مسلمانوں پر
بلہ بول دیا اس وقت کچھ صحابہ شہید ہوئے اور حضورؐ کو بھی ضرب آئیں اور اس
میں علم اللہ کے اندر بہت سی حکمتیں تھیں۔ اگے فصول حنف ہے فصول جمع
فصل کی ہے۔ یعنی موسم اور حنف بمعنی ہلاک ہے۔ یعنی وہ زمانہ کفار کے لیے
ہلاکت کا زمانہ تھا۔ ادھلی اسم تفضیل ہے داھۃ جو بمعنی آفت عظیمہ آتا ہے اور
دھم بقتلین اس مرض کو کہتے ہیں جسے و باہر عام کہا جاسکتا ہے اس پر قرآن
کریم نے فرمایا۔ اِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْاَنْفُسِ اَنْ تَفْتَنَ لَوْ اَنَّهٗ دَرَسْتُمَا اِنْتُمَا
مُخْتَصِمَا اِذْ رَآهُ لُوطُ

عزب میں ایک شخص کا قتل لڑائی کا
ایک ایسا سلسلہ چھڑ دیتا تھا جو سیکڑوں

غزوہ احد میں

برس تک ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ طرفین میں سے جس کو شکست ہوتی وہ انتقام
کو ایسا فرض مؤید جانتا جس کے ادائیگے بغیر اس کی بہستی قائم نہیں رہ سکتی ہیں۔
بدری میں قریش کے سردار امی وہ مارے گئے جو قریش کے بابر ناز و جود
تھے اس بنا پر تمام مکہ جوش انتقام سے لبریز تھا۔ قریش کا کاروان تجارت جو
جنگ بدر کے زمانے میں نفع کثیر کے ساتھ شام سے واپس آیا تھا۔ اس کا

رأس المال تو حصہ داروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن زرمنافع امانت کے طور پر محفوظ تھا۔

قریش مقتولین بدر سے فارغ ہوئے تو انھیں جذبہ انتقام نے پھر متحرک کیا۔ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور وہ جن کے اعدا و اقربا بدر میں قتل ہو چکے تھے وہ سب جمع ہوئے اور ابوسفیان کے یہاں جا کر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا اب انتقام لیے بغیر ہماری زندگی فضول ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کاروان شامی کی تجارت کا منافع جو جمع ہے وہ تمام کا تمام اس کام میں صرف کر دیا جائے اور مسلمانوں کو کم از کم بٹا دیا جائے کہ جو ش انتقام اس کو کہتے ہیں۔

اس درخواست کو شرف منظوری حاصل ہو گیا۔ مگر اسے پاس کر لینے کے ساتھ یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ مسلمان کس جذبہ کا وجود ہے۔ وہ جانتے تھے کہ بدر میں جس سامان سے وہ گئے تھے وہ مسلمانوں کے مقابلہ کو کافی نہ تھا۔ ہر ملک میں کسی تحریک کا احساس پیدا کرنے کے لیے ایک خاص طریقہ ہوتا ہے عرب میں جو ش پھیلانے کے لیے اور دونوں کو گمراہ کرنے کے واسطے سب سے بڑا آرا شعار کا تھا۔

عمر وحجی اس فن کے بڑے ماہروں میں مانا جاتا تھا دوسرا مسافع شاعر اموی تھا۔ عمر وحجی غزوہ بدر میں گرفتار ہو گیا تھا مگر حضور نے باقتضاء رحم سے رہا کر دیا تھا۔ یہ اور دوسرا مسافع دونوں مکہ سے نکلے اور قبائل قریش میں اپنی آتش بیانی سے خوب آگ لگا آئے۔

لڑائی کے میدان میں ثابت قدمی اور جو ش جنگ کا بڑا اور بغیر خاتونان حرم یا دیویوں کا میدان میں نکلنا تھا جب دیویاں یا خواتین جانوں کے آگے رجھ کر بڑھتی ہوئی زرمناغہ سے گزرتیں تو عرب جانوں پر کھیل جاتے اس موقع پر ایسی دیویاں یا خواتین بہت سی تھیں جو جنگ بدر میں اپنی اولادیں قتل کر رہی تھیں

تھیں انھوں نے اس تحریک میں خاص حصہ لیا اور منت مانی کہ اولاد کے قاتلوں کے خون پی کر دم لیں گی۔ جب فوجیں تیار ہو گئیں تو معزز گھرانوں کی دیوایاں بھی فوج میں شامل ہوئیں۔ قابل ذکر دیوایاں یہ تھیں جو جوانان میدان کے ہوش بڑھانے کو میدان میں ساتھ آئیں۔

ہندہ - غنیہ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ کی ماں۔
 ام حکیم - عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی۔ فاطمہ - ہشیرہ حضرت خالد۔
 بزرہ - مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی۔ ریلہ - عمر بن عاص کی بیوی۔
 خناس - حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ۔

حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے ہند کے باپ قتبہ کو قتل کیا تھا اور حمیر بن مطعم کا چچا بھی آپ کے ہی ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس بنا پر ہند نے وحشی کو جو جبر کے غلام اور حربہ اندازی کے ماہر تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا۔ اور یہ اقرار ہوا کہ اس کے صلہ میں وہ آزاد کر دیے جائیں گے۔ حضرت عباس حضور کے چچا کو اسلام لایکے تھے۔ لیکن ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ انھوں نے ان تمام حالات کو مفصل لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ذریعہ حضور تک پہنچایا اور قاصد کو تاکید کی کہ تین رات میں مدینہ پہنچ جائے۔

حضور کو یہ اطلاع پہنچی تو حضور ص نے ۵ رشتہ وال سے دو دو خبر رساں انس اور مونس بھیجے وہ خبر لائے کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا۔ اور چراگاہ مدینہ جسے عربین کہتے ہیں۔ ان کے گھوڑوں نے صاف کر دی ہے۔ حضور نے جناب بن منذر کو بھیجا کہ فوج کی تعداد کا جائزہ لائیں۔ انھوں نے حاضر ہو کر صحیح تخمینہ سے اطلاع دی۔ چونکہ شہر پر حملہ کا خطرہ تھا اس لیے ناکر بندی کر دی گئی۔ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام شب مسجد نبوی کے دروازہ کا پہرہ دیتے رہے۔ صبح حضور نے صحابہ سے مشورہ کیا

مہاجرین وانصار نے راستے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بیچ دی جائیں اور
 میں پناہ لے کر مٹا دیا گیا جاتے۔ عبد اللہ بن ابی بن سہل آج تک مشورہ میں کہیں
 شریک نہیں کیا گیا تھا لیکن آج اسے شرکت کا موقع دیا گیا اس نے بھی مہاجرین
 کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر نوخیز صحابہ نے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے
 جوش جہاد میں اس امر پر اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر حملہ کیا جائے۔ حضورؐ باب
 عالی میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر تشریف لائے ان نوجوانوں کو اس امر کا
 احساس ہوا کہ حضورؐ کے خلاف مرضی ہم نے اپنی رائے پر زور دیا سب نے
 معذرت کی اپنی رائے واپس لینی چاہی حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ کے نبی کو یہ زیبا نہیں
 کہ ہتھیار پہن کر بلا محاربہ تار دے۔

مختصر یہ کہ ادھر قریش بدر کے روز بادبند کے قریب پہنچے اور جبل اُحد پر ٹاؤ
 ڈالا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے
 ساتھ شہر سے باہر تشریف لائے۔ عبد اللہ بن ابی بن سہل سو کی جمعیت لے کر آیا تھا۔
 عین وقت پر اپنی جمعیت لے کر واپس ہو گیا اور یہ الزام رکھتا ہوا گیا کہ حضورؐ نے
 میری رائے نہ مانی۔ اس لیے جا رہا ہوں۔ حضورؐ نے ان میں سو کے کم ہو جانے
 کی پریشانی کے ہمارے بھی پرواہ نہ کی اور بقیہ سات سو صحابہ جو رہ گئے تھے جن میں زرہ
 پوش صرف تلو تھے ان کو لے کر بادبند سے باہر تشریف لائے اور فوج کا جائزہ لیا۔
 کس جو تھے وہ واپس کیے گئے۔ ان میں حضرت زبید بن ثناہ بن براہ بن عازب
 ابو سعید خدری عبد اللہ بن عمر غرابہ اسی بھی تھے۔ جان نشاری کا یہ جذبہ تھا کہ جب
 رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو واپس جاؤ تو وہ انگوٹھ کے بل نن کر
 کھڑے ہو گئے کہ قد اونچا نظر آئے۔ حضورؐ نے ان کے جذبہ کی قدر فرمائی اور انہیں
 لے لیا۔ سمرہ ایک نوجوان تھے اور رافع بن خدیج کے محسن انھوں نے عرض کی حضورؐ
 میں رافع کو سچا دیکھتا ہوں۔ اس لیے اگر انہیں اجازت ملی۔ ہے تو مجھے بھی اجازت
 ملنی چاہیے۔ مختصر یہ کہ انہیں بھی اجازت مل گئی۔ اب میدان میں پہنچ کر حضورؐ نے

جیل اُحد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی فرمائی۔ حضرت مصعب بن عمیر کو حکم عنایت ہوا۔ نہ ہیر بن العوام رسالے کے افسر بنائے گئے۔ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو غیر زبردہ پوش فوج کا کمانیر کیا۔

پشت کی طرف سے دشمن کے آنے کا احتمال تھا وہاں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ لڑائی فتح ہو جائے یا نہ ہو وہ ہر صورت میں اپنی جگہ سے نہ ہٹیں حضرت عبداللہ بن جحیر ان تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے۔ قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اس لیے انھوں نے نہایت ترتیب سے صف آرائی کی۔

مہمنہ پر خالد بن ولید کو لگایا میسرہ عکرمہ کو دیا جو ابو جہل کا بیٹا تھا سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا۔ تیر اندازوں کے دستے الگ تھے اس کا افسر عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا۔ علمبردار طلحہ کو بنایا دو سو گھوڑے کو تل رکاب میں تھے جو بروقت ضرورت کام میں لانے کو رکھے تھے۔ سب سے پہلے طبل جنگ بجانے کی بجائے عزتیں قریش یا دیوبلوں کا ایک گروہ دف پر یہ اشعار گانا بجا رہا۔ اس میں کشتگان بدر کا ماتم اور انتقام خون کے رجز تھے۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان آگے آگے تھی چودہ عزتیں اس کے ساتھ تھیں۔ اشعار یہ تھے۔

نحن بنات طارق نمشي على الفارق

ان تقتلوا عاتق اوتدبروا الفارق

ہم آسمان کے تاروں کی پیشیاں قابیلوں پر چلنے والیاں ہیں اگر تم بڑھ کر لڑو گے ہم تم سے گلے ملیں گی۔ اور جو چھپے قدم ہٹایا تو تم سے الگ ہو جائیں گی۔

اس کے بعد لڑائی کا آغاز ہوا۔ ابو عامر جو مدینہ کا ایک مقبول عام آدمی تھا مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں آباد ہو گیا تھا ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ اسلام سے قبل زہرا و ہار سائی کی بنا پر تمام مدینہ اس کی عزت کرتا تھا۔ اسے خیال تھا کہ انصار جب مجھے دیکھیں گے تو حضور کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میدان میں آکر کچرا

پھر کو پہنچاتے ہو میں ابو عامر تھوں انصار نے کہا ہاں اوہ کا درجہ مجھے ہائے ہے۔
نہدیری آرزو پوری نہ کرے۔

قریش کا علمبردار طلحہ صنف سے نکل کر پکارا یہ مسلمانوں میں کون سی جگہ ہے
جہنم میں پہنچا ہے یا میرے ہاتھوں بہشت میں پہنچے۔ علی مرتضیٰ شیعہ عالم الدین
صنف سے نکلے اور فرمایا کہ میں ہوں۔ اور تلوار جو ماری تو طلحہ کی لاش زمین پر پڑی طلحہ
طلحہ نے جب طلحہ کی یہ گنت دیکھی اور اس کے پیچھے پیچھے عورتیں یہ گاہیں
ایہا بنی عبدالدار۔ ایہا حاقۃ الدیار۔ ضربا لکل ثبار۔ اسے پسہ ان عبدالدار۔
اسے عامیان ملک و دربار شمشیر ہواں کے خوب ہاتھ مارو۔ کڑک کر پیش یکھف
حضرت شہر قبا کی طرف چھٹا اور یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا۔

ابن علی اہل اللواء حقا ان تخفض الصعدۃ و تنفذ
علمبردار کا فرض ہے کہ نیزہ خون میں رنگ دے یا خود ٹکرا کر ٹوٹ جائے
کہ اس کے مقابلہ کو حضرت حمزہ نکلے اور ثمانہ پر ایسی تلوار ماری کہ کتر تک انسان کی
ساختہ ہی ان کی زبان سے نکلا کہ میں ساقی حجاج کا بیٹا ہوں اس کے بعد عامر جنگ
شروع ہو گئی۔ حضرت حمزہ حضرت علی ابو جہانہ فوجوں میں گھس گئے اور صفیں
کی صفیں صاف کر دیں۔

حضرت ابو جہانہ عرب کے مشہور پہلوان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
دست مبارک میں تلوار رکھے کہ فرمایا۔ اس تلوار کا حق کون ادا کرتا ہے اس سعادت
کے لیے بہت سے ہاتھ بڑھے مگر یہ فخر حضرت ابو جہانہ کے نصیب میں تھا۔
اس غیر متوقع عزت نے انھیں فخر و مہابات کے مظاہرہ پر مایل کر دیا۔ سر پر سر
رومال باندھا اور دشمن کے مقابل اکڑتے تھے جوتے فوج سے نکلے۔ حضور نے
فرمایا۔ یہ چال خدا کو نا پسند ہے۔ مگر اس وقت پسند ہے۔ ابو جہانہ فوجوں کو چرتے
لاشوں پر لاشے گرا تے پڑھتے چلتے جاتے تھے یہاں تک کہ ہند سامنے آ
گئی اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھائی کہ حضور کی عطا کی ہوئی تلوار اس قابل نہیں

کہ عورت پر آزمائی جائے۔

حضرت حمزہ دودستی تلوار چلاتے جاتے تھے اور جس طرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتیں۔ کہ یکا یک سیاخ غبشانی سامنے آگیا آپ نے ٹکارا خٹانہ النساء کے بچے کہاں جاتا ہے۔ یہ کہہ کر تلوار ماری کہ وہ خاک پر ڈھیر تھا۔ وحشی جو ایک غلام ہیں جیہڑ بنی مطعم ان کے آقا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیں تو آزاد کر دیے جاتیں گے۔ حضرت حمزہ کی تاک میں نکلے۔ اتفاق سے حضرت حمزہ برابر سے گزرے تو اس نے ایک چھوٹا سا نیزہ جسے حرب کہتے ہیں۔ اور حبشہ بول کا یہ خاص ہتھیار ہے پھینک کر مارا جو آپ کی ناف مبارک پر لگا اور ہار ہو گیا۔ آپ نے اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گرے اور اعلیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع فرمائی۔

کافروں کے علمبردار لڑ لڑ کر قتل ہونے جاتے تھے مگر علم گرنے نہیں دیتے تھے۔ ایک علمبردار گزرا کہ دوسرا جانباڑ بڑھ کر علم کو ہاتھ میں لے بیٹھا۔ ایک شخص نے جس کا نام صواب تھا جب علم ہاتھ میں لیا تو کسی نے بڑھ کر اس زور سے تلوار ماری کہ دونوں ہاتھ کٹ کر گر پڑے مگر اسے قومی علم کو اپنی آنکھوں دیکھتے خاک میں ملنا گوارا نہ تھا۔ علم کے گرنے کے ساتھ سینہ کے بل زمین پر گرے۔ اور علم سینہ سے دبایا اس حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب علم دین تک خاک میں پڑا رہا اور مشرکین مکہ کے پیر اکھڑ چلے تھے کہ ایک دیوبی عمرہ بن علقمہ دیرانہ بڑھی اور اس نے علم کو ہاتھ میں لے کر بلند کیا۔ یہ دیکھ کر ہر طرف سے قریش فرار شدہ پھر سمٹ آئے اکھڑے ہوئے پاؤں جھم گئے۔ ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ اس کے بیٹے حضرت حنظلہ اسلام لاپکے تھے انھوں نے حضور سے باپ کے مقابلہ میں جانے کی اجازت چاہی حضور نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ حضرت حنظلہ نے کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے

کہ دفعۃً پہلو سے شہداء بن الاسود نے چھپٹ کر ان کے وار کو روکا اور حضرت
حنظلہ کو شہید کر دیا۔ لڑائی کا پتہ ابھی تک مسلمانوں ہی کی طرف بھاری تھا۔ لڑائی
کے قتل اور حضرت علی اور حضرت ابو جہانہ کے بے پناہ حملوں سے فوج کے
پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ بہادر نازنین جو رجز سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی
سے پیچھے ہٹیں مطلق صاف ہونے لگا۔ مسلمانوں نے ٹوٹ شروع کر دی۔
دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر مقرر کیے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھکے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا لیکن وہ نہ رک سکے۔ تیر اندازوں کی
جگہ خالی دیکھ کر خالد نے عقب سے حملہ کیا۔ عبداللہ بن جبیر چند جان بازوں کے
ساتھ حجم کو لڑے اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب راستہ صاف تھا
خالد نے سواروں کے دستہ کے ساتھ نہایت بے جگری سے حملہ کیا لوگ لڑنے
میں مصروف تھے۔ مگر دیکھا تو تلواریں برس رہی ہیں بدحواسی میں دونوں فوجیں
اس طرح باہم مل گئیں کہ خود مسلمانوں کے ہاتھ سے مسلمان مارے گئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شوق
مشابہ تھے اور علم بردار لشکر بھی تھے ابن قتیہ نے انھیں شہید کر کے گل مچا پاکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی اس آواز سے مسلمانوں میں حسم
بدحواسی چھا گئی۔ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے بدحواسی میں اگلی
صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔

حضرت حذیفہ کے والد بھان اس کش مکش میں آگئے اور ان پر تلواریں برس
پڑیں۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے کہ میرے والد ہیں لیکن کون سنتا تھا آخرش وہ
شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ بن بیان رضی اللہ عنہ نے ایشانہ کے لہجہ میں فرمایا
مسلمانو! خدا تم کو بخش دے حضور نے مگر ملاحظہ کیا تو صرف گیارہ جان نثار
پہلو میں حاضر ہیں۔ جی میں سے جناب علی مرتضیٰ۔ حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت
سعد وقاص۔ حضرت نیر بن العوام۔ حضرت ابو جہانہ۔ حضرت طلحہ رضوان

اللہ علیہم اجمعین کے نام سے تخصیص معلوم ہیں صحیح بخاری شریف کی روایت میں
تو صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد کا ہی ذکر ہے۔

اس پہل اور اضطراب میں اکثر نے تو بالکل بہتت مار دی۔ لیکن جانبازوں
کا بھی زور رہ گیا تھا جو جہاں تھا وہیں گہر کر رہ گیا تھا۔ حضور کو کسی کا پتہ نہ تھا کہ
کون کہاں اور کدھر ہے۔ صرف ایک شیر خدا رضی اللہ عنہ دشمنوں کی صفیں
اٹھتے تلوار چلاتے نظر آ رہے تھے اور حضور کی تلاش میں تھے کہ کعبہ مقصود کون

نظر آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا ابن نضر لڑتے بھڑتے موقع سے
آگے نکل گئے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یلوس ہو کر ہتھیار پھینک دیے
ہیں۔ آپ نے کہا عمر یہ کیا کر رہے ہو۔ آپ نے بحالت یاس فرمایا کہ اب طر کر
کیا کریں گے میرے حضور نے شہادت پائی اب ہمارا چینا عبت ہے۔ ابن
نضر نے کہا بے شک ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ اور فوج میں
گھس گئے لڑتے لڑتے آخر شہید ہو گئے۔ لڑائی کے بعد جب لاش مبارک
دیکھی تو اسٹی سے زیادہ تیر تلوار اور نیزہ کے زخم تھے۔ کوئی پہچان بھی نہ سکا کہ یہ
کس کی لاش ہے۔ آپ کی بہن نے اسکی دیکھ کر پہچانا۔ جان نثاران خاص برابر
لڑنے جاتے تھے۔ مگر نگاہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی چہرہ اقدس پر
مغفرتاً صرف آنکھیں نظر آتی تھیں کعب نے پہچانا اور پکارا مسلمانوں حضور
پر جلوہ فرمایا۔ اس آواز نے مردہ دلوں میں تازہ جان ڈال دی۔ ہر طرف سے
جان نثار بدلوں کی طرح اس شمع نبوت پر ٹوٹ پڑے۔ کفار نے اب ہر طرف
سے ہٹ کر اسی سٹخ پر زور دیا دل کا دل بھوم کر کے بڑھتا تھا مگر ذوالفقار کی
بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔ ایک دفعہ بھوم ہوا تو حضور نے
فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری لے کر اس
خدمت کے ادا کرنے کو بڑھے اور ایک ایک نے جان بازی سے لڑ لڑ کر

جانیں قدا کر دیں۔

حضرت زبیر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ قہر
لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے کچھ کچھ جان باقی تھی قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت

میں جان دے دی۔
بچہ ناز رفتہ باشد زہاں نیاز مندے
کہ بوقت جان سپردن بہر شش رسیدن
بنا کر قدم نوش رکھے بچاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ای عاشقان پاک طینت را
ایک بہادر مسلمان ایک طرف کھڑا ہوا کچھ برس کھاسا تھا اس نے کچھ
سوچا اور پھر کر پوچھا یا رسول اللہ اگر میں مارا گیا تو کہاں ہوں گا حضورؐ نے فرمایا
جنت میں اس بشارت سے بے خود ہو کہ کفار پر ٹوٹ پڑا بہت سے واصل
جہنم کیے اور پھر شہید ہو گیا۔ صحیح مسلم شریف کے باب غزوہ اُحد میں ہے
کہ سات انصار تھے۔ اور ساتوں نے باری باری سے اپنی جانیں حضورؐ پر
فدا کیں۔ عبداللہ بن قیس قریش کا مشہور بہادر تھا صفوں کو چیرتا چھڑا حضورؐ کے
قریب آیا اور چہرۂ اقدس پر اس زور سے تلوار ماری کہ مغر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک
پر چبھ کر رہ گئیں۔ چاروں طرف سے تیر و تلوار کی بارش تھی۔ یہ دیکھ کر جان نشان
نے حضورؐ کو وارہ میں لے لیا۔ حضرت ابو دجانہ حضورؐ کے سپر بن گئے اب جتر
آتے تھے آپ کی پشت پر آتے تھے۔ حضرت طلحہ نے ہاتھ سے تلواروں کو روک لیا۔
ہاتھ کٹ کر گر گیا۔

اللہ اللہ کیا شانِ رحمت تھی۔ بے در و رحمت عالم پر تیر بر سر اس تھے
اور حضورؐ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے رب اغفر قومی ذانہم لایعلمون
اللہ میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ حضرت ابو طلحہ حضرت
انس رضی اللہ عنہ کے عذائی باپ اور مشہور قہرمان تھے۔ آپ نے اس قدر
تیر بر سائے کہ سات کمانیں تقریباً ٹوٹ گئیں انھوں نے سپر سے حضورؐ کے
چہرۂ انور کی اوٹ کر رکھی تھی۔ حضورؐ کبھی گردن اٹھا کر دشمن کی فوج کی طرف نظر
ڈالتے تو آپ عرض کرتے حضورؐ میری ماں اور باپ قربان گردن نہ اٹھائیں۔

ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے۔ اس کام کے لیے یہ سیدہ سامنے ہے حضرت
سعد و قاص رضی اللہ عنہ بھی مشہور تیر انداز تھے۔ اس وقت حضورؐ کی رکاب میں
حاضر تھے۔ حضورؐ نے اپنا ترکش دیا۔ اور فرمایا سعد تیر مارے جاؤ۔

الفحصہ حضورؐ ثابت قدم جان نثاروں کی جھڑپ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ
گئے۔ ابوسفیان نے دیکھا تو فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا۔ مگر حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ نے اتنے پتھر برسائے کہ وہ آگے بڑھ نہ سکا۔ پہاڑ
تو یہ گھسٹاں ہو رہا تھا۔ کہ مدینہ میں حضورؐ کی وفات کی خبر آواز شیطاں نے عام
کر دی۔ اخلاص شعار جان نثار بے تابی کے ساتھ کلچر تھا مے دوڑے حضرت
سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا بھی دوڑی آئیں۔ حاضر ہو کر دیکھا تو ابھی چہرہ زریا
سے خون جاری تھا۔

حضرت علیؓ کو رم اللہ وجہ سپریش پانی بھر کر لائے۔ جناب سیدہ دھوتی
تھیں۔ لیکن تھمتا نہ تھا۔ بالآخر چٹائی کا ٹکڑا بھلا کر زخم بھرا تو خون رکا۔ ازہ صحیح
بخاری غزوہ احد۔

ابوسفیان نہایت جوش میں سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا یہاں
محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے ابوسفیان نے
حضرت ابو بکرؓ اور عمر فاروقؓ کا نام لے کر پکارا۔ جب کچھ آواز نہ آئی تو پکار کر
بول لاسپ مارے گئے۔ اس لفظ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ضبط
نہ ہو سکا۔ فرمانے لگے اودشمن خدا کیا بکتا ہے ہم سب زندہ ہیں۔

ابوسفیان نے یہ جواب سن کر کہا۔ اُغْلِ هَبْلٌ۔ اے ہبل بلند رہ۔
حضورؐ نے فرمایا تم اس کا جواب دو۔ اللہ اعلیٰ و اجل۔ خدا ہی بلند و بالا ہے۔
ابوسفیان نے کہا۔ لانا العزلی ولا عزلی لکم ہمارے پاس عزلی ہے
تمہارے پاس نہیں۔

صحابہ کو حکم ہوا۔ انھوں نے جواب دیا۔ اللہ مولینا و لامولینا لکم خدا

ہمارا مالک ہے اور تمھارا کوئی والی نہیں۔ ابوسفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ ہمارے فوجیوں نے تمھاری مردہ لاشوں کے ناک کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج بھی نہیں ہوا بخاری شریف غزوہ اُحد۔

حضورؐ نے خواتین عفت پناہ اور بچوں کو یگانہ اور ثابت کی حفاظت میں مدینہ کے پاس کے قلعوں میں بھیج دیا تھا۔ ان لوگوں کو جب شکست کی خبر پہنچی تو سراپہمہ و پریشان سب کو چھوڑ کر احسا کی طرف بڑھے۔

حضرت ثابتؓ تو مشرکوں کے ہاتھ شہید ہو گئے۔ اور حضرت یگانہؓ کو مسلمان جہوم میں پہچان نہ سکے۔ اُن پر تلواریں برسیں اور آپ کے صاحبزادے حضرت حذیفہؓ ہر چند پکارتے رہے۔ اور کہتے رہے ہاں ہاں یہ میرے باپ ہیں۔ لیکن ہنگام میں کوئی نہ سُن سکا۔ آخر شہید ہو گئے حضرت یگانہؓ کا خون با مسلمانوں کی طرف سے حضورؐ نے ادا کرنا چاہا لیکن حضرت حذیفہؓ نے معاف فرمادیا تا ریح ابن ہشام میں یہ واقع مفصل موجود ہے۔ اور بخاری شریف میں بھی مختصر منقول ہے۔

مشرکین کی دیویوں یا خواتین قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا۔ اور ان کے ناک کان کاٹے ہند حضرت امیر معاویہؓ کی ماں نے ان کٹے ہوئے پھولوں کا بار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا۔ حضرت حمزہؓ ستید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر گئی۔ شکم مبارک چاک کیا۔ کلیجہ نکالا۔ خوب چپایا مگر گلے سے اُتر نہ سکا۔ اس لیے اُگل دینا پڑا۔ تو ریح میں ہند کا لقب جو جگر خوار لکھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر لکھا جاتا ہے۔ ہند فتح مکہ میں ایمان لائی مگر جس طرح ایمان لائی وہ عبرت خیز ہے۔

اس غزوہ میں بعض خواتین عفت مآب نے بھی شرکت فرمائی۔ لیکن اس لیے نہیں کہ میدان میں اُتر کر دف بجا بجا کر لوگوں کو معاذ اللہ اپنی طرف متوجہ

کمر میں اور مرنے مارنے پر از خود رفتہ بنادیں بلکہ حضرت عائشہؓ اور ام سلیم جو
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مالِ نفسیں و زحمیوں کو پانی پلانے کے لیے آئیں بخاری
شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عائشہؓ اور
ام سلیم پانچے پھڑھٹے ہوئے مشک بھرے کراتی ٹھیں اور زحمیوں کو پانی
پلاتی ٹھیں۔ یہ واقعہ غالباً پردہ کے قانون سے پہلے کا ہے عین اس وقت جب کہ
کفار کا حملہ عام ہو چکا تھا۔ اور حضورؐ کے ساتھ صرف چند جہان نثار رہ گئے تھے۔
حضرت ام عمارہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچیں اور اپنا سینہ سپر کر دیا۔ کفار جب
آپؐ پر اثر دیتے تھے۔ تو تیر اور تلوار سے روکتی ٹھیں۔ ابنِ قتیہ و ڈر تاجو حضورؐ
کے پاس پہنچ گیا۔ تو حضرت ام عمارہ نے بڑھ کر روکا۔ آپؐ کے کندھے پر زخم
آیا اور گہرا غار پڑ گیا۔ آپؐ نے بھی تلوار ماری مگر وہ دھیری زہرہ پہننے ہوئے تھا۔
کارگر نہ ہوئی۔

حضرت صفیہؓ ہمیشہ حضرت حمزہؓ کی شکست کی خیر سن کر دینہ سے نکلیں۔
حضورؐ نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو بلا کر فرمایا کہ حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے
پاتیں۔ زبیرؓ نے حضورؐ کا پیام پہنچایا۔ بولیں میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں۔
مگر مجھے خدا کی راہ میں اس کا صدمہ نہیں۔ میں اسے راہِ خدا میں کوئی بڑی قربانی
نہیں سمجھتی۔ حضورؐ نے اجازت دی لاش پر گئیں۔ بخون کا جوش تھا۔ عزیزہ بھائی
کے ٹکڑے بکھرے ہوئے دیکھ کر آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور انارشہ وانا الیہ
راجعون کہہ کر چپ ہو رہیں۔ پھر دعا مغفرت کر کے چلی آئیں۔ اُف زبان سے
نہ نکالی۔

انصار میں سے ایک عقیفہ کے باپ بھائی مشہور سب اس معرکہ میں مارے
گئے تھے۔ باری باری تین سخت حادثوں کی صدا ان کے کان میں پہنچی۔ لیکن وہ
ہر بار یہ پوچھتی ٹھیں۔ میرے حضورؐ کیسے ہیں۔ سب
دینے جب آئے تو اتنا پوچھ لیتا ہوں صبا جلدی بتا کیسی طبیعت ہے محمدؐ کی

لوگوں نے کہا حضورؐ بخیر ہیں۔ یہ پاس آئیں چہرہ انور دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑے۔
 مکی مصیبت بعد اٹک جلی۔ اسے آقا تیرے ہوتے سب مصیبتیں آتی ہیں۔
 میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی تھا۔ اسے خدا دین تیرے ہوتے تھے کیا چیز باقی رہی
 رہی وہ جن سے کہ دونوں جہاں کی دولت ہے۔ جہاں کیا ہے میاں ہم رہے رہے نہ رہے۔
 لشکر اسلام سے ستر آدمی مارے گئے۔ جن میں نہ یادہ تر انصار تھے لیکن
 مسلمانوں کے افلاس کا یہ حال تھا۔ کہ اتنا کپڑا بھی نہ تھا۔ کہ شہداء کی پردہ پوشی
 ہو سکتی۔ مصعب بن عمیر ایک صحابی تھے۔ ان کا پاؤں چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا۔
 اور سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتا۔ آخر پاؤں آخر کی گھاس سے چھپا دیے گئے۔
 یہ وہ حیرت انگیز منظر تھا کہ بعد کو بھی یہ واقعہ یاد آجاتا تو آنکھیں تر ہو جاتیں۔
 شہداء بے غسل اسی طرح خون میں منظر سے ہوتے دو دو ملا کر ایک ایک قبہ میں
 دفن کیے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا۔ ان شہداء پر
 نماز جنازہ بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی۔ اٹھ برس کے بعد وفات سے ایک دو
 برس پہلے جب آپ اصر سے گزرے تو بے اختیار رقت طاری ہو گئی۔ اس طرح
 آپ نے پڑ در دکھات فرماتے جیسے کوئی زندہ دل اور مردوں سے رحمت ہو
 رہا ہو۔ اُس کے بعد حضورؐ نے ایک خطبہ دیا کہ مسلمانو! تم سے یہ خوف نہیں کہ تم
 پھر مشرک بن جاؤ گے۔ لیکن یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

دونوں فوجیں جب میدان سے الگ ہوئیں تو مسلمان زخمیوں سے پوچھنے لگے۔
 تاہم یہ خیال کر کے کہ ابوسفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ آور نہ ہوا ہو آپؐ نے
 مسلمانوں کی طرف روئے خطاب کر کے فرمایا کہ کون ان کا تعاقب کرے گا۔ فوراً ستر
 آدمیوں کی ایک جماعت اس مہم کے لیے تیار ہو گئی۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیق
 رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بھی تھے۔ از صبح بخاری۔

ابوسفیان اُٹھ سے روانہ ہو کر حبیب مقام روحا پہنچا۔ تو اُسے خیال آیا کہ کام
 ناتمام رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی یہ علم تھا۔ اسی وجہ میں حضورؐ نے

اعلان کر دیا تھا کہ کوئی واپس نہ جائے چنانچہ حمراء اسد رنگ جو مدینہ سے میل ہے
تشریف لے گئے۔ قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان تو نہیں لایا تھا۔ لیکن درپردہ
اسلام کا طرف دار تھا۔ اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سن کر حضور کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ اور واپس جا کر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان نے اپنا ارادہ ظاہر کیا
معبد نے کہا میں دیکھتا آتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مرد سامان سے آ رہے
ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔

حضرت ابوسفیان واپس گیا۔ اس واقعہ کو مؤرخین نے ایک علیحدہ غزوہ بنا
کر اس کا نام غزوہ حمراء الاسد رکھ دیا ہے۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے
جسے صاحب عطر الوردہ نے نقل کیا کہ اس جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
وجہ مبارک شہید ہوا۔ اور نیچے کاچو کا سنگ اندازی اعدائے ٹوٹا۔ پیشانی
اقدمس پر اور رخسار مبارک پر بھی زخم آیا۔ اس وقت حضور کی زبان پر یہ دعا تھی

اللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ -

واہ کیا علم ہے اپنا گمراہے ہو چر بھی ایذا ستم کے روادار نہیں!
مولای صل وسلم ذاتنا ابدًا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

الْمُصْدِرِي الْبَيْضِ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَدَّتْ
مِنَ الْعِدَايِ كُلِّ مُسْوَدٍّ مِّنَ النَّسَمِ

(۱۴۹)

حَلِّ لُغَاتِ
الْمُصْدِرِي، اصل مصدرین سقط ذنہ بالاضافۃ۔ اور
چونکہ اصناف لفظی ہے۔ اس لیے۔ الف لام ساقط نہیں ہوا۔
اصدار سے ہے۔ جانور کو گھاٹ سے پانی پلا کر واپس لانا۔ الْبَيْضُ، سیلوف
مصفورہ، سفید تلواروں کو۔ حُمْرًا، سرخ رنگ۔ بَعْدَ مَا، بعد اس کے
کہ۔ وَدَّتْ، یعنی دخلت و اتصلت، پہنچتی۔ مِنَ الْعِدَايِ، جمع عدو،
دشمن کے پاس۔ كُلِّ مُسْوَدٍّ، جو تمام سیاہ دل تھے یا سیاہ بال۔ مِنَ النَّسَمِ،

جمع لفظہ شعر مستتر مسل الی المنکب، کالی ٹرفوں والے۔

صحابہ کرام سفید تلواروں کو سرخ خون پلا کر واپس لاسنے والے ہیں۔

ترجمہ

جب کہ تلواریں دشمنوں کے سیاہ بالوں میں جاتی تھیں۔

مصدی ہی اصل میں مصدیرین تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے

شرح

ساقط ہوا اور چونکہ اضافت لفظی ہے۔ اس لیے مصدری

کے پہلے الف لام ساقط نہیں ہوا۔ مصدرین جمع ہے۔ اور مرکب اضافی ترکیب

نحوی میں ہم الجبال کا حال واقع ہوا ہے۔ جو گزشتہ سے پیوستہ شعر میں صحابہ

کرام کی توصیف میں مذکور ہے۔ مصدر صیغہ فاعل اصدا سے ہے۔ اس کے

معنی ہیں جانور کو گھاٹ سے پانی پلا کر واپس لانا۔ بیض بالکسر جمع ابیض بمعنی سفیدی۔

تلوار کا وصف ہے۔ جو منقل شدہ جو محمراً بالضم جمع احمرا ہے۔ منقل شدہ۔

وال اسود سے سیاہ ہونے کے معنی میں ہے جمع لفظہ بالکسر لام وفتح میم جمع لفظہ

بہجیدہ یعنی وہ بال جو متکیں تک یعنی شانوں تک گرے ہوئے ہوں۔ تو حاصل

معنی یہ ہوئے کہ دلاوران اسلام ایسے ہیں کہ اپنی سفید منقل شدہ تلواروں کو شہنا

اسلام کے نوجوانوں کے سروں میں ڈال کر ان کے سروں سے سرخ خون پلا کر

لال رنگ میں رنگ کر نکالتے ہیں۔

وَالْكَاتِبِينَ بِسْمِ الْخَطِّ مَا تَرَكْتُ

۱۳۰

أَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرُ مُنْعَجٍ

و، واؤ عاطفہ، اور۔ الکاتبین، جمع کاتب کہنے والا۔

حل لغات

کہنے والے۔ بِسْمِ، جمع سمر، گندم گون۔ مراد انبیاء۔ تیروں

سے۔ خَطِّ، اسم بلدہ فی البحرین۔ یہاں کے نیزے مشہور ہیں۔ جو شہ خط کے

ہیں۔ مَا تَرَكْتُ، نہیں چھوڑا۔ أَقْلَامُهُمْ، جمع قلم والمراد ہمارا اسلحہ،

ان کے تیروں نے۔ حَرْفَ، حرف۔ جِسْمِ، جسم کا۔ غَيْرُ مُنْعَجٍ،

غیر منجم غیر منقوطہ، بغیر نقطہ لگائے۔

یعنی صحابہ کرام کہتے اور نقش کرتے تھے جسم غدد کے صفحوں
ترجمہ پر یہاں تک کہ ان کی قلموں یعنی نیزوں نے کوئی حرف جسم نہ
چھوڑا مگر نقطہ لگا کر۔

اس بیت کی شرح واضح ہے کہ صحابہ کے تیروں سے دشمن
شرح کے جسم یہاں تک پھلنی ہوئے کہ ایک دشمن کا فر بغیر زخم
کھائے نہ بچا۔

شَاكِي السَّلَاحِ لَهُمْ سَيِّئَاتُهُمْ
وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيَامِ السَّلَامِ

۱۳۱

شَاكِي السَّلَاحِ: اسے تام السلاح۔ صحابہ کرام بارعب تھے
حل لغات ہتھیاروں سے۔ یا منہیں تھے۔ شَاكِي مقلوب الشاك۔ بمعنی
ذو شوکت۔ سچے ہوئے تھے ہتھیاروں سے۔ لَهُمْ، ان کے لیے۔ سَيِّئَاتُهُمْ،
علامت، علامت تھی۔ تَمَيَّزُ هُمْ، امتیاز سے۔ جہاں نہیں شناخت کراتی تھی۔
وَالْوَرْدُ، اور پھول گلاب۔ يَمْتَازُ، ممتاز ہوتا ہے۔ بِالسِّيَامِ، اپنی
علامت میں۔ مِنَ السَّلَامِ، شجر غائبہ شجرۃ الورد، درختِ سلم سے۔
وہ صحابہ کرام ہتھیاروں سے سچ کر بارعب ہو کر ایسے جاتے
ترجمہ تھے کہ ان کے چہروں سے وہ ممتاز ہوتے تھے۔ جیسے گلاب
کا پھول خاردار درختوں میں ممتاز ہوتا ہے۔

صحابہ کرام مسلح اور صاحب شوکت ہوتے تھے اگرچہ اعلیٰ بھی
شرح مسلح ہونے میں ان کے مشابہ تھے مگر ان کے چہرے بموجب
فرمان قرآن کریم سَيِّئَاتُهُمْ ذُو جُوْهِ هُمْ مِنَ اَشْرَ السَّجُودِ ایسے روشن اور ممتاز
ہوتے تھے۔ جیسے گلاب کا پھول اور بہول کا درخت آپس میں خاردار ہونے

کے اعتبار سے مشابہ ہو کر بھی ممتاز ہوتا ہے۔ اس لیے کہ گلاب رنگ و بو اور شکل میں اپنی موزونی و شادابی و نضارت کے باعث بھی پھول کے خاردار و زخمت اور اس کے پھول سے نہیں مل سکتا۔

يُهْدِي إِلَيْكَ رِيَّاحُ النَّصْرِ نَشْرُهُمْ
فَتَحْسِبُ الْوَرْدَ فِي الْأَكْمَادِ كُلِّ كَمِ

۱۳۲

حل لغات | **يُهْدِي**، بضم یا مضارع از ابداء تفعلا ثا۔ از اهدیٰ یهدیٰ
| بمعنی توصل وار سال ہدیہ۔ **يَجْتَنِي** ہے۔ **إِلَيْكَ** تیری طرف۔
رياح النصر، ہوائیں نصرت کی۔ **نشرهم**، پھیلتی ہیں۔ **فتحسب**، از
حساب، اور تو گمان کرتا ہے۔ **الزهر**، کہ گلاب۔ **في الأكمام**، جمع کمانہ
خلافت شکوفہ، اپنے شکوفوں میں ہے۔ **کُلِّ** گھی، بہادر زرہ پوش تھے۔
صحابہ کرام کی خوشبو تمھارے پاس فتح مکہ کی ہوائیں لاتی ہیں۔ اور
تم ہر ایک زرہ پوش کو ایسا پاتے ہو جیسے گلاب شکوفوں میں۔

شرح | اپنی جانبیں قربان اور ہدیہ کرنے کو ایسے سامنے اکھاٹھا۔ جیسے
باد نصرت آتی اور تائید غیبی کی خبر لاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں ہر جانہارا سلام فرمادہ
کے اندر اس طرح نظر آتا جیسے گلاب کا پھول اپنے شکوفہ میں ہو۔
مراعت وصل و سلم دائما ابدا علی حبیب خیر الخلق کلہم

كَانَهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رِيَّاحٍ
مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَوْ مِنْ شِدَّةِ الْكَلْبِ

۱۳۳

حل لغات | **كَانَهُمْ**، گویا کہ وہ۔ **في ظهور الخيل**، گھوڑے کی پشت
پر۔ **نبت دبی**، چٹان پر پودے کا اگنا، ایک پودہ

ہوا ہے۔ من شدۃ الحزم شدۃ استواری کی سواری کرنے میں۔ لا من شدۃ الحزم ناکہ باندھے ہوئے کڑی کی گٹھے کی طرح۔

نثر جمہ۔ صحابہ کرام گھوڑوں کی پشت پر سوار ایسے معلوم ہوتے گویا کرپٹان پر پودا لگا ہوا ہے۔ نہ یہ کہ گھاس یا کڑی کا گٹھا بندھا ہوا۔

شرح۔ اگر جس طرح اچھا سوار گھوڑے کی پشت پر اتنا مضبوط آسن جاتا ہے کہ گھوڑے پر بیخ کی طرح جما ہوا ہوتا ہے۔ تو ناظم فاجر رحمہ اللہ نے بیخ سے تشبیہ نہ دی بلکہ اس پودے سے تشبیہ دی جو ٹیلوں یا چٹانوں پر اپنی بیٹریں پھیلا کر ایسا جمتا ہے کہ ہوا کے جھونکے اُسے اگھاڑ نہیں سکتے۔ اور انارسی سوار پشت تو سن پر ایسا نظر آتا ہے۔ گویا پشت پر گھوڑے کے گھاس کا گٹھا بندھا ہوا ہے کہ کبھی ادھر جھاک گیا کبھی ادھر۔ یہ خوبصورت تشبیہ ثبت دینی سے دے کر شدۃ الحزم بتا کر لا من شدۃ الحزم فرما دیا۔ حذر استواری کو کہتے ہیں۔ اور حذر کڑی کے گٹھے کو۔

طَارَتْ قُلُوبُ الْعِدَى مِنْ بَاسِهِمْ فَرَقًا
فَمَا تَفَرَّقَ بَيْنَ الْبِهِمِ وَالْبِهِمِ

۱۳۳

طارت، از طیران الحرت من مکان الی مکان۔ اڑتے تھے۔
حل لغات۔ قلوب، جمع قلب، دل۔ العدی، جمع عدو، دشمنوں کے۔ من بآسیرہم، سختی اور طرائی، اُن کی سختی اور جنگ سے۔ فَرَقًا، خوف سے۔ فَمَا تَفَرَّقَ، پس نہیں فرق کر سکتے تھے۔ بَيْنَ الْبِهِمِ، جمع بھیمہ بکری کا بچہ، چار پائے ہیں۔ وَالْبِهِمِ، شجاع، اور بہادر شجاع ہیں۔ دشمن کے دل خوف سے اڑتے تھے کہ خوف زدہ ہو کر بکری کے بچہ اور بہادر سوار ہیں اُسے تمیز دشوار تھی۔

شرح صحابہ کرام کے خوف سے دلائے دشمنان ایسے اُٹتے اور مضطرب ہوتے تھے کہ حواس باختہ ہو کر بہہ رہے یعنی بکری کے پچھے اور اپنے دلیر شجاع شہسوار میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ جنگ میں بکری کا بچہ کہ کتا ہوا کہتا تو کفار ڈر کر سمجھتے کہ کوئی جان نثار شہسوار لھوڑا کہتا ہوا آ رہا ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نَصْرَتْهُ
إِنْ تَلَقَّه الْأُسْدُ فِي أَجَامِهِا تَجِمُ

(۱۳۵)

معنی لغات وَمَنْ، شرطیہ، اور جس کسی کو۔ تَكُنْ، ہو۔ بِرَسُولِ اللَّهِ، با سببی، اور استعانت۔ بِسَبَبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کے۔ نَصْرَتْهُ، اور ان کی مدد کی بہمت۔ اِنْ، اگر۔ تَلَقَّه، ملے اُس کو۔ الْأُسْدُ، جمع اسد، شیر۔ فِي أَجَامِهِا، جمع اُجمہ لغاری، پیشہ روندہ اہل بڑ۔ اپنی رونمیں یا پڑ میں۔ تَجِمُ، تو خاموش ہو جائے وہ شیر۔ جسے حضور کی مدد اور نصرت حاصل ہو۔ اگر اُس کے سامنے بڑ نہ جمے۔ کا شیر بھی اُجمائے تو خاموش رہ جائے۔

شرح جس کے اوپر کرم خاص ہو اور حضور کی مدد و نصرت اُس کی شریک ہو یقینی امر ہے کہ وہ شیر کی کیا پروا کرے۔ بلکہ شیر اُس سے خائف ہو کر اُس کے آگے بھک جاتے۔

گویا ناظم فہم رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے آگے ظفر و نقرہ تو چھکی رہتی تھی۔ وہ حضور کا صدقہ تھا۔ اور اُس ذات مقدس کی اعانت و اعانت تھی۔ کہ محار بڑا علم میں فتح یاب ہوتے تھے حضور کی ذات اقدس کے واسطے سے منصور و محفوظ رہتے تھے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور کے غلام زاد شدہ تھے۔ آپ کو روم کے جہاد میں کافروں نے گرفتار کر لیا۔ وہ وہاں سے

کسی طرح نکل آئے۔ راستہ میں کسی جنگل میں شیر سے مقابلہ ہو گیا۔ آپ نے شیر سے فرمایا یا ابوالحارث! انا خادم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے شیر میں حضور کا خادم ہوں اسلامی لشکر میں جانا چاہتا ہوں۔ شیر بھاٹنے اس کے کہ حکم کرے آگے آگے ہو لیا۔ جب آپ لشکر میں مل گئے واپس ہو گیا۔ منقول از عطر النورۃ یہی واقعہ دوسری صورت میں علامہ خرپوٹی نے نقل فرمایا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو حضور نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس میں بھیجا تھا۔ راستہ میں شیر سے دوچار ہو گئے تو آپ نے فرمایا انا مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے شیر میں حضور کا آزاد کردہ غلام ہوں وہی کتاب اور میرے پاس حضور کا نامہ عالی ہے تو شیر راستہ سے ہٹ کر فطروں سے فائب ہو گیا۔ تیسری روایت حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے اور بت فرماتے ہیں۔ ہم کشتی میں دریائی سفر کر رہے تھے کہ موجوں کی ٹکروں سے کشتی شکستہ ہو گئی۔ ہم تختہ پر پڑے بہتے ایک جزیرہ میں جا ملے کہ مہاجرۃ شیر سے دوچار ہو گئے۔ تو میں نے کہا انا مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور کا غلام آزاد کردہ ہوں تو شیر نے گردن کے اشارہ سے اپنے پیچھے لیا۔ اور راستہ بتایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے کہ ایک جگہ لوگوں کا مجمع دیکھا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک شیر نے راہ بند کر رکھی ہے۔ اور اس راستہ پر بہت سے آدمی ہلاک کر چکا ہے۔ آپ سواری سے اٹھ کر اور شیر کے پاس جا کر اس کا کان پکڑ کر مڑا اور فرمایا۔ خبردار لوگوں کو آئندہ نہ ستائیو۔ اور جا اپنے بن میں رہا کہ وہ شیر سر جھکا کر اپنے بن میں چلا گیا۔ یہ کیا دے میں یہ حمایت کا جو خوب تیرا شیر کو غلہ میں لاتا نہیں کتا تیرا

وَلَنْ تَرَىٰ مِنْ وَلِيٍّ غَيْرٍ مُّثْنٍ
بِهِ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرٍ مُّثْنٍ

وَلَنْ، وَاَوْعَظُ لِنَافِيَةٍ، اور ہرگز نہیں۔ تَوَی، دیکھ
 عَلَن لُغَاتٍ اکثر۔ مَن وَلِي، کسی ولی کو۔ غَیْرُ مُتَقَصِّر، بے درد۔
 بے، اُس دربار رسالت سے۔ وَلَا، اور نہ کسی۔ مَن عَدُو، دشمن
 سے۔ غَیْرُ مُنْقَصِم، بمعنی القَطْع، غیر منقطع۔

حضور کے دربار کا جو قریب ہو گا۔ وہ کبھی بغیر اُس آستانہ کی مدد
 ترجمہ کے نہ ملے گا۔ اور دشمن کو بغیر خستہ حالی نہ دیکھا جائے گا۔

حضور کے دوست اور صحابہ کرام حضور کے صدقہ میں منصور
 شرح ہیں اور روات اقدس کے صدقہ میں دشمن پاشمال ہیں۔ علامہ

خرپوٹی فرماتے ہیں کہ تمام اولیاء اُمت حضور کے صدقہ میں منظر و منصور ہیں۔
 اور اسی بنا پر ولی شیخ احمد طہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لَمْ تَكُنْ إِلَّا قُطَابَ أَقْطَابِهَا

وَلَا إِلَّا وَتَادِ اَوْ تَادِ اَوْ لَا اِعْمَادِ اِعْمَادِ اِلَّا بِرَسُولِ اللّٰهِ وَبِنُظْمِ مِلْسَمِ لَه
 واجل انہم شریعتہ وکل من عدو الشریعتہ کان عدو اللہ علیہ السلام

وَلَا اَکَلِ مَنْ کَانَ عَدُوَّ الصَّاحِبِ الشَّرْعِ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَکُلِ مَنْ یَتَکَلَّمُ بِمَا یَنْتَهِی
 بہ علیہ السلام فَهُوَ عَدُوٌّ وَإِلَّا اَقَالَ الْحَقُّ فِی رُوحِ الْبَیَانِ حَکَمٌ عَنْ بَعْضِ

الکِبَارِ اِنَّہُ قَالَ کُنْتُ فِی مَجْلِسِ بَعْضِ الْغَافِلِیْنَ فَتَکَلَّمْتُ اِلٰی اَنْ قَالَ لَا تَخْلُصْ لَاحِدٍ
 عَنْ الْهُوْیِ۔ وَنُوکَانِ فَلَا نَا اَرَادَ بِہُ النَّبِیَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَبِیْتُ نَالَ حَبِیْبِ

اِلٰی مَنْ دُنِیَا کَمَثَلِ ثَلَاثِ الطَّیْبِ وَالنِّسَاءِ وَقُوَّةِ عَیْنِی فِی النَّصْوَةِ فَقُلْتُ
 لَہُ اَمَا تَسْتَحِیُّ مِنْ اللّٰهِ فَانْفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا قَالَ اُحِبُّتُ بَلْ قَالَ حَبِیْبِ

فَکَیْفَ یَلَا اَلْعَبْدُ عَلٰی مَا کَانَ مِنَ اللّٰهِ کَوَامِلَ شَمِّ حَصَلِ فِی عَمِّ وَهَمِّ مَنْ
 اسْتَمَاعِی مِثْلَ هٰذَا الْکَلَامِ فَرَأَیْتُ النَّبِیَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی اَمَامٍ فَقَالَ فِی لَا

تَعْتَمُ فَقَدْ کَفَّیْنَا اَمْرًا ثُمَّ سَمِعْتُ اَنَّهُ خَرَجَ اِلٰی ضِیْعَةٍ لَہُ فَقُتِلَ فِی اَوَّلِ
 نَعُوذٍ بِاللّٰهِ مِنَ التَّطَاوُلِ عَلٰی الْاَنْبِیَاءِ وَوَرِثَتِهِمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ۔ اِنْ

کوئی قطب قطب نہیں ہوتا نہ کوئی اوتاد اوتاد ہیں سکتا ہے نہ عبادہ و نہ سکتا

ہے مگر حضورؐ کے دربار کے صدقہ میں اور عظمت ذات و اجلال شریعت کے ماتحت اور جو شخص دشمن قانون شریعت ہو وہ درحقیقت حضورؐ کا دشمن ہے اور ایسے ہی جو اصحاب شریعت یعنی علماء حقہ کا دشمن ہو یا ایسی بات بنانا ہو جو حضورؐ کی ذات گرامی کو ایذا رساں ہو۔ وہ یقیناً دشمن رسولؐ ہے۔ اسی بنا پر علامہ حق رحمہ اللہ نے روح البیان میں فرمایا کہ بعض اکابر نے بیان کیا کہ ہم عباس ثمالیین میں تھے کہ بات ہوتے ہوتے ایک شخص نے کہا کہ کہ خواہش دنیا سے کوئی نجات نہیں پاسکتا۔ اگرچہ وہ ذات گرامی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس سے وہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد لیتا تھا اور کہنے لگا کہ حضورؐ نے جوں فرمایا کہ مجھے تمھاری دنیا سے تین چیزیں پسند ہیں۔ خوشبو اور عورتیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں سے تو میں نے کہا کیا تو خدا سے نہیں شرماتا کعبت حضورؐ نے تو یہ فرمایا ہے کہ تمھاری دنیا سے تین چیزیں ہمارے لیے محبوب بنائی گئیں۔ نہ کہ یوں فرمایا کہ میں محبوب رکھتا ہوں۔ پھر کہیں طرح تو اس بندے کو ملا مرت کر سکتا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک معزز ہے۔ پھر مجھے اس امر کا غم ہوا کہ میں نے ایسی بات کیوں سنی۔ تو خواب میں حضورؐ کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوا اور حضورؐ نے فرمایا تو غم نہ کر۔ اس کا معاملہ ختم ہو گیا۔ پھر ہم نے سنا کہ وہ اپنا سامان لے کر کہیں جاتا تھا کہ قتل کیا گیا۔ اللہ محفوظ رکھے۔ انبیاء و علماء کی نشان میں زبان و رازی سے اور اس کے ولیوں کی توہین سے۔

أَحَلَّ أَمْنَهُ فِي حُزْمَتِهِ
كَالْبَيْتِ حَلَّ مَعَ الْأَشْبَالِ فِي أَهْمِ

(۱۳۷)

حَلَّ لغات | أَحَلَّ صیغہ ماضی از احوال انزاع اتاری۔ اَمْنَتہ اپنی امت۔
فِي حُزْمَةٍ جائے استوارہ بمعنی التحصن قلعہ میں یا صاف جگہ میں۔ مَلَّتہ
اپنی ملت کے۔ کَالْبَيْتِ بلیس اسم الاسد مثل شیر کے۔ حَلَّ صیغہ ماضی

اور حلول اترنا، کہ اگر جمع الاشبہال، جمع شبل ولد الاسد، مع اپنے بچوں کے۔ فی الحج، مکان یسکن فیہ الاسد، گھیا ہیں۔

حضور نے اپنی امت کو دین کے قلعہ میں اُتارا۔ جیسے شیر مع ترجمہ اپنے بچوں کے گھیا ہیں بے فکر اُترتا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
شرح حِصْنِي وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي۔ کلمہ توحید میرا
قلعہ ہے۔ جو میرے قلعہ میں آگیا۔ میرے عذاب سے مامون ہو گیا۔ اس
حدیث کی طرف اس بیت میں اشارہ ہے کہ امت مرحومہ چونکہ قلعہ توحید
میں محفوظ رہے۔ لہذا ہر قسم کی بلا و عذاب سے مامون رہے۔

كَمْ جَدَلْتُ كَلِمَاتُ اللَّهِ مِنْ جَدَلٍ
فِيهِ وَكَمْ خَصَّمُ الْبُرْهَانَ مِنْ مَخْصَمٍ

(۱۳۸)

کہ، محبوبہ، لتکثیر، کتنی بار۔ جَدَلْتُ، از تجال،
حل لغات وضع علی الارض، خاک میں ڈالا۔ کلمات اللہ، وانمود
منہ قرآن عظیم۔ (فاعل جدلت، قرآن کریم نے۔ من جدل، جھگڑا
کرنے والے کو۔ فیہ، اس دین میں یا حضور کی ذات میں۔ وکم او
کتنی بار۔ خصم، کثید ما غلب فی الخصومة۔ از تخصیم جھگڑے میں
غالب آنا، غالب آیا۔ البرهان، والمراد منه من المعجزات والکرامات
معجزہ وکرامت۔ من خصم، جھگڑا لو گروہ پر۔

ترجمہ ابارہا خاک مذلت پر ڈال دیا قرآن کریم نے اُن لوگوں کو جو حضور کے
شان میں ملت اسلام میں جھگڑے آئے اور بار بار غالب آئے۔ منکرین پر جرات
اور کرامات منکرو اور شدید ان خصوصیت پر۔

مفہوم واضح ہے کہ بڑے بڑے فتنہ بظاہر قرآن کریم کے مقابلتہ
شرح شوار ہوئے۔ بڑے بڑے مطالبہ کرنے والے حضور کے آگے

ذلیل ہوئے۔ ابو جہل سگریز سے لایا تو اُن سگریزوں نے حضورؐ کی تصدیق کی جبکہ
 رومی جس کا تذکرہ مفصل ہم بیت نمبر ۲۷ میں کر چکے ہیں۔ طلب معجزہ کے بعد کیسا
 ٹھکا۔ سوکھے درخت ہوئے۔ تو گو با صاف بات ہے کہ مخالفت کرنے والوں
 نے مکی نہ کی۔ لیکن جوں جوں مخالفت بڑھی اسلام ترقی ہی کرتا رہا۔

بہاؤ شوق ہو پڑ یولیں جانور سجدہ کریں بارک اللہ مزاج عالم بھی سرکار ہے

كَفَّاكَ بِالْعِلْمِ فِي الدُّنْيَا مَعْجَزَةً
 فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالنَّادِيَّ فِي الْيَتَمِ

(۱۳۹)

كَفَّاكَ، یعنی حسبِ کافی سے تجھ کو۔ بِالْعِلْمِ، علم
 حل لغات | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الکافی، حضورؐ کے امتی ہونے
 کی صورت میں۔ مَعْجَزَةً، معجزہ سے۔ کے شانوں سے۔ فِي الْجَاهِلِيَّةِ،
 زمانہ جہالت میں۔ وَالنَّادِيَّ، اور زمانہ تبلیغ رسالت میں فِي الْيَتَمِ، اور حالت یتیمی میں
 کافی ہے تجھ کو حضورؐ کا وہ علم جو بغیر پڑھے ابتداء زمانہ سے تبلیغ کے
 آیام تک کا ظاہر ہوا کہ وہ بلاشبہ خود معجزہ ہے۔

شرح | یعنی اسے مخاطب تجھ کو حضورؐ کے معجزہ امت کا علم ہی کافی
 ہے باوجودیکہ حضورؐ امتی تھے اور زمانہ یتیمی میں بھی آپؐ تعلیم
 ادب دیتے۔ اور دلائل بے شمار سے قطع نظر کہ بھی دیکھا جائے تو یہ کیا کافی
 نہیں کہ اُس ہستی مقدس نے جانوں میں نشوونما پائی ابتداء سے اخیر تک کبھی
 کسی سے کچھ نہ پڑھا۔ باوجود اس کے تمام علوم میں ماہر ثابت ہوئے۔ اور
 بڑے بڑے فصحاء بغداد کی جماعتوں میں افضل اور اعلیٰ مانے گئے۔ اور تمام فضائل
 تمیزہ و شمائل پسندیدہ حضورؐ سے دنیا نے حاصل کیے اور یہ سب کچھ یہ تعلیم
 ربانی حضورؐ سے ظہور میں آیا۔ چنانچہ خود حضورؐ نے فرمایا۔ عَلِمْنِي رَبِّي فَاحْسِنِ
 تَعْلِمِي وَادْكِبْنِي رَبِّي فَاحْسِنِ تَادِيْبِي مجھے میرے رب نے اچھی تعلیم دی اور
 جتنے ادب سے مزین فرمایا۔

لیکن یہ درجہ غایت نورح اور نقوی کا ہے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔
مولاؑ حمل وسلم ذالما ابدا۔ حلی حبیبؑ خیر الخلق کلہم

اذْقِلْدَانِي مَا تَخْشَى عَوَاقِبُهُ
كَانَتْنِي بِهِمَا هَدَى مِنَ النِّعَمِ

(۱۴۱)

اذا، اس لیے کہ۔ قلدانی، از قلاوہ بدھی۔ قلاوہ ڈال دیا
حل لغات ہے مجھے اُس شعر گوئی نے ایسا۔ ما تخشی، کہ اُس سے
خوف ہے مجھے۔ عواقبہ، میرے انجام کا۔ کانتی، گویا کہ میں۔ بہما،
اُس مدحت اور مذمت اعلیٰ کے ساتھ۔ ہدی، وہ ہدی ہوں جو ذریعہ کو
چارہ ہی ہو۔ من النعم، چارہ پایہ سے۔

ترجمہ ان دونوں باتوں یعنی شعر گوئی اور خدمت اہل دنیا نے میری
گروں میں ایسی بدھی ڈالی ہے۔ جس کے انجام سے خوف زدہ
ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ان گناہوں کا بار ڈال کر میں اس صدقہ کے جانور کے مشابہ
ہوں جو پٹہ ڈال کر ذبح کو لے جایا جاتا ہے۔

شرح چونکہ اُس اُونٹ کے گلے میں بدھی ڈال دی جاتی ہے جو قربانی
کے لیے نامزد ہو چکا ہو۔ جسے عربی میں ہدی کہتے ہیں۔ تو ناظم

قابہم استعارتاً یہ بھی نام رکھ رہے ہیں۔ اُن افعال کا جسے معصیت تصور فرما رہے
ہیں۔ یعنی سلاطین اسلام کی مدحت اور اُن کے اعلیٰ کی مذمت اور اُس کے ذریعہ
امید حصول مال کرنا۔ پھر اپنے کو اُس اُونٹ سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ جس کے
گلے میں قلاوہ پڑ چکا ہو اور ذبح کے لیے ہدی بنا دیا گیا ہو۔ اور یہ سب کچھ اظہار
انکسار ہے۔ حسنات اکابر و اسیات المقربین کی سی کیفیت ہے۔

غفر اللہ لہ۔ بحر متہ نبی ہذا لامتہ۔

لہ ابراہیم کی یکایک فقرہ کی خطائیں ہیں۔ ۱۲

اطَّعْتُ عَلَى الصَّبَإِ الْعَالِيَيْنِ وَمَا
حَصَّلْتُ إِلَّا عَلَى الْأَثَاوَةِ وَالنَّدَمِ

۱۳۲

حل لغات | اطَّعْتُ، صیغہ منکلم ماضی، از اطاعت فرما کر میں اطاعت
کی میں نے۔ عَلَى، بمعنی الغواصیۃ والصلابة، لباسِ غصا،
بکسر الصاد، بچپن کی۔ فِي الْمَحَالَّتَيْنِ، شعر و خدمت میں۔ وَمَا، تافہ،
اور نہیں۔ حَصَّلْتُ، حاصل ہوا۔ إِلَّا، استثناء، مگر۔ عَلَى الْأَثَاوَةِ
جمع اثم بمعنی الذنب گناہ، گناہوں پر۔ وَالنَّدَمِ، من الندامة، ندامت۔
ترجمہ | اگر اسی کی اطاعت کی اور بچہ گناہ یا ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔
گویا اپنا احساس و اعتراف ظاہر فرماتے ہیں۔ کہ میں جائنا ہوں
شرح | کہ میں نے بچپن کی گمراہی کی مخالفت نہیں کی۔ اور خدمتِ مرانی
سلاطین اور خدمتِ اعدائیں اپنی عمر ضائع کرتا رہا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج میرے
پاس معصیت پر ندامت، خسر و تحزن کے سوا کچھ نہ رہا یہ گویا ناظم فاجع رحمہ اللہ
اپنی طرف منسوب کر کے تو بہ کرنے کا طریقہ تعلیم دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں۔
کہ اس طرح معافی مانگا کرتے ہیں۔

فِيَا خَسَارَةً نَفْسِي فِي تِجَارَتِهَا
لَمْ تَشْتَرِ الدِّينَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسْمِ

۱۳۳

حل لغات | فِيَا، کلمہ ندا، یہیں اسے افسوس۔ خَسَارَةً، صابستہ
الضرر الغیر المقصود، ٹوٹا، نقصان۔ نَفْسِي، میرے
نفس کا۔ فِي تِجَارَتِهَا، اُس کی تجارت میں۔ لَمْ تَشْتَرِ الدِّينَ، افسوس
تو نے دین نہ خریدا۔ بِالدُّنْيَا، دنیا چھوڑ کر۔ وَلَمْ تَسْمِ، ارساہ فیوم

سوداً، از سودہ، تخمینہ کرنا قیمت لگانا۔ اور خریدنے میں غور نہ کیا۔

ترجمہ افسوس میری جان خسارہ میں گئی۔ کہ اُس نے دنیا چھوڑ کر دین نہ خریدا اور نہ خریدنے پر غور کیا۔

شرح گویا علامہ فاضل تہذیب فرماتے ہیں۔ کہ اسے ٹوٹے میں رہنے والے نفس آج بھی وقت ہے۔ تیری تجارت میں اگرچہ اب تک تو نے دنیا پر دین کو پسند نہ کیا اور فانی کے بدلہ باقی نہ خریدا۔ اگر اب بھی تحصیل دین اور ترک دنیا نہ کرے گا۔ تو پھر کب وقت آئے گا۔ اور حسن نیت اور صدق قصد کے ساتھ دین کو سے۔ روح البیان میں علامہ حقی فرماتے ہیں۔

ان الله خلق الروح نوراً علویاً وخلق النفس ظلمانیة ثم اشرك بينهما وجعل رأس مالهما الاستعداد الفطرى القابل للكمال والترقى في القرية والمعرفة والخسارة والتقصان فمن امن وجاهد بنفسه وماله في سبيل الله وطلب في كل حاله رضى الله فقد ربح روحه وخسرت نفسه ومن لم يؤمن بالله ورسوله وكفر بهما وامن ولم يات بعمل حسن اصلا فقد خسروا روحه ونفسه جميعاً فعلى العاقل ان يجتهد قبل محي الفوت ويبيع في تجارته ببذل النفس والمال في طلب رضاه الله فان سلامة رأس المال الذي هو الاسلام مادام صلا يمكن ان يتدارك الربح

في صفقة وان لم يحصل في صفقة اخرى فلا ينبغي ان يفسح العمر في الايعنى اذ الفرصة غنيمية۔ تمام مضمون کا خلاصہ مفہوم کو یہ شعر کافی ہے۔
مکن عمر ضائع بافسوس وحیف کہ فرصت عزیز است والوقت سیف

وَمَنْ يَبِيعْ أَجَلًا مِّنْهُ بِعَاجِلِهِ
يَبِئْسَ لَهُ الْغَبْنُ فِي بَيْعِهِ وَفِي سَلَمِ

(۱۳۳)

وَمَنْ، اور جو شخص۔ بَيْعُ، اصل میں بَيْعُ تھا، شرط کے محل لغات موقع پر اس کا اخیر حزم ہوتا ہے، اور حرف علت حذف نیچے۔

اجل، **اجل** اسم فاعل از اجل بمعنی مہلت کچھ دیر ہیں مٹنے والی چیز۔ یعنی ثواب
 آخرت، آخرت کے ثواب کے بدلے اور۔ **وینہ**، اس سے۔ **یعاجیل**،
 جلدی مٹنے والی چیز دنیا، دنیا سے۔ **یعین**، اصل میں یہی تھا۔ شرط کے
 تحت میں اس کی بھی وہی تعلیل ہوئی۔ جو بیع پر ہوئی۔ بمعنی اظہر ظاہر ہوگا۔
لہ، اس کے لیے۔ **الغبن**، نقصان۔ **فی بیع**، بیع میں۔ **وفی سلم**،
 اور سلم یعنی بدھنی میں۔

یعنی جو شخص آخرت کو دنیا کے عوض بیچے اس کو نقصان ظاہر ہو
ترجمہ۔ اگر خواہ وہ بیع وجود بیع پر ہو یا بیع موعود یعنی سلم ہو جسے
 بدھنی کہتے ہیں۔

ایک بیع ایسی ہوتی ہے۔ جہاں بیع یعنی بکنے والی چیز اور اس
شرح کی قیمت موجود ہوتی ہے۔ یعنی نقد و خشک اور ایک بیع وہ ہے۔
 جسے بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کی ہندی بدھنی ہے کہ ثمن یعنی قیمت پہلے دی جائے
 اور بیع جو خرید یا ہے۔ وہ موعود ہو یعنی کسی وعدہ پر ملے۔

اس بیت میں اس مقولہ کا رد کیا گیا ہے۔ جو عربی میں مشہور ہے۔ **الدنيا**
نقد و الآخرة ذبيلة واعطاء النقد لها غير معقول دنیا نقد ہے اور آخرت
 قرض تو نقد کو قرض پر دنیا غیر معقول ہے تو بیع سلم جو دنیا میں ہوتی ہے۔ اس میں
 نقد دے کر وعدہ پر بیع لیا جاتا ہے۔ تو ناظم قاہم فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کو ترجیح
 آخرت پر دینا ایسی ہی حماقت ہے۔ جیسے کوئی بیع سلم کو پسند نہ کرے۔

علامہ غرپوتی فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہو کب و کذا نہ
 والاخرة پیدا فرمایا ہے۔ اس کی جڑیں دونوں طرف کا میلان رکھا ہے۔ اس کا
 جزو نبوی نفس امارہ ہے۔ جو درکات غیرانیہ کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ اور
 جزو اخروی روح ہے۔ جو طرق جہان کے درجات بتاتی ہے۔ اور ان دونوں
 اجزا سے قلب پیدا ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے کیف اطلاع میں ہے۔ ایک

اصبح رحمت اور ایک اصبح قہر جس پر ارادت اللہ مظاہرہ قہر فرماتا ہے۔ اس کے قلب کو سخت کر دیتا ہے اور اس کا رجحان دنیا کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ بیع عاجل کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور اس کا نفس افسوس و رکات جہنم میں پھینک کر رہتا ہے۔ اور جس پر ارادت اللہ مظاہرہ لطف فرماتا ہے۔ اُس کے قلب کو قائم بالاستقامتہ کر دیتا ہے تو اس کا رجحان عالم علوی کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ اللہ عزوجل تَصْنَعُ الْجُودَ عَنْ قَوْمٍ وَجُودًا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

سوف تری اذا تجلی الغبار افرس تحتك اہ حمار

شہر دکھائے زبر پلائے یہ بس کی گانٹھ ہے حراف

صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے!

اِنْ اَتَٰ ذَنْبًا فَمَا عٰہِدِيْ بِمُنْقِصٍ
مِّنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِيْ بِمُنْصَرِمٍ

(۱۳۵)

ان، حرف شرط، اگر۔ ات، ازا آتی یا آئی، حقیقہ متکلم،
حل لغات اصلہ آتی فسقط الیاء للجزم و معنای ان فعلت، کروں ہیں۔
ذنباً، کوئی گناہ۔ فماً، نافیہ، پس نہیں ہے۔ عہدی، میرا عہد۔
بمنقص، ٹوٹنے والا۔ من النبئی، میرے نبی سے۔ ولا حبلی،
اور نہیں ہے میرے عقیدہ کی رسی۔ بمنصرم، ٹوٹنے والی۔
اگرچہ میں گناہگار ہوں مگر میں معاہدہ اطاعت اس سے ٹوٹنے والا
نہیں۔ جو میں نے حضور سے کیا اور میری عقیدت و محبت کی
رسی کٹنے والی نہیں۔

یعنی اگر میں گناہ کروں اور کسب سیئات پر مائل رہوں اور
امید شتر و عفو قائم رہے۔ تو گناہ گار ایسا ناقض عہد نہیں ہوتا

شرح

جس سے ایمان چاہا ہے۔ اوشہد ان لا الہ الا اللہ ہوا۔ وہ عاصی کے ساتھ قائم رہے گا۔ اور میری سیکاریاں مجھے عقیدت و محبت کی رسی توڑ کر علیحدہ نہیں کر سکتیں۔

گویا اس بیت میں ناظم فہم رحمہ اللہ عقیدہ اہل سنت کا خلاصہ فرما رہے ہیں۔ وہ یہ کہ عاصی پُر عاصی کا سب سے بڑا گناہ ہے۔ کیوں نہ ہو جائے۔ جب تک اُس کا عقیدہ درست ہے۔ اور وہ اپنی معصیت پر شرمندہ اور خطیئت پر امید غفور رکھتا ہے۔ مومن ہے مسلمان ہے اور جب تک مومن و مسلم ہے۔ جبلِ مروت ٹھہری (محبت ٹھہری کی رسی) اُس کے ہاتھ میں ہے۔ اور معاویہ کا نقص لازم نہیں آتا۔

جب توبہ کرے گا۔ یَبْدِلُ اللَّهُ صَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ كَثِيرًا سے منتفع ہوگا۔

بدی چورسی مجرم و ناکارہ سی اسے وہ کیسا ہی سی ہے تو کیرا تیرا
موت نزدیک گناہوں کی تہیں بل کھول آبرس جا کر نہادھوے پیپا سا تیرا
بھگور سوا بھی اگر کوئی کیگا تو نہیں کر وہی ناوہ رضا بندہ رسوا تیرا

فَإِن لِّيْ ذِمَّةٌ مِّنْهُ بِتَسْمِيَّتِيْ
مُحَمَّدًا وَهُوَ أَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَّةِ

۱۴۶

فان لی، پس میرے لیے۔ ذمۃ، امان، امان ہے۔
حل لغات منہ، ضمیر راجع الی علیہ السلام، اس کی ذات رحمت سے۔ بتسمیئتہ، با بیسی، یہ سبب میرے نام کے کہ۔ محمدؐ، وہ محمدؐ ہے۔ وھو، وھو برائے ضرورت شعھا کو حرم دیا۔ اور وہ ذات مقدس۔ اوفی الخلق، ادنیٰ صیغہ مبالغہ للتفضیل بمعنی شہ۔ تمام مخلوق سے زیادہ وعدہ وفا ہے۔ بالذمہ، جمع ذمہ، امانوں کے دینے میں۔

تذکرہ کیونکہ میرا نام محمد ہے مجھے میرے حضور کے حضور میں اس لازمی ہے۔ اس لیے کہ حضور اپنے وعدہ کے وفا کرنے میں اوفی الخلق ہیں۔

شرح اس بیت مبارک میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضور نے فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔
 من انہ اذا کان یوم القیامۃ نادے مناداً انما یتقدم من اسمہ محمد
 و احمد و یدخل الجنة کرامة لہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت
 کے دن نادے مناد سے کہ خبردار جس کا نام محمد یا احمد ہے۔ وہ کھڑا ہوا اور جنت
 میں داخل ہو جائے یہ اعزاز ہے۔ آثار نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ تو ناظم فہم
 کا نام نامی شیخ شرف الدین ابی عبد اللہ محمد بن سعید الدلاوی ثم البوصیری ہے۔
 تو فرما رہے ہیں۔ کہ میرے باپ نے میرا نام محمد رکھا اور حدیث میں حضور نے
 وعدہ فرمایا۔ کہ جس کا نام محمد ہو گا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ اور حضور سے زیادہ
 وعدہ وفا کرنے والا دنیا میں کون ہو سکتا ہے۔ تو مجھے اس پر بھی گھمنڈ اور ناز ہے
 کہ میرا نام محمد ہے۔ ولہ الحمد۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ حضور نے فرمایا اتلانی جبرائیل فقال یا محمد
 ان اللہ یقرء علیک السلام ویقول لک وعزتی وجلالی لا عذاب مرسمی باسمک
 بالثناء۔ ہمارے پاس جبریل آئے اور کہا حضور اللہ سلام فرماتا ہے اور بشارت دیتا
 ہے کہ میرے عزت و جلال کی قسم جس کا نام آپ کے نام پر ہو گا اسے میں جہنم
 کا عذاب نہ دوں گا۔

دوسری حدیث میں ہے۔ استجیبی ان عذاب بالثناء من اسمہ اسم جیبی
 اللہ شرم فرماتا ہے۔ اس سے کہ جہنم کا اسے عذاب دے۔ جس کا نام میرے حبیب
 کے نام پر ہو۔ اور علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ وعدہ نکدہ
 یمتغفر دن لمن اسمہ محمد و احمد اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتہ بخشش

در رحمت کرتے ہیں۔ اس پر جس کا نام محمد یا احمد ہو۔ اور نام محمد الیہا اسم کریم
 شریف ہے کہ اشرف اسماء حضور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس نام کو حضور کے
 انحصار اسماء سے بنایا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد رکھی گئی اور حضور بھی
 ہمیشہ فرایین و احکام میں میں محمد رسول اللہ ہی تھے، ہر فرما نے۔ اور ملک الموت
 جب روح اقدس کے گرد چلا تو وہ محمد کا اس کی زبان پر تھا۔ اور علماء سنی
 کے اکثر و بیشتر اسماء میں یہ نام مبارک لازمی رکھا گیا۔ اور اس حقیر فقیر نے نام و نفس
 شریک کا نام بھی بحدہ تعالیٰ محمد احمد ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ میرے لیے یہ طغرا
 امتیاز کافی وافی ثنائی ہے۔

حافظ زہر زہدہ باش مرگ کجا و کجا
 توشہ فناء محمد محمد بود بقا تو

اِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَعَادِيْ اٰخِذًا بِيَدِيْ
 فَضْلًا وَّ اَلَا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

۱۳۷

اِنْ لَمْ يَكُنْ، جملہ شریک، اگر نہ ہوں وہ۔ فی معادی، جہنم
 حل لغات اُخْرُف از عود و الم و احوال الموت، میرے مرنے کے وقت۔
 اِخِذْ، تھامنے والے۔ بیدی، میرا ہاتھ۔ فضلاً، اپنے فضل سے۔
 وَاَلَا تَوَدُّ فَقُلْ، کہہ مجھے۔ یا زلّة القدم، اسے پھسلے ہوئے قدم

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے مرنے کے بعد میرے دستگیر
 نہ ہوں تو کہنا کہ اسے قدم پھسلے ہوئے ذلیل۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم براؤ فضل و کرم اور نسبت، اسمی کے
 شرح الحاط سے میری مرتے وقت دستگیری نہ فرمائیں تو میری نسبت

پرافسوس کرتے ہوئے کہنے کا حق ہے کہ اسے ذلّة القدم اب پاؤں پھسلنے

پر کیا ہوش اور یہ ہوش کس کام کا۔ دوسری صورت یہ کہ اَلَا بِمَعْنٰی اِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ
 مانا جائے، غرض کہ اس جرئت میں بہت سی توجہات ہیں اچھی اور صاف توجہ یہ

ہے۔ کہ مصرع اول شرط اور اس کی ہیئت اول غیر ۴۴ اس کی خبر لی جاتے تو اب
 یہ معنی ہوں گے۔ کہ اگر کوئی عہد و پیمان میرے معاصی کے مقابل میں نہ کام دے
 تو افسوس ہے میرے لغزش قدم پر اور بعض کہتے ہیں لفظ الّا نا مذہب ہے۔ جیسا کہ
 صاحب قاموس نے لکھا کہ لفظ الّا کلام عرب میں زمانہ بھی آتا ہے۔ تو اس اعتبار
 سے علامہ غریب پوری کی شرح صاف معلوم ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حاصل معنی
 بیت کے یہ ہیں۔ کہ میں محتاج شفاعت جناب کریم کا ہوں نجات دہانک سے
 اور عذاب الیم سے حتیٰ اگر میرا معین ان کا فضل و احسان نہ اند علی الوعدہ نہ ہو تو پھر
 میرے نفس کو عذاب کے ساتھ یا زلۃ القدر یا صیغی الحال یا شدیدہ المآل
 کہنا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں تو میں زلۃ القدر بھی نہیں۔

عام ہیں ان کے تو لطاف شہیدی لیکن تجھ سے کیا حد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

حَاشَاكَ أَنْ يَحْرَمَ الرَّاجِي مَكَارِمَهُ
 أَوْ يَرْجِعَ الْجَارِمُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمٍ

(۱۳۸)

حَاشَاكَ، استثناء، ہرگز وہ مستحق ایسی نہیں۔ ان یحرمہ

عل لغات

کر محروم کر دے۔ الراجی، امیدوار کو۔ مکارمہ،

جمع کرم بخشش، ان کی بخششیں۔ اویرجع، یا یہ کہ لوٹے۔ الجارم،

یعنی قریب یا مستغیر، آرزو مند یا قرب والا۔ منہ، ان کی بارگاہ سے۔ غیر

محترم، بالوس بے نیل مرام۔

حضور کی شان کرم اس سے منزہ ہے کہ ان کے دیر پر سائل جو امیدوار

ترجمہ اجاتے وہ بخشش حاصل کیسے بغیر بے نیل و مرام واپس لوٹ آتے۔

شرح نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز مگر باشت ہمدان لا الہ الا اللہ

حضور چونکہ معدن کرم اور مخزن فضل ہیں۔ لہذا وہاں سے اس قسم کے

توہبات کو جبکہ دینا حاش و کلام نازیبا ہیں۔ وہ تو وہ ہیں کہ

مَا قَالَ لَا قَطْرَ إِلَّا فِي تَشْهِيدِهِ
 تَوَلَّى الشَّهَادَاتِ لَا تَنْفَعُ
 میرے کریم سے قطرہ کسی نے مانگا
 دیا بہاوی ہے میں دُوبے بہاوی ہے میں

فصل ثالث عشر

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابِ کرم سے اُمید کا بیان

وَمَنْذُ الزَّمْتِ افْكَارِي مَدَائِحِهِ
وَجَدْتُهُ لَخْلَاصِي خَيْرِ مُلْتَزِمٍ

(۱۳۹)

وَمَنْذُ : ظرفِ زمان بمعنی اوّل المدّة مفعولِ فیه، اور جب سے
حَلّ لغات کر۔ الزمت، لازم کی میں نے۔ افکاری، اپنے فکروں
پر۔ مدائِحہ، جمع مدح، اُس ہستی پاک کی تعقّیں۔ وجدتہ، پائی
میں نے۔ لَخْلَاصِی، اپنی نجات کے لیے۔ خیرِ مُلْتَزِمٍ، ملزمِ خیر
پناہ، بہترین جائے پناہ۔

ترجمہ جب سے میں نے اپنے افکار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
نعت گوئی لازم کی ہیں سمجھتا ہوں کہ میں نے بہترین جائے پناہ لی۔
شرح جب حضور کی ذاتِ اقدس کو ذرا سائل اور محروم کرنے سے متبرّک
ثابت کر چکے تو اپنی نعت گوئی کے نتیجہ کو بیان فرماتے ہیں کہ
جب میں نے مدحتِ سرّاتی اس ہستی مقدّس کو اپنے خیالات و افکار میں لازم
کر لیا ہے یعنی اس وقت سے کہ میں اپنے اشعار کو سوائے منقبتِ حضور کے
اور کسی کام میں نہیں لانا۔ جب ہی سے میں اطمینان کر چکا ہوں کہ یہی نعت گوئی
میرے لیے زبردست نجات کا ذریعہ ہے۔ اور اسی وقت کو میں اپنے لیے بہترین
جائے پناہ سمجھتا ہوں۔

کرے تاج اہلِ دولِ رضا پر سے اس بلا میں میری بلا
میں گداہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہٴ نان نہیں

وَلَكِنْ يَفُوتَ الْغَنَى مِنْهُ يَدًا تَرَبُّتٌ
إِنَّ الْحَيَاةَ تُبْتِ الْأَزْهَارَ فِي الْأَكْمِ

۱۵۰

حِلّ لغات غنی، والحمد لله شفاعتہ علیہ السلام، انسید
شفاعت کو۔ منہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، اُس پرستی پاک سے۔ یداء
کوئی ہاتھ، کوئی ہاتھ۔ تربیت، اسے بافتن، اید المحتاجین، محتاج
کا۔ ان الحیا، حیا، مطر بے شک بارش۔ ینبت، اگاتی ہے۔ الازھار
گیوں کو نیپوں کو۔ فی الاکم، جمع اکمہ، راس الجبل، پہاڑ کی چوٹیوں پر۔
جو ہاتھ مفلس حضور کی بارگاہ کی طرف بڑھے۔ وہ بھی دولت یہ
ترجمہ بغیر واپس نہ ہو۔ بارش ہوتی ہے تو پہاڑ کی چوٹیوں پر بھی پھول
کھلا دیتی ہے۔

باراں کہ از لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لاله روید و در شوره بوم خس

شرح

غنی کے لغوی معنی تو شگزی فراخ رفتی ہے پر وہابی کے ہوتے ہیں۔ اور
علامہ شریعتی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا۔ الغنی بالکسر مع النقص، بمعنی ایسا
المدد منہ شفاعتہ علیہ السلام اس سے مراد شفاعت حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

تو مفہوم واضح ہے کہ وہ غنی جو دربار رسالت سے حاصل ہو ہرگز کسی ہاتھ
کو گرد آلودہ یعنی خالی و محتاج نہیں کرتا بلکہ سب کو مال مال کر دیتا ہے۔ اس لیے
کہ حضور کا فیض رحمت عام ہے۔ اور مثل بارش کے ہے۔ جیسا کہ شعی پہاڑیں
بارش کے ہیں جو عام ہو جس سے زمین مرزوعہ بھی سیراب ہو۔ اور پہاڑ کی چوٹیاں
یہاں پانی نہ ٹھہرتا ہو اسے بھی اتنا سیراب ضرور کر دیتا ہے کہ اس میں شگوفہ

پھول جائیں۔ سے
برستانہیں دیکھ کر ابر رحمت
باروں پر بھی برسائے گئے

وَلَمَّا يُدْزِهِمُ اللَّهُمَّا الَّتِي أَقْطَقَتْ
يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا أَثْنَى عَلَى هَرَمٍ

(۱۵۱)

حل لغات وَلَمَّا يُدْزِهِمُ اور نہیں چاہتائیں۔ زهرة الدنيا التي اقطقت من قطف الثمر۔ پھل چھول چھینا۔ جو چھنی یا حاصل کی۔ ید اذہیر المراد زہیر بن ابی سلمیٰ شاعر مشہور عربی۔ زہیر بن سلمیٰ کے ہاتھوں نے۔ بما اثنی ساتھ اس کے کہ مدح کی اس نے۔ علی ہرم سنان بن ہرم، سنان بن ہرم کی۔

ترجمہ میں حضور کی مدح نعت سے وہ تازگی اور بہت حاصل کرنا نہیں
چاہتا جو زہیر بن ابی سلمیٰ مشہور شاعر کے ہاتھوں نے سنان بن
ہرم کی تعریف کے صلہ میں حاصل کی۔

شرح زہیر بن ابی سلمیٰ بڑے نامور شعراء سے گزرا ہے۔ عہد فاروق
رضی اللہ عنہ میں اس سے بہتر اشعار کسی کے سامنے چلتے۔
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسے اشعر الناس فرماتے تھے۔ اور اس کے
صاحبزادے حضرت کعب نے قصیدہ ہانت معاد دربار رسالت میں سنایا تھا۔
اور صلاح ابن دہید میں ہے کہ زہیر کی کنیت ابو بھیرہ تھی اور اس کی موت قبل الہجرت
ہوئی۔ اور ثعلاب ابن عباس اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے زمانا کر چھیں اپنے بڑے شاعر کے اشعار سناؤ تو میں نے عرض کیا وہ کون ہے۔
تو فرمایا وہ زہیر ہے۔ اور ابن اعرابی کہتے ہیں کہ زہیر میں ایک خاص بات تھی۔
جو اس کے سوا اور کسی میں نہیں ملتی کہ اس کا باپ بھی شاعر وہ بھی شاعر اور۔

اس کے ناموں بھی شاعر اور اس کی بہن سلطی بھی شاعرہ اور اس کے بیٹے حضرت کعب اور بچہ دونوں شاعر اور اس کی دوسری بہن خنسا بھی شاعرہ اور حضرت معاویہ کہتے تھے کہ اہل جہالت کے نامور شاعروں میں زہیر بن ابی سلمہ ہے اور اسلام کے نامور شعرا میں اس کے بیٹے حضرت کعب اور زہیر بن ابی سلمہ ہیں۔ اسے ہرم بن سنان کے حق میں بہت تھپیدہ لگتی کرتا تھا۔ اس لیے کہ ہرم انعام بہت دیتا تھا۔

تو انام محمدؐ کو میری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دولت دنیا حاصل کرنے کو میری طرح میں ہرم کے لیے راحت نہیں کرتا۔ بلکہ دولت غیبی کی امید پر میری طرح منقبت دربار رسالت میں پیش ہے۔

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ الْوُدْبِ
سَوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمِّ

(۱۵۲)

یا اکرم الخلق۔ اسے تمام مخلوق سے زیادہ کرم فرمانے والے۔
حل لغات مالی، مائتہ، نہیں ہیں میرے لیے۔ من، کوئی ایسا کہ جس کی۔ الود، ازلیانہ، پناہ لوں۔ بے، اُس سے۔ سواک، سوا آپ کے۔ عند، وقت۔ حلول، نازل ہونے۔ الحادث، حادثوں بلاؤں۔ القسم، عام کے۔
ترجمہ اسے بہترین کریم عالم آپ کے سوا میرے لیے کوئی جگہ نہیں جہاں پناہ لوں مصیبتوں کے عام نزول کے وقت۔

شرح مفہوم واضح ہے اور حقیقت ہے کہ حضور کے سوا ان کے غلام کے لیے کوئی دستگیر نہیں حتیٰ کہ قرآن کریم بھی اسی شفا نگر کارستہ بناتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ جب تم اپنی جانوں پر مصیبت کی وجہ سے غمگین رہو تو ہمارے حبیب کی طرف آؤ۔ اور توبہ کرو۔ اور ہمارے حبیب تمہاری

سفارش کریں تو تم اللہ تعالیٰ کو نواب و رحیم پاؤ گے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

شرخیر شور و سرور شرور و زنا نورد
بشرے کہ بارگاہ بخیر البشر کی ہے
مجرم بلائے آئے ہیں جاذب بگاہ
پھر دھوکہ بپشان کو پیوں کے رک پت
بدیں گلہ نہیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم
نجدی ڈانٹے اس کو یہ منزل خطر کی ہے
بے ان کے واسطے کے خدا کو عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصیر کی ہے

وَلَنْ يَصِيْقَ رَسُولَ اللَّهِ جَاهُكُنِي
إِذَا الْكَرِيمُ تَجَلَّى بِأَسْمِهِ مُنْتَقِمٌ

(۱۵۳)

وَلَنْ يَصِيْقَ اور ہرگز تنگ نہ ہوگا میدان عزت آپ کا۔
جَلَّ لُغَاتِ جَاهُكُنِي، یعنی الوجاہۃ وہی رفعة المنزلة، آپ کی
رفعت منزلت میری شفاعت پر۔ اِذَا الْكَرِيمُ، اس لیے کہ آپ کریم ہیں۔
تَجَلَّى، وہی نسخه تجلے، یعنی الصف، و تجلّی بمعنی انکشاف، اور آپ
کا نام روشن ہے۔ بِأَسْمِهِ مُنْتَقِمٌ، ساتھ نام منتقم حقیقی کے۔

یعنی حضور کی عظمت و شان کی پناہ میرے واسطے تنگ نہ ہوگی۔
ترجمہ بروز قیامت منتقم حقیقی کے نام سے اپنی شان ظاہر فرمائیں گے۔
مفہوم واضح ہے۔ گویا ناظم فہم اعظم حضرت کے اس شعر کو
شرح عربی استعارہ میں شمار ہے۔

میں تو کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سولا کہ کو کافی جانشین
چمک گرد و اس صدر فرخندہ ہے
ز قدر رفیعیت بدرگاہ آتے
کر باشد شستہ گدایان خمیل
بہمان دارا سلام از طفیل
یعنی یوں نمون کر رہے ہیں کہ حضور کی وجاہت شرافت رفعت میں ہیں

حشر میں عالم آشکار ہوگی۔ مجھ جیسے بے کس اور تنہا دست کے لیے اُن کا عرشہ شفاعت ننگ نہیں ہو سکتا۔ اور منتقم حقیقی کی طرف سے جبکہ باحمد ارفع راسک سہل نقطہ واضفع تشفع کی آوازیں آئیں۔ تو پھر مجھے کیا منکر ہوئی چاہیے۔ ۴

پل سے اُتار و راہ گزر کو خبر نہ ہو جبریل پہ پہچانیں تو پھر کو خبر نہ ہو
اے شوقِ دل پیچہ اگر ان کو رو نہیں اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَوَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ (۱۵۴)

فان، پس بے شک۔ من جودك، الجود افاضۃ مایں بغی
حل لغات لا عوض ولا نغرض، آپ کے جود و کرم سے۔ الدنیا، دنیا
ہے۔ وضوتھا، مال بسیار وضوہ ضد دنیا، یعنی جمع بین امراتین، حاصل
معنی آخرت، اور آخرت۔ ومن علومك، جمع علم، اور آپ کے علموں سے۔
علم اللوح والقلم، علم لوح و قلم ہے۔

ترجمہ حضور آپ کے ہی خوانِ جود و کرم سے دنیا ہے۔ اور اُس کی ضد
یعنی آخرت کا وجود اور لوحِ قلم کے علم آپ کے دائرہ معلومات
کا ایک جز ہیں۔

پہلی بیت کے مضمون میں جو خفا تھا۔ اس کی تفسیر اس بیت
شرح میں فرمائی گئی۔ کہ مجھ سے تہیدِ رست کی شفاعت حضور کو اس
لیے مشکل نہیں کہ دنیا اور اس کی ضد یا سوتن جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال
ہے۔ یعنی آخرت یہ سب حضور کے خوانِ عطا کے ریزہ ہیں نہ حضور ہوتے نہ دنیا
آخرت کا وجود ہوتا۔ جو دعویٰ زبان میں ایسی بخشش کو کہتے ہیں جو بلا عوض و
غرض کسی پر کی جائے۔ اور ضرۃ اس چیز کو کہتے ہیں جس کا اجتماع متعذر ہو۔

جیسے ایک خاندان کے عقیدے میں دو عورتیں جمع ہوں تو سونہن کہلاتی ہیں۔ اسی طرح دنیا اور آخرت ان کا اجتماع محال ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا جس نے احب آخرت
 اضر بد دنیا ومن احب دنیا اضر باخرت۔ جو آخرت کو محبوب رکھے
 تو یہ محبت اضر یعنی ضد دنیا ہے۔ اور دنیا کو محبوب رکھے تو یہ محبت ضد
 آخرت ہے۔ علامہ خرپوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قیل کون النونین من جودہ لہذا
 واسطۃ فی فیضان الوجود علی الماہیات وسبلان الوجود علی الموجودات
 فكان النونین من جودہ۔ یعنی وجود کو نہیں حضورؐ کی جود و عطا کا ظہور ہے۔ اس
 لیے کہ کوئین واسطہ ہے۔ فیضان وجود میں مابین پر اور سبلان جود وجود سرکار
 قرار علی اللہ علیہ وسلم موجودات پر ہے۔ تو کوئین کا ہونا حضورؐ کے جود و کرم سے ہوا
 اور اس مصرع میں تلخیص اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو جناب باری کی
 طرف سے حضورؐ نے ظاہر فرمائی۔ لولاک لما خلقت الدنیا۔

اور علم لوح قلم کو جو جزو علم مصطفیٰ فرمایا۔ یہ بھی خاصہ ہے ذات گرامی کا
 لوح ایک کتاب مبین ہے۔ جس کی مقدار عقل سے وراہ ہے۔ جو اس
 میں عظمت و لطافت اور حروف و کتابت سے ہے۔ بعض نے کہا لوح
 چار ہیں۔

(اول) لوح القضاء المصنوع عن المعهود والاشیاء اور
 یہ لوح عقل اول ہے۔

(دوم) لوح القدر یہی لوح نفس ناطقہ کلیہ ہے۔ جس میں تفصیل کلیات
 لوح اول کی ہے۔ اور اس کا تعلق اثبات سے ہے۔ اور اسی کو لوح محفوظ کہتے
 (سوم) لوح نفس الجبرتیہ اسماء الدنیا ہے۔

(چارم) لوح حیوئے ہے جو قابل صور ہے عالم شادہ میں۔
 اور قلم یہ وہ ہے جو سب سے پہلے مخلوق کی گئی اور اس میں اللہ تعالیٰ
 نے تین سو ساٹھ سن بنا تھے اور ہر سن میں علوم اجمالیہ کے تین سو ساٹھ صنف

مفسر فرمائیں۔ پھر ان کی تفصیل لوح محفوظ میں ہوتی ہے۔

حضرت شیخ علی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم روشن فرمایا۔ اُس سے ایک دوسرا وجود مشتق کیا۔ اُس کا نام لوح رکھا۔ اور قلم کو حکم دیا کہ لوح کو سب کچھ بتا دے اور جمیع مایکون الی یوم النقیامۃ کا علم اُسے دیا۔ امام عبد الوہاب شہرانی رحمہ اللہ یواقیت والحواجر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھے کہ ان علوم میں سے اولیٰ کو اطلاع ملی یا کیا جو حوادث وغیرہ کے متعلق قلم نے لکھے۔ اور لوح محفوظ میں قیامت تک کے حالات نقش کیے تو اس کا جواب شیخ اکبر باب ۱۶۸ فتوحات مکیہ میں دیتے ہیں۔ کہ نعم انما من اطلعه اللہ علی ذالک۔ ہاں ہم ہیں اُن میں سے جسے اللہ تعالیٰ نے اُن علوم پر اطلاع دی۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع فرمایا وہ دامت پر علوم ام الكتاب سے اور وہ ایک لاکھ اسی ہزار چھ انواع پر ہیں۔

اور یہ سب کچھ کہہ کر شیخ زادہ فرماتے ہیں ہذا علی قدر
فہمک واما من اکتلت عین بصیرتہ بالنور الالہی
فیشاہد بالذوق ان علوم اللوح جزو من علومہ کما ہی جزو
من علم اللہ تعالیٰ۔

تو حاصل معنی واضح ہو گئے کہ حضورؐ کی ہستی پاک واسطہ ہے۔
افاضۃ لمنح الظاہریات والباطنیات کا مبداء اول
سے کائنات میں علویات و سفلیات کے اور جب کہ حضورؐ کی
یہ شان ہے۔ تو ان کی عنایت اور وجاہت و کفایت میرے لیے تنگ
نہیں ہو سکتی واللہ الحمد۔



فصل رابع عشر

نفس کو نا امیدی سے روکنے کا بیان

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِي مِنْ ذَلَّةٍ عَظُمَتْ
إِنَّ الْكَبَايِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّهِمَّ

۱۵۵

یا نفس، اے نفس۔ لا تقنطی، از قنوط مایوس ہونا،
حل لغات از مایوس ہو۔ من ذلّة، لغزش، اس لغزش سے عظمت،
اے کبرت، جو کبیرہ گناہ ہو گئے ہیں۔ ان الکبائر جمع کبیرہ، بے شک کبیرہ
گناہ۔ فی الغفران، بخششوں میں۔ کاللہم، اے اللہ، امانی گناہ مثل
صغیرہ کے ہیں۔

ترجمہ اے نفس اپنے گناہوں کے سبب سے جو بہت بڑے ہو گئے
ہیں ان کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ غفران و رحمت کے
ہوتے بڑے گناہ بھی چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

شرح

زاہدان کا میں گناہ گار وہ میرے شافع
بے بسی ہوں جو مجھ پر سن اعمال کے وقت
کاش فریاد میری سن کے یہ فرمائیں حضور
کون آفت زدہ ہے کس پر بلا ٹولی ہے
کس سے کہتا ہے کہ لاش تبریک میری
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے
دوستوں کیا کواں اس وقت تمنا کیا ہے
اں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے
کیوں ہے بیتاب یہ بے چین کار و ناکیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کر اک مجرم ہے
سامنا قہر کلا ہے دفتر اعمال ہیں پیش
سن کہے یہ عرض میری بجز کرم جوش ہی آئے
کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو
ان کی آواز یہ کر اٹھوں ہیں بے ساختہ شو
لوفہ آیا میرا حامی میرا غم خوار ام
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبار تھے ہیں۔

شُرک بالشر قتل نفس بغير حق - قذفت محصنه - زنا - فرار من الرجز بمعنی
اسلامی لشکر سے بھاگنا - سحر - مال تقسیم کرنا - مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا - اور الحاد
کرنا - اور ایک قول ہے کہ ہر وہ معصیت جس پر اصرار کیا جائے وہی کیڑہ ہے۔
اور ہر وہ معصیت جس سے استغفار کر لیا جائے صغیرہ ہے۔

ان تغفر اللہم فاعفوجہا فانی عبدک ما ألسما

لَعَلَّ رَحْمَةً رَبِّيَّ حِينَ يَقْسِمُهَا
تَأْتِي عَلَى حَسْبِ الْعَصِيَّانِ فِي الْقِسْمِ

(۱۵۶)

لعل، خوف تری، شاید کہ - رحمتہ ربی، میرے رب
حل لغات کی رحمت - حین، جبکہ - یقسیمہا، تقسیم ہو - تاتی،
آجائے - علی حسب العصیان، میرے معاصی کی مقدار میں - فی
القسم، میرے حصہ کے اندر۔

ترجمہ شاید کہ رحمت الہی جب تقسیم ہو ممکن ہے میرے گناہوں کے
بلاؤ میرے حصہ میں آجائے۔

میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت
میرے کرم بتائے حساب کر کے مجھے

شرح!

اتنا امید پر ناظم فرماتے ہیں کہ شاید بلکہ فعل بمعنی تقسیم لینا چاہیے یعنی تقسیم
میرے روف و رحیم کی رحمت جبکہ بندگان سید کار پر تقسیم ہو تو میرے گناہوں کی
ہو نون میرے حصہ میں آئے گی تو میں اس وقت کہوں گا۔

پیش عفو و غفلت تفصیر یا تفصیل است عفو بے اندازہ بخواب گناہ بے حساب
باقی رہے ہیں حشر میں کتنے گنہگار اور پکارتی ہے شفاعت رسول کی
نصیب است بہشت اسے خدا شناس کہ مستحق کرامت گنہ گارانست۔

حدیث قدسی میں بھی آیا ہے۔ غفلت رحمتی علی غضبی۔

من قاعدۃ رحمت او میدانم من طور عطا ئے او نکو میدانم

لطف و کرشم عاشق حسن گزشت من عادت آن بہانہ جو میدانم

اس بیت مبارک میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ربیعہ یوم النشور صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے۔ اللہ نے رحمت کے سو جز فرما کر اپنے پاس خافہ جز
رکھے اور زمین پر ایک جز نازل فرمایا۔ اس ایک جز سے دنیا آباد ہے۔ اور مخلوق میں
رحم دلی پائی جاتی ہے اور جانور اپنے بچے کو دودھ پلانے خود پہنچتا ہے ایک جز
میں وارد ہے کہ ایک شخص بروز قیامت لایا جائے اور حکم ہو۔ اس کے حقیقت
پیش کرو۔ اور کبیرہ مخفی رکھو۔ پھر اسے کہا جائے تو نے فلاں دن یہ کیا یہ کیا وہ اقرار
کرے اور انکار کی ہمت نہ ہو اور اپنے گناہ سے ڈر رہا ہو کہ اتنے میں حکم ہو اس
کے گناہ کے بارے ایک نیکی عطا کی جائے۔ تو وہ عرض کرے اے میرے اے
ایسے گناہ بھی ہیں جو تو نہیں جانتا راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو دیکھا کہ
اس جملہ پر اتنا تبسم ہوا تو اچھٹا ہلکا ہوا بر گئے یہ روایتیں سعید رحمہ اللہ
ہیں۔ ولہذا الحمد۔

يَا رَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِي غَيْرَ مُنْعَكِسٍ
لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِي غَيْرَ مُنْخَرَمٍ

۱۵۷

حل لغات | یا رب، اے میرے رب۔ واجعل، کر دے پوری۔
رجائی، میری امید۔ غیر منعکس، غیر برگشتہ۔ لديک،
اپنے پاس سے۔ واجعل، اور کر دے۔ حسابی، میرا اعمال نامہ۔ غیر
منخرم، باخاستے مجھ پر غیر منقطع، غیر منقطع۔

ترجمہ | الہی اپنی بارگاہ میں یومِ حشر میری امید کے خلاف نہ کر اور میرا اعمال نامہ
معفرت حاصل کرنے والوں سے کاٹ کر منقطع نہ کر۔

شرح | انا عند ظن عبیدی بی۔ کی طرف سے اشارہ فرما کر ناظمِ فائز فرما
رہے ہیں۔ کہ الہی میرا یقین ہے کہ تو ضرور بخشش فرمائے گا
لہذا مجھے بخش دے۔

تو اب مفہوم واضح ہے کہ الہی میں نے تجھ سے جو دُعا و التجا کی ہے تو میری
درخواست اپنے در سے رد نہ کر اور جو تو نے میرے لیے رحمت و مغفرت رکھی
ہے وہ تجھ سے منقطع نہ کر۔ یہ دُعا یہ بیت ہے۔

وَالطُّفُ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَكَ
صَبْرًا مَتًى تَدْعُهُ الْاَهْوَالُ يَنْهَزِمُ

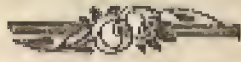
۱۵۸

حل لغات | والطف، اللطف و الاحسان، اور لطف فرما۔ بعبدک،

اپنے بندے پر فی الدارین، دنیا و آخرت میں۔ ان لک، اس لیے کہ اس
کا۔ صبرا، صبر ایسا ہے کہ۔ متی، جب۔ تدعہ الہوال، ہول
شدت و فزع۔ کہتے ہیں گھبراہٹ۔ ینہزم، تو صبر بھاگ جاتا ہے۔

نثر چہرہ الہی اپنے بندے پر دین و دنیا میں رحم فرما کیونکہ اس کا صبر اتنا کمزور ہے کہ جب ہول و فزع کا سامنا ہو تو یہ بھاگ جاتا ہے۔
یعنی جانا رہتا ہے۔

مفہوم واضح ہے کہ الہی میں اپنے صبر و تحمل میں اتنا کمزور ہوں۔
شرح اگر مصائب و آلام کے وقت مضطرب اور بیقرار ہو جانا ہو
اور دعویٰ صبر و شکیب سب فنا ہو جاتے ہیں۔ لہذا تیرا ہی فضل مجھے درکار ہے۔
خلاصہ ہر بیت اس دعا میں صاف ہے۔ یا لطیف الطف و احسن بعدک
الضعیف المعترف بالاعاصی و سلمہ فی الدنیا و الآخرۃ من الشدائد و
الافزاع لان بعدک صبرا کاشفا متقی طلبتہ الاھوال اولاقتہ یفر صبرہ
منہ لکمال صغفہ۔



فصل خامس عشر

سرکار اید قراری علیہ السلام او آل اصحاب پر درود و سلام

وَأُذِّنْ لِيَسْحَبَ صَلَوةَ مِنْكَ دَائِمَةً
عَلَى النَّبِيِّ بِمَنْهَلٍ وَمُنْسَجِحٍ ۝ (۱۵۹)

حل لغات | وَأُذِّنْ، اور تم کو۔ لِيَسْحَبَ، جمع سحاب، اپنی رحمت کے بادلوں کو۔ صَلَوةَ، کہ بارش صَلَوةَ و سلام۔ مِنْكَ دَائِمَةً، تیری طرف سے ہمیشہ برساتیں۔ عَلَى النَّبِيِّ، تیرے حبیب نبی عالم پر۔ بِمَنْهَلٍ، اشلال زور دار بارش، موسلا دھار۔ وَمُنْسَجِحٍ، اترال سجاوہ روائی، اور بہتے ہوئے۔

ترجمہ | اور رحمت کے بادلوں کو حکم کر کہ وہ صَلَوة و سلام کی موسلا دھار بارشیں نبی رحمت پر ایسی کریں کہ ہمیشہ جاری رہے۔

شرح | یعنی حضور پر قیام قیامت تک رحمت کے بادل درود و سلام کی بارش کرتے رہیں۔

وَالْأَئِلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِينَ لَهُمْ
أَهْلُ التَّقَى وَالتَّقَى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ ۝ (۱۶۰)

حل لغات | وَالْأَئِلِ، اور ان کی آل پر۔ وَالصَّحْبِ، جمع صحابی اور اصحاب کرام پر۔ ثُمَّ التَّابِعِينَ لَهُمْ، اور تابعین پر۔ أَهْلُ التَّقَى، جو پرہیزگاری کے اہل ہیں۔ وَالتَّقَى، اور برگزیدہ۔ وَالْحِلْمِ، اور علم ہیں۔ وَالْكَرَمِ، اور شرافت مآب۔

ترجمہ حضور کے آل و اصحاب اور تابعین پر رحمت فرما جو پرہیزگار
برگزیدہ اوصاف تحمل و شرافت والے ہیں۔

مَا رَمَحَتْ عَذَابَاتُ الْبَّانِ رِيْحَ صَبَا
وَاطْرَبَ الْعَيْسَ حَادِي الْعَيْسِ بِالْغَمِّ

(۱۶۱)

مَا رَمَحَتْ، ما و امت بمعنی حرکت و امانت، جب تک

حل لغات ہلاتی رہے۔ عذابات، جمع عذریہ یعنی، ڈالی، ڈالیاں۔

البان، شجرۃ البان۔ درخت بان کی۔ ریح صبا، باد صبا۔ واطرب العیس،
اور جب تک خوش کرتا رہے ساربان اونٹوں کو۔ حادی العیس، اونٹ
ہانکنے والا۔ بالغم، جمع غم، اپنے لغات سے۔

تیری رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک باد صبا درخت بان کی

ترجمہ شاخوں کو ہلاتی رہے اور جب تک اونٹوں کو شربان اپنے لغات
سے مست کرتا رہے۔

خلیب میں ہے کہ ریح چار ہیں صبا سے ہی قبول کہتے ہیں بان

شرح خلکان میں ہے۔ کہ ریح صبا نے رب عز وجل تبارک و تعالیٰ

عز اسمہ سے اجازت طلب کی کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی
خوشبو پہنچائے قبل اس کے کہ بشیر فیض لے کر پہنچے تو اسے اجازت دی گئی۔ اسی

بنیاد پر باد صبا ہر محزون و غمگین کو مسرور کرتی ہے۔ اور بدلوں کو تروتازہ کرتی ہے

دوسری قسم کا نام ہے۔ جنوب یہ ہوا ابروؤں کو جمع کرتی ہے۔ اور اسی ہوا سے

گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ حاکم نے تاریخ نیشاپوری میں ذکر کیا۔ کہ حضرت علی

کریم اللہ وجہا لکیم حضور سے راوی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ خلق خیل

فرمایا۔ تو ریح جنوب کو حکم دیا کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کروں گا۔ لہذا جمع ہو تو

وہ جمع ہوئی۔ اور جبریل حاضر ہوئے اور اُس سے ایک قبضہ لیا۔ پھر اللہ نے فرمایا۔ ہذا قبضتی شمع خلق فربا کمینا یہ قبضہ ہے۔ پھر اس سے کینٹ گھوٹے پیدا فرمائے پھر فرمایا میں نے تجھے گھوڑا بنایا اور عربی کیا۔ اور تجھے تمام چار پایوں پر فضیلت دی۔ اور تیسری قسم شمال ہے۔ اور چوتھی قسم دیور ہے یہ دونوں ہوائیں ایسی ہیں کہ ان سے بنیادیں اگھر جاتی اور درخت اڑ جاتے ہیں۔ اسی کو ربیع عظیم اور ربیع عاصف اور صحر بھی کہتے ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ اور جہاں قرآن کریم میں لفظ ربیع آیا ہے۔ اُس سے مراد ربیع دیور ہے۔

عیسٰی عربی میں ننومند اونٹ کو کہتے ہیں۔ اور حادی العیسٰی اونٹ ہانکنے والے کو کہتے ہیں۔ اور ختم قصیدہ بانغم پر فرمانے میں یہ لطافت بھی ہے۔ کہ قاری قصیدہ کو قرأت قصیدہ نغمہ کے ساتھ لازمی ہے۔ اس لیے کہ یہ اشعار ہیں اور اشعار کو لحن کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

شارح خبر پوئی رحمۃ اللہ نے اخفتام پر فرمایا کہ بعون الملک العلام اس شرح سے رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ میں فارغ ہوا۔ اور بحمدہ تعالیٰ فقیر خفیاں خدمت غلطی سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض باطنی کی مدد سے آج گیارہ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ بروز روح افزا دوشنبہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو فارغ ہوا۔
والحمد للہ رب العالمین وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله
وآصحابہ اجمعین وسلم تسليماً كثيراً۔

اس شرح عربی پر مندرجہ ذیل علماء کرام نے تقاریر فرمائیں۔ افاضل عمر امثال جناب ذہ مصر استاذ العلام جہند الفہام ذوالنایف المفیدہ والتصانیف المجیدہ مولانا شیخ محمد ابراہیم یاجوری قدس اللہ سرہ العزیز۔
امام الاکمل ہمام الامثال مولانا الشیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ عمدة الفاضل۔
جامع بین الفضائل والفاضل مولانا الشیخ محمد الابرہشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

عرض فقير

هر که خواند دعا طمع دارم زانکه من بنده گنهگارم
يلوح الخط في القسطاس هراً وکاتبه رميم في التراب

بيچمير زده چمدان راجی رحمة رحمة الرحمان
ابوالحسنات قادری خطیب مسجد نیر خاں لاهور



ہماری دیگر مطبوعات

کتاب العقائد جس میں اسلامی عقائد جن کا جاننا ہر مسلمان کا اولین فرض اور مومن کا دل نشین ہونے کے لئے ضروری ہے، نہایت صاف اور سلیس زبان میں دل نشین طریقہ پر لکھے گئے ہیں، تاکہ دیہات تک کے مومن مرد اور مومن عورتیں اس سے بے دریغ فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت پچاس پیسے

ارشاداتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی قیوم ربانی قطب دورانی شیخ احمد فاروقی سرمدی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عقائد و فرائض حقانی کا بہترین مجموعہ ہر ارشاد کے ساتھ مکتوب اور صفحہ کا نمبر دے دیا ہے۔ قیمت - پندرہ پیسے

شرح قصیدہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سراج الامت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نعتیہ قصیدہ آپ کے فرمودات کا مجموعہ ہے جس سے آپ کے علم و فضل، بارگاہِ رسالت سے عقیدت اور محبت و نیاز مندی پر واضح طور پر روشنی پڑتی ہے، اس انمول مبارک قصیدہ کی یہ شرح حنفیوں کے لئے عیام سرور اور نورانی تحفہ ہے اسے پڑھیے اور ایمان تازہ فرمائیے۔

خصوصیاتِ شرح

- ① آج سے ۶۶ سال پہلے ایک جلیل عالم بزرگ کی تصنیف کردہ
 - ② پہلا ترجمہ - باعبارہ اور سلیس اردو میں
 - ③ قرآن و سنت اور بزرگانِ دین کے ارشادات سے مدلل اور مفصل شرح
 - ④ دوسرا ترجمہ عقیدت و محبت بھر اردو اشعار میں
- مطبوعہ آصفیہ - کانڈ بڑیا - قیمت ۲ روپے پچاس پیسے صرف

ملنے کا پتہ

مکتبہ نعمانیہ - اقبال روڈ سیالکوٹ